وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

الحمد للہ والمنۃ کہ ذریعہ تحصیل سعادت وحصول طریقت

یعنی حصہ اول

گلشن معرفت

اردو شرح دیوان حافظ

بحسن اہتمام سعی لا کلام محمد اسمٰعیل خان مؤلف کتاب ہذا

در مطبع افضل المطابع ۱۲ باطبع در شد

نومبر ۱۹۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّنَاوِلْھَا — کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

اے ساقی ہوشیار ہو جام دائر کر پی اور پلا — کیونکہ عشق اول آسان معلوم ہوا مگر اب مشکلیں پڑتی ہیں

الا کلمہ تنبیہ و توجیہہ۔ ساقی سے مراد مرشد کامل۔ اَدِرْ بمعنی دور ساغر چلا۔ یا جام شراب دائر کر۔ ناول صیغہ امر از مصدر تنلولۃ والناولۃ۔ یعنی کوئی شے اوروں کو بھی دینا۔ جسکے یہ معنی لئے گئے ہیں کہ پی اور پلا۔ عشق سے مراد عشق حقیقی۔ اور اول سے مقصود روز میثاق۔ مشکلوں سے عبارت منازل مقامات ہیں یعنی ہم عدم سے وجود میں اسلئے آئے تہے کہ حصول معرفت الہی اور مشاہدہ حق آسان ہو جائے۔ مگر معلوم ہوا کہ عشق الہی جیسا کہ بمقابلہ عدم کے وجود میں آسان معلوم ہوتا تھا ویسی کہیں مشکل نکلا۔ کیونکہ وجود فانی چیز ہے۔ اور عشق حقیقی باقی۔ پس فانی شے باقی پر کسطرح حاوی ہو سکتی ہے۔ یہی بڑی مشکل تہی جو ہمکو عدم سے وجود میں آکر پیش آئی۔

محققین کے نزدیک اہل معرفت کو حصول معرفت سے پہلے دس منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں اور عشق کی منزل گیارہوین ہے۔ لہذا کوئی طالب حقیقت بلا ان دسوں منزلوں کو طے کئے ہوئے منزل عشق تک نہیں پہونچ سکتا۔ اور نہ عارف کامل بن سکتا ہے۔ چنانچہ پہلی منزل طالب حقیقت کے واسطے منزل **موافقت** ہے۔ یعنی دوست کے دشمنوں کو جس سے شیطان و نفس امارہ و مکروہات دنیا مراد ہیں دشمن جانے۔ دوم منزل **میل** ہے یعنے ماسوائے اللہ کو دل سے بھلا دے سوم منزل **موانست** یعنی ہر حال میں اللہ کو ڈھونڈھے۔ اور سب سے بھاگے چہارم **مودت** یعنی بخشوع وخضوع قلب متوجہ الی اللہ ہو۔ پنجم **ہویٰ** کہ دل کو ریاضت اور مجاہدہ میں محو کر دے۔ ششم **خلت** کہ تمام اعضائے بدن کو ماسوا اللہ سے خالی کر کے یاد الہی سے پُر کرے۔ ہفتم **الفت** کہ تمام خصائل ذمیمہ سے پاک و صاف ہو کر متصف بصفات حمیدہ ہو۔ ہشتم منزل **شغف** یعنی غلبہ حرارت کے شوق سے دل دو نیم کر کے رموز عشق کے افشا کو برا سمجھے۔ مگر بصورت حال



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد خاکسار ہیچمدان محمد اسمٰعیل خان صاحبان اہل طریقت نیز شائقان ذی رتبت کی خدمت سراپا برکت مین ملتمس ہو کہ گو دیوان خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ سراسر اسرار معرفت اور رموز حقیقت سے پُر ہے۔ مگر چونکہ عبارت اسکی ادق اور مشکل الفہم فارسی ہو اسلئے اکثر اصحاب اُردو دان اس پُر لطف دیوان کے مطالعہ سے حظ نہین حاصل کر سکتے۔ چونکہ اسوقت تک اسکی کوئی شرح اُردو مین نہین ہوئی ہے۔ لہذا مین نے اسکی شرح لکھنے کا قصد کیا اور اول کے دو چار شعر کے معنی معہ شرح لکھکر اصحاب نکتہ دان کو سنائے منجملہ اونکے میرے نہایت ہی مکرم جناب مولوی معز الدین خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ویکسی نیشن حال پنشنر نے بہت ہی پسند کیا اور مجھے اسکے تمام وکمال لکھنے کی ترغیب دلائی۔ اور اسکے اہتمام طبع مین مالی مدد بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ مین نے خدا کے توکل اور مولوی صاحب موصوف کی تحریک پر شرح کا لکھنا شروع کر دیا اور نام اسکا **گلبن معرفت** رکھا۔ اب خدائے کریم سے دعا ہے کہ وہ مجھے اسکے پورا کر دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پسندیدگی شائقین سے میری محنت کو ٹھکانے لگائے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ

عام ساقی نہین ہے۔ بلکہ خاص وہ ہی ساقی ہے جو شراب معرفت پلانے کا اوستاد ہے اور گو ساقی خم وحدت یا مرشد کامل شراب معرفت پلانے مین تساہل نہین کرتا تاہم شوق کا یہی تقاضا ہے کہ اوس کو ہر وقت اپنی طرف متوجہ ہی رکھا جاوے جسطرح کہ بچہ اپنی مان سے دودھ مانگنے مین تقاضہ کیا کرتا ہے درحالیکہ وہ کسی وقت اوس سے دریغ نہین کرتی۔

بوی نافۂ کاخر صبا زان طرہ بکشاید — ز تاب جعد مشکینش چہ خون افتاد در دلہا

بسبب نافہ کی بو کے آخر شب مین صبا اوس طرہ کو کھولتی ہے — اوسکی مشکین چوٹی کے پیچ سے دلون مین خون ہوتا ہے

بوے نافہ مشک کی بو کاخر کے بعد لفظ شب محذوف ہے جس سے مراد پیغام ترک وجود ظاہری یعنی موت کا پیغام ہے جو عارفان کامل اور عاشقان صادق کے پاس آخر وقت مین منجانب اللہ پہونچا کرتا ہے مصرع ثانی مین شین کی ضمیر اوسی شب کی طرف راجع ہے چونکہ نافہ سیاہ ہوتا ہے اور تاتاری ہرن کے ناف کے خون سے بنتا ہے اسلئے برعایت سیاہی بالونکی چوٹی اور شب کی تشبیہ اور تعلیل مین کمال شاعری دکھلایا گیا ہے علاوہ اسکے دل جو تمام انسانی خواہشونکا مرکز ہے۔ اوسمین بھی صرف ایک قطرہ خون کا ہونا مشہور ہے۔ اور کہتے ہین کہ یہہ خون سیاہ ہوتا ہے۔ اس رعایت سے قطرہ خون کا دل مین ہونا۔ اور ہرن کی ناف مین نافہ بنجانا جو دونون سیاہی مائل ہوتے ہین فارس کی شاعری کے قابل تعریف تشبیہین ہین۔ چونکہ خواجہ علیہ الرحمۃ موصل الی اللہ شاعر تھے لہذا اس لطیف شاعری کے پیرایہ مین اونہون نے وہی اسرار معرفت بیان فرمائے ہین۔ اور خلاصہ **مطلب** یہہ ہے کہ پیغام وصال جو حصول معرفت کی صبا آخر شب مین یعنی آخر وقت مین بوی پیغام حضرت صمدیت مشتاقان حق کے پاس پہونچاتی یعنی مژدہ وصل سناتی ہے تو اوسکے سننے سے دل جو ظاہری وجود کا سربراہ کار ہے غم وغصہ سے خون ہوجاتا ہے۔ اور نہین چاہتا کہ ہستی مستعار برباد ہوکر اوسکی سلطنت ویران ہوجاے۔ چونکہ عارف کامل کا وصال موت سے ہوتا ہے اور دل وجود انسانی کا بادشاہ ہے۔ پس اوسکو اس بربادی سے کمال رنج ہوتا ہے۔ اس شعر کا یہی معنا ہے جو اس سے اچھی طرح پر حل نہین ہوسکتا تھا۔

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید — کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

جانماز کو شراب سے رنگ اگر پیر مغان تجکو حکم دے — کیونکہ ہادی منزلونکی راہ ورسم سے بیخبر نہین ہوتا

مے سے عشق الٰہی اور سجادہ سے دل عارف مراد ہے۔ پیر مغان سے مرشد کامل اور منزلون سے

نہم یتیم یعنی اپنے آپ کو محبت کا بندہ سمجھے۔ دہم ذلہ یعنے آئینۂ دلکو جمال حق کی برابر رکھکر نشہ محبت سی سرشار ہوجائے۔ گیارہوین منزل عشق کی نہ ہے کہ اس مین زبان پر ذکر خدا اور طبیعت مین فکر حق سبحانہ تعالی۔ اور روح کو مشاہدہ جمال لم یزلی مین ایسا مستغرق و محو بنا دے کہ خودی سے بیخود ہوکر از خود رفتگی کیحالت مین ذات احدیت مین شامل ہوجائے۔ اسی کو عشق حقیقی کہتے ہین اور یہی مقام معرفت ہے۔ لہذا اس شعر مین مشکلو نسے یہی دس منزلین مراد ہین۔ جو عشق حقیقی تک پہونچنے مین پیش آتی ہین۔

مطلب شعر کا یہ ہے کہ اے ساقی خم معرفت۔ یا اے مرشد کامل اٹھا اور شراب عشق حقیقی کا جام دایر کر یعنی تو بھی پی اور ہمکو بھی پلا۔ اسلئے کہ عشق حقیقی جو ایک دشوار کام ہے سرور مین آسان ہوجائے اور جو مشکلین اسمین حائل ہین وہ کیفیت نشہ عرفان مین محسوس نہو سکین جسطرح کہ شراب کے نشہ مین مشکل اور محنت طلب کام آسانی سے انجام ہوجاتے ہین۔ اسی طرح عشق الٰہی کا کام جسکو ہم اول مین آسان سمجھے تھے مشکل ہے پس اوسکو آسان کرنے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ ہم اوسی شراب معرفت کے نشہ مین مخمور ہوکر اوس کو اپنے واسطے آسان کرلین۔ یہان ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حافظ علیہ الرحمتہ ابھی عشق حقیقی کی منزل تک نہین پہونچے تھے جو وہ پہلے کی دس منزلونکو مشکل سمجھکر ساقی سے دور ساغر کی التجا کرتے ہین۔ تو اسکا یہ جواب ہے کہ وہ عارف کامل تھے۔ اور اونکو منازل عشق کی ابتدائی منزلین طے کرنیکی ضرورت اب باقی نہ تھی۔ لیکن قاعدہ عام یہ ہے کہ کامل اپنے آپ کو کبھی کامل نہین کہا کرتا بلکہ ناقص ہی بیان کرتا رہتا ہے۔ اسی اعتبار سے خواجہ صاحب بھی باوجود پورے عارف ہونیکے اپنے آپ کو مبتدی ہی ظاہر کرتے ہین۔

فائدہ اہل معرفت یا اصحاب طریقت کو لفظی معنے سے بحث نہین ہوتی بلکہ معنوی سے ہوتی ہے۔ اور ہر ایک جملہ کا ما ہو المقصود خواہ وہ کسی طرح کہا جاوے صوفی لوگ وہی مراد لیتے ہین جو اونکا دلی ہوتا ہے چونکہ حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ ارباب طریقت سے ہین۔ لہذا اونہون نے لفظ ساقی سے مرشد کامل اور ہالا سے اوسکو اپنی طرف مائل کرنا مراد لیا ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان الفاظ سے مرشد کی سوء ادبی مقصود اور اوس سے ساغر کا تقاضا کرنا عقل سے بعید ہے۔ کیونکہ جب وہ خود شراب معرفت پلانے کو ہر وقت موجود رہتا ہے تو اوسپر ایسے سخت الفاظ سے تقاضہ کرنا کیا معنی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ خواجہ کا مقصود کوئی

شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین حائل — کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

اندھیری رات موج کا خوف گرداب کا یہ زور — بے فکر کنارے پر رہنے والی ہمارا حال کیا جانین

شب تاریک سے دنیا۔ اور بیم موج و گرداب سے تفکرات زندگانی اور مکروہات دنیا مراد ہین۔ سبکسار یا سبکبار وہ لوگ جو دریائے موت سے پار اوتر گئے ہون۔ اور آرام سے عدم کی خشکی پر سوگئے ہون **مطلب** یہ کہ جسطرح منجدھار مین پھنسی ہوئی اور جلد ڈوب جانے والی کشتی کے بیٹھنے والونکی تکالیف اور مصیبت کو ساکنان خشکی جو آرام سے اپنے مکانون مین پیر پھیلائے سوتے ہون نہین جان سکتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو ہمسے پہلے دریائے موت کے پار اوتر گئے اور چین سے عالم قدس مین ہین۔ یعنی واصل بحق ہوگئے وہ ہم دنیا کے رہنے والون اور بیم دہر اس موت یا مکروہات خیالی باطلہ مین پھنسے ہوؤن کے حال کو کیا جانین کہ کس مصیبت مین ہین۔ اور ہمپر کیا گذرتی ہے۔ دنیا کو شب تاریک سے تشبیہ دینے کا بہت عمدہ قرینہ ہے۔ کیونکہ اسمین بذات خاص کوئی مادہ روشنی کا نہین سورج یا چاند جو اسکو روشن کئے رہتے ہین وہ آسمانونسے متعلق ہین۔ اگر سورج زمین کو روشن نہ کرے تو یہ کرہ ارض متعلق بہ عالم سفلی ہونے کی وجہ سے شب تاریک سے بھی کہین زیادہ تاریک ہوجائے۔

ہمہ کارم ز خودکامی بہ بدنامی کشید آخر — نہان کے ماند آن رازی کزو سازند محفلہا

تمام کام مین مین نے خودکامی سے بدنامی اوٹھائی — وہ بھید کب پوشیدہ رہ سکتا ہے کہ جسکو محفلون نے کیا ہو

فرماتے ہین کہ مین نے تمام کامون مین جو اپنے ارادہ اور اختیار سے کئے آخرکار بدنامی اوٹھائی یعنی جب مین عالم وحدت سے عالم تعین اور کثرت مین آیا تو جو افعال مجھسے سرزد ہوے وہ میری عقل اور حواس خمسہ کے سبب ہوکر رسوائی کا باعث ہوگئی۔ اونکا حال عشق یا راز توحید نہ چھپ سکا کیونکہ جس پوشیدہ کام کو بہت سے لوگ ملکر کرین تو وہ اسکا راز کبھی نہ کبھی ضرور طشت از بام ہوجاتا ہے اسی طرح میرا اصلی راز کہ جو خاص عالم لاہوت سے متعلق تھا وہ حواس خمسہ اور اونکے تابعین اعضاء کی وجہ سے کہ جو جسمانی مقاصد کے کام انجام دیتے ہین فاش ہوگیا۔ اگر مین اس عالم کثرت مین نہ آتا تو میرا راز بھی حواس خمسہ اور اعضائے ظاہری کے اختیار مین نہ ہوتا۔ اور اگر کثرت مین بھی آتا تو بجائے

وہ ہی معرفت حق کی گیارہون منزلین مقصود ہین۔
شعر ہذا کا مطلب تو یہ ہے کہ اے طالب تجکو مرشد کامل کے حکم کا یہانتک اتباع کرنا چاہئے کہ اگر وہ جانماز کو شراب سے آلودہ کرنے کو کہے تو تو بخوف و خطر اوس مین ڈبو دے۔ کیونکہ وہ عشق حقیقی کے مراحل طے کرنے کے راز سے بخوبی واقف ہے اور کبھی راستہ سے نہین بہک سکتا۔ اس سے مرشد کامل کی بجاآوری احکام مین تاکید مقصود ہے۔ جو طالب پر بمنزلہ فرض کے ہے۔ ورنہ ہادی کبھی ایسی ناجائز بات کی ہدایت سے آزمایش نہین کریگا۔ مگر طالب کو بھی لازم ہے کہ اوسکے حکم سے کسیوقت اور کسی حالت مین سرتابی نکرے۔ اور معنوی **مطلب** یہ ہے کہ اے مخاطب اپنے دل کو مے وحدت سے رنگین کرکے یکرنگ ہوجا۔ اور مرشد حقیقی کے حکم کی تعمیل اقوال اور افعال سے بجالا یعنی تمام حرکات و سکنات یا خطرات مین اوسی مے وحدت کے سرور کا اتباع کئے جا۔ اسلئے کہ سالک راہ معرفت اور طرق حقیقت سے بیخبر نہین ہی۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

مرا در منزل جانان چہ امن عیش چون ہر دم ✲ جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

مجکو راہ جانان مین کیا عیش و آرام جبکہ ہر وقت ✲ جرس شور مچاتا ہے کہ محملون کو باندھو

جرس اون ٹالون کی آواز کو کہتے ہین کہ جو قافلہ والے اپنے مرکبون کے گلے مین باندھا کرتے ہین اور ان سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ جسوقت پڑاؤ سے چلین تو ہر کاروانی آگاہ ہوجائے کہ اب چلنے کی طیاری ہو رہی ہے اور کسی وجہ سے رہ نجائے یا ٹالو نکا بجنا اسباب کی علامت ہوتی ہے کہ اسباب سفر درست کرکے منزل کے لئے طیار ہو جاؤ۔ اس اعتبار سے گویا جرس چلنے کا تقاضہ کیا کرتا ہے کہ بیخبر نہو۔ بلکہ اسباب سنبھالو۔ محمل یعنی کجاوہ یا عماری جو اونٹ پر کسا جاتا ہو منزل جانان سے وصال الٰہی اور جرس سے آواز ملک الموت مراد ہے۔ **مطلب** یہ ہے کہ جب مجکو منزل جانان یعنی راہ عدم درپیش ہی اور وہان پہونچنے کے لئے ملک الموت ہر وقت شور مچاتا یا کوس الرحیل بجاتا ہے تو مجکو دنیا کی مستعار زندگی مین کیا راحت مل سکتی ہے۔ جبکہ تقاضائے موت کسی جگہہ چین نہین لینے دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا آرام کی جگہہ نہین اور یہانسے جلد یا بدیر رخت زندگی باندھکر سفر کی طیاری کرنی چاہئے۔ کیونکہ دنیا مین ٹھیرنے کی جگہہ نہ یہہ ہے نہ وہ ہے۔ لہذا ہر کاروانی کو لازم ہے کہ اپنا محمل اونٹ پہ کسے اور جلد چلنے کو طیار ہوجائے

اور وصال محبوب حقیقی بھی ہو جائے۔ بلکہ طالبان حق حضوری کا ارادہ اوسیوقت کرتے ہین کہ جب دنیا اور اوسکے جھگڑون بکھیڑون کو خیر باد کہہ کر سب سے الگ تھلگ ہو جاتے ہین

ای فروغ ماہ حسن از روی رخشان شما آبروے خوبی از چاہ زنخدان شما

ای خوبرویو تمہارے چہرے روشن سے ماہ حسن کو فروغ ہوا تمہارے چاہ زنخدان سے خوبی کو آبرو ملی

اے کلمہ ندائیہ ہے جو لفظ شما سے متعلق ہے۔ اور چاہ زنخدان اوس نشیب کو کہتے ہین جو سیقدر ٹھوڑی کے درمیان ہوتا ہے۔ شعرائے فارس کے نزدیک یہ ٹھوڑی کا نشیب گویا خوبصورتی چہرہ کی علامت ہے۔ شعر کا مجازی مطلب یہ ہے کہ اے حسینو تمہارے چہرۂ تابان کے سبب چاند کو روشنی اور تمہارے چاہ زنخدان سے لفظ خوبی کو آبرو ملی ہے۔ مگر حقیقی معنے اس شعر کے اسطرح پر ہین کہ لفظ شما سے محبوب حقیقی کیطرف خطاب ہے یہ شاعرونکا طریقہ ہے کہ وہ معشوق کو جمع مخاطب کی ضمیر سے بھی خطاب کرتے ہین۔ گو یہان اس شما کا مخاطب حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ مگر شاعری اور قافیہ کے اعتبار سے یہ ضمیر لانا صحیح ہوگا۔ ماہ حسن سے حسن معشوقان مجازی اور روے رخشان سے تجلیات انوار حق مقصود ہین۔ تو اس صورت مین یہ مطلب ہے کہ اے بے نیاز محبوب حقیقی جو کچھ تماشہ اس دنیا مین نظر آتا ہے یا جتنے حسین نظر پڑتے ہین ان سب مین تیرے ہی جمال کا پر تو ہے اور تیرا ہی عکس ان سب پر سایہ افگن ہو رہا ہے کیونکہ اللّٰہُ جَمِیۡلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ اللہ حسین ہے اور حسینونکو ہی دوست رکھتا ہے۔ اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس شعر سے حضور سرور کائنات معجز موجودات کیطرف خطاب کیا گیا ہو اس صورت مین شما کی ضمیر کا شک بھی رفع ہو جاتا ہے۔ اور باقی مطلب وہی رہیگا جو معنوی طور کا بیان ہوا۔

عزم دیدار تو دارد جان برلب آمدہ باز گردد یا بر آید چیست فرمان شما

تیرے دیدار کے ارادہ سے جان لب پر آئی ہے لوٹ جائے یا نکل آئے آپکو واسطے کیا حکم ہے

یہان پہلے مصرع مین تو آیا ہے اور دوسرے مین شما یہ پہلے عرض کر دیا گیا ہے کہ شعرا اکثر معشوق کو تم کے لفظ سے تو ...خطاب کیا کرتے ہین اس سے جمع مقصود نہین ہوتی۔ بلکہ ادب مقصود ہوتا ہے۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ اے شاہ حقیقی میری جان تیرے دیدار کی اشتیاق مین نکلنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ یعنے تیرا دم ... چاہتی ہے۔ اگر وقت اوس کے

یعنی الحواس کے حالت مجذوبانہ رکھتا تو بھی بہتر اور انسب تھا۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب میں کچھ نہ تھا یعنی طلب لساقی نہ رکھتا تھا تو اپنے اختیار مین بھی نہ تھا۔ اور جبکہ عالم وجود مین آیا اور اپنے اختیار مین ہوا تو میرا پردہ اور راز وحدت فاش ہو گیا۔ اور کیون نہ ہو جاتا جبکہ حالت وجود کا انصرام حواس ظاہری و باطنی کے متعلق ہے۔

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ — متیٰ ما تلق من تھوی دع الدنیا و اہملہا

ای حافظ اگر تو حضوری چاہتا ہی تو اوس سے الگ مت ہو — جبکہ کسی سے ملاقات کا ارادہ کری تو دنیا کو خیرباد کہدی

اس شعر کا یہ مطلب ہے کہ اے عاشق جب تو محبوب کا وصال چاہتا ہے تو اوس سے جدا مت ہو کیونکہ جب محبوب سے وصال کا ارادہ رکھو تو اسکے منافی مقصود یعنی دنیا کو ترک کردے لیکن دوسری مصرع کے معنوں پر اسصورت مین یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پہلے دنیا ترک کرکے بعد کو ملاقات وصل محبوب کی آرزو کرنی چاہئے مگر یہان الٹا مضمون ہے کہ ملاقات پیدا کرکے حافظ صاحب بعد مین ترک دنیا کی ہدایت کرتے ہین۔ چنانچہ بعض محققین نے رفع اعتراض کیواسطے لفظ متیٰ کے بعد اَرَدتَ کو مقدر مانا ہے اور مصرع کا فقرہ بنا کر یون پڑھا ہے۔ متیٰ ما اردت ماتلق من تھوی دع الدنیا و اہملہا جس کے معنے یہہ ہوے کہ جب تو وصل محبوب کا ارادہ رکھے تو دنیا کو ترک کرکے خیرباد کہدے۔ چنانچہ ہمنے بھی دوسرے مصرع کا ترجمہ اردت کو شامل کرکے کیا ہے۔ اسموقع پر ملاقات کے معے عشق پیدا کرنے کے نہین لئے ہین بلکہ وصل کے لئے گئے ہین جیساکہ اول مصرع کے لفظ حضوری سے ظاہر ہے۔ ایک عالم کو اس مصرع کی ترکیب پر یہہ بھی اعتراض ہے کہ جسوقت جزا شرط اور امر ونہی جملہ اسمیہ ہو وی توف کا لانا ضروری ہوتا ہے لیکن اگر جزا مقدم ہو تو بغیر ف کے جائز ہو جائیگا۔ بہرحال مصرع مذکور ترکیب نحوی مین ذرا پیچدار ہے اور ہمکو اوس پیچ کی اردو شرح کرنے سے مطلب کو طول دینے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ لہذا ہمنے اسکا خلاصہ یہہ نکالا ہے کہ حضوری سے وصل یار مراد ہے۔ یعنی اے حافظ اگر تو وصال محبوب حقیقی چاہتا ہے تو ہر وقت یاد الٰہی سے حضور مین حاضر رہ اور دم بھر کو الگ نہو اسلئے کہ کسی سے ملاقات کر کر وصال کی آرزو کرنا یا دولت حضوری پا جانا اوسیوقت ممکن ہے کہ جب اسوا چیزون یا اوسکی منافیات کو ترک کر دیا جائے۔ یعنی یہ ممکن نہین کہ دنیا بھی رہے

اور تمہاری نظر جو ہمارے فائدہ کے واسطے تھی وہ ہمسے نرگس کی طرح محجاب آلود رہی
اس سے تو بہتر تھا کہ تم ہمکو پہلے ہی سے اپنا شیدا نہ بناتے اور جب ابتدا ہی سے تمنے ہمارے
حال پر مہربانی فرمائی ہے تو اب پوری توجہ سے ہم ناکامل نگاہ سیر ہمین منزل مقصود تک پہونچادو
فائدہ چونکہ دیوان ہذا مین قریب قریب مجازی اور حقیقی دونون قسم کے معنی پیدا ہوتی
ہین اور اسی اعتبار سے شعر تصنیف بھی کئے گئے ہین۔ لہذا ایک ہی رنگ مین اسکی شرح نہین
ہوسکتی۔ تمام دیوان ظاہر مین مجازی مگر باطن مین حقیقی معنی کا پہلو لئے ہوئے ہے۔

بخت خواب آلود ما بیدار خواہد شد مگر — زانکہ زد بر دیدہ آبی روی رخشان شما

ہمارا خواب آلود نصیب جاگ جائیگا لیکن — اس سبب سے کہ اوسپر آنکھوں پر تمہارے روی روشن نے پانی چھڑ

قاعدہ کلیہ ہے کہ جب خواب آلودیا نیند اسے کے مونہہ پر پانی چھڑکا جائے تو نیند بھاگ جاتی ہے
اور یہہ بھی قاعدہ عام ہے کہ تیز روشنی کے دیکھنے سے آنکھوں مین چکاچوند پیدا ہوکر پانی بھر آتا ہے
اس موقع پر روے رخشان سے انوار تجلیات ایزدی اور رشما سے وہ ہی محبوب حقیقی مراد ہے
اور مطلب یہہ کہ تیری تجلیات معانی سے جب عاشق کی آنکھون مین چکاچوند پیدا ہوئی تو اونمین
پانی بھر آیا۔ پانی سوتے ہوے بخت کے واسطے خواب غفلت سے بیدار کرنیوالی مثال رکھتا
ہے کہ جیسے سوتے ہوے کے مونہہ پر پانی چھڑک دینا۔ مختصر یہ کہ جو پانی تجلی الٰہی دیکھنے سے آنکھوں مین
پیدا ہوا وہ اوسی عاشق کے یا اوسکے بخت خفتہ کے بیدار کرنیکو کافی ہوگیا۔ پس حافظ صاحب
فرماتے ہین کہ جب تک مین جمال جہان آرا سے مشرف نہوا تھا تو میرے بخت سوے ہوے تھے
لیکن جبکہ جلوہ الٰہی نظر آگیا تو اوسکی تیزی سے جو پانی آنکھوں سے نکلا وہ خفتہ کے مونہہ پر پانی چھڑکنا
ہوگیا لہذا اب میرے نصیب پورے طور پر بیدار ہوجاینگے۔

با صبا ہمراہ بفرست از رخت گلدستہ — بوکہ بوی بشنویم از خاک بستان شما

اپنے رخ سے صبا کے ہمراہ گلدستہ بھیج — شاید کہ بو پائین ہم تمہاری باغ کی خاک سے

خاک سے مراد قدر ہے خفیف۔ یعنے اگر تم اپنے باغ حسن سے باد صبا کے ہاتھ ایک گلدستہ بھی
بھیجدو تو شاید ہم اوسکی تھوڑی سی بو پاجائین۔ یعنی کچھ نہ کچھ لطف تو حاصل کرہی لین:
معنوی مطلب اسطرح پر ہے کہ گلدستہ سے مجمع اہل یقین اور صبا سے الہام ربانی یا

نکلنے کا آگیا ہو تو حکم دے - کہ نکل آوے - اور جو ابھی وقت نہیں آیا ہے تو اور شاد کر کہ پھر اپنے قید خانہ تن میں چلی جائے اس شعر مین گو یا وصال کی آرزو کیگئی ہے - مگر مرضی محبوب کا پہلو لئے ہوئے

کی دہد دست این غرض یا رب کہ ہمدستان شوند خاطر مجموع ما زلف پریشان شما

اے خدا یہ مراد کب بر آویگی کہ ہم صحبت ہونگے ہماری خاطر مجموع اور تمہاری زلف پریشان

ہمدستان ہمداستان کا مخفف ہے جس کے معنی ہم کلام اور ہم صحبت کے ہین - دوسرے مصرعہ مین خاطر مجموع یا دلجمعی سے شاہد وحدت پر بلا تفرقہ خیالات جبر یا اختیار کے فریفتہ ہونا مراد ہے کہ دلجمعی اوسیوقت ہوتی ہے کہ سوائے ایک کے اور کسیکا خیال نہو - زلف پریشان شما سے اوسکی قدرت کے گوناگون جلوے مقصود ہین کہ کہین کچھ اور کہین کچھ نظر آتا ہے - گویا یہ جلوہ ہائے قدرت یا مظاہرات حق زلف پریشان کیطرح ہین - اور خاطر مجموع زلف پریشان کی ضد یہ تشبیہ بہت ہی پر معنی ہے - چونکہ اہل معرفت روح کا عدم سے وجود مین آنا اوسکا اپنی اصل سے جدا ہو جانا قرار دیتے ہین - مگر موت کے بعد وہ پھر اپنی اوسی اصل سے جا ملتی ہے - لہذا مطلب خواجہ صاحب کا یہ ہے کہ اے خدا وہ کونسا دن ہو گا کہ جب یہ مراد بر آوے گی کہ ہماری خاطر مجموع یعنی روح تیری زلف پریشان سے یعنی شاہد حقیقی سے وابستہ ہو کر حال اشتیاق بیان کریگی اور اوس سے اسطرح ملیگی جسطرح کہ بچھڑے ہوے ہم صحبت ہوا کرتے ہین - اس شعر سے بھی تمنائے وصال پائی جاتی ہے -

کس بدور نرگست طرفی نہ بست از عافیت بہ کہ بفروشند مستوری بمستان شما

تیری نرگسین کے دور مین کسیکو آخر کوئی فائدہ نہوا بہتر ہے کہ پردہ نشینی کو تمہارے مستان چشم کے ہاتھ بیچڈالین

حجاب آلودگی کی صفت مین شعرائے فارس آنکھ کو نرگس کے پھول سے تشبیہ دیا کرتے ہین طرف بستن فارسی محاورہ کسی چیز سے فائدہ اوٹھانا طرفی نہ بست کوئی فائدہ نہ اوٹھایا - مستوری گوشہ نشینی مستان یعنی مستان چشم - یعنی کسی شخص نے تمہاری نرگسین آنکھون کے دور مین کوئی فائدہ نہ اوٹھایا اس سے تو یہی بہتر ہے کہ گوشہ نشینی کو اونکے ہاتھ بیچڈالا جائے - یعنے جب وہ کسی فائدہ کے لئے نہین ہین تو اونکا گوشہ مین ہی رہنا بہتر ہے - اور معنوی مطلب اس شعر کا یون ہے کہ شما سے مرشد کامل یا سالک راہ طریقت کی طرف خطاب ہے - اور طلب حقیقت مین زیادتی کا تقاضہ مقصود ہے یعنی اے مرشد کامل تمہارے دور دورہ مین ہم تمہاری ایک نظر عنایت کے مشتاق رہے

کرے۔ اب ہم حقیقی مطلب کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ ساقیان بزم جم سے مراد مقبول اولیاء
اللہ اور مے سے معرفت مراد ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اے مرشدان کامل گو ہمارا جام
تمہاری بدولت مے معرفت سے جیسا کہ بھرنا چاہئے تھا نہین بھر اگیا۔ یعنی ہماری طلب طریقت
کی سیری نہوئی تو بھی ہم تمہارے دعاگو ہین کہ خدا تمہاری عمر کو دراز کرے اور تم ہمیشہ اپنا فیضان
صحبت اسی طرح طالبونکو پہونچاتے رہو۔ واضح ہو کہ جو قاعدہ مخمورونکا شراب کی طلبی مین ساقی سے
ہوتا ہے وہی طریقہ مخموران بادۂ معرفت کا مرشد کامل سے سمجھنا چاہئے کہ جب وہ کتناہی سلوک
کرے مگر وہ سیر نہین ہوتے اور طلب ہی کئے جاتے ہین۔ اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شعر حضور
سرور کائنات کی نعت شریف مین ہو۔ اور جم سے بذات خاص حضور اور ساقیون سے صحابہ کرام مراد
ہون اور معنے یہ ہون کہ اے رسول اللہ کی بزم رشک ارم کے جلیسو یعنی اے صحابہ محترم کہ اگرچہ
تمہاری زمانہ مین ہم پیدا نہوئے اور نہ تمہاری صحبت سے فیضیاب ہوئے تاہم تم اپنی بے عدیل
خصلت اور فیض صحبت کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ یادگار زمانہ رہو۔ اور تاقیامت تمہاری ناموں
کی شہرت بنا اسلام کے سبب باقی رہے

ای صبا با ساکنان شہر یزد از ما بگو ۔ کای سر ناحق شناسان گوی میدان شما

اے صبا شہر یزد کے رہنے والونکو ہماری طرف سے کہیو ۔ کہ ای ناحق شناسونکے سر تمہارے میدان کی گیند ہین

گرچہ دوریم از بساط قرب ہمت دور نیست ۔ بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوان شما

اگرچہ ہم تمسے دور ہین لیکن ارادہ دور نہین ہے ۔ تمہاری بادشاہ کے غلام اور تمہارے ثنا خوان ہین

یہ دونون شعر قطعہ بند ہین۔ اور حسب قاعدہ پہلے ہم ان شعرونکا مجازی مطلب بیان کرتے ہین
ممکن ہے کہ خواجہ علیہ الرحمتہ شہر یزد کے رہنے والے ہون۔ یا کم از کم وہان رہے ہون اب چونکہ
وہ شیراز مین تھے۔ پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کل غزل اونہون نے بطور اشتیاق نامہ کے لکھی ہے۔
اور صبا کو شاعرون کی عادت کے موافق اپنا پیغامبر یا نامہ بر بنایا ہے۔ اور کہتے ہین کہ اے باد صبا
ہمارے ہموطنون دوستون احباب سے جو شہر یزد مین ہین تو یون کہنا کہ ہم تو تمسے دور ہین اور ناحق شناسونکے
سرونکو تمنے اپنے کھیلنے کی گیند بنا یا ہے۔ یعنی غیرون سے ربط و ضبط پیدا کیا ہے گو ہم دور سہی تاہم
دل ہمارا دور نہین ہے اور ہر وقت تمہین یاد کرتے ہین یا ہمت و ارادہ سے دور نہین ہین۔ لیکن کیا غرور ہے کے

وحی خفی مراد ہے جسکو القا کہتے ہین۔ اور خاک بستان شما سے مشاہدہ وجدانی مقصود ہے۔ یعنی اے محبوب حقیقی اگر تو اپنے باغ معرفت سے بذریعہ اپنے الہام کے مجھ اہل تلقین یا مرشدان کاملین کو میرے پاس بھیجدے تو کیا عجب ہے کہ مین بھی تیرے باغ معرفت سے کچھ نہ کچھ پا جاؤن۔ اور اس ذریعہ سے مقصود اصلی تک پہونچ جاؤن۔

دل خرابی میکند دلدار را آگہ کنید ‌‌ ‌ زینہار ای دوستان جان من و جان شما

دلدار کو خبر کردو کہ دل خرابی ڈالتا ہے ‌ ‌ ضرور ضرور ای دوستو تمہین اپنی اور میری جان کی قسم

یعنی میرا دل بوجہ شیفتگی اور از خود رفتگی کے حال عشق کو ظاہر کئے دیتا ہے۔ چونکہ عاشقان صادق راز عشق کو ظاہر نہین کیا کرتے لہذا اسی افشار راز کو خرابی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دلدار کو آگاہ کرنے سے یہ مطلب ہے کہ وہ اوس کو اخفا کی توفیق دے۔ دوستو نسے مراد صوفیان ہم مشرب ہین اور جان من و جان شما سے مقصود تمہین اپنی اور میری جان کی قسم ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ اے دوستان حقیقت طلب تمکو تمہاری اور میری جان کی قسم ہے کہ تم خدا سے دعا کرو کہ وہ میرے دلکو راز عشق کی پوشیدہ رکھنے کی توفیق دے۔ کیونکہ دل کی خود رفتگی سے راز محبت کے آشکارا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ بڑی خرابی ہوگی۔ ممکن ہے کہ الفقراء کنفس واحدہ کے اعتبار سے جان من جان شما کا یہ مطلب ہو کہ جیسے میری جان ہے ویسی ہی تمہاری اور جب اس حالت میں ہم تم واحد ہین تو میری خرابی سے تمہاری خرابی بھی متصور ہوگی تو اس صورت مین زینہار کے معنے البتہ کے لئے جائینگے۔

عمرتان باد دراز ای ساقیان بزم جم ‌ ‌ گرچہ جام ما نشد پرمی بدوران شما

عمر تمہاری دراز ہو جیو اے بزم جم کے ساقیو ‌ ‌ اگرچہ ہمارا جام تمہارے دور مین شراب سے بھرا نہ

تان بمعنے شما۔ شاہ جمشید کی محفل مشہور تھی کہ جسمین ہزارون آدمی ہوتے تھے اور تمام سامان عیش و طرب مہیا ہوتا تھا۔ حافظ علیہ الرحمتہ بطور استعارہ فرماتے ہین کہ ای بزم جمشید کے ساقیو اگرچہ تمہارے زمانہ مین جبکہ کسیکے واسطے شراب کی کمی نہین ہوتی تھی ہمارا جام کبھی نہ بھرا گیا تاہم ہم مست روز الست تمہین دعا سے ہی یاد کرینگے کہ خدا تمہاری عمرین دراز کرے۔ قاعدہ ہے کہ میخانہ کے مست ساقی کو دعائین ہی دیا کرتے ہین۔ خواہ وہ اونکے ساتھ کیسی ہی بے رخی اور کج ادائی

پہاوڑہ کی مدد کے کسی کا محل بالکل نہین بن سکتا پس پہاوڑہ بنکر بھی محل کی خاک چومنا کچھہ
معنے رکھتا ہی۔ بلحاظ باطنی یہہ غرض ہے کہ اے شہنشاہ بلند اختر برائے خدا میری مدد کر
اور اسباب کی ہمت عطا فرما کہ مین مرتبہ اعلیٰ پر پہونچون اور تیرے ایوان معلےٰ کا آسمان
کی طرح خاک بوس ہون۔ گو آسمان اسقدر بلند ہی تو بھی کنگرہ عرش اعظم کا خاک بوس ہی سمجھا جاتا
ہے پس اسواسطے خواجہ علیہ الرحمۃ اپنے آپ کو خاک بوس ایوان معلےٰ کا ہونیکے لئے آسمان
سے تشبیہ دیتے ہین۔ اور یہہ بھی ممکن ہے کہ شاہ بلند اختر سے رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہون
آپکا مرتبہ اتنا بلند ہی کہ آسمان بھی قبہ دار صورت مین حضور کی جائے قیام اور جائے مزار مبارک
ہونے کے سبب زمین کی طرف جھکا ہوا ہے۔ یعنی آسمان اسوجہ سے زمین کا قدمبوس ہے
کہ اوسپر رسول اللہ صلعم ہی کا مزار ہے اب حافظ صاحب حضور اقدس سے ملتجی ہین کہ اے
شاہنشاہ بلند اختر برائے خدا میری مدد کر اور ہمت دے کہ مین آسمان کی طرح تیری ایوان پاک
یعنی مزار مقدس کا خاک بوس ہون اور مدینہ جاکر مزار شریف کی خاک بوسی کرون۔

میکند حافظ دعائی بشنو آمینی بگو ۔ روزی ما باد لعل شکر افشان شما

حافظ دعا کرتا ہے سنو اور آمین کہو ۔ تیرا لعل شکر افشان ہماری روزی نصیب ہو

چونکہ لعل یا عقیق یمنی سے اور لب سی شعرا اکثر تشبیہ دیتے ہین لہذا یہان صرف تشبیہ معہ توصیف
شکر افشان کے ہے جس سے لب معشوق مراد ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب فرماتے ہین کہ اے
سننے والو حافظ دعا مانگتا ہے اور تم سب ملکر آمین کہو وہ دعا یہہ ہی کہ محبوب حقیقی کی لب شکر افشان
جنسے کہ وصال مقصود ہے مجھے اور تمہین اور سب عاشقان صادق کو نصیب ہون یعنی ہم سب طالبان
حقیقت کو خدا کامیاب کری اور اپنے وصال سے سیراب فرمائے۔

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را ۔ دردا که راز پنهان خواهد شد آشکارا

اے اہل دل خدا کیلئے دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہی ۔ افسوس کہ پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے گا

صاحبدلون سی عارفان وقت اور راز پنہان سی عشق حقیقی مراد ہے۔ چونکہ عارفان کامل کے
نزدیک راز عشق کا پوشیدہ رکھنا عین سعادت ہی لہذا مطلب یہہ ہی کہ اے صوفیان ہم مشرب
خدا کی واسطے کچھہ تدبیر بتلاؤ کہ میرا دل حالت بے صبری مین میری اختیار سے باہر ہوا جاتا ہی

جب پہلے سے تمہاری شاہ وقت نے کے غلام ادر تمہارے تعریف کنندہ ہین اور ہمیشہ دعاے خیر سے یاد کیا کرتے ہین۔ معنوی مطلب یہہ ہے کہ شہر یزد سے عدم آباد یا مقام طلبین مراد ہی اور ساکنان شہر یزد وہ اولیا سلف ہین جو اس سے پہلے واصل بحق ہوچکے ہین۔ او ناحق شناسو نسے غیر مربوطا اور ظاہر پرست لوگ مقصود ہین۔ صبا سے وہ پیغام پہونچانے کی طرف اشارہ ہی کہ جو مشتاقان حق کے دلون مین نہان ہوتا ہے اور جب وقت آتا ہی تو سالک اپنی دستگیرکا لکر خدا کیطرف روانہ کرتا ہے اور اسکو روز الست کا عہد بھی سکتے ہین۔ یعنی وہ لوگ جو ظاہر مین تہی اور دستی عشق حقیقی کا جذبہ نہ رکہتے تہے تمہاری پاس پہونچگے۔ گو ہم ظاہر مین دور ہین۔ لیکن ارادہ یہی ہے کہ جلد اوس جناب مین پہونچین۔ اور وصال محبوب حقیقی حاصل کرین۔ شما کا لفظ شاہ حقیقی کے واسطے بہنا چاہیے۔ اس سے جمع مقصود نہین ہے۔ بلکہ ادب مقصود ہی جیسا کہ اول عرض کر دیا گیا ہے۔

دور دار از خاک و خون دامن چو بر ما بگذری ۔۔۔ کاندرین رہ کشتہ بسیار اند قربان شما

خاک و خون سے دامن بچا اگر تو ہمارے پاس ہو کر گذرے ۔۔۔ کہ اس راستہ مین تیری لیے بہت سے قربان ہوئے ہین

اس شعر کا مجازی مطلب صاف ہی۔ اور تشریح طلب نہین حقیقی یہہ ہے کہ خاک اور خون سے ظاہر پرست لوگ اور ہم سے اصلی طالب حقیقت مراد ہین۔ شما کی ضمیر مرشد کامل کیطرف راجع ہی۔ خلاصہ یہہ کہ اے مرشد کامل اگر تو ہمارے پاس ہو کر گذرے یعنی لوگون کو اپنا مرید بنائے تو خاک و خون سے دامن بچائے رہنا یعنی دنیا دارون اور ظاہر پرستو نسے پرہیز کرنا کیونکہ ایسے لوگ جب کسی کو اپنا پیر بناتے اور بیعت کرتے ہین تو اونکی کوئی نہ کوئی دنیاوی غرض اسمین پوشیدہ ہوتی ہی دوسری مصرع کا ربط پہلے سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ یعنی گو ہم بھی تیرے طالب ہین اور غیر بھی تابع فرمان بلکہ بہت سے بدل و جان قربان ہین اور بعض انہین سے ایسے بھی ہین کہ جنکا قربان اور فدا ہونا اوسکو ذاتی فائدہ پر مبنی ہوگا پس لیے ظاہر دارون کی باتون مین آکر اپنے فیضان کو ضایع نہ کر اور اونسے بچا رہ۔

ای شہنشاہ بلند اختر خدا را ہمتی ۔۔۔ تا ببوسم ہمچون گردون خاک ایوان شما

ای شہنشاہ بلند اختر برائے خدا ہمت دے ۔۔۔ تا کہ چومون تیرے ایوان کی خاک مثل گردون کے

اس موقع پر گردون کے معنی پہاڑی کے بھی لئے جا سکتے ہین اور صاف ظاہر ہے کہ بلا

بڑی خوش الحانی سی کہہ رہا تہا کہ ای ساقی معرفت شراب صبوحی لا اور ای مستان طریقت جلدی سی اوٹہو اور مست ہونیکی
فکر کرو یعنی صبوحی پیو صبوحی اوس شراب کو کہتی ہین جو صبح کو نیند کا خمار دور کرنیکو پی جایا کرتی ہے علاوہ
اسکی فارس کا بلبل بہت ہی خوش الحان پرندہ ہے وہ اکثر صبح کو بولتا ہے گویا دوسرا مصرع ہات الصبوح
ہبوا یا ایہا السکارا - بلبل کی بولی ہے اور صبوحی کا لفظ صبح کے اعتبار سے لائے ہین۔

ای صاحب کرامت شکرانہ سلامت — روزی تفقدی کن درویش بینوا

اے صاحب کرامت سلامتی کا شکر کر — کسی روز مہربانی لازم ہے بے سامان فقیر پر

صاحب کرامت سے مرشد کامل مراد ہے اور مطلب یہہ کہ ای مرشد کامل اپنی سلامتی سلوک کے
شکریہ مین جو تجہ کو آپ بے نیاز کی جناب مین اپنی مرتبہ کے بابت ادا کرنا چاہیے کسی روز بے سامان
فقیر یعنی طالب معرفت پر نظر عنایت فرما اور اوسکا بہی بہلا کر دے۔ اسکا ماحصل تقاضائے طلب ہے۔

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست — با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

دونون جہان کی آسایش ان دو حرفونکی تفسیر ہے — کہ دوستون کیساتہ مہربانی اور دشمنون کیساتہ تواضع

یہہ مسلک ہے برگزیدہ لوگون کا کہ وہ کسیکو برا نہین جانتے اسلئے کہ دنیا کی بہلائی برائی ظاہری ہے اور دنیا ہی
کے سبب ایک دوسرے کو بہلا یا برا سمجہتا ہے پس جو لوگ تارک الدنیا ہین انکو کسیکی اچہی بری سے
بحث ہی نہین خدا کے نیک بندے برونکو بہی برا نہین کہتے مولانا روم فرماتے ہین مگر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد + ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس + کم زند در عیب معیوبان نفس۔

در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند — گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

کوچۂ نیکنامی مین ہمے نہ گہسنے دیا — اگر تو بہی پسند نہین کرتا ہے تو حکم کو بدل

یعنی دنیا مین ہمکو نیکنامی نصیب ہوی پس ای اللہ اگر تو ہمے بہی پسند نہین کرتا ہے تو حکم کو بدل دے حکم سے مراد کلام مجید کی آیۃ ان اکرمکم
عند اللہ اتقٰکم ہے جسکا مطلب یہہ کہ سب خدا کے ہی بندے ہین جو اوسکی اطاعت کریگا اور اوسکو پہچانیگا وہی اوسکے نزدیک بزرگ ہے
خدا کے یہان نہ ذات پوچہی جاتی ہے نہ دولت نہ صورت بلکہ اعمال پوچہے جاتے ہین پس خلاصہ یہہ کہ ای اللہ دنیا کے لوگ تو ہمکو
نیکنام نہین جانتے کیونکہ ہم بہی انکو ایسا نہین سمجہتا مین تو تیرا ہی ہون اگر تو مجہے اچہا نہین جانتا تو حکم کو بدل دے
ایسے عالم ظاہری کی صرف شکایت مقصود ہے ورنہ خدا کے نزدیک جو رتبہ عاشقان حقیقی کا ہوتا ہے
وہ اور کسیکا نہین ہو سکتا چاہے دنیا کے لوگ انکو برا سمجہین مگر خدا اچہا سمجہتا ہے۔

اگر یہ نہ رک سکا تو افسوس صد افسوس عشق کا راز فاش ہو جائیگا۔ اور جو سعادت اسکو پوشیدہ رکھنے مین ہے وہ ہاتھہ سے جاتی رہیگی

دو روزہ مہر گردون افسانہ ایست افسون | نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا

دو روزہ مہر گردون ایک افسانہ یا افسون ہے | یارونکے ساتھہ نیکی کرنا ای یار غنیمت جان

دو روزہ مہر گردون فارسی کا محاورہ ہے جس سے دو روزہ زندگی اور یاران سے مرشد یا ہم صحبت لوگ یعنی طالب اور یارا سے مرشد کامل مراد ہین۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ زندگی چند روزہ ہے اس مین یارون اور طالبون کے واسطے جو کچھ بھلائی یعنی سلوک ہو اوس کو غنیمت سمجھنا چاہئے اس سے صرف تقاضائے طلب معرفت مقصود ہے۔ واضح ہو کہ ہم اون اشعار کا مجازی مطلب کہ جو صاف اور آسان ہین بخوف طول چھوڑتے جاتے ہین اور صرف معنوی پر اکتفا کرتے ہین۔

کشتی شکستگانیم ای باد شرطہ برخیز | باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

ہم ٹوٹی ہوئی کشتی مین ای باد مراد چل | کہین ایسا ہو کہ ہم پھر اوس یار دوستکو دیکھہ لین

باد شرطہ باد موافق یا باد مراد کہتے ہین۔ اور یہان اس سے مرشد کامل مقصود ہے۔ اور یار آشنا سے ذات واجب الوجود مراد ہے جو کہ انسان کامل کی اصل ہے۔ لہذا بحالت پریشانی مرشد کامل سے عرض کرتے ہین کہ ہمارا وجود ایک شکستہ کشتی کیطرح ہے اور ہم اوسپر سیکڑون آرزؤن کے ساتھہ سوار ہین پس ای مرشد ہماری مدد کر کہ تیرے طفیل سے ہم پار ہو جاوین۔ اور ورطۂ فنا مین غرق نہون۔ خدا نے ہمین عدم سے اس ٹوٹے ہوئے سفینہ پر سوار کیا ہے۔ اور یہ کشتی دریائے وحدت مین ڈالکر عدم سے وجود کی طرف کو روانہ کی تا کہ ہم (روحین) دریائے مذکور سے گوہر مقصود پا کر پھر صحیح و سلامت اوسی کی جناب مین لوٹ جاوین۔ پس اگر تو نہ اوٹھیگا اور ہماری مدد نہ کریگا تو ہمین اس ٹوٹی ہوئی کشتی سے کسی طرح امید نہین ہے کہ یہ کنارہ پر پہونچا دیگی۔

در حلقۂ گل و مل خوش خواند دوش بلبل | ہات الصبوح ہبوا یا ایہا السکارا

گل و مل کے حلقہ مین کل بلبل خوب پڑہتا تھا کہ | ای ساقی شراب صبوحی لا اے مستو جلد آؤ

گل سے نو رسیدگان حدیقۂ وحدت اور مل سے واصلان عشق و محبت مراد ہین۔ بلبل سے مرشد ہونا مقصود ہے۔ مطلب یہ کہ سالکان طریقت کے حلقہ مین کل صبح کے وقت بلبل باغ وحدت

کہ گو شراب کو سردار صوفیان نے ام الخبائث کہا ہے مگر ہمین تو یہ رخسار کے بوسہ سے بھی زیادہ شیرین
معلوم ہوتی ہے تلخوش کی دوسری رعایت شیرین ہے اور فایدہ یہ ہے کہ عاشق کو رخ محبوب کا
بوسہ بہت ہی شیرین معلوم ہوا کرتا ہے۔

هنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی — کین کیمیای هستی قارون کند گدا را

تنگدستی کیوقت عیش و مستی مین کوشش کر — کہ یہ زندگی کی کیمیا فقیرونکو قارون بناتی ہے

فقیر سے وہ شخص مراد ہے جو عشق الٰہی سے تنگدست ہو اور قارون سے وہ جسکے پاس دولت معرفت ہو مطلب
یہ کہ اگر تو تنگدست ہے تو اسکی پروا نکر یہ تنگدستی تنگدستی نہین ہے بلکہ اصل تنگدست وہ ہوتا ہے جسکے پاس
سرمایہ عشق مین سے کچھ نہین ہوتا تنگدستی مین یاد الٰہی کیے جا اور زندگی مین کچھ جمع کرلے یہ زندگی
وہ کیمیا ہے جس سے فقیر قارون کی برابر مالدار بنجاتا ہے یعنی عشق و محبت مین طالب سے پورا مرشد ہو سکتا ہے۔

خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند — ساقی بده بشارت پیران پارسا را

فارسی بولنے والے محبوب عمر کے بخشنے والے ہین — ساقی بوڑھے پارساؤن کو خوشخبری سنا

روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میکائیل سے دریافت فرمایا کہ اللہ تعالی
فارسی زبان مین بھی کچھ کہتا ہے یا نہین میکائیل نے جواب دیا کہ ہان کہتا ہے اور فارسی زبان مین یہ
کہتا ہے **چون کنم با این مشت ستمگار رحیم آنکہ بیامرزم پس بخشش عفو گناہ**
اور بخشش عمر جاوید کے معنون مین ہے۔ اس شعر مین ساقی سے مراد مرشد اور پیران پارسا سے یاران
طریقت مقصود ہین خوبان پارسی گو کا اشارہ خدا کی طرف ہے یعنی اللہ تعالی گناہون کا بخشنے والا
اور عمر جاوید عطا فرمانیوالا پارسی خوان ہے اس مطلب مین دو اعتراض پیدا ہوتے ہین۔ اول
یہ کہ خوبان پارسی گو جب خدا کی طرف اشارہ ہے تو لفظ جمع کیون لائے۔ دوم خدا کو یہ طاقت
بیشک ہے کہ وہ بوڑھون کو ہزار ہا سال تک زندہ رکھے مگر وہ قرآن مین خود فرما چکا ہے
اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ط یعنی جب موت آتی ہے
تو ذرا دیر کو بھی نہین ٹل سکتی اس اعتبار سے بوڑھون کو عمر بخشنے کا کیا قرینہ ہے پہلے اعتراض کا
یہ جواب ہے کہ شعرا فارس اکثر محبوب کو صیغہ جمع سے مخاطب کیا کرتے ہین جس سے تعظیم مقصود ہوتی ہے
نہ تعدد۔ علاوہ اسکے خدا کیواسطے جمع کا صیغہ استعمال کرنا مشاہدات کے اعتبار سے بھی صحیح ہے

آئینہ سکندر جام جم است بنگر تابر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

آئینہ سکندر یا جام جم ہے دیکھ تاکہ تجھپر ظاہر ہو جائے حال دارا کے ملک کا

جام جم سے دل عارف اور ملک دارا سے حالات عشق حقیقی مراد ہین مشہور ہے کہ سکندر نے اپنے آئینہ مین دیکھکر دارا کے ملک کا سب حال معلوم کر لیا تھا اور ساغر جمشید مین بھی یہی وصف تھا کہ دوسرے ملک کا حال معلوم ہو جاتا تھا لہذا مطلب شعر کا یہہ ہے کہ عارف کا دل آئینہ سکندر یا جام جم ہے جس سے تمام حالات معرفت اور نکات حقیقت ظاہر و ہویدا ہو سکتے ہین ۔

سرکش مشو کہ چون شمع از غیرت بسوزد دلبر کہ در کف او موم است سنگ خارا

مغرور مت ہو کہ مثل شمع کے تجھے غیرت سے گھلا دیگا محبوب کہ اوسکے ہاتھ مین سنگ خارا بھی موم ہوتا ہے

دلبر سے مراد خدا تعالی ہے اور مطلب یہہ کہ اے نفس سرکش مغرور مت ہو کیونکہ یہہ صفت کبریائی ہے اور اگر تکبر کریگا تو وہ خدا جسکے ہاتھ مین سخت پتھر بھی مثل موم کے ہے تجھکو غیرت سے گھلا دیگا اور شرم سے پانی پانی کر دیگا بعض محققین نے اس شعر کو اے صاحب کرامت شکرانہ سلامت کے نیچے لکھا ہے اور دونون کو قطع بند خیال کیا ہے۔

گر مطرب حریفان این پارسی بخواند در رقص حالت آرد پیران پارسا را

گر مطرب حریف اس غزل کو پڑھین تو بوڑھے پارسا حالت رقص مین آجاوین

پہلے مصرع مین پارسی اور دوسرے مین پارسا کا لفظ پر معنی ہے اور مطلب صرف یہہ ہے کہ اگر صوفی دوست اس غزل کو پڑھین تو اچھے اچھے بوڑھے پارسا حالت وجد مین آکر ناچنے لگین کیونکہ اسمین سراسر معرفت بھری ہوی ہے۔

آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائث خواند اشہی لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا

وہ تلخ شربت کہ جسکو صوفی نے برائیون کی ماں بتلایا ہے ہمین بہت ہی مرغوب اور بوسہ رخ سے زیادہ شیرین ہے

تلخوش سے شراب مجازی اور صوفی سے سرور انبیا برہان الاصفیا محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین یعنے آپ نے شراب کو تمام برائیون کی جڑ فرمایا ہے اور اسی وجہ سے شرع مین حرام کر دیا گیا۔ مگر حافظ صاحب کی غرض اس موقع پر اس مجازی شراب سے نہین ہے حقیقی سے ہے اور شراب کی مناسبت سے لفظ تلخوش لاے ہین کیونکہ شراب عشق حقیقی بھی ایک قسم کا نشہ رکھتی ہے جو اس سے کہین زیادہ خوشگوار ہوتا ہے پس مطلب یہہ ہے

پیالہ سے محبوب مجازی یا مرشد کامل اور عکس رخ یار سے انوار الٰہی مراد ہین مطلب یہہ کہ اے مخاطب ہم نے معشوق مجازی یا مرشد کامل مین تجلیات جمال باریتعالیٰ کو مشاہدہ کیا ہے اور تو اس ہماری ہمیشہ کے پی جانے سے بیخبر ہے اور نہین جانتا کہ ہم کیون ہمیشہ نشہ عرفان سے سرشار رہتے ہین -

چندان بود کرشمہ و ناز سہی قدان　　کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما

اوسوقت تک سہی قدون کا کرشمہ و ناز ہے　　جبتک کہ ہمارا سرو صنوبر خرام ظاہر نہین ہوتا

شعرائے فارسی معشوقون کے نام تشبیہ جسم کے اعتبار سے رکھہ لیتے ہین مثلاً سہی قد معشوق کے قد کی تعریف ہے لیکن سہی قد کا لفظ اونکا نام ہوگیا ہے اسیطرح سرو قد اور صنوبر خرام بھی معشوق ہی کے نام ہین یہان پہلا مصرعہ اسم جنس مجازی محبوب کیواسطے ہے اور دوسرے دونون نام شاہد حقیقی کیلئے آئے ہین مطلب صرف یہ ہے کہ مجازی معشوقون کا کرشمہ و ناز اوسیوقت تک ہے جبتک ہمارا سرو صنوبر خرام یعنی محبوب حقیقی نہین ملتا اور جب وہ ملجائیگا تو پھر ان کی کچھ ضرورت نہ رہیگی گویا عشق مجازی عشق حقیقی کی سیڑہی ہے جب بام پر پہونچے تو سیڑہی بیکار ہوگئی -

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وہ ہرگز نہین مرتا کہ جسکا دل عشق سے زندہ ہے　　ہماری ہمیشگی دفتر عالم پر ثبت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو عاشقان کامل ہین مرتے نہین ہین بلکہ اس جہان سے دوسرے جہان کی طرف منتقل ہوجاتے ہین پس خواجہ علیہ الرحمۃ کا یہہ مطلب ہے کہ جسکا دل عشق الٰہی سے زندہ ہے وہ ہرگز نہین مرتا ہماری یعنی عاشقان خدا کی ہمیشگی دفتر عالم پر ثبت ہوچکی ہے اس سے حضور سرور کائنات کی اسی قول کی طرف کو اشارہ ہے -

مستی بچشم شاہد دلبند ما خوش است　　زان رو سپردہ اند بمستی زمام ما

ہماری شاہد دلبند کی آنکھہ مین مستی اچھی ہے　　اسلئے ہماری مستی کی لگام اوسکو سپرد کی گئی

شاہد دلبند سے محبوب حقیقی مقصود ہے مطلب یہ کہ ہمارے محبوب کی چشم کو مستی اچھی معلوم ہوتی ہے اسیواسطے قضا و قدر نے ہماری مستی یعنی حالت جذبہ کو اوس محبوب کے سپرد کردیا ہے گویا ہماری مستی کی لگام اوسی کے ہاتھہ مین ہے - گویا ہماری مستی اوسکی چشمان قدرت سے متعلق ہے جسکو دیکھہ دیکھہ کر یعنی مشاہدہ حقیقی کرکے ہم مست بادہ معرفت ہوئے ہین -

کیونکہ سب چیزون مین اوسکا مظہر ہے اور قاعدہ ہی کہ صنعت کی تعریف سے صانع کی اور مملوک
کی تعریف سے مالک کی تعریف مقصود ہوجاتی ہے لہذا خدا ہی واحد کیواسطے صیغہ جمع کا استعمال کرنا
باطنا صحیح ہے. اب دوسرے اعتراض کا جواب یہ سمجھیے کہ خدا کا عمر بخشنا صرف عمر دراز کردینے پر منحصر
نہین ہے فرض کرو کہ کوئی شخص سو برس زندہ رہا اور دوسرا دس برس اگر خدا کو منظور ہو تو دس برس
والے زندگی مین اوس سے اتنی نیکیان کروا دیتا ہی جو سو برس والے سے نہین ہو سکتین. نیک عمل
کی توفیق تو خدا ہی دیتا ہی تو کیا یہ ممکن نہین کہ بوڑھے پارساؤن سے بہتر. یہ دونون مین یا پندرہ گھنٹون ہی مین
اوتنی ہی نیک کام کرالے کہ جتنی سو برس مین ہو سکتی ہون پس عمر کے بخشنے سے یہی مقصود ہے کہ وہ
بوڑھے پارساؤن سے بہت مدت کا کام تھوڑی سی دیر مین لے سکتا ہی اوس اعتبار سے گویا عمر بخش سکتا ہے

حافظا چو نہ پوشید این خرقۂ می آلود ای شیخ پاکدامن معذور دار ما را

حافظ نے یہ می آلود خرقہ از خود نہین پہنا ہے ای پاکدامن شیخ ہمین معذور رکھہ

خرقۂ می آلود سے حالت ذوق شوق اور شیخ سے ظاہر پرست مراد ہے لفظ پاکدامن بطور طعن یعنی
ای ظاہر بین تو جو ہمارا ایسا حال دیکھتا ہے ہم خود بخود ویسے نہین ہوئے ہین بلکہ کوئی اور ہی ہے جس کر
عشق نے ہمارا یہ حال کیا ہی تو پاک دامن ہے تو بھلا ان رنگون کو کیا جانے لہذا ہمین اپنے طعن و تشنیع
سے معذور رکھہ.

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما

ساقی ہمارا پیالہ شراب کی روشنی سے منور کر ای مطرب کہہ کہ ہمارے کام سے جہان کا کام ہو گیا

پہلے مصرعہ کا صرف اتنا مطلب ہی کہ اے ساقی پیالہ شراب سے بھر دے اور ساقی و مطرب سے مرشد کامل
مراد ہی اور شراب سے شراب معرفت یعنی اے مرشد کامل ہمارا قلب معرفت کے نور سے منور کر دے دوسری
مصرعہ مین نفس الامر کی توجیہ مطلب ہی کہ جب ہمارا کام ٹھیک ہو گیا تو ہمارے نزدیک دنیا جہان کا کام ٹھیک
ہو گیا ہمین اپنے کام سے کام ہے اوروں کی فکر کی کیا ضرورت. یہ خیال سست لوگونکا ہوتا ہی. باقی الفاظ تاکید و تشریح
لازم و ملزوم ہین

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ای بیخبر ز لذت شرب مدام ما

ہمنے پیالہ مین رخ یار کا عکس دیکھا ہے ای مخاطب تو ہمارے شرب مدام کی لذت سے بیخبر ہے

یعنی معشوق حقیقی کا وصال کب میسر ہوگا۔

دریائے اخضر فلک و کشتی ہلال — ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما

دریائے فلک نیلگون اور کشتی ہلال — ہمارے حاجی قوام کی نعمت مین غرق ہین

حاجی قوام ایک وزیر کا نام ہے عموماً اسکو بزرگ لوگون سے دلچسپی رہتی تھی اور انکو بلا کر اپنے یہان دعوتین کیا کرتا خصوصاً خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کا بہت ہی معتقد تھا اور آپکو بھی مدعو کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اوسکے ساغر مین آسمان اور ماہ ناتمام کا عکس پڑا تو خواجہ صاحب نے حسب موقع یہہ شعر تصنیف کیا کہ فلک نیلگون کا ڈبا اور ہلال کی کشتی ہمارے حاجی قوام صاحب کی نعمتون سے غرق رہتے ہین یہہ گویا اوسکے خوان نعمت کی تعریف ہے جو وہ درویش صفت لوگون کے واسطے طیار کرتا تھا اور اوسے خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ دوستی رکھتا تھا۔

حافظ ز دیدہ دانہ اشکی ہمی فشان — باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما

اے حافظ آنکھ سے دانہ اشک ہی گرا — شاید کہ مرغ وصل جال مین آنیکا ارادہ کرے

شاعرانہ رعایت آنکھ اور آنسوؤن پر دانہ و مرغ اور جال کی ہے مطلب یہ کہ اے حافظ آنکھون سے اشک جاری کر شاید کہ اسی ذریعہ سے وصال محبوب میسر ہو جائے۔

صلاح کار کجا و من خراب کجا — ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کہان پرہیزگاری اور کہان مین رند خراب — دیکھ کہ اس راہ مین کہان سے کہان تک فرق ہے

یعنی پرہیزگاری تو اوسکے واسطے لازم ہے جو زاہد ہو چونکہ مین رند ہون مجھسے پرہیزگاری کہان ہو سکتی ہے اے مخاطب اس فرق پر غور کر کہ کتنا فرق ہے کہان مست بادہ معرفت اور کہان زاہد مطلب کہ عاشقونکو پرہیزگاری اور تقوی سے کیا غرض واضح ہو کہ طاعت اور چیز ہے اور معرفت اور۔ ان دونون مین بڑا فرق ہے چنانچہ اوسی فرق کو حافظ صاحب بیان فرماتے ہین۔

چہ نسبت است برندی صلاح و تقوی را — سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا

رندی سے پرہیزگاری اور تقوی کو کیا نسبت ہے — کہان سماع وعظ اور کہان رباب کا نغمہ

یہہ شعر اول شعر کی توضیح ہے۔ اور وہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی زاہد اور متقی لوگ وعظ کی مجلسون سے موثر ہوتے ہین اور رند خدا کے مستون کو کسی وعظ نصیحت سے کیا غرض وہ اپنے چنگ و رباب

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست — نان حلال شیخ ز آب حرام ما

مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن غالب نہو جائے — شیخ کی حلال روٹی ہماری حرام پانی پر

صرفہ کے معنی پیش قدمی کرنا یا غالب آنا۔ اور باز خواست سے روز محشر اور نان حلال شیخ سے تقوی ریائی اور آب حرام سے شراب مراد ہے اور یہ شراب شراب عشق حقیقی کے لئے ہے نان حلال کے مقابلہ مین آب حرام لائے ہین۔ حافظ صاحب فرماتے ہین کہ مجھے ڈر ہے کہ کہین ہم سے عشق محبوب مین قصور ہو جانیکی وجہہ سے زاہد کا اتقا قیامت کے روز غالب نہو جائے اس صورت مین حلال کا حرام پر غالب ہونا یعنی نہین ہوتا لیکن نبرد کی ضمیر اسجگہہ استفہام کا کام بھی دیرہی ہے اور اصل مطلب یہہ ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہین ایسا نہو کہ قیامت کے دن شیخ کے ریائی تقوی سے ہمارا عشق حقیقی سبقت کر جائے گویا یہ استفہام ہے اور ایسا ہی ہوگا اور لفظ ترسم حقیقت مین انکے واسطے نہین ہے بلکہ شیخ کیواسطے ہے یعنی مین ڈرتا ہون کہ کہین شیخ کے تقوے پر ہمارا عرفان حق غالب نہ آجاوے۔

ای باد اگر بہ گلشن احباب بگذری — زنہار عرضہ دہ بر جانان پیام ما

ای صبا اگر تو گلشن احباب مین گذرے — تو جانان سے ضرور ہمارا پیام کہدیجیو

گو نام ما ز یاد بعمدا چہ میبری — خود آید آنکہ یاد نیاری ز نام ما

اور کہیو کہ ہمارا نام جان بوجھکر یاد سے کیون نکالتا ہے — خود وقت آتا ہے کہ ہمارے نام کی یاد بھی نرہیگی

یعنی ای صبا اگر تو دار بقا مین رہنے والے احباب کے پاس ہوکر گذرے تو اون سے ضرور ہمارا پیام کہیو کہ تمکو ہمارے نام کی یاد یعنی ہماری یاد جان بوجھکر بھی نہین آتی لیکن وہ وقت بھی دور نہین ہے کہ سچ مچ ہمارا نام ہی باقی نرہیگا اور ہم نام سے بعد فنا کے بالکل محروم رہجاینگے۔ نام تو اوسیوقت تک ہے جبتک زندہ ہین مرنے کے بعد کہان۔

بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوای سرو — ای مرغ بخت کی شوی آخر تو رام ما

لالہ کی طرح میرا دل ہوای عشق مین سرد ہوا۔ — اے مرغ نصیب تو کب تک ہمسے ہلے گا

لالہ مشہور پھول ہے اوسکے بیچ مین سیاہ داغ ہوتا ہے شاعرونکے نزدیک لالہ کے جگر مین یہ داغ عشق کیوجہہ سے ہے مطلب شعر کا یہہ ہے کہ از روی وصال معشوق مین میرا دل بھی لالہ کی طرح عشق کا داغ رکھتا ہے اور ٹھنڈی سانسین بھرتا ہے پس اے مرغ نصیب تو کب تک جال مین پھنسے گا اور کب یاوری کرے گا

اس شعر مین خدا تعالی اور حضور سرور کائنات اور مرشد کامل ان تینون مین سے جسکو چاہین خطاب کرسکتے ہین باقی مطلب صاف محتاج تشریح نہین۔

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار ای دوست　　قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

ای دوست قرار اور نیند کی حافظ سے امید نہ رکھہ　　قرار کیا صبر کون چیز نیند کہان

قاعدہ کلیہ ہے کہ عاشق کو نیند جو راحت کی علامت ہے نہین آتی اور نہ کبھی چین پڑتا ہے اسیواسطے حافظ صاحب فرماتے ہین کہ ای دوست حافظ سے راحت واہرام کی طمع نہ رکھہ اسکو چین نہین ہے۔ اگر چین پڑیگا تو وصال ہے پڑیگا اور صوفیہ کرام وصال موت کو کہتے ہین۔

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را　　بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

وہ ترک شیرازی اگر ہمارا دل رکھہ لے　　تو اوسکے خال ہندو کے عوض سمرقند و بخارا دیڈالون

ترک شیرازی سے معشوق مجازی مراد ہے ترک بہت خوبصورت قوم ہوتی ہے جیساکہ سعدی صاحب فرماگئے ہین سعدیا روز ازل حسن بترکان دادند۔ یعنی خدا نے روز ازل مین خوبصورتی ترکونکو دی ہے۔ خال ہندو صفت بیانیہ ہے شعرائے فارس تل کو سیاہ ہونیکے سبب ہندو سے تشبیہ دیتے ہین اس لفظ سے کہ یہ سپاہی کی ہی تعریف نہین ہوتی بلکہ نافرمانی کیسی خوبی پائی جاتی ہے سمرقند و بخارا دو بڑے مشہور شہرون کے نام ہین۔ مجازی مطلب یہہ ہے کہ اگر وہ ترک مہ جبین میرا دل رکھہ لے یعنے میرا کہنا مان لے تو مین اوسکے صرف خال رخ کے اوپر سے دو شہر قربان کردون یا بدامین دیڈالون حاصل یہہ کہ یہہ دونون شہر اوسکے خال کے معاوضہ کے لائق ہین کل کا تو ذکر ہی کیا ہے یہہ گویا شاعرون کی نامنا ہی بخشش ہے جو خالی از لطف نہین۔ حقیقی اعتبار سے ترک شیرازی بمعنی محبوب حقیقی آیا ہے اور سمرقند بخارا سے دونون جہان مراد ہین مطلب یہہ ہے کہ اگر شاہد حقیقی مجھے اپنی محبت کیلئے قبول فرمائے تو اوسکی ذرا سی توجہ یا خال برابر الطاف سے دونون جہان کو چھوڑ بیٹھون اور اوسکا ہو رہون۔

بدہ ساقی می باقی کہ در جنت نخواہی یافت　　کنار آب رکناباد و گلگشت مصلی را

ای ساقی شراب باقیماندہ لا کہ جنت مین　　رکنا آباد کا کنارہ گل کی سیر اور عیدگاہ کو نہ پاسکیگا

حافظ صاحب کے وطن شہر شیراز مین رکن آباد نام ایک نہر تھی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہین کوئی سیر تفریح کی جگہہ جسکو گلگشت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے عیدگاہ تھی۔ یہہ عیدگاہ سیر کا مقام رکن آباد کے کنارہ

اوربانسلی کی آواز سی سرور اور محفوظ ہوا کرتے ہین رباب ایک باجہ کا نام ہی جو سارنگی کی قسم سی ہوتا ہی۔

دلم ز صومعہ بگرفت خرقہ سالوس — کجاست دیر مغان و شراب ناب کجا

میرے دل زعبادتخانہ سی خرقہ مکر و فریب کا لیا — کہان دیر مغان اور کہان شراب ناب

دیر مغان سی مقام رندان اور شراب ناب سی اسرار عشق و محبت مراد ہی یعنی مین زعبادتخانہ سی مکر و فریب کا جبہ لیلیا ہے۔

بشد زیاد خوشش یاد روزگار وصال — خود آن کرشمہ کجا رفت و آن عتاب کجا

اوسکی خوش طبعی سی زمانہ وصال کا یاد آگیا — خود وہ کرشمہ کیا ہوا اور وہ عتاب کہان ہی

یعنی محبوب کی خوش طبعی سے زمانہ وصال کا یاد آگیا اب وہ کرشمہ اور وہ عتاب کہان گئی جو خوش طبعی کے منافی ہوا کرتے ہین۔

ز روی دوست دل دشمنان چہ دریابد — چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

چہرہ دوست سی دشمنونکے دل کو کیا فائدہ — کہان گل شدہ چراغ اور کہان شمع افتاب

دشمنون سی ناخداشناس اور دوست سی محبوب حقیقی مقصود ہے۔ مطلب یہہ کہ جو لوگ تیرہ دل ہین اور اسرار معرفت سی تعلق نہین رکہتے اونکی مثال گل شدہ چراغ کیسی ہی ایسے آدمی چہرہ دوست سے اسیطرح فائدہ نہین اوٹھا سکتے کہ جسطرح شمع آفتاب سی نمائش فائدہ نہین اوٹھاتا مردہ چراغ سی وہ تاریک دل مراد ہی جسمین انوار الٰہی نہ پہونچے ہون۔

مبین بسیب زنخدان کہ چاہ در راہست — کجا ہمی روی ای دل بدین شتاب کجا

سیب زنخدان کو دیکھہ کہ کنوان راستہ مین ہے — کہان جاتا ہی ایدل ایسی جلدی کہان کی ہی

زنخدان کو سیب سے تشبیہ اور زنخدان کو چاہ سے تشبیہ دیگئی ہی۔ یعنی ای دل تو طلب عشق مین ایسی جلدی نکر اور دیکھہ کہ راستہ مین کنوان ہے اگر جلدی سے آگے کو بڑہنا چاہیگا تو مبادا کنوئین مین گر جاے۔ معرفت مین دشواریان بہی ہین جلدی چلنے سے قدم پھسلجائیگا اور شاید جلدی مین کنوئین مین گر پڑے اور منزل مقصود تک نہ پہونچے اسواسطے جلدی کرنا اچھا نہین ہے۔

چو کحل بینش ما خاک آستان شماست — کجا رویم بفرما ازین جناب کجا

ہماری بینائی کیلئے تمہاری دہلیز کی خاک سرمہ کے مانند ہی — بتلاو کہ اس جناب سے کہان کو جائین

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است — به آب و رنگ و خال و خط چه حاجت روی زیبا را

میری ناقص عشق سے جمال یار بے پروا ہے — آب اور رنگ اور خال و خط کی چہرہ زیبا کو کیا حاجت

جس طرح کہ چہرہ کے بناؤ اور سنگھار کیواسطے آب اور خال خط ضروری ہین اسیطرح حسن کا عاشق بھی ایک قسم کا بناؤ سنگھار ہے یعنی معشوق کا حسن عاشق کے عشق سے دوبالا ہوجاتا ہے مگر جب چہرہ خود خوبصورت ہو تو اوسکو سنگھار کی حاجت نہین ہوتی۔ لہذا حافظ صاحب بطور کسر نفسی فرماتے ہین کہ شاہد حقیقی کا جمال ہمسے ناتمام عشق کرنیوالون کے بناؤ سے مستغنی ہے یعنی جسطرح کہ عام حسینون کے حسن کو عاشق کا عشق بنا دیتا ہے اسیطرح ہمارا عشق جو ناقص ہے وہ محبوب حقیقی کے جمال کو کیا بڑھائیگا کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور اوسکے جمال لازوال کو کسیکی عشق کی ضرورت نہین۔

من از آن حسن روزافزون که یوسف داشت دانستم — که عشق از پردهٔ عصمت برون آرد زلیخا را

مین اوس حسن روزافزون سے جو یوسف رکھتا تھا جانتا تھا — کہ عشق پردۂ عصمت سے زلیخا کو باہر لائیگا

رعایت الفاظ حسن و عشق اور یوسف زلیخا کی ظاہر ہے مجازی معنی صاف۔ حقیقی یہہ ہین۔ یوسف سے مراد وجود مطلق اور زلیخا سے ممکنات مقصود ہین یعنی عالم عدم مین جب مین نے جلوہ جمال حقیقی کو مختلف اوصاف مین مشاہدہ کیا تو مین سمجھ گیا تھا کہ یہہ حسن روزافزون ہم عاشقون کو عدم سے وجود مین لائیگا اور قیدخانہ دنیا مین اپنی محبت کا پابند کر رکھیگا چنانچہ وہی ہوا اور ہم عدم سے وجود مین مشاہدہ جمال باریتعالی لیئے جو بصورت ممکنات ظہور پذیر ہے پردۂ عصمت سے نکلے ہین

حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو — که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را

بات مطرب اور مے کی کر اور راز دنیا کا کمتر ڈھونڈھ — کہ کسی نے نہ کھولا نہ کھول سکتا ہے عقل سے اس معما کو

مطرب سے حق سبحانہ تعالی اور مے سے روح مراد ہے۔ حدیث سے وہ عہد مقصود ہے جو روز ازل مین روحون نے اوس سے کیا ہے۔ یعنی جب خدا تعالی نے روحون سے خطاب کیا کہ الست بربکم تو روحون نے جواب مین قالوا بلی کہا تھا لہذا خواجہ صاحب اس روز ازل کے عہد کیطرف اشارہ کرتے ہین کہ جو تعلقات خالق اور مخلوق کے ہین مت ڈھونڈو کیونکہ اوس معمہ کو آجتک کسی نے عقل سے حل کیا ہے اور نہ آئندہ کوئی کر سکتا ہے۔

نصیحت گوش کن جانا که از جان دوست‌تر دارند — جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

اے عزیز نصیحت سن کہ جان سے زیادہ دوست رکھتے ہین — سعادتمند جوان پیر دانا کی نصیحت کو

پر تہا کہ جہان زندہ دل احباب برائی سیر تفریح نہر کے تماشہ کیواسطے جمع ہوا کرتے تہی۔ لہذا حافظ صاحب
مجاز مین اوسطرف کو اشارہ کرتے مین کہ ای ساقی جو کچہہ باقی شراب ہو وہ بہی دیدی اسواسطے کہ
جنت مین تجہکو رکنا آباد کا کنارہ اور مصلی کی سیر و تفریح نہ ملیگی اور معنوی اعتبار سے ساقی مرشد کامل
اور می باقی سے وہ شراب محبت مقصود ہے جو پہلے صوفیان ہم مشرب سے بچ رہی ہو۔ کنار آب
رکن آباد اور گلگشت مصلی سے چشم گریان اور دل بریان مقصود ہے خلاصہ یہہ ہے کہ ای پیر کامل جو کچہہ
می محبت تیری پاس بچی کچی ہو وہ سب دیدی اسواسطے کہ جنت مین چشم گریان اور سوختہ دل تجہکو کوئی
نہ ملیگا۔ چونکہ بہشت مین سب بہشتی ایک حالت ہونگے اسواسطے وہان ان دونون معنونکی نفی کی گئی ہے

فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شہر آشوب
چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را

فریاد کہ یہہ معشوق شوخ شیرین شہر کی تباہ کنندہ
دل سے یون صبر لیجاتی ہین کہ جیسے ترک خوان یغما کو

ترکستان کے رہنے والون مین یہہ ایک رسم تہی کہ سال مین ایک دن مقرر کرکے طرح طرح کے کہانے
طیار کئے جاتے تہے اور بعد طیاری کے اونکو کسی بڑے میدان مین لیجاکر رکہدیتے تہی بعد ازان ایک شخص کے
اشارہ دینے پر جسکو وہ اپنا سردار بنلاتے اون کہانون پر بیشمار یکایک ٹوٹ پڑتے تہے اور لوٹ لیجاتے تہے
یہہ شرح لفظ خوان یغما کی تہی جو عرض کردی گئی۔ اس شعر مین اوس حسینہ جمیلہ عورت کے قصہ
کی طرف اشارہ ہے جسکا نام شاخ نبات تہا اوسکا قصہ یون ہے کہ جوانی کے عالم مین خواجہ صاحب
اوسپر عاشق ہوگئے تہے اور بہت دنون تک فراق کی مصائب جہیلتے رہے آخرکار بڑی کوششون اور تدبیرونکے
بعد اوس عورت کا دل نرم ہوا اور وہ انکی طرف متوجہ ہوکر وصل پر آمادہ ہوگئی مگر اوسوقت خواجہ
صاحب نے انکار کردیا کیونکہ اس مجازی عشق نے اون پر حقیقی عشق کا دروازہ کہول دیا تہا اور
وہ اب صاحب عرفان ہوگئے تہے۔ لہذا یہہ شعر شاخ نبات کے عشق مین تصنیف فرمایا ہے
کہ وہ شیرین کار اور شہر آشوب میرے دل سے اسطرح صبر و قرار لیگئی کہ جسطرح ترک خوان یغما
کو لوٹ لیجاتے ہین۔ علاوہ اسکے اس شعر کا مطلب اسطرح بہی بیان کرسکتے ہین فریاد کہ معشوقان
مجازی اون مشاہدات اور تجلیات سے کہ جو تجلیات ماسوی اللہ ہین میرے دل کو چہین لیگئے ہین
اور مجہکو ایسا بیچین کردیا ہے کہ سلوک عشق مشکل معلوم ہونے لگا اور صبر دل سے یون جاتا رہا کہ جسطرح
ترک خوان یغما کو لوٹ لیجاتے ہین۔

ظاہری مطلب صاف باطنی یہ ہے کہ جان عزیز سے ہمدم نصیحت گو مراد ہے یعنی اے عزیز با مہربان ہماری
آہ کا تیر آسمان کے پار ہو جاتا ہے تو ہمکو راہ عشق و سلوک سے منع نہ کر اور نہ ہمارا اس معاملہ مین ناصح بن
کیونکہ اگر ہم آہ کرین گے تو تو بھی ہماری طرح زخمی اور مبتلائے عشق ہو جائے گا پس تجھکو اپنی جان پر
رحم کر کے ہمارے تیر آہ سے بچنا چاہئے۔

بر در میخانه خواهم گشت چون حافظ مقیم — **چون خراباتی شد ای یار طریقت پیر ما**

میخانہ کے دروازہ پر مین حافظ کی طرح مقیم ہونگا — اے رفیق اسلیے کہ خراباتی ہمارا پیر ہوا ہے

مجازی معنی ظاہر ہین تشریح طلب نہین حقیقی کے اعتبار سے اس غزل کا مطلع و مقطع ہم معنی ہین۔ کیونکہ میخانہ سے
اشارہ عشق حقیقت کی طرف کو ہے اور لفظ خراباتی سے خرابی اوصاف بشریہ مراد ہے قائل اسکا صاحب ہے
جس سے عبارت غالب ہوگا اور حافظ مشبہ ہے جس سے مقصود قلب منیر ہوگا یعنی غالب کہتا ہے کہ مین دل کی طرح
عشق حقیقت کے مقام کو جاؤن۔ کیونکہ مین نے خرابی صفات بشر کو اپنا پیر بنایا ہے اور معلوم کر لیا ہے
کہ صفات بشری کوئی چیز نہین عارفان کامل اور واصلان حق صفات بشری سے علیحدہ ہوئے ہین
کیونکہ اہل معرفت مقامات کو ان صفتون سے جو انسان مین ہین کچھ تعلق نہین رہتا وہ اپنے آپ کو فنا فی اللہ
کر لیتے ہین اور حق سے ملجاتے ہین۔

شب از مطرب که دل خوش باد وی را — **شنیدم ناله جان سوز نی را**

رات مطرب سے کہ اوسکا دل کو خدا خوش رکھے — مین نے بانسلی کے جان سوز نالہ کو سنتا

چنان در جان من سوزش اثر کرد — **که بی رقت ندیدم هیچ شی را**

اوسکی سوزش نے میری دل مین ایسا اثر کیا — کہ کسی چیز کو مین نے بلا روتے ہوئی نہ دیکھا

بانسلی کی آواز سوز و گداز سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور صوفیائے کرام اوسکی نغمہ کو پسند کرتے ہین
صوفیون کا بانسلی کے نغمہ کو پسند کرنا لہو و لعب پر مبنی نہین ہوتا بلکہ وہ اوسکی آواز دل گداز سے
اور ہی نتیجہ نکالتے ہین۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی کو نئی کے بیان سے شروع کیا ہے
پہلے شعر مین مطرب سے مرشد کامل مراد ہے اور نالہ جانسوز بانسلی سے وہ حالات معرفت مقصود لئے گئے
ہین جو مرشد نے ارشاد فرمائے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ رات جب مرشد کامل نے اسرار عشق و حقیقت
سوز و گداز سے بیان کئے تو میرے اوپر ان کا ایسا اثر ہوا کہ تمام اعضا جسم آبدیدہ ہوگئے اور کوئی چیز میری

یعنی تیری سنگین دل مین کاکوئی دروازہ کھل سکتا ہی کہ جس مین ہوکر ہماری آہ آتشبار اور نالہ شبگیر
داخل ہون خلاصہ یہہ کہ آہ اور سوز نالہ شبگیر تیری دل کی پاس نہو نچین. معنوی مطلب یہہ کہ سنگین
دلی صفات معشوقان مین سے ایک صفت ہے مگر یہان صفات خداتعالی مین سے صفت قیومیہ
مراد ہے شب سی عبارت کسیوقت سے ہی۔ آہ نالے سے مقصود عرض حال اشتیاق۔ یعنی ای شاہد حقیقی
وقتون مین سے کوئی وقت ایسا ہوتا ہی (ضرور ہوتا ہوگا) کہ جب ہمارا حال اشتیاق تیری کانون کے
پاس تک پہونچ جاتا ہو۔ اس شعر سے صرف عرض حال وشوق ملاقات مقصود ہے۔

مرغ دل را صید جمعیت بدام افتادہ بود   زلف بگشادی و باز از دست شد نخچیر ما

مرغ دل کیلیے جمعیت کا شکار دام مین پھنسا ہوا تھا   تو نے زلف کھولی اور ہم ہماری ہاتھ سی شکار کھو گیا

مطلب یہہ کہ ہمارا مرغ دل جو فضای عالم قدس کا شہباز تھا صحرای عدم مین دلجمعی کا شکار کھیلا کرتا تھا مگر
جب وہان سے عالم کثرت مین یعنے دنیا مین آیا تو اس عالم کے حوادث اور پریشانیون کے سبب
دلجمعی رفوچکر ہوگئی یعنے دنیا وہ چیز ہے کہ جسمین حوادثات اور آلام کے باعث عدم کی سی اطمینان خاطری
نرہی اور ہم تعینات مین جو اطمینان کا شکار کیا کرتے تھے خود آلام اور اوہام کا شکار ہوگئی۔ اسکا اصلی
مقصود دنیا کی برائی ہے یا دوسری مصرعہ کا مطلب یون بیان کرسکتی ہین کہ ای اللہ تعالی تو جب ہمکو
عالم اطلاق سے عالم شہود مین لایا اور صورت اتحاد کو کثرت وتعدد مین بدلا تو ہماری حالت حالت اطلاق سے
نکل گئی اور اطمینان خاطری جو ہمکو اچھی طرح نصیب تھی وہ ہماری ہاتھ سے جاتی رہی۔

باد بر زلف تو آمد شد جہان بر من سیاہ   نیست از سودای زلفت بیش ازین توقیر ما

جب تیری زلف کو ہوا لگی تو جہان مجھ پر سیاہ ہو گیا   تیری سودائے زلف سی زیادہ ہماری توقیر نہین ہی

زلف پر ہوا لگنا یعنی پریشان ہونا اس سی دنیا مراد ہی یعنی جب تیری زلف کو ہوا نے پریشان کیا تو حکم
تقلید حالت اطلاق پر غالب آیا تو مجھ پر جہان قوت مشاہدہ اطلاق سے سیاہ ہوگیا دوسری مصرع کا
یہہ مطلب ہی کہ تیری زلف کی سودی مین (جس سی دنیا عبارت ہی) اس سے زیادہ کیا میری واسطی توقیر
وافزونی ہوگی کہ کشاکش دنیا و پریشانی ما فیہا مین مبتلا ہوگیا۔

تیر آہ ما ز گردون بگذرد جان عزیز   رحم کن بر جان خود پرہیز کن از تیر ما

ای جان عزیز ہمارا آہ کا تیر آسمان سی گذرتا ہی   اپنی جان پر رحم کر کی ہمارے تیر سی بچا رہ

کیکاؤس اور کیخسرو دونوں بادشاہوں کی سلطنتوں کو جو بہت ہی وسیع تھیں۔ ایک جو کی برابر بھی نہیں سمجھا
یہ اہل معرفت کی بیخودی کی تعریف ہے کہ وہ شمار میں ایک اور کرور کو برابر اور مقدار میں سلطنتوں
کو اور جو کے دانہ کو مساوی سمجھتے ہیں۔ یعنے انکے نزدیک نہ تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے اور نہ بہت بہت ہی ہوتا ہے

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را تا بنگری صفائی مے لعل فام را

ای صوفی آ کہ آئینہ جام صاف ہے تاکہ تو مے خوش رنگ کی صفائی دیکھ لے

صوفی سے صوف پوش یعنی وہ ظاہری صوفی مراد ہے جسکا لباس تو صوفیوں کا سا ہو مگر دل صاف نہو
آئینہ صاف است جام میں اضافت کا بدل واقع ہوا ہے یعنی جام کا صاف آئینہ۔ پس مطلب یہ ہے
کہ ای صوف پوش صوفی آ اور تو جام کے آئینہ کو دیکھ تاکہ تجھکو شراب محبت الٰہی کی صفائی معلوم ہو جاوے۔
یعنی دیکھ کہ ہمارے مرشد کا قلب صاف اور صفائی بخش ہے اور اسکی ساتھ معرفت الٰہی کی رنگت کو
بھی دیکھ لے کہ وہ کیسی سرخ اور سرخروئی دہندہ ہے پس تو بھی ہمارا طریق اختیار کر تاکہ عشق محبت کا
مزہ معلوم ہو جائے۔

راز درون پردہ ز رندان مست پرس کین حال نیست صوفی عالی مقام را

پردہ کے اندر کا راز مست رندوں سے پوچھ کہ یہ حال صوفی عالی مقام کا نہیں ہے

اس شعر کے معنی میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ پردہ کی اندر کا راز یعنی راز عشق و محبت رندان
اور بیخود لوگوں سے پوچھ شاید از خود رفتگی میں ظاہر کر دیں ورنہ صوفی عالیمقام نہیں بتلائیگا اسواسطے
کہ راز عشق کا عمداً افشا عاشقان صادق کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ مگر بصورت حال دوم اسکا
مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پردہ کے اندر کا بھید یعنی وہ ہی اسرار معرفت شراب معرفت کی مخمور رندوں سے
پوچھ کیونکہ اس حال کو ظاہری عالیمقام صوفی یعنی وہ صوفی جو ظاہرا بڑا رتبہ رکھتا ہو اور صدر نشین ہو
کیا جانے۔ شعر راز الفت کو نہ ہر ایک ہمنشین سے پوچھ۔ یہ نہیں کچھ جانتے ہیں یہ انہیں سے پوچھ۔ خلاصہ یہ کہ
اگر رند اور بیخود اہل معرفت معرفت کے راز کو بتا سکتے ہیں صوفی صاف پشمین اور دنیا کی مرتبہ والی نہیں
جانتے وہ پردہ کی اندرونی راز کیسے بتلائینگے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چین کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

عنقا کسی سے شکار نہیں ہوتا جال سمیٹ لے کہ یہاں ہمیشہ جال کے ہاتھ میں ہوا ہی ہوتی ہے

غالب کی ایسی نہ تھی کہ روئی نہ ہو۔ مقطع کا مصرع اول دعائیہ سمجھنا چاہیئے۔

حریفی بد مرا ساقی کہ ہر دم ز زلف و رخ نمودی شمس و دیجی را

ساقی میرا بڑا حریف تھا کہ ہر وقت زلف اور رخ سے سورج اور اندھیرا دکھایا

ساقی سے کنایہ ہے بیان کنندہ اسرار معرفت کی طرف ہے۔ حریف لفظ مشہور۔ دمی۔ لفظ دیجور کا مخفف ہے اور دیجور شب تار کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بیان کنندہ اسرار نے کبھی سورج کا جلوہ دکھایا اور کبھی اندھیری رات کی سی تاریکی ان سے حالات مقام کی تشبیہ و فراق مقصود ہو سکتی ہیں۔

چو شوقم دید در ساغر مے افزود بگفتم ساقی فرخندہ پے را

جب میرا شوق دیکھا تو ساغر میں شراب زیادہ کی میں نے ساقی فرخندہ پے سے کہا

رہانیدے مرا از شر ہستی چو پیمودی پیاپی جام مے را

تو نے مجھے شر ہستی سے چھڑا دیا جب پے در پے جام شراب پلائی

یعنی جب پیر مرشد نے مجھ میں ذوق استعداد وصول الی اللہ و شوق حصول فنافی اللہ کا پایا تو مے تعلیم و سلوک اور معرفت الٰہی کے متواتر جام بھر بھر کر مجھکو دیئے۔ چونکہ میں اپنے زعم میں یہ سمجھتا تھا کہ مجھے معرفت آگئی اور میں خدا رسیدہ لوگوں میں سے ہو گیا یہ بات غرور اور خود پرستی اور علامت شر ہستی کی تھی پس یہ تمام خیالات میرے صفحہ دل سے جام شراب معرفت کو متواتر بھر بھر کر دینے سے محو کر دیئے یعنے میں سمجھ گیا کہ یہ زعم غلط تھا اور ہستی کے شر سے چھوٹ گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ساقی سے مراد ذات باریتعالیٰ ہو اور مطلب یہ ہو کہ ہر شخص کو بقدر شوق و استعداد کے جام معرفت سے سیراب کیا اور جیسا جسکا ظرف تھا اوسکی ودیعت میں اوسیقدر رکھدیا۔

حماک اللہ عن شر النوائب جزاک اللہ فی الدارین خیرا

خدا آفات کی شر میں اللہ تعالیٰ تیرا حامی ہو دونوں جہان میں خدا تجھکو نیک عوض دے

یہ شعر دعائیہ ہے مطلب صاف توضیح کی ضرورت نہیں۔ مخاطب اسکا مرشد کامل یا ساقی خم معرفت کو سمجھنا چاہیے

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ بیخود ہوا تو کب سمجھتا ہے برابر ایک جو کی مملکت کاؤس و کیخسرو کو

یعنی جب حافظ ساقی (مرشد کامل) سے اسرار معرفت الٰہی سنکر خودی سے بیخود ہو گیا تو وہ

حضرت آدم بہشت سے نکالے جانے پر وہان کی عیش کے لئے پچھتائے تھے۔ بہشت مصدر شدن کا ماضی ہے جسکے معنی چھوڑا کی لئے گئے ہین۔

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو یعنی طمع مدار وصال دوام را

بزم دور مین ایک دو ساغر پی اور چلدے یعنے وصال دوام کی طمع نکر۔

ایک دو قدح سے مراد لمحہ دو لمحہ اور مطلب یہہ ہے کہ وصال محبوب حقیقی کو لمحہ دو لمحہ غنیمت جان اور یہہ فکر کر کہ محبوب حقیقی کا وصال تھوڑی ہی دیر رہا کیونکہ وصال کا لطف تھوڑی دیر کے لئے اچھا ہوتا ہے اور اگر ہمیشہ وصال ہی رہے تو وہ وصال نہین اور نہ اسمین کچھ لطف آتا ہے۔ گویا اس شعر سے وصال کی لذت کو تھوڑی تھوڑی حاصل کرنے سے ہوس دلائی جاتی ہے۔

ای دل شباب رفت و نچیدی گلی ز عمر پیرانہ سر بکن ہنری ننگ و نام را

ای دل جوانی گئی اور تو نے باغ عمر سے کوئی پھول نچنا۔ بوڑھاپے مین ہنر ننگ نام کا کر

مطلب یہہ کہ ای دل تمام جوانی برباد ہوگئی اور تو نے عمر سے کوئی فایدہ نہ اوٹھایا یعنی محبوب حقیقی کے وصال کی کچھ فکر نہ کی اب بڑھاپے مین بقائے ننگ نام کی ہوس کر کے خدا کی جناب مین آہ وزاری کر تاکہ عزت وآبرو رہجائے اور وہ خطاؤن کو معاف کردے۔

حافظ مرید جام جمست ای صبا برو وز بندہ بندگی برسان شیخ جام را

ای صبا جا حافظ جام جم کا مرید ہے اور بندہ کی طرف سے بندگی شیخ جام کو پہونچا

جام جم کا نسخہ جام ے بھی ہے جس سے جام شراب معرفت مراد ہے اور شیخ جام سے مرشد کامل مقصود حافظ صاحب فرماتے ہین یہہ کہ ای صبا تو شیخ جام سے (مرشد کامل سے) بندہ کا سلام کہنا اور کہنا کہ حافظ اب جام جم یعنے ساغر معرفت کا مرید ہوگیا ہے تاکہ مین اونکی یاد سے گذرون اور بیادشہ گذرنی کی صورت مین فیضان حقیقت سے جو اوسکے دل مین ہے بہرہ مند ہو جاؤن۔

رونق عہد شبابست دگر بستان را میرسد مژدہ گل بلبل خوش الحان را

رونق شباب کے عہد کی ہے باغ کو خوشخبری پھول کی پہونچی بلبل خوش الحان کو

مجازی مطلب یہہ ہے کہ باغ مین جوانی کے زمانہ کی رونق ہے یہہ خوشخبری پھول کی طرف سے بلبل خوش آواز کو پہونچے لطف شاعری اور مراعات گل و بلبل و باغ و بہار کی ظاہر ہین۔

عنقا شی معدوم جسکی مراد ذات پاک حق سبحانہ تعالی ہی اور بادبدست وردن محاورہ فارسی ہی مقصود نہ برآنیکا
مطلب یہہ ہی کہ ذات پاک خداوند کو کسی نے مشاہدہ نہین کیا پس تو اس فکر مین نہ پڑ کیونکہ کسی عاشق نے
ذات پاک کو کسی خاص صورت مین نہین دیکھا ہی اور اگر دیکھا ہی تو غیر ذات کو دیکھا ہی اور وہ اپنی سمجھ کے
موافق سمجھ گئی ہین کہ یہی عین ذات ہی۔ خلاصہ یہہ کہ ای طالب تو خدا کو اوسکی اصلی صورت سے
دنیا مین نہین دیکھہ سکتا وہ عنقا صفت ہے جس نے اسکو واسطے جال پہیلایا اوسمین سوائی ہوا کی اور کچھہ
نہ پہنسا اوسکا مشاہدہ اوسکی مظہرات مین موجود ہی اور عاشقان کامل اونہین مظہرات کو خدا کا جلوہ
سمجھتے ہین۔ سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی فرماتے ہین کہ مین نے تیس[۳۰] برس وحدانیت مین اور
تیس ہی برس فردانیت مین عقل کو دوڑایا اور کوشش کی کہ کہین خدا کو دیکھہ لون لیکن کچھہ نتیجہ نہ نکلا آخرکار
جب نگاہ نیک کی اور صبر کیا تو معلوم ہوا کہ جو کچھہ مین نے دیکھا تھا وہ مین ہی تھا یعنے جو کچھہ مین
دیکھتا ہون یہہ سب وہی ہی اور اوسکی تجلی ہے۔ عین ذات نہین ہے اسواسطے کہ اوسکی ذات پاک
سب سی معرا و منزہ ہے۔

من آزمان طمع ببریدم ز عافیت ۔ کاین دل نہاد در کف عشقت زمام را

مین اوسیوقت ارام کی طمع سے چھوٹا ۔ جبکہ اس دل کی لگام کو تیری عشق کی ہاتھہ مین دیا

یعنی جسوقت مین نے تجسے لو لگائی اور تیرا عشق کیا اوسیوقت سی مین راحت و آرام کو چھوڑ بیٹھا
ہون لہذا مجھو آرام کی ضرورت نہین۔

مارا بر آستان تو بس حق خدمت است ۔ ای خواجہ باز بین بترحم غلام را

مجھکو تیری ڈیوڑہی پر صرف خدمت کا حق ہی ۔ ای مالک رحم کی نگاہ سی غلام کو پہر دیکھہ لیجے
مطلب یہہ کہ ای مالک مجھسی سوای ڈیوڑہی پر پڑے رہنے کے اور کوئی خدمت نہوی اور نہ مین اوسکی خدمت
لائق تہا پس تو اس حق سی میری حال پر رحم فرما۔ یہہ شعر خدا کی جناب مین بطور مناجات و زاری کے ہے

در عیش نقد کوش کہ چون آبخور نماند ۔ آدم بہشت روضۂ دار السلام را

نقد عیش مین کوشش کر کہ جو دانہ پانی نرہے ۔ جیسے کہ آدم نے بہشت کو چھوڑا

عیش نقد سے زندگی مراد ہی۔ اور آبخور سے موت دانہ پانی نرہا یعنے وقت موت کا آگیا مطلب یہی
کہ زندگی ہی مین ذکر و فکر کی کوشش کرنے چاہئے اور جب موت آجائیگی تو ایسے ہی پچھتائیگا جیسے

کمال کو نہین پہونچین گے یعنی اگر اونکو عشق بہی ہوگا تو مجازی تک محدود رہیگا حقیقی تک نہ پہونچ
سکینگے جو عشق کی انتہا ہے۔

یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوحؑ | ہست خاکی کہ بآبی نخرد طوفانرا
مردان خدا کا یار ہو کہ نوحؑ کی کشتی مین | خاک ہے کہ پانی سے طوفان کو نہین خریدتی

طوفان آنے سے پہلے حضرت جبرئیل کے کہنے کے موافق نوح علیہ السلام نے کشتی مین کچہ خاک بہی
رکہ لی تہی۔ چنانچہ جب طوفان آیا اور سب مین پانی ہی پانی ہوگیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے
نماز کیوقت چاہا کہ طوفان کے پانی مین سے وضو کرین پر اوسیوقت حکم جناب باری آیا کہ اے
نوح اس پانی سے وضو نکرو کیونکہ طوفان کا پانی قہر آلہی کا پانی ہے تم وضو کی بجائی مٹی سے
تیمم کرو لہذا جب ہی سے تیمم کا طریق جاری ہوا ہے۔ یہہ شریح تو الفاظ کشتی و نوحؑ خاک اور
طوفان کی تہی کہ تمام لفظ جو طوفان نوح سے متعلق ہین اس شعر مین جمع کردے گئی ہین اب معنی لیجئے
کہ مردان خدا سے کاملین لوگ اور نوحؑ کی کشتی سے اہل اللہ کا وجود مراد ہے۔ طوفان سے مقصود
حوادثات دنیا ہین اور مطلب یہہ ہے کہ تو مردان حق کا دوست بن یعنی اونکی صحبت مین رہ اونکی خاک
(وجود) وہ خاک ہے کہ جو نوحؑ کی کشتی مین تہی اور جو اپنی اعلیٰ رتبہ کی سبب اپنی واسطے تہوڑے سے
پانی کے عوض مین تمام نوحؑ کے طوفان کو نہین خریدتی اسیطرح عارفان کامل کا وجود تہوڑا ہے
تاہم وہ اپنی مقابلہ مین تہوڑی خاک سے بہی تمام سامان (طوفان) دنیا کو نہین مول لین گے۔

بروا ز خانۂ گردون بدر و نان مطلب | کین سیہ کاسہ در آخر بکشد مہمانرا
خانۂ گردونسے باہر جا اور روٹی مت مانگ | کہ یہہ بخیل آخرکار مہمان کو مار ڈالتا ہے

خانہ گردونسے دنیا کی طرف اور مہمان سے اہل دنیا کی طرف اشارہ ہے سیاہ کاسہ بمعنی بخیل ہے جیساکہ
ہمنے ترجمہ کیا ہے یہہ لفظ دنیا کی صفت مین لائے ہین مطلب یہہ ہے کہ اے طالب دنیا گویا تو دنیا مین
بطور مہمان کے آیا ہے۔ مگر یہ میزبان بجاے اسکے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے اوسکو فنا کردیتا ہے
لہذا تو اس بخیل سے اپنی خاطر کی امید نرکہہ اور اسکا طالب نہ بن کیونکہ نتیجہ مین تجہکو مار ڈالے گا
خلاصہ یہہ ہے کہ اے اہل دنیا تو دنیا کو ترک کردے اور تارک الدنیا ہو جا ورنہ اس سے سوائے فنا کی اور کچہ حاصل
نہ کرسکیگا اور اگر عشق و محبت مین عرفان کا درجہ حاصل کرلیگا تو فنا فی الدنیا سے نکلکر لقا باللہ کے رتبہ تک پہونچ سکتا ہے۔

مگر حقیقی اعتبار سے رونق عہد شباب کنایہ ہے وجود سالک کی طرف کو اور بستان سی پیر مرشد کی مجلس مراد ہی۔ گل سی تجلیات اور بلبل سے طبع عاشق مقصود ہی مطلب یہ کہ وجود سالک کا دم مرشد کامل کی بزم مین غنیمت ہی یہہ بشارت عاشقون کو گل نے یعنی تجلیات انوار مرشد کامل نے دی ہی پس اسی خوشخبری سی بہت سی طالب فیض کیواسطے جمع ہوگئے ہین۔

ای صبا گر بجوانان چمن باز رسی　　خدمت ما برسان سرو گل وریحان را

ای صبا اگر تو جوانان چمن کے پاس پہونچے　　تو گل وریحان سے ہماری دعا کہدینا

جوانان چمن سے مرشد کامل کے مرید اور خدمت ماسی ہماری دعا یا سلام عبارت ہی گل وریحان سی پھر وہی مرشد کامل کے مرید یا شاگرد مقصود ہین اور مطلب صاف ہی کہ ای صبا جب نوجوانان چمن یعنی مرشد کے مریدون کے پاس جاوے تو ہماری دعا اور سلام و نیاز کہدیا مگر جو کہ جوانان چمن سے گذشتگان سلف مقصود ہون تو یہ قرینہ بھی صحیح ہوگا۔

ای کہ بر مہ کشی از عنبر سارا چوگان　　مضطرب حال مگردان من سرگردان را

ای کہ مونہہ پر تو زلف سیاہ ڈالتا ہے　　مجھ سرگردان کو مضطرب و پریشان مت کر

ظاہری مطلب صاف ہی باطنی یہہ کہ ای شاہد حقیقی تو اپنی جمال پر زلف سیاہ جہی سی سرگردانی دنیا مراد ہین نڈال یعنی اپنی معرفت حاصل کرا کے مجھکو سوائے اپنے کسی اور شئی کا خیال مت آنے دے نہ خلاصہ یہہ کہ جب عاشق کسی اور کا خیال کریگا تو گویا محبوب حقیقی نے اپنی جلوہ پر اوسکے واسطے زلف ڈال لی یعنی اوسکو جلوہ رخ دیکھنے سے باز رکھا۔

ترسم آن قوم کہ بر دردکشان میخندند　　در سر کار خرابات کنند ایمان را

مین اون لوگون سی ڈرتا ہون کہ جو درد مندون پر ہنستی　　خراب کام مین ایمان کو برباد کرتے ہین

دردکشان سے عاشقان الٰہی مراد ہین یعنی مین ڈرتا ہون کہ یہہ ہنسنی والے انکار کرنیکی سبب ایمان سے ہاتھ نہ دہو بیٹھین۔ یہہ شعر اوس حدیث کی تلمیح ہے جو پیغمبر خدانے دوسرون پر ہنسنے والونکیواسطے بیان فرمائی وہ یہہ ہی۔ و ھو من عیب لاخیہ لم یمت حتی وقع فیہ۔ یعنی جو شخص کہ اپنی بہائی پر عیب لگائیگا وہ اوسوقت تک نہین مریگا جب تک کہ اوس عیب مین خود ہی گرفتار نہو جائیگا لہذا جو لوگ کہ ہمپر ہنستے ہین وہ گویا عشق الٰہی کو عیب سمجہتے ہین وہ خود اگر اسمین گرفتار ہو جائین تو

در سر زلف ندانم کہ چہ سودا داری
کہ بہم بر زدہ گیسوی مشک افشان را

خیال زلف میں نہیں جانتا ہوں کہ تو کیا سودا رکھتا ہے
کہ باہم کھولدیا گیسو مشک افشان کو

سر زلف احکام کثرت و تعینات بر ہم زدن یعنی پریشان کردن۔ کاکل مشک افشان سے اشارہ زلف کیطرف ہے جس سے مقصود وہی تعینات ہیں یعنی ای محبوب میں نہیں جانتا کہ تو اس کثرت و تعینات میں کیا خیال رکھتا ہے کہ پھر اوس احکام کثرت کو ہم پر غالب کردیا اور ہمیں مغلوب بنا کر اسکی سبب مشاہدہ سے روکدیا

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجی ست
کہ بشمشیر میسر نشود سلطان را

آزادگی ملک اور گوشہ قناعت خزانہ ہے
کہ بادشاہ کو تلوار سے نصیب نہیں ہوسکتا

یہہ درویشی کا افتخار ہے کہ آزادی ہمارا ملک ہے اور گوشہ قناعت خزانہ یہہ وہ دولت ہے کہ بادشاہ کو تلوار کے زور سے بھی میسر نہیں آسکتی۔ خلاصہ یہہ کہ ہم حالت فقیری میں بھی بادشاہی سے بڑہکے ہوئی ہیں اور جو دولت فقیری میں حاصل ہے وہ بادشاہ کو نہیں۔

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی
دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

ای حافظ شراب پی مستی کر خوش رہ۔ لیکن
قرآن کو اوروں کی طرح مکر کا جال نہ بنا

می سے می محبت الٰہی اور رندی سے کمال اسرار کا پوشیدہ رکھنا مراد ہے خوش باش بمعنی مرنجان مرنج دگران سے ظاہر پرستون کی طرف اشارہ ہے مطلب یہہ کہ ای حافظ عشق الٰہی کر اسرار حقیقی کو چھپا اور شعر۔ چو خواہی کہ آسودہ گردی ز رنج + کسی را مرنجان و از کس مرنج + پر عمل کر اور اون لوگونکی طرح جو ظاہر میں قرآن پڑہتے ہیں۔ اور اوسکے معنی بیان کرتے پھرتے ہیں مگر باطن میں اونہوں نے قرآن کو اپنی مکر و فریب کا جال بنا رکھا ہے۔ لوگون کی غیبتیں کرکے قرآن کے ہی حکم کے مطابق اپنے برادران اسلام کا گوشت کہاتے ہیں تو قرآن کو مکر کا جال مت بنا اور کسی کی ایذا دہی اور عیب فاشی میں کوشش نکر۔ بزرگان سلف میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ دگران ایک جانور کا نام ہے اور اوسکے پروں پر قرآن شریف لکھا ہوتا ہے باوجود اس تقدس اور تبرک کے دگران کی خوراک آدمی کا گوشت ہے پس یہاں دوسرے مصرع میں دگران سے وہی مردم خوار پرند مقصود ہے جو قرآن کا جامہ پہن کر آدمی کا گوشت کہایا کرتا ہے۔ ہمارے خیال میں اگر کوئی ایسا پرند ہے تو اس سے بہتر اس موقع پر اور کوئی قرینہ نہیں ہوسکتا کیونکہ حسب عادت خواجہ صاحب نے دگران کو پرندہائے کی حالت میں دام کی رعایت کی ہے کیا عجب ہے کہ اونکے خیال میں بھی کوئی ایسا مردم خوار پرند دنیا پر ہو۔

گر چنین جلوہ کند مغبچہ بادہ فروش خاکروب در میخانہ کنم مژگان را
اگر بادہ فروش مغبچہ اپنے ہی جلوہ دکھائے در میخانہ کو مژگان سے جھاڑو دون

مغبچہ سے مراد وہ مشاہدہ جمال ہی جو کہ سالک کا دل لیجاتا ہی اور میخانہ سے کنایہ عشق و محبت کی طرف ہی یعنی اگر مشاہدہ تجلیات الٰہی جلوہ گری کرتا رہی تو مین اپنی پلکون سے صحن عشق و محبت مین جھاڑو دون۔ یعنی اتنا روؤن کہ میرا عشق تمام کثافتون اور برائیون سی پاک و صاف ہو جائے اور پوری درجہ تک پہونچے۔

نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود گر تو سرگشتہ شوی دائرہ امکان را
اسرار وجود کے ایک نکتہ سے واقف نہو اگر تو تمام دائرہ امکان مین سرگردان پھرے

یعنی اگر تو تمام دائرۂ امکان مین بھی سرگردان و پریشان پھرے تو بھی اسرار وجود ممکنات سی کہ جو حق تعالی نے اوسمین رکھا ہی نہین معلوم کرسکتا۔ خلاصہ یہہ کہ انسان کو اسرار وجود ممکنات معلوم ہوجانا قطعی غیر ممکن ہی چاہی وہ کتنی ہی کوشش کرے۔

سر کرا خوابگہ آخر بدو مشتی خاک ست گو چہ حاجت کہ بر افلاک کشی ایوان را
جس کسیکی خوابگاہ آخر کار ایک مشت خاک ہی کہو کیا حاجت ہے کہ تو اپنا ایوان کو آسمان تک بلند کرتا ہے

ایک مشت خاک سی قبر اور ایوان کو آسمان تک بلند کرنے سے مرتبہ عالی پر پہونچنا مراد ہی۔ یعنی جس انسان کے آرام کی جگہہ صرف دو مشت خاک ہو اوس سی کہو کہ تو اپنے مرتبہ کی بلندی آسمان تک کیون پہونچانا چاہتا ہی۔ کیونکہ دنیا ناپائدار چیز ہی اوسمین تھوڑی سی زندگی کیواسطے بہت سا سامان مت کر ما حصل اسکا تحریک ترک دنیا ہی۔

ماہ کنعانی من مسند مصر آن تو شد وقت آنست کہ بدرود کنی زندان را
میری ماہ کنعان مسند مصر کی تیری سلطنت ہوئی وقت اسکا ہی کہ تو زندان کو رخصت کردے

ماہ کنعان یوسف علیہ السلام کو کہتے ہین اور اسی رعایت سی مصر زندان کے الفاظ لائے ہین مگر بیان یوسف سی روح اور مصر سے عالم ارواح مراد ہے مطلب یہہ کہ ای روح تو درجہ کمال پر پہونچگئی یعنی پھر عالم ارواح مین جا ملی پس اب وقت اسکا ہی کہ زندان تن یا قید خانہ دنیا سی رخصت ہو اور اسکی لذتون کو فراموش کردے۔

غدار بر فروزی کے معنی جلال کی تجلی ظاہر کرتے ہیں یعنے انسان کو عدم سے عالم وجود مین لاکر بیشمار مشاہدات سے اپنے جمال کو مشہود فرمایا پس تجھ اس سے کیا فائدہ ہے کہ کسی کے پرواہ نہین کرتا صورت دکھا کر بے اعتنائی کرنا عاشقون کو شکایت کا موقع دینا ہوتا ہے لہذا وہی شکایت یہان بھی ہے اور محبوب کی بے نیازی کو ظاہر کیا گیا ہے۔

مژہ سیاہت ار کرد بخون ما اشارت — ز فریب او بیندیش و غلط مکن نگارا

تیری مژگان سیاہ نے جو ہمارے قتل کا اشارہ کیا ہے — اوسکی فریب سے ڈر اور اے محبوب غلطی نکر

مجازی مطلب صاف ہے کہ اے محبوب تیری مژگان سنے ہمارے قتل کی طرف اشارہ کیا ہے تو اوسکی فریب مین نہ آ کیونکہ ہم بے قصور ہین اور بے قصورونکا قتل کرنا سراسر غلطی اور گناہ ہے معنوی اعتبار سے مژگان سیاہ سے مراد دنیا ہے اور دنیا ہی دون باعتبار ظلمت کے سیاہ ہے یعنی جو کوئی اس دنیا مین آیا ہے وہ فنا ہونیکو آیا ہے بموجب حکم قرآن کریم کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذو الجلال والاکرام۔ اور مطلب یہہ ہے کہ گو دنیا نے بوجہہ ظلمت و غفلت اور کثرت آلام کے ہمارے قتل کی طرف جس سے فنا مراد ہے اشارہ کیا ہے لیکن اگر ہم تیری عشق و محبت مین فنا ہو جائینگے تو بقا باللہ حاصل ہوگا چونکہ ہم تیری عاشق ہین اسلئے دنیا کی فریب سے اندیشہ کر شاید کہ وہ ہمین بھی عام آدمیون کی طرح مار ڈالے اور طبعی معرفت کا ذائقہ چکھادے پس اسمین غلطی نکر اور ہمین اپنے عشق مین فنا کرکے بقائے ابدی عنایت فرما۔ **فائدہ** اندیشہ یا غلطی کرنا یہہ دونون صفتین آدمی کی ہین خدا کی نہین کیونکہ خدا سر اندیشہ اور غلطی سے پاک ہے مگر چونکہ ایسے اشعار کے مجازی اور حقیقی دونون معنی لئے جاتے ہین اور عارف لوگ اپنے ظاہری اصطلاح مین باطنی نکات رکھتے ہین پس اس لحاظ سے یہ دونون صفتین جو خدا کے واسطے آئی ہین قابل اعتراض نہون گی۔

ہمہ شب درین امیدم کہ نسیم صبحگاہی — بہ پیام آشنائی بنوازد آشنا را

مین تمام رات اس امید مین رہا کہ صبح کی نسیم — آشنائی کے پیام سے آشنا کو سرفراز کرے۔

تمام شب سے تمام ایام عمر جنکا اختتام موت پر ہوتا ہے اور نسیم صبحگاہی سے حیات دنیا مقصود ہے پیام سے وہ پیام مراد ہے جو فرشتہ موت طالب کی طرف سے مطلوب کے پاس پہونچاتا ہے۔ دوسری مصرع مین اول آشنا سے رب العزت اور دوسرے آشنا سے عاشق کامل عبارت ہے۔ اور مطلب یہہ ہے کہ

بملازمان سلطان کہ رساند این دعا را ❊ کہ بشکر پادشاہی ز نظر مران گدا را

سلطان کے نوکروں میں سے اس دعا کو کون پہونچائے ❊ کہ پادشاہی کے شکریہ میں فقیر سے آنکھہ نہ چورا

ملازمان سلطان سے برادران ہم مشرب اور سلطان سے مرشد کامل مراد ہی۔ باقی مطلب صاف ہی کہ مرشد کامل کے مریدوں میں سے کون ایسا ہی کہ یہہ ہمارا مقصد اوسکے کانوں تک پہونچادے تو اپنے مرتبہ شکریہ میں جن سے مقامات مقصود ہیں مجہہ فقیر سے آنکھہ نہ پھیر اور میری اوپر نظر عنایت فرما یعنی میری محبت سیراب کر۔

چہ قیامتست جانان کہ بعاشقان نمودی ❊ رخ ہمچو ماہ تابان دل ہمچو سنگ خارا

ای محبوب کیا قیامت ہی کہ تو نی عاشقوں کو ❊ رخ چاند روشن کیطرح اور دل خارہ کی مانند دکھلایا

جانان سی وجود مطلق مراد ہی ماہ تابان باعتبار ہی توحسن وذات کی لائی ہیں دل سخت پتہر کی طرح عام طور پر معشوقون کے دل کو سختی میں پتہر سے تشبیہ دیا کرتے ہیں یعنی محبوب کا دل ہماری طرف سی سخت ہی۔ گویا دل کا سخت ہونا معشوق کی صفت ہوتی ہی اور یہان جب جانان سی وجود مطلق مراد لیں تو سخت دل سے اوسکی بے نیازی مقصود ہوگی۔ مطلب یہ کہ ای محبوب حقیقی تو نے کیا قیامت کی کہ رخ روشن دکھلا کر اور جمال کے شیدائیوں کو اپنا شیدا بنا کر بے اعتنائی اختیار کی یعنی عین حالت وصل میں اپنی بے نیازی سے بلائی ہجر میں گرفتار کر لیا۔

ز رقیب دیو سیرت بخدا ہمی پناہم ❊ مگر آن شہاب ثاقب مددی کند سہا را

بخدا میں دشمن دیو سیرت سی پناہ ڈہونڈہتا ہوں ❊ البتہ اگر وہ روشن ستارہ سُہا کی مدد کرے

رقیب سی نفس امارہ مقصود ہی۔ دیو بمعنی شیطان دیو سیرت یا شیطان صفت نفس امارہ کیواسطے آتا ہی کیونکہ جسطرح شیطان کا کام ورغلانے کا ہے نفس امارہ بہی انسان کو ہمیشہ بہکاتا رہتا ہی ہمی پناہم بمعنی پناہ ڈہونڈہتا ہوں۔ شہاب ثاقب بڑا اور روشن تارا۔ سُہا ایک بہت ہی چھوٹے ستارہ کا نام ہی۔ مطلب یہہ کہ میں شیطان سیرت نفس امارہ سے پناہ ڈہونڈہتا ہوں مجھکو اوس سے پناہ مل سکتی ہی اگر پیر طریقت جو مرتبہ معرفت میں شہاب ثاقب کیطرح روشن ہی مجہہ ناچیز سُہا کی مدد کرے۔

دل عالمی بسوزی چو عذار بر فروزی ❊ تو ازین چہ سود داری کہ نمیکنی مدارا

ایک عالم کا دل جلایا جبکہ تو نے رخسار کو چمکایا ❊ تجہے اس سی کیا فائدہ کہ تواضع نہیں کرتا

مراد حسن گل کی صفت ہے کہ اے مرشد گویا تو گل کی مانند صاحب حسن ہے اور جمال باکمال رکھتا ہے بلبل شیدا سے اشارہ ہے طالب بیریا کی طرف یعنی اے مرشد کامل تیری بے پروائی نے جو جمال باکمال کا خاصہ ہے شاید اسبات کی اجازت تجھے نہ دی کہ طالب بیریا کی بھی حال پر ملال کو پوچھتا یہہ شعر بھی پہلے شعر کا مرادف ہے اور غرور کا نسخہ **عروس** بھی ہے۔ اگر عروس حسن کے اعتبار سے مطلب بیان کرینگے تو یہہ ہوگا کہ شاید ہماری عروس یعنی تیری بے پروائی نے حال پوچھنے کی اجازت نہ دی۔

بحسن خلق توان کرد صید اہل نظر — بہ بند و دام نگیرند مرغ دانا را

خلق کی خوبی سے اہل نظر کو شکار کیا جاسکتا ہے — چالاک پرند کو پھندے اور جال سے نہیں پکڑتے

اہل نظر سے وہ لوگ مراد ہیں جو طالب محبت ہوں اور مرغ دانا باطنی ہوشیار مطلب یہہ ہے کہ ہوشیار عاشق خلق و مروت کے سبب دام عشق میں پھنس سکتے ہیں ورنہ یہہ وہ چالاک پرند ہیں کہ جال یا پھندے میں جیسے ہے دام دنیا و بند حرص مراد ہے نہیں پھنس سکتے۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی — بیاد آر حریفان بادپیما را

اگر تو دوست کے ساتھ بیٹھکر شراب اڑائے — تو حیران و سرگردان ہونیوالے حریفوں کو بھی یاد کیجو

حبیب سے مراد حبیب خدا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نشینی سے مرشد کی طرف خطاب ہے بادہ پیمائی شراب نوشی جس سے حصول فیض مقصود ہے مطلب یہہ کہ اے مرشد کامل حبیب حق کی صحبت میں پہونچکر حصول فیض کرے تو ہم سرگردان و حیران پھرنے والے طالبان حقیقت کو بھول جائیو بلکہ ضرور یاد کیجو۔

ندانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست — سہی قدان سیہ چشم ماہ سیما را

نہیں معلوم کہ کس سبب سے عادت دوستی کی نہیں ہے — سہی قد اور سیہ چشم ماہ جبینوں کو

دوسرے مصرع کی تینوں صفتیں معشوقوں کی ہیں۔ اور ظاہری معنی کے اعتبار سے اس شعر میں معشوقان مجاز سے محبت کرنیکی ممانعت کی گئی ہے یعنی یہہ بات نہیں معلوم ہوئی کہ سہی قدوں اور سیہ چشموں اور ماہ جبینوں کو وفا کی عادت کیوں نہیں ہے۔ باطنی معنی کے خیال سے ایک شارح کا قول ہے کہ سہی قدان سے پیغمبران صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں۔ جو باغ شرع کی سرو سہی قد ہوئے ہیں پس حافظ صاحب حالت بیقراری میں فرماتے ہیں نہیں معلوم کہ ان سہی قدوں کو عاشقان بیکس سے کیوں وفا نہیں ہوتی جو ہمکو کیوں

مین تمام عمر اسبات کا منتظر رہا کہ ملک الموت محبوب کا پیغام مجھ محب کو کب پہونچائے اور از راہ نوازش
وکرم کب مجھکو اس کشاکش دنیا سے چھڑائے گا۔

بخدا کہ جرعۂ دہ تو بہ حافظ سحر خیز — کہ دعای صبحگاہی اثری کند شما را

خدا کیلئے تو صبح کو اٹھنے والے حافظ کو ایک گھونٹ دے — کہ صبح کے وقت کی دعا تمہارے واسطے اثر کرے

جرعہ کے معنی می محبت کے لئے جائین گے۔ اس شعر مین مرشد کامل سے خطاب ہے کہ تو صبح کو اٹھنے والے
یعنے زیادہ شائق حافظ کو می محبت کا کوئی گھونٹ پلا کیونکہ جب تشنہ کو سیرابی ہوگی تو وہ تیری
حق مین دعا کریگا اور چونکہ صبح کی دعا ازبس قبول ہوتی ہے اس اعتبار سے حافظ سحر خیز کی دعا جو وہ
تہ دل سے تیری اعلی مراتب کے واسطے کریگا ضرور موثر ہوگی اور بیکار نہ جائیگی۔

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را — کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ ما را

صبا اوس غزال رعنا سے بہ نرمی کہیو — کہ تو نے ہمارے لئے کوہ و بیابان مین سر اڑا دیا

صبا مشہور، غزال رعنا سے مرشد کامل یا سردار انبیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونون مراد ہو سکتے ہین
کوہ و بیابان مین سر دینا بمعنی محنت اور استقلال کے موقعون پر ثابت قدم رہنا۔ یعنے اے
عاشقان خدا تمنے اپنے پیروان کی بہبودی عقبے کے واسطے بڑی بڑی محنتین کین اور مشکل مشکل
موقعون پر اپنے استقلال سے ثابت قدمیان دکھلائین۔

شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا — تفقدی نکند طوطی شکر خا را

ای شکر فروش تیری عمر دراز ہو کسواسطے — مہربانی نہین کرتا ہے طوطی شکر خور پر

شکر سے شیرینی معرفت اور شکر فروش سے مرشد کامل مراد ہے۔ طوطی شکر خا بمعنی طالب معرفت مطلب
یہہ کہ ای مرشد کامل تیری عمر دراز ہو تو کسواسطے طالب معرفت کی طرف جلد متوجہ نہین ہوتا اور
اوسکو در مراد تک نہین پہونچا دیتا گویا شاعر اپنے مرشد سے استفسار کرتا ہے کہ انہین کیا بھید ہے
جو تو جلد تر بے دولت عرفان سے مالامال نہین کر دیتا۔

غرور حسنت اجازت مگر نداد ای گل — کہ پرسشی نکنی عندلیب شیدا را

اے گل شاید تجھے غرور حسن نے اجازت نہ دی — کہ بلبل شیدا کی پرسش احوال کرتا

حسن غرور اور گل و بلبل کے شاعرانہ رعایتین ظاہر ہین۔ گل سے مرشد کامل اور غرور سے بے پروائی

عاقلوں سے اہل دنیا مقصود ہیں یعنی اگرچہ ہمارا عشق ظاہر بینوں کے نزدیک بدنامی کی بات ہے مگر ہم کہ عشق کے دیوانے ہیں ہمیں ننگ و نام سے کچھ غرض نہیں۔ اور ہم اسی بدنامی کو یعنی عشق کو اچھا جانتے ہیں۔

بادہ در دہ چند ازین باد غرور　　خاک بر سر نفس نافرجام را۔

شراب لا یہ باد غرور کب تک چلے گی　　نامبارک نفس کے سر پر خاک ڈالدے

باد غرور سے زہد و پارسائی اور تقوی مستعار مراد ہے۔ اور مطلب یہہ کہ ای مرشد شراب عشق و محبت عطا کر کہ اوسکو پی کے مطلوب کے پاس پہونچوں یہہ باد غرور جو تقاضائے نفس ہے کبتک رہیگا اور کبتک اس مستعار زندگی میں جیونگا اس نفس نافرجام کے سر پر خاک تو مجھے شراب محبت دے۔

دود آہ سینۂ سوزان من　　سوخت این افسردگان خام را۔

میری آہ سینہ سوز کے دہوئیں نے　　ان افسردگان خام کو جلا دیا

افسردگان خام سے ریاکار یا خام خیال بوالہوس مراد ہیں مطلب یہہ کہ میں جو عشق محبت میں محو تہا میری تقریر نے خام خیال لوگوں کو گھٹا دیا اور وہ اوس کا کوئی جواب نہ دیسکے۔ یہ گویا پختگی قسمت اور سچی عشق کا اظہار ہے۔

محرم راز دل شیدای من　　کس نمی بینم ز خاص و عام را۔

اپنے دل شیدا کا محرم راز　　میں خاص و عام میں سے کسیکو نہیں دیکھتا

مطلب صاف ہے تشریح طلب نہیں۔ یعنے خاص و عام میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری دل کا بہید جانتا ہو اسواسطے کہ عاشق کے دل کا بہید وہی خوب سمجھتا ہے کہ جسکو عشق کی چوٹ لگی ہو۔ غمگین ہو تو سوز نفس سرد کو سمجھے۔ جس دلمیں نہ ہو ز درد وہ کیا درد کو سمجھے۔

با دلارامی مرا خاطر خوشست　　کز دلم یکبار برد آرام را۔

اوس دلارام کیساتھہ میرا دل خوش ہے　　جو کہ میرے دل سے یکبارگی آرام لیگیا

دلارام سے کنایہ محبوب حقیقی کی طرف ہے اور مطلب یہہ کہ میرا دل اوسکی دہیان میں خوش ہے کہ جسنے اپنی انوار تجلی کی ایک جہلک دکہا کر بیقرار کر دیا۔ اور میری دل سے آرام و چین لیلیا ہے یعنی میں اوسی سے خوش ہوں اور کسیکی ضرورت نہیں۔

جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب　　که خال مهر و وفا نیست روی زیبا را

سوا اسقدر عیب کے تیرے حسن مین عیب نہین بتلایا جاسکتا　　کہ مہر و وفا کا خال روی زیبا پر نہین ہے

یعنی ای محبوب تیرا حسن سب طرح کے عیب سے پاک صاف ہے ہان اوسمین اگر کوئی عیب ہے تو صرف یہہ ہے کہ مہر و وفا کا تل روی زیبا پر نہین۔ وفا اوسکو کہتے ہین کہ کاروبار معشوق کا عاشق کے موافق ہو پس یہان وفا سے یہہ ہی مطلب ہوگا۔ اور عاشق اسی کا شاکی ہی ہے۔

در آسمان چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ　　سماع زہرہ برقص آورد مسیحا را

کیا عجب ہے کہ حافظ کے کلام سے آسمان پر　　زہرہ کا راگ مسیحا کو رقص مین لا دے

خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ حافظ کا کلام ایسا موثر ہے کہ اگر آسمان پر زہرہ غزلون کو گاوے تو مسیحا بھی جو چوتھے آسمان پر ہین خوش و خرم ہو جاوین۔ یہان رقص کے معنی خوشی و انبساط کے ہین نہ ناچنے کے۔

ساقیا برخیز و در دہ جام را　　خاک بر سر کن غم ایام را

ای ساقی اوٹھ جام شراب دے　　غم دنیا کے سر پر خاک ڈال

ساقی سے مرشد اور جام سے ذہن جام شراب معرفت مراد ہے۔ غم ایام سے کشاکش دنیا و فکر ما فیہا مقصود باقی مطلب صاف ہے۔

ساغر می بر کفم نہ تا ز سر　　برکشم این دلق ازرق فام را

شراب کا پیالہ ہاتھ مین دے تا کہ سر سے　　اوتار ڈالون اس جبہ خاکی رنگ کو

ساغر می سے پیغام وصال یا موت مراد ہے۔ اور دلق ازرق فام سے کنایہ قالب عنصری کی طرف ہے جو کہ روح کا لباس ہے اور یہی لباس گویا دولت و حشمت ہے۔ یعنی محبوب حقیقی سے عرض کرتے ہین کہ تو پیغام وصال معشوقان جمال کے پاس جلد پہونچا تا کہ یہہ لباس جو میری روح کی ملاقات کے واسطے سد پردہ کی ہے اوتار ڈالون اور تیری پاس پہونچ جاؤن۔ دوسرا مطلب یہہ بھی ہے کہ اے مرشد کامل مجھے شراب محبت کا جام دے یعنی میرے دل کو شراب محبت سے پلا تا کہ لباس وجود ہستی مستعار کو اوتار ڈالون اور فنا فی اللہ ہو جاؤن۔

گرچہ بدنامیست نزد عاقلان　　ما نمیخواہیم ننگ و نام را

اگرچہ عاقلون کے نزدیک بدنامی ہے　　مگر ہم ننگ و نام کو نہین چاہتے ہین

نہین رہینگے۔ پس یہہ شعر گویا ہجر محبوب کو دکہار ہا ہی اور حقیقی مطلب اسکا یہہ ہی کہ اب ہم جہان سے جاتی مین چونکہ ہمنی کوئی کام نیک نہین کیا ہی نہین معلوم کہ ہماری بدبختی کہان پہونچائیگی اور معصیت کیا رنگ لائیگی لہذا بمقتضائی افوض امری الی اللہ اپنا کام تیری حوالی کرتے ہین تو جانی یا ہمارا غمخوار دل جانے جو چاہی سو کرے سپردم بتو مایۂ خویش را + تو دانی حساب کم و بیش را۔

از نثار مژہ چون زلف تو در در گیرم　　قاصدی کز تو سلامی برساند بر ما

دراشک سی تیری زلف کیطرح موتی پرودون　　اگر کوئی قاصد تیری طرف سی مجہہ سلام پہونچائی

اس شعر کا ربط اول سی ملا ہوا ہی اور مطلب یہہ ہی کہ اگر تیری طرف سی کسی قاصد نی میرے پاس سلام پہونچا دیا یعنی تو نے مجہے یاد کیا اور سلام کہلا بہیجا تو مین گریۂ شادی کی سبب انکو اشک آنکہون سی گرا کر جمع کرونگا کہ جتنے تیری زلف نے جمع کئے ہین۔ اس سے اشتیاق کی غایت ظاہر کرنا مقصود ہی۔ حقیقی اعتبار سے عاشق کی پاس معشوق حقیقی کی طرف سی سلام پہونچا یعنی پیغام وصال یعنی جب تیری پاس سی طلبی کا پیغام تیری پاس ملک الموت کی معرفت پہونچے گا تو مین شادی سی رونے لگونگا۔

بدعا آمدہ ام ہم بدعا دست برار　　کہ وفا با تو قرین باد و خدا یاور ما

مین دعا کرنی آیا ہون تو بہی دعا کو ہاتہہ اوٹہا　　کہ وفا تیری نزدیک آجاوی اور ہمارا خدا مددگار ہو

مطلب یہہ کہ ای محبوب مین دعا مانگتا ہون اور تو بہی دعا کی واسطے ہاتہہ پہیلا یعنی ہم تو دونون ملکر دعا مانگین۔ مین تو یہہ دعا مانگون کہ تجہین وفا کرنا آجائی اور تو یہہ دعا مانگ کہ میرا خدا مددگار ہو یعنی میری دعا تیری لئی ہوگی اور تیری میری واسطی ہونی چاہئی۔ حقیقی لحاظ سے مرشد کامل کو مخاطب کر سکتی ہین لیکن اس صورت مین وفا کی معنی مریدونکی دلجوئی لینگے۔

گر ہمہ خلق جہان بر من و تو حیف خورند　　بکشد از ہمہ انصاف ستم داور ما

اگرچہ جہان کی تمام خلق مجہپر اور تجہپر افسوس کرتی ہی　　لیکن ہمارا خدا اونکی افسوس کو انصاف سے قتل کر دیتا ہے۔

حیف کا دوسرا نسخہ رشک بہی ہی یعنی خلقت جو میری عشق اور تیری لطف پر افسوس کہاتی یا رشک کرتی ہی تو ہم دونون کا خدا اونکی رشک کو انصاف سی مٹا دیتا ہی یعنی میرا عشق اور تیری عنایت حق بجانب ہی اور مخلوق کا رشک کرنا انصاف سی دور حقیقی طور پر اس شعر مین شاہد حقیقی اور

ننگرد دیگر بسرو اندر چمن ہر کہ دیدان سرو سیم اندام را

اور کسی سرو کو چمن مین نہ دیکھے گا جسنے کہ اوس سرو سیم اندام کو دیکھا

چمن سے مقصود تعینات ہین اور سرو سے مراد ذات باری یعنی جس کسی نے اوسکو (اوسکے پرتو) کو دیکھا ہی وہ اور کسیکو دیکھنا کبھی نہ پسند کریگا

از سر دنیا گذشتے غم مخور خوش بخور ہم خوش بدار ایام را

تو حال دنیا سے چھوٹ گیا غم نکھا خوش کر اور اپنے زمانہ کو خوش رکھ

اپنے نفس سے خطاب ہے کہ اے نفس مطمئنہ تو جب عاشق الٰہی ہوا تو دنیا کے جھگڑے بکھیڑون سے چھوٹ گیا پس اب کچھہ غم نکر اور خوش وخرم رہ اور اپنا زمانہ عمر خوشی ہی مین گذار دے۔ غم تو دنیا کی بدولت ہی اور جب تارک الدنیا ہو گیا تو غم کس بات کا۔

صبر کن حافظ بسختی روز و شب عاقبت روزے بیابی کام را

اے حافظ روز و شب کی سختی مین صبر کر آخر کار ایک روز مقصد کو پہونچے گا

سختی سے اشارہ حادثات دنیا اور نفس امارہ یا شیطان کی طرف ہی مطلب یہہ کہ اے حافظ سختی مین دن رات صبر کئے جا ایک دن ضرور ایسا ہو گا کہ تیری مراد بر آویگی۔ اس مراد بر آنیسے یا تو موت مقصود ہے یا ترک دنیا مثل ہی یہہ مشہور اے ذیشعور۔ کہ ہر رنج کی بعد راحت ضرور ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہی۔ فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا۔

ما برفتیم و تو دانی و دل غمخور ما بخت بد تا بکجا میبرد آبشخور ما

ہم تو جاتے ہین تو جانے اور ہمارا دل غمخوار جانے معلوم بدبختی ہمارا دانہ پانی کس جگہہ لیجاتی ہی

خواجہ صاحب نے یہہ غزل اوسوقت تصنیف کی تھی جبکہ اونکی محبوبہ شاخ نبات جس کا ذکر اس سے پہلے بھی آچکا ہی شیراز سے عازم بغداد تھی اور آپ اوسکو رخصت کرنیکو واسطے گئے تھے۔ لفظ ما برفتیم جس سے اپنا جانا پایا جاتا ہی اپنے واسطے نہین ہی بلکہ از راہ ادب اور تفاول کے ہی اب تک دستور ہی کہ اہل فارس دوست کی رخصت کیوقت اسیطور سے کہتے ہین یعنی یہہ کہتے ہین کہ ہم جاتے ہین جسکا شاید یہہ مطلب ہی کہ تو ہم سے جدا نہین ہوتا بلکہ ہم تجھسے جدا ہوتے ہین اور بخت بد سے بھی اپنے ہی طرف اشارہ ہی یعنی کچھہ معلوم نہین کہ ہماری بدنصیبی ہمکو کہان لیجائیگی اسلئے کہ بلا تیرے اس شہر مین

زود باشد کہ بیاید بسلامت یارم ای خوش آن روز کہ آید بسلامت بر ما

جلد وہ وقت آتا ہی کہ یار میرا سلامتی سی آئے ای دل وہ دن کیا اچھا ہوگا کہ صحیح سلامت ہم تک آئیگا

عاشق اپنے دل مشتاق کو سمجہاتا ہی کہ ای دل جلد وہ وقت آرہا ہی کہ محبوب صحیح و سلامت ہم تک آجائیگا حقیقی اعتبار سی یار سے مراد لی گئی ہی موت سی کیونکہ عارف لوگ موت ہی کو وصال یا پیغام وصال سمجہتے ہیں اسواسطے اوسکو یار سے تشبیہ دیگئی۔

ہر کہ گوید کہ کجا رفت خدا را حافظ گو بزاری سفری کرد و برفت از بر ما

جو کوئی کہے کہ خدارا حافظ کہان گیا کہو کہ روتی ہوئی سفر کیا اور ہمارے پاس سے چلا گیا

مطلب یہ کہ ای محبوب اگر کوئی اسکے بعد میرے دوستون میں سے تیرے پاس آوے اور پوچھے کہ برائے خدا بتلاؤ کہ حافظ کہان گیا تو اوس سے کہدیجیو کہ او نے روتے ہوئے ہمارے پہلو میں جان دی یعنی سفر آخرت اختیار کیا۔

لطف باشد گر نپوشی از گدایان روت را تا بکام دل ببیند دیدۂ ماروت را

مہربانی ہو اگر تو فقیرون سی اپنے مونہہ نہ چھپائے تا کہ دلی مقصد سے ہماری آنکہیں تیرے رخ کو دیکہیں

اسمہ دیوان کے عام نسخون میں یہ غزل نہیں ہے۔ صرف ایک ہی دو دیوان میں پائی گئی ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ حافظ صاحب کی تصنیف سی نہوگی کیونکہ اسمیں مکرر سہ کرر ایک ہی قافیہ کو باندہا گیا ہی البتہ ایک خوبی اسمین یہ ہی کہ ہر شعر کی پہلی مصرع مین ہاروت اور دوسرے مین ماروت آیا ہی یہ وہی ہاروت و ماروت ہین جو زہرا کی عشق مین مبتلا ہو کر چاہ بابل مین اسیر ہوئے تہے۔ پہلی مصرع مین۔ گدایاں روت را۔ بمعنی گدایان روی ترا ہی۔ یہ فقرہ گویا لفظ ہاروت کا ایہام ہی اسلئے کہ بعض لوگون نے گدا کی جمع بجائی گدایان کے گدا ہا سی بہی بنائی ہی۔ دوسرے مصرع مین بہی یہی صنعت ہی کہ دیدہ ماروت را بجائے دیدہ ما روی ترا کے ہے اسکو بہی ماروت کا ایہام سمجہنا چاہئے۔ مطلب صرف یہہ ہی اگر تو اپنا مونہہ مہربانی کرکے ہم فقیرون سے نہ چہپائے تو ہماری آنکہین دل سی تجہی دیکہین۔ کیونکہ انسانی سرشت کا مقتضا ہی کہ جو چیز سامنی ہوتی ہی ادسکو آدمی اتنے شوق سی نہیں دیکہتا جیسا کہ پردے کی چیز کو دیکہنے کا خواہشمند رہتا ہی پس اسطور گویا معشوق کو صورت نہ چہپانے کی تحریک کیگئی ہی تاکہ دیکہنے مین سہولیت ہو جائے۔

ہمچو ہاروتیم دایم در بلائی عشق زار کاشکی ہرگز ندیدی دیدۂ ماروت را

ہم ہاروت کیطرح ہمیشہ بلائے عشق مین زار مین کیا اچہا ہوتا کہ ہماری آنکہین تیرے چہرہ کو کبہی نہ دیکہتین

مرشد کامل دونون مراد ہو سکتے ہین۔ باقی خلق کا رشک محبوب کی عنایت معلوم ہی ہو چکی۔

بست گر ہمہ عالم بسرم بخروشند　　نتوان برد ہوای تو برون از سر ما

تیری دہیان مین اگر تمام عالم میری سر پر شور مچاوین　　ہماری سر سی تیرا سودا دور نہین کیا جا سکتا

ہر دو عشقون مین یہ شعر گویا عاشق کی پختہ کاری ظاہر کرتا ہی کیونکہ سچا عاشق وہی ہی کہ جسکو خلق کی ملامت اور شور کا خیال نہو عشق صادق ایسا نہین ہوتا کہ وہ ملامت۔ یا طعن تشنیع سی کم ہو جائی یا دبکی سی جاتا رہی بلکہ ایسی حالت مین سمند شوق کو اور تازیانہ لگتا چلا جاتا ہی۔

فلک آوارہ بہر سو کندم می دانی　　رشک می آیدش از صحبت جان پرور ما

تو جانتا ہی کہ مجھکو آسمان ہر طرف سرگردان کئی پہرتا ہی　　اوسکو ہماری صحبت جان پرور سی رشک ہوتا ہی

اس سی زمانہ ناہنجار اور فلک کجرفتار کی شکایت متصور ہی کہ یا اللہ تو خوب جانتا ہی کہ یہہ آسمان دون پرور ہمکو حوادثات عالم کی سبب ایک جگہہ مین سی بیٹھنے نہین دیتا اسواسطی کہ اسکو دو شخصون کا ہم صحبت ہونا پسند نہین ہی اس سی معلوم ہوا کہ یہہ رشک کرتا ہی چنانچہ میر حسن کا قول ہی شعر یہ دو دل کو ملا بیٹھا تا نہین کسی کا اسی وصل بہاتا نہین +

دردمندیم و خبر مید ہد از سوز درون　　دہن خشک و لب تشنہ و چشم تر ما

سوز درون خبر دیتا ہی کہ ہم دردمند ہین　　ہمارا خشک دہن پیاسی مونہہ اور چشم تر

مونہہ کا خشک ہونا اور پیڑائی ہوی ہونٹہہ تو سوز درونی کی ظاہری علامت ہی ہین لیکن چشم تری ایک علامت سینہ سوزی ہی کی ہی اسلئے کہ گرمی سے بخارات پانی ہو کر آنکھون کی راستہ نکلتی ہین۔ دردمند سی وہی درد عشق مقصود ہی چاہی مجازی ہو یا حقیقی ہو حاصل یہہ کہ جو عاشق ہے وہ دردمند ضرور ہی اور دردمند کی یہہ تینون علامتین بیان کر دی گئین۔

ما ز وصف رخ زیبای تو تا دم زدہ ایم　　ورق گل خجلست از ورق دفتر ما

جب تک ہمنی تیری رخ زیبا کی وصف کو لکھا ہی　　پتی پھول کی شرمندہ ہی ہماری دفتر کی ورق سی

معشوق کے رخ زیبا کے توصیف مین ہے کہ جب ہم نے تیرے رخ رنگین کی تعریف لکھی تو اوسکی اثر سے ہمارے نوشتہ کے ورق گلاب کے پھول کے پتی کی طرح رنگین ہو گئی۔

شعر اس کا حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کا ہی ہیں لیکن دوسرے مصرع میں حافظ ما - روی تراو سی صنعت
کیواسطے آیا ہے اسلیے ہم اس لفظ ما کو محض برای بیت خیال کرتے ہیں اور ایسا خیال کرنیکے معقول وجہ
دی ہے ماروت کے نام کا ایہام ہے جو بار بار اس غزل میں آیا ہے - مطلب یہہ ہے کہ ای محبوب حقیقی میں
تیری جدائی میں صدمون پر صدمے اور ستم پر ستم اوٹھا رہا ہون تو جلد اپنی صورت کو کھلا تا کہ حافظ
تیرا چہرہ دیکھے اور صدمہ فراق سے چھوٹ جائے - روی نما وصال محبوب کی طرف کنایہ ہے جسکا
حاصل موت ہے پس گویا یہہ آرزوی وصال موت کی آرزو سمجھنے چاہیے -

تا جمالت عاشقان را زد بوصل خود صلا — جان و دل افتادہ اند از زلف و خالت در بلا

تیرے حسن نے عاشقون کو اپنے وصل کا امیدوار کیا — اور جان و دل تیری زلف و خال کے سبب بلا میں مبتلا ہے

بوصل خود سے روز قیامت مراد ہے - صلا کے معنی دعوت یا عام بلاوے کے ہیں مگر یہان امیدوار کرانے کے
ہوسکتے ہیں - اللہ نے قیامت کے دن اپنا جمال دکھانے کا وعدہ فرمایا ہے اسلیے صلا کا لفظ لائے ہیں
دوسرے مصرع میں زلف سے ایچ پیچ عشق مراد ہے یا انسان کامل کا ذات مطلق سے جدا ہوکر دنیا میں آنا
مقصود ہے چونکہ زلف کے واسطے پیچ کی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس اعتبار سے حوادثات دنیا اوس
زلف کے پیچ مقصود ہوسکتے ہیں - خال بمعنی تل جس سے روح کی طرف کنایہ ہے جو کہ دل کا مرکز ہے
اور خال سویدا بھی اسکو کہتے ہیں - پس مطلب یہہ ہے کہ اے اللہ تیرے جمال نے عاشقون اور طالبون کو
صلای دعوت عام دیکر قیامت کے روز دیدار کا امیدوار کر رکھا ہے مگر جان و دل خال و زلف کے
پیچ میں پھنسے ہوئے ہیں یعنی حوادثات دنیا اور روح کا قلبی تعلق اونکو جسم سے جدا نہیں ہونے دیتا
کہ جلد تر منزل مقصود تک پہونچین - اور اوس وعدہ کی پوری امیدوار ہوجائین جو ہونتے
اپنا جمال دکھانیکی بابتہ کیا ہے -

آنچہ جان عاشقان از دست ہجرت میکشد — کس ندیدہ در جہان جز کشتگان کربلا

جو کچھ تیری ہجر میں عاشقون کی جان پر گذرتا ہے — اوسکو سوای شہیدان کربلا کے اور کسی نے نہیں دیکھا

کشتگان کربلا سے حضرت امام حسین علیہ السلام اور اونکے تمام وہ رفقا مراد ہیں جو یکے بعد دیگرے شہید
ہوے تو اسمین شک نہیں کہ حضرت امام حسین کے وہ مددگار جنہون نے اوس لڑائی میں ایک
دوسرے کے سامنے جانین دیدی ڈالین اور اپنی امادون پر ثابت قدم رہے سب عاشق حق تھے حافظ صاحب

چونکہ ہاروت عشق کی ہی وجہ سے زندان بابل مین گرفتار ہوا اسی غرض سے یہہ مثال دی کہ ہم بھی تیرے عشق مین ہمیشہ کیواسطے گرفتار ہو گئے کیا اچھا ہوتا کہ ہم تیری صورت ہی کو نہ دیکھتے۔ مجازی اور حقیقی دونون طرف کو اسکا مطلب ہو سکتا ہے۔

کی شدی ہاروت در چاہ زنخدانش اسیر — گر نگفتی شمۂ از حسن او ماروت را

ہاروت کب اوسکی چاہ زنخدان مین اسیر ہوتا — گر نہ کہتا تہوڑا سا اوسکی حسن سے ماروت کو

پہلے مصرع کے لفظ ہاروت سے ہاروت و ماروت دونون مراد ہین۔ زنخدانش کی ضمیر زہرہ کی طرف کو پہرتی ہے جسپر یہہ دونون فرشتے عاشق ہوئی تہے مصرع ثانی مین اوکی ضمیر بہی زہرہ کی طرف ہے اور ماروت مین ما الگ اور روت الگ ہے اور یہہ دونون لفظ ہاروت کے نام کا ایہام رکہتے ہین۔ مطلب یہ کہ ہاروت و ماروت زہرہ پر عاشق ہوتے۔ اگر تیرا چہرہ کچہ تہوڑا سا حال بہی زہرہ کے حسن کا ہم سے ظاہر کرتا زہرہ ایسی خوبصورت عورت تہی جسنے فرشتون تک کو اپنا گرویدہ کرلیا تہا چونکہ اوسکو خوبصورتی تیری ہی حسن سے ملی تہی اور جب تیرا رخ جس نے مشاہدہ قدرت مقصود ہے دیکہا ہے تو ہمکو صاف معلوم ہو گیا کہ ہاروت و ماروت زہرہ پر عاشق ہو گئے تو کچہ تعجب کی بات نہین ہے یعنی تیرا رخ انور ہم اگر نہ دیکہتے تو شمہ برابر بہی زہرہ کی خوبصورتی حال نہین جان سکتے تہے پس اوسوقت یہ بہی یقین نہوتا کہ ہاروت و ماروت اوسپر کیسے عاشق ہوئے ہونگے۔

بوی گل برخاست گوئی در چمن ہاروت بود — بلبلان مستند گوئی دیدہ چون ماروت را

بوی گل کی منتشر ہوئی گویا باغون مین تیرا چہرہ تہا — بلبلین مست ہین گویا دیکہکر مثل ہماری تیرے رخ کو

چونکہ باغون مین تیری حسن کا جلوہ تہا اسلئے از راہ ادب بوی گل منتشر ہوئی یا علیحدہ ہو گئی۔ دوسرے مصرع کے ایک معنی تو یہہ ہی ہو سکتے ہین جیسا کہ ہمنے ترجمہ کیا ہے اور اگر ماروت کو اصلی لفظ تصور کرین تو یہہ معنے ہوتے ہین کہ بلبلین ایسی مست ہین کہ جیسے ماروت کی آنکہین مست تہین۔ ماروت کی آنکہین زہرہ کے عشق مین مست تہین اور بلبلین عشق گل مین مست ہوتی ہین یہان بلبلون سے طالبان معرفت الہی اور گل سے شاہد وحدت اور نیز بوی گل سے ظاہری گل کی بو مقصود ہو سکتی ہے کہ اس سے عشق مجازی ہی مراد ہو۔

میکشم جور دہنا یت ز ہجران ای صنم — رو بنما تا ببیند حافظ ماروت را

اے صنم مین تیرے فراق مین ظلم و ستم اوٹہا رہا ہون — صورت دکہلا تاکہ ہمارا حافظ تیرا منہ دیکہے

جان مین سے پہلے مقصد رہا نا جائیگا۔ اور ہستی و رندی کے اصلی معنی رہ جائینگے

بزم عیش و موسم شادی و ہنگام طرب — پنجروز ایام عشرت را غنیمت دان دلا

عیش کی بزم شادی کا زمانہ خوشی کا وقت — پانچ روز عشرت کے زمانہ کو غنیمت جان

بزم عیش سے حلقہ مرشد اور شادی سے حصول فیض ہنگام طرب سے ایام جوانی مراد ہین۔ چونکہ دن سات ناموں سے موسوم ہین۔ اسلئے قدماؤن نے ایک دن پیدایش کا اور ایک دن موت کا ان سات دنون مین سے منہا کرکے زندگی کو صرف پانچ روز کہی ہین اور پنجروزہ زندگی اسی اعتبار سے مانی جاتی ہے۔ پس مطلب یہہ ہے کہ ای دل پنج روزہ زندگی مین جسکو عشرت کے روز کہنے چاہئین یا مرشد کے حلقہ مین شامل ہوکر حصول فیض کرلے یا جوانی مین دیوانہ ہوکر دنیا کے مزے اوڑھالے یعنی زندگی تھوڑی ہے۔ اگر اسکو غنیمت سمجھتا ہے تو کچھہ نیک کام کر اور نیک کام یہی ہے کہ طالب حقیقت ہو جا

حافظا گر پای بوس شاہ دستت میدہد — یافتی در ہر دو عالم زینت عز و علا

ای حافظ اگر تیری قسمت مین شاہ کونین کی قدمبوسی ہے — تو دونون جہانمین اعلے رتبہ کی زینت پائیگا

شاہ سے حضور سرور کائنات مقصود ہین۔ باقی مطلب صاف ہے۔ کہ ای حافظ اگر تو حضور کی قدمبوسی کریگا تو دونون جہان مین عالی مراتب پائیگا۔

میدمد صبح و کلہ بستہ سحاب — الصبوح الصبوح یا اصحاب

صبح بادلون کی نقاب ڈالی ہوئی ہوئی آتی ہے — ای دوستو صبوحی ہو صبوحی

صبح سے مراد وہ حالت ہے کہ جو طلوع حقیقت سے پہلے سالک پر ظاہر ہوا کرتی ہے اور اوسکو آفتاب حقیقت کی تجلی اکتساب کرنے کے لائق بناتی ہے کلہ بکسر کاف و تشدید لام یعنی تنگ پردہ جو کھیون اور مچھرون سے بچانے کیواسطے اوسکو لگا کے آرام مین لگاتے ہین مگر یہان دل سالک مراد ہے سحاب سے اشارہ اوس بخار کی طرف ہے جو جبس نفس کی گرمی سے سالک کے دل و دماغ مین ظاہر ہوکر اوسکو پریشان کرتا ہے اور بادل کی طرح دل پر برسا کرتا ہے۔ واضح ہو کہ یہہ سب حالتین ایسی ہین کہ جنکو عارفان کامل ہی سمجھتے ہین عوام الناس محسوس نہین کرسکتے اور ہم شعر کا مطلب صاف کرنیکواسطے انکو لکھنے پر مجبور ہین صبوح سے مراد وہی شراب صبوحی ہے۔ تاکید کیلئے یہہ لفظ مکرر آیا ہے۔ اور یہان صبوحی کے معنی شراب معرفت کے ہو جائینگے۔ چنانچہ خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ طالب پر آفتاب حقیقت کی تجلی پردہ میں نمودار ہونیکو ہے۔

ایسا کہتے ہین کہ تیری جدائی مین جو کچھ صدمہ عاشقون کی جانین اوٹہاتی ہین اوسکو شہدان کربلا کے سوا
اور کوئی نہین سمجہا کئی مطلب ہین اول تو یہ کہ وہان بیعت کی بحث تھی جو حق بات نہ تھی اور حضرت امام
حسین علیہ السلام حق پر تھے تو جب اونسے کہا گیا کہ تم بیعت یزید قبول کرلو ورنہ قتل کئے جاوٴگے
تو اونہون نے بیعت سے اسلئے انکار کیا کہ اونکو اپنے محبوب کے پاس جلد پہونچنے کی خوشی تھی جبکہ
وہ دنیا مین فراق سے صدمہ اوٹہاتے تھے تو پھر کیون خوشی خوشی جانین نہ دیدیتے۔ دوم یہ کہ جب
کشتگان کربلا صریحا یہ دیکھتے جاتے تھے کہ ہمارے بھائی بند بیٹے بھتیجے سب یکے بعد دیگرے قتل ہوگئے
تو ایسے وقت مین وہ ضرور بیعت کرکے جان بچالیتے اگر اونہین محبوب حقیقی کا فراق نہ ہوتا ایسے
ذوق وشوق سے گردنین کٹوانا اوسی ہجر کی بدولت تھا۔ سوم یہ کہ جن لوگون کو عشق الٰہی ہوتا ہی
وہ بیدل ہوتے ہین جسم کی حفاظت اور جان کا خوف اونہین کو ہوتا ہی جو ہوشیار ہون اور جو دل ہی
نرکہتے ہون اونکو دنیا سے اور مال ودولت اور اہل وعیال سے کچھہ غرض نہین ہوتی پس شہدان کربلا
ایسے عاشقان خدا تھے کہ اونہون نے شکستگی ہجر محبوب کی خوشی مین سب کو چہوڑ چہاڑ قتل ہونے کو
سر جہکادئے۔ چہارم ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ مین پہلے مرون چنانچہ ایک دوسرے سے جنگ مین
پیشقدمی کرنیکو مستعد ہوتے تھے پس خلاصہ کلام کا یہ ہی کہ تیرے پاس پہونچکر ہجر سے چہوٹ جانے کا
لطف عاشقون کو ملتا ہی وہ دنیا مین سوائے شہیدان کربلا کے اور کسی نے نہین دیکھا۔ اور ان مین
وہی خصوصیت تھی جو اوپر بیان ہوئی۔

ترک ما گر میکند رندی و مستی جان من — ترک مستوری و زہد کردہ باید اولا

(اے) ترک اگر میری جان رندی ومستی کرتی ہے — تو تجھکو پہلے پارسائی و پرہیزگاری ترک کرنی چاہئے

ترک سے معشوق مراد ہی رندی سے عبارت رنگ وحدت مین یکرنگ ہونا اور مستی سے مقصود ہستی ہی مستوری کے
معنی پارسائی اور زہد کے پرہیزگاری کے ہین۔ ترک سے پہلے حرف ندا مقدر ہی۔ اور اس شعر کا مطلب
دو طرح ہو سکتا ہی اول یہ کہ اگر میری جان مستی ورندی کرتی ہی یعنی وحدت و یکرنگی کی طالب ہی
تو اے ترک تجھکو لازم ہی کہ تو پہلے زہد و اتقا کو ترک کر بعد ازان رنگ وحدت مین بے تحاشا نہ درآ۔ دوم
یہ کہ اگر میرا معشوق رندی و مستی کرتا ہی تو اے جان سب سے پہلے تجھے ترک پرہیزگاری اور تقوی کا ضروری ہی
جو کہ تیری شان مین اولی اور انسب ہی لیکن اس دوسری صورت مین حرف ندا بجائے ترک کے

لب و دندانِ تو حقوق نمک داشت بر جانِ سینہای کباب

تیری دانت اور لب حق نمک رکھتی ہیں سینہ کباب لوگون کی جان پر

اسکا مخاطب مرشد کامل ہی اور مطلب یہہ کہ ای پیر و مرشد تیری لب و دندان گویا اون حالات و اسرار کی بیان مین پر بلاحت ہین کہ جو حالات و اسرار مقام معرفت سی تعلق رکھتی ہین چونکہ ہمنے اون سی استفاضہ کیا ہی اسواسطے ہم سینہ کباب عاشقون کی جانون پر اونکا حق نمک ہی بلالفاظ دیگر سینہ کباب لوگونکی جانون پر تیری لب و دندان کا نمک کہا یا ہی حق نمک بڑا حق سمجھا جاتا ہی یعنے ہم طالبون کی دل اوسی بیان اسرار یا سینون کی کباب اونہی لب و دندان کی نمک سی چٹپٹی ہوئی ہین۔ اس شعر مین اوس احسانکا اظہار کیا گیا ہی جو طالبان حقیقت کی اوپر مرشد کامل کا ہوتا ہی اور جسکی بار سی وہ کبھی سبکدوش نہین ہوسکتی

در میخانہ بستہ اند مگر افتح یا مفتح الابواب

دروازہ میخانہ کے بند ہین لیکن کہول ای دروازون کے کہولنی والی

میخانہ سی مراد عالم غیب ہی جو کہ شراب انوار و تجلیات سی پر ہی اور بند ہونے سے مقصود قبض واردات پس مطلب شعر کا یہہ ہی کہ دروازہ واردات کی مجہپر بند ہین ای بستہ درون کی کہولنی والی اونکو میری لئی کہولدی مفتح الابواب سے شاہد حقیقی مراد ہی نیز ممکن ہے کہ اسکا مخاطب مرشد کامل ہو یعنی ای معرفت کی مشکلات کی حل کرنیوالے اور سربستہ رازون کی معلوم کرانیوالے پیر مرشد اپنی فیض عام کے دروازہ کہولدی اور طالبون کو شراب معرفت سی خوب سیراب فرما۔

در چنین موسمے عجب باشد کہ ببندند میکدہ بشتاب

تعجب ہے کہ اس موسم مین میخانہ کو جلدی سے بند کردین۔

یہہ شعر بیت ماسبق کی توضیح ہے۔ موسم سے عبارت سالک کے جذبہ کا وقت اور میکدہ سے شراب خانہ معرفت مراد ہے اور مطلب یہہ کہ ایسے وقت جبکہ شعبہ عشق جوش پر ہے تونے شراب خانہ معرفت کو بند کردیا۔ ایسی حالت مین قبض واردات سالک کیلئے بہت سخت ہوتا ہے جبکہ جذبہ دل نہایت جوش پر ہو اس سے مقصود وہی زیادتی طلب ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور میکدہ کو بند کرنیکی شکایت بہی مرشد کو اپنی طرف مائل کرنا ہے۔

اور وہ اوس بخار اور غبار کیساتھ آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے جو بسر و دماغ کو پریشان کرتا اور دل کو پیچ و تاب
لہذا ای دوستو جلد شراب معرفت لاؤ تا کہ دل سے غبار مذکور صاف ہو جائے اور لطف طلوع تجلی آفتاب
حقیقت حاصل ہو سکے

می چکد ژالہ بر رخ لالہ المدام المدام یا احباب

لالہ کے رخ پر اولے گرتے ہین ہمیشہ کشش اے ہمدمو

ژالہ یعنی اولہ مگر یہان شبنم کا مرادف ہے۔ لالہ دل کا مرادف اسوجہ سے کہ لالہ مین سیاہ داغ ہوتا ہے
اور دل بھی قطرہ خون اپنے اندر رکھتا ہے جسکو سویدا کہتے ہین۔ یہہ شعر اول شعر کی توضیح ہے یعنی عاشق
حقیقی کے دل داغدار پر ہمیشہ ہمیشہ اولے گرا کرتے ہین اور اس ژالہ باری سے وہ ہی نقاط سحاب مقصود ہے
جو پہلے شعر مین بیان ہو چکا۔ گویا دل سالک ہمیشہ خراب و خستہ رہتا ہے اگر وہ شراب معرفت نہ پئے تو دل
شوریدہ کو تسکین بھی نہو۔

می وزد از چمن نسیم بہشت خوش بنوشید دائماً می ناب

چمن مین نسیم بہشت چلتی ہے ہمیشہ شراب خوش رنگ خوب پیو

چمن سے صحبت مرشد اور نسیم بہشت سے فیض صحبت مراد ہے مطلب یہہ کہ ای طالبو ریاحین مرشدین گویا نسیم
بہشت چل رہی ہے یعنی اوسکی صحبت کا فیض جاری ہے پس تم خوب استفاضہ حاصل کرو اور خوب
شراب خوشرنگ پیو اس سے کنایہ شراب معرفت کی طرف ہے

تخت زرین زدست گل بچمن راح چون لعل آتشین دریاب

گل نے چمن تخت زرین بچھایا ہے شراب مثل لال آتشین کر دیکھہ

ظاہرا چمن و گل کی رعایت ہے مگر باطن مین گل سے مراد مرشد کامل اور چمن سے اوسکا کاشانہ عالی
تخت زرین باعتبار رنگ کے لائے ہین جس سے فیض صحبت عبارت ہے۔ راح یعنی شراب یہان کنایہ
اوسی شراب معرفت یا فیض صحبت سے ہے اور مطلب یہہ کہ مرشد کامل نے گلزار خانہ مین اپنی ذات
عام فیض رسانی پھیلا رکھی ہے اے مخاطب تو اوس شراب کو جو لعل کی طرح
آتشی رنگت رکھتی ہے یعنی اوس سے استفاضہ حاصل کر اور معرفت الٰہی سیکھہ۔ زدست
اصل مین زدہ است ہے۔

چون سکندر حیات ار طلبی　　لب لعل نگار را دریاب

اگر سکندر کی طرح زندگی کا طالب ہی　　او معشوق کے لب لعل کو حاصل کر

مشہور ہے کہ سکندر بادشاہ ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے آب حیات کی تلاش مین تھا لہذا خواجہ صاحب فرماتے مین کہ اگر تو سکندر کیطرح ہمیشہ کی زندگی چاہتا ہے تو مرشد کامل کے لبون کلام سے حاصل کر لب لعل نگار سے کنایہ مرشد کامل کیطرف ہے۔ یعنی مرتبہ معرفت حاصل کر کے بقا بالله ہو جا۔

برخ ساقی پری پیکر　　موسم گل بنوش بادہ ناب

ساقی پری پیکر کے رخ پر　　موسم گل مین شراب ناب پی

ساقی پری پیکر سے وہی سالک طریقت مقصود ہے۔ دوسرے مصرعہ مین موسم گل سے پہلے لفظ در مقدر مانا جائے گا۔ مطلب یہ ہوگا کہ محبوب حقیقی کی یاد و تصور مین اس وقت جبکہ جذبہ شوق بہار پر ہو شراب معرفت کا جام پیا جائے۔

حافظا غم مخور کہ شاہد بخت　　عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب

اے حافظ غم نہ کھا کہ شاہد نصیب　　آخر کار چہرہ سے نقاب اٹھا دیگا

یعنی اے حافظ کچھ فکر نہ کر کبھی نہ کبھی تیرا نصیب جو معشوق صفت ہے اپنے چہرہ سے پردہ ہٹا دیگا یعنی جاگ جائے گا یا کھل جائیگا۔ اس سے مقصود شاہد حقیقی کا وصل ہونا یا طالب کا مراد کو پہونچنا ہے۔

گفتم اے سلطان خوبان رحم کن برین غریب　　گفت در دنبال دل رہ گم کند مسکین غریب

مین نے کہا کہ اے شاہ خوبان اس عاجز پر رحم کر　　جواب دیا کہ مسافر غریب نے دل کے پیچھے راہ گم کر دی

سلطان خوبان سے شاہد حقیقی جو تمام حسینوں کا بادشاہ ہے مراد ہے۔ اور مسکین غریب سے راہ فنا کا مسافر یعنی عاشق مقصود ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جب مین نے کہا کہ اے خوبون کے شاہ اس عاجز پر بھی رحم کر تو اس نے جواب دیا کہ تو نے دل کے ہاتھوں سے اپنے آپ کو گم کردہ راہ اور پریشان کیا ہے یعنی جو کچھ تو نے کیا وہ اپنے دل کے بس کیا ہے۔ رحم کی ضرورت تو اس وقت ہوتی ہے کہ جب معشوق اپنی طرف سے کج ادائی کرے۔ ظاہری معنے تو یہ ہین لیکن باطنی کے اعتبار سے اس مضمون کی خوب وضاحت نہین ہوئی لہذا صاف لفظون مین بیان کیا جاتا ہے۔ حافظ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس شعر مین

زاہدا مے بنوش رندانہ　　　　فاتقوا اللہ یا اولی الالباب

اے زاہد رندون کی طرح مے پی　　　　پس اے اہل دانش خدا سے ڈرو

اے زاہد مے محبت رندون کی طرح سے پی یعنی اسطرح کہ اوسمین ریا کی آمیزش نہو بلکہ ہر طرح سے صفائی ہو۔ زاہد اوسکو کہتے ہین کہ جو اہل دنیا سے تو ہو مگر خدا کی عبادت کرے اور رند اوسے بولتے ہین کہ جو صرف عاشق الٰہی ہو اور دنیا سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے ان دونون حالتون مین بڑا فرق ہے مطلب یہ کہ اے زاہد تو کار دنیا سے فارغ البال ہو کر بے دہڑک شراب محبت پی اور ہوشیارون کو اوس ذات حقیقی سے ڈر کر اوسکی طلب کرنے چاہیے یہان اولی الالباب سے ذی فہم لوگ مراد ہین جو مجذوبون کے برعکس ہوتے ہین واضح ہو کہ تقویٰ تین قسم کا ہوتا ہے اول مرتبہ اوسکا تقویٰ عوام ہے وہ یہ کہ کبیرہ گناہون سے پرہیز کیا جائے۔ دوم تقویٰ خواص کہ صغیرہ گناہون سے بھی بچا رہے سوم تقویٰ اخص الخواص یعنے سوائے خدا کے غیر چیز کا خطرہ کسیوقت بھی دل مین نہ لایا جائے۔

گر نشان زاب زندگی جوئے　　　　می نوشین بجو ببانگ رباب

اگر تو آبحیات کا نشان ڈھونڈھتا ہے　　　　شراب سے ڈھونڈہ رباب کی صدا پر

یعنے اگر زندگی کا نام و نشان ڈھونڈھتا ہے تو شراب معرفت سے ڈھونڈہ اور شراب معرفت کا نشہ رباب کی آواز سے حاصل ہوتا ہے چونکہ صوفیائے کرام رباب اوسنے کی آواز سے مسرور ہو کر نشۂ عرفان مین غرقاب ہوا کرتے ہین اسواسطے یہ پتہ بتلایا گیا ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہمیشہ کی زندگی چاہتا ہے تو عشق الٰہی کی شراب پی۔ کیونکہ عاشقان الٰہی ہمیشہ زندہ رہتے ہین یہ دوسری بات ہے۔ کہ وہ بظاہر فنا سے منتقل ہو کر دار بقا مین پہونچ جائین مگر اونکی حیات دائمی ہو جاتی ہے اور وہ کبھی نہین مرتے۔

خفتہ بر سنجاب شاہی نازنینی را چہ غم **گر ز خارہ و خارہ سازد بستر و بالین غریب**

سنجاب شاہی پر سونے والے نازنین کو کیا غم اگر کانٹے اور پتھر سے غریب بستر و تکیہ بنا لے

سنجاب نرم اور بہ رنگ گدے بستر کو کہتے ہیں ۔ شاید یہ بستر سمور یا نرم پوستین کا ہوتا ہوگا ۔ مطلب صاف ہے یعنی اوسی کی توضیح ہے جو پہلے دو شعروں میں بیان ہوا ۔ خلاصہ یہ کہ جو نازنین شاہی سنجاب کے نرم بستر پر سوتا ہو وہ اوس غریب کی کیا پروا کر سکتا ہے کہ جسکو کانٹوں کا بستر اور سنگ خارہ اوسکا تکیہ میسر آیا ہو اور اوسنے تکلیف میں رات بسر کی ہو پہر وہی عاشق کی بیقراری اور معشوق کی بے اعتنائی اور بے نیازی کیطرف اشارہ ہے +

اے کہ در زنجیر زلفت جای چندین آشناست **خوش فتاد آن خال مشکین بر رخ رنگین غریب**

اے محبوب تیری زلف کی زنجیر میں جا کتنے ہی آشناؤں کی ہے وہ سیاہ خال مشکین غریب سے رخ پر اچھا پڑا

مطلب یہ کہ بہت سے لوگوں کے دل تیری زلف کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں یعنی تجپر عاشق ہیں مسکین غریب یعنی عاشق کے منہ پر خال پڑنا اوسکا عشق محبت کے دام میں پہنسکر اسیر زلف ہو جانا سمجھنا چاہیے ۔ یہاں سے خواجہ صاحب اپنا حال عرض کر کے محبوب سے اوسکی بے نیازی کا جواب پالینے کے بعد جیسا کہ مذکور ہوا اب عاشقانہ محبوب کیطرف متوجہ ہوتے ہیں تا کہ اس ذریعہ سے اپنے دل نالان کو تسلی دیں ۔ چونکہ حقیقی صورتیں ان اشعار سے در پردہ کمالات شاہد حقیقی کا بیان مجازی طور پر کیا گیا ہے مگر مقصود اس سے وہی امورات ہیں جو ان اصطلاحات ظاہری سے واضح ہوتے ہیں اور اگر مرشد سے خطاب ہے تو انکو اوسکے کمالات کا بیان سمجھنا چاہیے ۔ بہر صورت الفاظ ایسے ہیں کہ ان سے کسی قسم کی مراد بلا سبب کی تاویلیں کیے ہوئے لینا مشکل ہے ۔ لیکن نکتہ دان اصحاب اور صوفیائے کرام اس سے وہی نتیجہ نکال لینگے کہ جو حافظ صاحب کا مقصود ہے ۔ چنانچہ جو پہلے عرض کر دیا گیا ہے کہ اہل معنی کو ظاہری الفاظ سے بحث نہیں ہوتی وہ ہر ایک لفظ و ہر ایک فقرہ سے اپنے موافق نتیجہ نکال لیتے ہیں لہذا اوسی پر باقی اشعار کو بھی قیاس کر لینا چاہیے +

بس غریب افتادہ است آن مور خط گرد رخت + **گرچہ نبود در نگارستان خط مشکین غریب**

بہت ہی نادر دیدہ مور جیسا تیرے خط کے گرد اگرچہ نگارستان میں خط سیاہ عمدہ نہیں ہوتا

خط سے عالم اسما و صفات اور عالم کثرت میں ذات حق کا پوشیدہ ہونا مراد ہے ۔ مطلب یہ کہ یہ خط کو جب

اپنے تصرفات مین ... سے محبوب کے محتاج یعنی شاہد وحدت سے اپنے اوپر رحم اور عنایت
کرنے کو کہا تو اوس نے یہ جواب دیا کہ تو اپنے دل کے پیچھے گم کردہ خود اور عاشق سرگشتہ ہوا ہے۔ یہ
عنایت کیا کم ہے کہ تو اہل معرفت ہو گیا جاہل سے زیادہ کسی اور رحم اور الطاف کا امیدوار ہونا چاہتا ہی
اسمین گویا ایکطرف سے طلب اور دوسری جانب سے عاشق کی تشفی دکھائی گئی ہے کیونکہ اپنا عشق بھی
تو خدا ہی دیتا ہے کیا یہ اوسکی عنایت اور نعمتوں سی زیادہ نہین ہی۔ پس اسیوجہ سے شاہد حقیقی نے یہ جواب دیا کہ
اے عاشق تو اپنے دل کے ہاتھوں گم کردہ ہو کر بہت کچھ ڈھونڈھ چکا ہے۔ اب اس کی زیادہ اور
کیا چاہے۔ فائق گو خدا کا رحم ہر حال مین بندہ پر مبذول ہوتا ہے تاہم اوس کا لطف و کرم بھی تو
بے پایان ہے تو یہ کیا ممکن نہین ہے کہ وہ اپنے بندہ کو اس سے کہین زیادہ مقبول فرمائے جتنا کہ وہ عاشق
صادق بننے سے ہو سکتا ہو۔ لیکن صورت ظاہری اور ربط کلام یہی چاہتا ہے کہ زیادتی طلب کے سوال کا
کچھ جواب ہونا چاہیے۔ پس اوس کا یہی جواب ہی کہ ہمنے تجکو ایسا دل دیا ہے جو سب سے گم ہو کر تجھے
منزل مقصود کو پہونچا رہا ہے۔ شعر کے لفظی معنی سے فورا یہ مضمون سمجھ مین نہین آتا مگر ما ہو المقصود تک پہونچکر
صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان دونوں مصرعوں کا یہی نتیجہ نکلے گا جو ہمنے عرض کیا ؛

گفتمش بگذر زمانے گفت معذورم بدار — خانہ پرورد ے چہ تاب آرد غم چندین عزیز

مین نے اوس سے کہا کہ تھوڑی دیر میری طرف کو گذر جواب دیا کہ معاف کر — ناز پروردہ ایسے غریب کے غم کی کیا تاب لا سکتے ہے

مجازی مطلب صاف ہی محتاج تشریح نہین حقیقی اعتبار سے محبوب کی بے نیازی کا مضمون ادا کیا گیا ہے
یعنی مین نے محبوب حقیقی سے کہا کہ کسی وقت تو میرے پاس بیٹھ یا میری طرف کو گذر۔ جواب دیا کہ مجکو ایسی تکلیف
سے معذور رکھ اور ایسی گستاخی مت کر کیونکہ میری ذات بے نیاز ہے۔ اور مجھے کسی کی پروا نہین ہے
جسطرح کہ ناز پروردہ لوگ غریبوں کے غم کی تاب نہین لا سکتے اسی طرح تیرا غم بھی مجھسے نہین دیکھا جائے گا۔
اسلیے کہ جو شخص بستر ناز پر آرام کرنے والا ہو اوسکو دوسرے کی کیا پروا ہوگی۔ اور ممکن ہے کہ اس شعر مین
اور نیز ما سبق مین تمام خطابات مرشد کی طرف ہون اور ان تمام سے جو بے نیازی اور لاپروائی ثابت ہی
وہ مرشد کامل طالب کو طلب معرفت کا زیادہ شوق دلانے کے واسطے کرتا ہو کیونکہ بعض طلب کیواسطے بے اعتنائی
یا بے نیازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ خوبی نہین تو طالب کو اوسکے طلب کا اشتیاق نہین بڑھے گا۔
بلکہ بجائے بڑھنے کے کم ہو جائیگا ؛

گفت حافظ آشنایان در مقام حیرت اند ۔ دور نبود گر نشیند خستہ و مسکین غریب

کہا اے حافظ آشنا لوگ مقام حیرت میں ہیں ۔ عجب نہیں ہے اگر خستہ و مسکین غریب ہو کر بیٹھے

آشناؤن سے خدا دوست لوگ مراد ہیں اور مقام حیرت وہ مقام ہے کہ اوس میں عاشق جمال محبوب کے نور سے حیران ہو کر شریعت کے امر و نواہی سے محض بے خبر ہو جاتا ہے ۔ یعنی محبوب حقیقی نے جواب دیا کہ اے حافظ جو ہمارے دوست ہیں وہ سب مقام حیرت میں پہونچ گئے ۔ اور ہمارے جمال سے متحیر ہو کر سب کچھ بھول گئے ہیں ۔ پس کچھ عجب نہیں ہے کہ تو بھی ہماری محبت میں خستہ و غریب ہو کر بیٹھے ۔ اور غمگین خاطری اختیار کرے +

آفتاب از روی او شد در حجاب ۔ سایہ را باشد حجاب آز آفتاب

آفتاب اُسکے مونہہ سے حجاب میں ہو گیا ۔ سایہ کو آفتاب سے شرمندگی ہوتی ہے

پہلے آفتاب سے معشوق مجازی ۔ اور دوسرے سے آفتاب وحدت مراد ہے ۔ مطلب یہ کہ آفتاب وحدت کے سامنے آفتاب کثرت چھپ گیا جسطرح کہ سایہ آفتاب سے چھپا رہتا ہے ۔ یعنی سایہ سورج کے مقابل نہیں آتا جب مقابل ہوگا تو سایہ نہ رہیگا +

دبست ماہ و مہر بر بندد بحسن ۔ ماہ بے مہرم چو بر بندد نقاب

اگر میرا ماہ بے مہر نقاب کو اوٹھا دے ۔ ماہ و مہر کے ہاتھ حسن سے باندھے ۔

ماہ بے مہر سے معشوق یا آشنا مراد ہے ۔ یعنی اگر میرا محبوب جو بے مہر ہے اگر چہرہ کو کھولے تو اوس کی تجلی کے سامنے چاند و سورج ہاتھ جوڑکر کھڑے ہو جائیں یا وہ حسن کی رسی سے اُنکے ہاتھ باندھ لے +

از خیالم باز نشناسد کسے ۔ گر در آغوشش ببینم شب بخواب

اگر اوسکی آغوش میں رات کو خواب دیکھوں ۔ پھر کوئی خیال میں بھی مجھے نہ پہچانے ۔

مطلب یہ ہے کہ جب میں مر کر محبوب حقیقی کی جناب میں پہونچ جاؤن تو پھر مجھے کوئی خیال میں بھی نہ پہچان سکے ۔ کیونکہ جو شخص مر چکا اور وجود سے عدم کو چلا گیا تو کوئی اوسکی صورت کو خیال میں بھی کیسے لا سکیگا نہان اوس کے آغوش میں خواب دیکھنا گویا وصال کا حاصل ہو جانا مراد ہے اور خیال کے لئے خواب کا لفظ رعایتًا لائے ہیں +

پردہ اسماء و صفات عبارت ہے تجلی ذات کے رخ پر خط کی یا او پردہ ہو گیا اگرچہ خط بعث ہو
لیکن بہت ہی نادر اور عجیب ہے کہ یہ خط حسن کی خوبی چھپانے والا ہے گو خط سیاہ نگارستان مین
چندان زیبا نہین معلوم ہوتا اور اوس پر عاشق کو اضطراب اور کشیدگی رہتی ہے +

مے نماید عکس مے در رنگ روی مہوشت — ہمچو برگ ارغوان بر صفحۂ نسرین غریب

تیرے ماہوش چہرے کے رنگ مین شراب کا عکس دکھلائی دیتا ہے — مثل ارغوانی رنگ کے پتہ کے نادر تختہ چنبیلی پر

روے مہوشت سے مقصود مشاہدہ قدرت محبوب حقیقی ہے اور مے سے معرفت مراد ہے یعنی تیرے
مشاہدہ قدرت مین معرفت کا عکس دکھلائی دیتا ہے جیسا کہ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہین ؎

بیت

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار + ہر ورقے دفتر معرفت کردگار + دوسرا مصرع پہلے کی تشبیہ تام ہے +

گفتم اے شام غریبان طرۂ شبرنگ تو — در سحرگاہان حذر کن چون بنالد این غریب

مین نے کہا کہ اے محبوب تیری طرہ شبرنگ کی شام غریبان — صبح کیوقت پرہیز کر جب یہ غریب روے

شام غریبان سے ابتدای شب مراد ہے اور طرۂ پیشانی کے بالون کو کہتے ہین۔ مگر یہان جذبہ لطف الٰہی
کیطرف اشارہ سمجھنا چاہیے۔ شبرنگ اوسکی تمثیل ہے۔ سحرگاہان سے آخر شب یا ابتدا صبح تصور کرنا چاہیے
لیکن یہان التماس جذبہ کیطرف کنایہ ہے کیونکہ سالک اوسوقت واویلا شروع کرتا ہے۔ اور یہانتک روتا
ہے کہ قریب مرنے کے ہوجاتا ہے۔ یعنی مین نے محبوب حقیقی سے کہا کہ اے محبوب تیرا طرۂ شبرنگ
غریبونکے واسطے شام اور تیرے موئے سیاہ سکینونکے تئے آرام دہ ہین۔ صبح کے وقت جبکہ جذبہ عشق
حد کو پہونچتا ہے اور عاشق سہو کی حالت مین گریہ و زاری اور واویلا کرنے لگتے ہین تو تو اونکی موت سے
پرہیز کر کہ وہ حالت ناکامی مین بلا منزل مقصود تک پہونچے ہوے ضایع نہوجاوین یعنی مرنجاوین +

باز گفتم ماہ من آن عارض گلگون مپوش — ورنہ خواہی ساخت ما را خستہ و مسکین غریب

مین نے پہر کہا کہ اے میرے چاند اوس رخسار گلگون کو نہ چھپا — ورنہ تو مجھے خستہ حال مسکین غریب بنائے گا

یعنی مین نے محبوب سے پہر کہا کہ تو اپنے چاند سے رخسار کو مجھسے پوشیدہ نکر یعنی مجھے اپنا جلوہ حسن
دکہا۔ ورنہ مین عاشق پریشان حال یہ سمجھونگا کہ تو مجھے اپنی محبت سے باز رکھنا چاہتا ہے۔
صداقت ظاہر ہے کہ جب عاشق کو محبوب کی صورت دیکھنے کو نہ ملے گی تو وہ بہت بیکس اور غریب
ہوجائے گا +

شراب پینے سے یہ دو صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اوسکی آتش اشتیاق کو تیز کرے دوسرے یہ کہ شراب سے منع کرنا تو درکنار بلکہ بجائے پانی کے بھی اوسکی آگ پر شراب چھڑکے

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن — ترکِ ترکانِ ختا نبود صواب

اے حافظ وعظ و نصیحت کر مگر — ترکانِ ختا کا چھوڑنا ٹھیک نہیں

پہلے مصرع کا مکن دوسرے مصرع کے ترک سے متعلق ہے یعنی ترک مکن۔ مطلب یہ کہ اے حافظ تو وعظ و نصیحت جتنی بھی چاہے کئے جا مگر عشق عاشقی کے سلسلہ کو نہ چھوڑ۔ ترکانِ ختا سے معشوق مراد ہیں۔

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب — کہ آمد ناگہان دلدارم امشب

اللہ اللہ کیا دولت آج کی شب مجھکو ملی ہے — کہ یکایک میرا دلدار آیا

ظاہری مطلب صاف ہے لیکن حقیقی اعتبار سے شب اصطلاح صوفیہ کرام میں عالم غم کو کہتے ہیں کہ یہ حالت فراق سمجھنی چاہئے۔ یعنی مجھکو عالم غم میں عجب دولت ملی کہ میں نے دفعتہ مشاہدہ محبوب حقیقی کا کرلیا۔

چو دیدم روئے خویش سجدہ کردم — بحمد اللہ نکو کردارم امشب

جب میں نے اوسکا چہرہ نورانی دیکھا سجدہ کیا — شکر خدا کہ آج کی شب میں نیک کردار ہوں

نہال عیشم از وصلش برآورد — ز بخت خویش برخوردارم امشب

میرے عیش کا درخت اوسکے وصل سے بار آور ہوا — اپنے نصیب سے آجکی رات میں نے پھل کھایا

یہ دونوں شعر مطلع کی توضیح ہیں۔ یعنی جب مجھے حالت ذوق میں محبوب حقیقی کا مشاہدہ حاصل ہوا تو میں نے شکر کا سجدہ کیا۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ میں نے اوس کو سجدہ کیا اور خدا کا شکر ہے آجکی رات نکوکار ہو گیا۔ یعنی میرا کام ٹھیک ہو گیا اور میرا نصیب بار آور ہوا۔ نصیب سے پھل کھایا یعنی مراد کو پہونچا۔

کشد نقش انا الحق بر زمین خون — چو منصور ار کشی بر دارم امشب

خون میں سے اوبھرا انا الحق کا نقش بنائے — جو آجکی شب تو مجھے منصور کی طرح دار پر کھینچے

منصور عارف کامل اور فنا فی اللہ ولی تھا۔ مشہور ہے کہ جب اوس کو انا الحق کہنے پر سولی دی گئی۔

زاہدان مستو مستان بی شکیب خانقہ معمور درویشان خراب

معشوق گوشہ نشین اور مست بے صبر خانقاہ آباد اور درویش لوگ خراب

معشوق سے مراد معشوق حقیقی ہے جو ظاہری نظروں سے پوشیدہ سمجھا جاسکتا ہی اور مست اوسکے عاشق سمجھنے چاہئیں جو ہمیشہ بے صبر رہتے ہین ۔ خانقاہ زاہدون کا عبادتخانہ ۔ اور درویش اہل معرفت ۔ خلاصہ یہ کہ خدا کے مست درویش صوفی لوگ خراب عشق اور بے صبر رہتے ہین ۔ زاہدون کا خانقاہ آباد ہے اسواسطے کہ وہ اوس مین عبادت کرتے ہین ۔ اور مستون کی طرح خراب حال نہین پھرتے

خون دل در جام دیدم از سرشک آبرو بربا ددادم از شراب ✦

خون دل سرشک کیوجہ سے مین نے پیالہ مین دیکھا شراب سے اپنی آبرو برباد کردی ✦

شراب سے مراد شراب شوق ہے سرشک آنسوئونکو کہتے ہین ۔ مطلب یہ کہ مین نے کثرت گریہ سے دل کا خون شراب کے پیالہ مین دیکھا یعنی اوس مین بھی ایک قطرہ گرپڑا اور شراب شوق کی اپنی ظاہری حیثیت کو برباد کردیا کیونکہ جو لوگ شراب معرفت پی لیتے ہین اون کو ظاہری آبرو کی کچھ بحث ہی نہین رہتی ✦

از برائے بادہ مے باید زدن محتسب را حد وبجد وحساب

شراب کے لئے مارنا چاہئے محتسب کو بے حد وحساب

بادہ سے شراب طہور مراد ہے اور محتسب سے مقصود نفس ۔ بجد وحساب کے معنے ازل سی ابد تک کے ہین ۔ مطلب یہ کہ سقاھم ربھم شرابا طھورا کے اعتبار سے اپنے نفس کو ابتدا سے انتہا تک مارنا چاہیئے ۔ یعنی جس سے نفس امارہ نہ مریگا تو وہ قیامت کے روز شراب طہور پینے کا مستحق نہوگا ۔ شراب طہور تو خدا کے خاص بندون کے واسطے ہے ✦

نور مستان گر بداند محتسب در دمد از می بشانش در آتش آب

اگر مستونکے نور کو محتسب سمجھ جاوے اوسیوقت شراب سے اوسکی آتش کو پانی چھڑکے

یعنی اگر محبت کے مستونکا نور اشتیاق محتسب کو معلوم ہوجاوے تو اوسکی سوزش پر بجائے پانی کے شراب چھڑکے اور اوسکا مانع ہو چونکہ شراب آگ کو بھڑکاتی ہے اس سبب سے

زکوٰۃ بھی اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالی۔ رہی یہ بات کہ اس زکوٰۃ کی نوعیت کیا ہوگی یہ اپنی اپنی فکر اور ہمت پر منحصر ہے اور مجازی طور پر بوسہ بھی زکوٰۃ ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ وصل بھی لیکن حقیقی اعتبار سے عاشق زکوٰۃ حسن یعنی وصال کا خواستگار ہے اور رہتا ہے کہ اوسکا مستحق ہوں یہاں محبوب سے شاہد حقیقی اور مرشد کامل دونوں مراد ہو سکتے ہیں شاہد حقیقی کے مراد لینے میں وصل اور مرشد کی مراد لینے میں فیض سلوک زکوٰۃ تصور کرنے چاہئیں ؀

می‌ترسم که حافظ محو گردد ازین شوری که در سر دارم امشب

ڈرتا ہوں کہ حافظ محو ہو جائے گا اس شور سے کہ میں آج رات سر میں رکھتا ہوں

اس مقطع میں لفظ حافظ کو بجائے متکلم کے صیغہ واحد غائب میں رکھا گیا ہے مگر ایسی حالت میں سمجھنا چاہئے کہ حافظ سے خود حافظ صاحب کا دل مراد ہے یعنی حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرا دل اس شور (جذبہ) سے محو ہو جائے کہ جو میں اپنے سر میں رکھتا ہوں۔ جذبہ سے جذبۂ محبت تصور کرنا چاہئے ؀

صبح دولت میدمد کو جام همچون آفتاب فرصتی زین به کجا باشد بده جام شراب

صبح دولت نکلتی ہے کہاں وہ جام مثل آفتاب کے اس سے بہتر فرصت کونسی ہوگی جام شراب لا ؀

صبح دولت سے اشارہ اوس وقت اور حالت کیطرف ہے کہ جو سالکان کو پیش آتی ہے۔ اور جب اون پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو گویا صبح کیطرح غفلت کی ظلمت دور ہو کر موافق استعداد کے کشف حقائق ہونا شروع ہوتا ہے۔ جام مثل آفتاب سے دل سالک مقصود ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ وقت اور حال جو کہ مشاہدات اور تجلیات الٰہی کا مقتضا ہے صبح کیطرح عارف پر نمودار ہوتا ہے وہ دل کہاں ہے کہ اس دولت کے قابل ہو۔ یا مرشد کامل کسجگہ ہے کہ اوس کے طفیل میں یہ دولت میسر ہو جائے پس گویا وہ دل مرشد کو حاضر وقت پاکر اپنا عرض حال کرتا ہے کہ اے مرشد اس سے بہتر کونسا وقت شراب معرفت پلانے کا ہوگا لہٰذا تو اون فیوضات کو جو تجھمیں ودیعت رکھے ہیں ظاہر کر اور اپنے مریدوں کو فیض پہونچا تاکہ ہم لوگ سب تیری بدولت منزل مقصود تک پہونچ جائیں ؀

خانه بی تشویش و ساقی یار و مطرب بذله گو موسم عیش است و دور ساغر و عهد شباب

خانہ بےفکر اور ساقی یار مطرب ترانہ گو ہے عیش کا موسم ہے ساغر کا دور شباب کا زمانہ

تو جو قطرے اوسکے خون کے گرے اونسے بھی انا الحق کا ہی نقش زمین پر بنا یہ اوسکے جذبہ کی صفت تھی لہذا حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ آجکی رات مجھپر ایسا جذبہ شوق طاری ہی کہ اگر مجھکو سولی پر چڑھا دیا جاے تو منصور کی طرح میرے خون سے بھی زمین پر انا الحق کے نقش بننے لگین یعنی مین نے اپنے آپ کو آجکی رات محبوب حقیقی کے شوق مین اتنا ہی گم کردیا ہی کہ جتنا منصور نے اپنے آپ کو گم کردیا تھا +

برات لیلۃ القدرے بجستم   رسیدہ طالع بیدارم امشب

لیلۃ القدر کی خوشی میرے ہاتھ آئی ہی   آجکی شب میرے طالع بیدار ہے

لیلۃ القدر سال مین سے ایک رات ہی کہ جسمین جمال الٰہی کی تجلی اپنے مشتاق بندونکے حال کیطرف متوجہ ہوتی ہے یعنی اونکی سمجھون اور ذہنون مین کشادگی کرکے ادراک کو تیز کرتی ہی - غرضکہ یہ رات سال کی تمام راتون سے بڑی بابرکت ہے اور اسکی عبادت ہزار مہینونکی عبادت کی برابر ہے + لیکن یہ تحقیق نہین ہوکہ وہ رات کونسی ہے بعض کا خیال ہے کہ شعبان کی پندرہوین شب ہی بعض کہتے ہین کہ رمضان کے آخر عشرہ مین باعتبار طاق کے وہ رات آتی ہی - زیادہ خیال ستائیسوین کیطرف ہی - مگر شک یہان بھی باقی رہتا ہے بعض اسپر متفق ہین کہ آخری عشرہ رمضان مین طاق تاریخون یعنی ۲۱ و ۲۳ یا ۲۵ و ۲۷ و ۲۹ وغیرہ مین سے کوئی رات ہوگی - بہرحال حافظ صاحب کا یہ مطلب ہی کہ آجکی رات میرا نصیب جاگا یعنی مجھے جمال محبوب دکھلائی دیا تو یہ رات مجھے لیلۃ القدر کی برابر ہی کیونکہ ویسی رات کا سا ثواب اور انبساط حاصل ہوگیا +

بران عزمم کہ گر خود میرود سر   کہ سرپوش از طبق بردارم امشب

اس ارادہ مین ہون کہ اگر میرا سر جاوے   لیکن طباق پر آجکی شب سرپوش اوتار دون

طباق پرسے سرپوش اوتار دینا یعنی حال کہولدینا - یعنی مجھے اتنا جوش خوشی اور انبساط کا ہی کہ چاہے جان جاتی رہی مگر اسرار کو اظہار کرڈالون - اسرار سے مراد اسرار عشق حقیقی ہین کہ جسکو سالک کبھی ظاہر نہین کرتا مگر حافظ صاحب حالت خوشی مین اونکے ظاہر کرنے پر بھی آمادہ ہین +

تو صاحب نعمتی من مستحقم   زکوٰۃ حسن دہ حق دارم امشب

تو صاحب نعمت ہے مین مستحق ہون   آجکی رات حسن کی زکوٰۃ دے کہ مین حق رکھتا ہون

صاحب نعمت پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہی - چونکہ حسن بھی خدا کی نعمتون سے ایک بڑی نعمت ہی لہذا حسین کو چاہیے

از خیال لطف می مشاطۂ چالاک طبع — در ضمیر برگ گل خوش میکند پنہان گلاب

لطف مے کے خیال سے مشاطۂ چالاک طبیعت — پھول کی پنکھڑی میں گلاب کو خوب چھپاتی ہے

یا تو مشاطۂ چالاک طبع سے صبا مراد ہے کہ جو عروسان چمن کی مشاطگی کرتی ہے یا مشاطۂ چالاک طبیعت کی صفت ہے جو اجسام کو درجۂ کمال پر پہونچاتی ہے۔ یعنی گلاب کی لطافت شراب میں سمجھ مینا پر کام طبیعت کی چالاکی کا ہے اور ممکن ہے کہ صبا کو اس چالاکی کا فاعل قرار دیا جائے یعنی صبا یا طبیعت گلاب کو گل میں پوشیدہ کر دیتی ہے۔ مگر بہ اعتبار حقیقی اس شعر کا اور مطلب ہے۔ اس صورت میں خیال کی رخ کو زبر سے پڑھینگے جسکے معنے قصد کے ہیں مے سے کنایہ ذات باری کیطرف ہوگا۔ اور مشاطۂ چالاک طبع استعداد سالک مراد ہوگی۔ اور گل سے اوس کا دل۔ برگ گل سے اُسکے مقامات میں کوئی مقام مقصود ہوگا جو سالک کی استعداد اور ارادہ لطیف کا محرک ہوتا ہے۔ اور ازروے عشق درویش کامل کے اندر پوشیدہ کرتا ہے۔ پس اسطرح شعر کا مطلب یہ ہو جائےگا کہ استعداد سالک مشاہدہ ذات باری میں مصروف کرتی ہے مگر ارادہ لطیف جو ہر وقت اوسکا تحریک کنندہ ہے اوسکو اوبھارے رہتا ہے اور تمناے عشق سالک کے دل میں اچھی طرح پوشیدہ کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اوسکا دل کسی وقت محبت الہی سے سیر نہیں ہونے پاتا۔

از پے تفریح طبع و زیور حسن و طرب — خوش بود ترکیب زرین جام با لعل مذاب

طبیعت کی تفریح کیواسطے اور حسن و طرب کے زیور کیواسطے — زرین جام میں سرخ شراب کا اچھی ترکیب ہے

تفریح طبع یعنی خوش طبعی یعنی دل سے غم و فکر کا دور ہو جانا۔ زرین جام سے دل سالک کیطرف اشارہ ہے لعل مذاب شراب سرخ یا انگوری شراب کو کہتے ہیں جس سے یہاں بیان اسرار عشق و حقیقت مقصود ہے جو مرشد اپنے مریدوں سے بیان کرتا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ تفریح طبع یا آرایش حسن طرب کے واسطے دل سالک کا اسرار و حقایق سے مملو ہونا اور اونکو سننا سمجھنا اچھا اس سے بہتر اوسکے لئے کوئی اور تفریح نہیں ہو سکتی۔

تا شد آن مہ مشتری دُرہای حافظ را بگوش — میرسد ہر دم بگوش زہرہ گلبانگ رباب

جبکہ وہ ماہ دُرہاے حافظ کا کانوں سے خریدار ہوا ہے — ہردم زہرہ کے کان میں باجے کی آواز پہونچتی ہے

خارجے سے تشویش سے سالک کا وجود ظاہری مراد ہے جو تعلقات دنیا سے بے فکر ہوتا ہی ساقی اور مطرب دونون لفظون سی مرشد کامل کیطرف اشارہ ہی اسلئے کہ مختلف صفات کیوجہ سی یہ دونون نام اوسکے ہوسکتے ہین ۔ مثلاً باعتبار بیان اسرار کے جس سے طالب کو وجد و سرور ہوتا ہی مرشد کو ساقی کہہ سکتے ہین اور بلحاظ دلداری اور بندگی بیان حقایق ہین اوسی کو مطرب کے نام سے بھی نامزد کر سکتے ہین ۔ بذلہ سی عبارت وہی بیانات حقائق ہین ۔ اور دوسرے مصرع مین موسم عیش سے ہنگام دریافت مشاہدات سے و ساغر سے فیضان صحبت ۔ عہد شباب سی زیادتی کمال مقصود ہین یہ شعر مطلع کے تحت مین ہی ۔ اور مطلب یہ ہی کہ ایسے وقتمین جبکہ تمام دنیا کی باتونسے بے تعلقی ہی ۔ اور مرشد کامل یادی یعنی تمام حالات معارف و حقایق سے آگاہ کرتا ہی تو اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ کے حکم سے اپنے پروردگار کی دی ہوئی نعمتونکا بیان کرکے دوسرون کا اشتیاق بڑہا ۔ اس شعر مین حصول مرادات کا اظہار ہی ۔ اور گویا خود انہی باتونکو بیان کیا گیا ہی ۔

شاہد و ساقی بدست افشان و مطرب پاے کوب
غمزہ ساقی ز چشم مے پرستان بردہ خواب

معشوق اور ساقی ہاتھ جہاڑنیوالا اور مطرب پیر کوٹنیوالا ہوا
ساقی کا غمزہ مے پرستونکی آنکھ سے نیند لے گیا

شاہد ساقی ہی سالک اور مطرب سی طالب حقیقت مراد ہی مگر مصرع ثانیہ مین ساقی سے مرشد کامل مقصود ہی ۔ مے پرستون سے اشارہ طالبان معرفت کیطرف ہی ۔ اور مطلب صرف اتنا ہے کہ جب مرشد کامل نے بیان معارف و حقایق مین کمی کی تو طالب لوگ ہاتھ جہاڑتے پاؤن پیٹتے پھرتے تھے اور بادہ خواران محبت کی آنکھونسے فکر کے سبب نیند نکلگئی ۔ شعر ہذا مین مرشد کی کم توجہی پر طالبونکی بیقراری کا بیان ہے ؛

خلوت خاص است و جاے امن و نزہتگاہ انس
اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

خلوت خاص ہی اور امن کی جگہ انسان کیلئے نزہت کا مقام
الٰہی جو کچھ مین دیکھ رہا ہون بیداری ہی یا خواب

خلوت خاص سی مرشد کی خاص صحبت مراد ہی اور اسکو امن کی جگہ اسلئے فرمایا کہ وہانپر نفس یا دستہ شیطان سکا خوف نہین ہوتا نزہتگاہ انس اس خلوت خاص کی صفت ہے کہ اتحاد مین وحشت نہین ہوتی ۔ اتحاد سی انسی اور روحانی مقصود ہی اور وحشت سی مغایرت ۔ پس مطلب یہ ہی کہ جب مجھے مرشد کی خلوت خاص مین کسی سو کچھ کھٹکا نہین ہے نصیب ہی اور ساتھ اسکے وہ خلوت نزہتگاہ انسان بھی ہی تو اوسکی خوشی مین فرماتے ہین کہ یا اللہ مین خواب دیکھ رہا ہون ۔ یا یہ بیداری کی حالت ہے کہ جو مجکو ایسی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہو رہی ہے ؛

جو نہار اور باغ وغیرہ کی رعائتیں ظاہر ہیں۔

بحسن عارض و قد تو بردہ اند پناہ — بہشت طوبی و طوبی لہم و حسن مآب

تیری رخسار اور قد کو حسن ہی جو پناہ مانگتی ہیں — بہشت اور طوبے اونکے لئے اچھا ٹھکانہ ہے

یعنی جو عارفان کامل کہ تیرے عارض اور قد کی پناہ میں ہیں اونکے لئے بہشت اور طوبی کا ٹھکانہ اچھا ہے عارض کی علیت کے لئے بہشت اور طوبے کے واسطے قد آیا ہے۔ مقصود اسکا عشق الہی کرنے کے بہشت میں داخل ہوتا ہے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جن عاشقان صادق نے تیرے عارض اور قد کے حسن نے پناہ مانگی یعنی مرگئے وہ داخل بہشت ہوئے۔ اور طوبے کے نیچے سیر کنان ہیں۔

بہار شرح جمال تو دادہ در ہر فصل — بہشت ذکر جمیل تو کردہ در ہر باب

بہار نے ہر فصل میں تیرے جمال کی شرح کی — بہشت نے ہر باب میں تیری خوبصورتی کا ذکر کیا

یعنی یہ فصل بہار تیرے ہی جمال کی شرح ہے۔ اور باغ بہشت تیرے اوصاف و اخلاق کے حسین کا نمونہ ہے۔ مطلب یہ کہ یہاں دنیا میں بھی تو ہی ہے اور وہاں عقبی میں بھی تیرا ہی جلوہ ہوگا۔

لب دہان ترا اے بسا حقوق نمک — کہ ہست بر جگر ریش سینہ ہای کباب

ای (مرشد) تیرے لب دہن کے بہت حقوق نمک ہیں — دل ریش اور سینہ کباب لوگوں پر

یہ شعر اکثر نسخوں میں اسجگہ نہیں ہے۔ لیکن بجنسہ اسی قسم کا مضمون اس سے پہلے ؎ لب و دہان تو حقوق نمک ؎ داشت بر دل ہای سینہ کباب ؎ میں آچکا ہے اور ہم اوسکی شرح بھی موقع پر لکھہ آئے ہیں۔ چونکہ مطلب وہ تو ایک ہے اسلئے دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ناظرین اس سے قبل کی یہی غزل میں ملاحظہ فرمالیں ؎

بسوخت این دل و بکام دل نرسید — مدام اگر برسیدی نریختی خوناب

یہ ہمارا دل جل گیا اور دل مقصد پر نہ پہونچا — اگر ہمیشہ پہونچتا تو خوناب نہ بہتا

یعنی یہ ہمارا بے استعداد دل آتش ہجر میں جل گیا اور دلی مقصد پر کہ جس سے شہادت مقصود ہے نہ پہونچا یہ ترقی پر ضرور پہونچ جاتا اگر آنکھوں سے اشک گرا کر عشق کا حال ظاہر نہ کرتا۔ جو جب شہادت کا وہ بل استحقاق ہی جو راز عشق کسیطرح اظہار نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ دل کو

شاعرانہ رعایتین مہ مشتری اور زہرہ ہین دُر بارے حافظ سے مقصود اشعار حافظ ہین اور انکو گوش نے لفظ کو
نسبت ہی۔ ماہ سے مراد معشوق مجازی یا مرشد کامل یعنی جب سے کہ مرشد کامل یا محبوب مجازی
حافظ کے اشعار کو کان دیکر سنتا ہے تب سے زہرہ کے کان مین ہر وقت رباب کی نازک آواز
پہونچتی رہتی ہے۔ ماہ سے مجازی صورت مین معشوق مجازی اور حقیقی مین مرشد کامل مراد لین گے۔
لیکن اس مقطع مین زیادہ تر شاعری کی خوبی ہے اور کوئی ایسا پیچدار مطلب نہین کہ جسکے واسطے
صاف الفاظ کو استعارات کی کھینچ تان مین ڈالا جائے

ز باغ وصل تو یابد ریاض رضوان آب ۔ ز تاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب

تیرے وصل کے باغ سے باغ جنت کو پانی ملے ۔ تیرے ہجر کی حرارت سے دوزخ کی آنچ کو گرمی پہونچی

اس شعر مین صرف معشوق کے وصل اور ہجر کی تعریف ہے اسلئے اگر معشوق سے ہر دو قسم میں کوئی
معشوق مراد لے لین تو شعر کے مطلب مین کوئی فرق نہین آتا یعنی تیرے باغ وصل کے سبب سے
رضوان کو پانی ملتا ہے ٹھنڈک پہونچتی ہے۔ اور ہجر کی حرارت سے دوزخ کی گرمی بھی پناہ مانگنے
لگے گی۔ وصل ایسا اچھا ہے اور ہجر اتنا برا۔

ز چشم من ہمہ شب جوی بار باغ بہشت ۔ خیال نرگس مست تو بیند اندر خواب

میری آنکھ تمام رات نہر جویبار بہشت کے ہے ۔ خیال تیری نرگس مست کا خواب مین دیکھتی ہے

یعنی جسطرح کہ میری آنکھ تیری نرگس مست کا خیال خواب مین دیکھتی ہے اسی طرح جویبار بہشت بھی
اسکے خیال مین رہتی ہے۔ مگر چونکہ جویبار کو نیند نہین آتی پس وہ نرگس کے خیال کو کیسے خواب مین
دیکھہ سکے گی۔ اس کا ایک نسخہ در چشم بھی ہے لیکن اس صورت مین جویبار باغ بہشت خبر اول
اور مصرع ثانی اسکی خبر دوم مقصود ہوگی اور لفظ جویبار کو بذریعہ حذف کے رابطہ صفت دیا جائیگا
اور مطلب یہ ہوگا کہ میری دونوں آنکھیں کثرت گریہ سے جویبار باغ بہشت بنی رہتی ہین جبکہ
تیری مستانہ نرگس کا خیال خواب مین لاتی ہین۔ مخفی نرہے کہ جویبار اور نرگس کو یہ مناسبت
بھی ہے کہ باغمین نرگس کی کیاریوں کے چارون طرف پانی کی نالی دوڑاتے رہتے ہین تاکہ وہ سکے
پھول کا عکس پانی مین پڑکر لطف دوبالا کرے۔ اس اعتبار سے خیال کا لفظ بفتح خا پڑھنا صحیح ہوگا
کیونکہ اس خیال کے معنے نقش یا عکس کے ہین۔ دوسری صورت خواب و خیال۔ چشم اور نرگس کی

تو وہ کسی مین بھی نہین یعنی سب کچھ فانی ہی - اس اعتبار سے اگر وہ اون چیزونمین ہوتا تو فنا ہوتا لیکن چونکہ وہ باقی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سب مین وہ ہی ہے اور پھر کسی مین بھی نہین - ؎

نصیحتے کنمت یاد گیر و در عمل آر — کہ این حدیث زپیر طریقتم یاد است

مین تجھے نصیحت کرتا ہون یاد کر اور اسپر عمل کر — کہ یہ بات مجھے پیر طریقت سے پہونچی ہے

مذکورہ بالا شعر کے تحت مین ہی یعنی ای مخاطب مین تجھے جو کچھ بتلا رہا ہون یہ نصیحت تجھ مرشد کامل کی ہی کہ خدا سب جگہ ہے اور پھر لطف یہ کہ کہین بھی نہین یہ وحدانیت کا اشارات مین جو مجھے پیر نے تلقین کئے ہین -

مجو درستی عہد از جہان سست نہاد — کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است

دنیائے سست نہاد سی درستی مت ڈھونڈ — کہ یہ بڑھیا ہزار خصمونکی جورو ہے

یعنی دنیا کی عہد کا اعتبار نہ کر اوس سی درستی وجود ڈھونڈھ کیونکہ آج کسی کے ساتھ عہد پورا نہین کیا کبھی کسی کے موافق ہوتی ہی - اور کبھی کسی کے - اگر وفادار ہوتی تو صرف ایک ہی شوہر پر قناعت کرتی ؎

چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست خراب — سروش عالم غیبم چہ مژدہا داد است

تجھسے کیا کہونکہ کل مست خراب میخانہ مین — سروش عالم غیب نے مجھے کیا خوشخبری سنائی

میخانہ سی مراد منزل حقیقت اور مست خراب سی متکلم مضمون مقصود ہی یعنی حافظ صاحب کہتے ہین کہ ای مخاطب مین جسوقت مست وخراب حال تہا تو تجھسے کیا کہون کہ جو مژدہ جانفزا میرے پاس عالم غیب سے پہونچا ہے اور وہ مژدہ یہ ہی

کہ اے بلند نظر شاہباز سدرہ نشین — نشیمن تو نہ این کنج محنت آباد است

کہ ای بلند نظر شاہباز سدرہ کی رہنے والے — تیرا نشیمن اس کنج محنت آباد مین نہین ہے

ترا ز کنگرہ عرش میزنند صفیر — ندانمت کہ درین دامگہ چہ افتاد است

تجھے کنگرہ عرش کیطرف بلاتے ہین — مین نہین جانتا کہ اس جال مین پہنسنے کا کیا اتفاق ہوا

یعنی مجکو عالم غیب سے فرشتہ نے ندا دی کہ ای شاہباز بلند نظر اور سدرہ کی رہنے والی تو اس دنیا ہی فانی کو اپنا نشیمن مت سمجھ یہ تیرے رہنے کی جگہ نہین ہے بلکہ تجھے گروہ ملائکہ تو عرش کے کنگورونکیطرف بلانے کیلیے آواز دیتے ہین - یہان اس آیت کریمہ کیطرف اشارہ ہی واللہ یدعوا الی دار السلام اور اللہ تجھ کو دار السلام کیطرف بلاتا - دار السلام سے مراد بہشت ہی ... اللہ تجھکو بہشت مین بلاتا ہی اور تیرے لئے وہان سب سامان طیار ہین مین نہین سمجھتا کہ دنیا مین تجھے کیا چیز پسند آئی ہے کہ جو تو اوسکا فریفتہ ہو رہا ہے ؎

پھر مجھ کو رونا نہیں چاہئے تھا ✦

گمان مبر کہ بدور تو عاشقان مستند — خبر نداری زاحوال زاہدان خراب

گمان نہ کر کہ تیرے دور میں عاشق مست ہیں — کیا خراب حال زاہدوں کی تجھے خبر نہیں ہے

یعنی تو یہ گمان نہ کر کہ تیرے عہد میں عاشقان ہی مست ہیں بلکہ زاہد بھی خراب حال ہو رہے ہیں خلاصہ یہ کہ کچھ عاشقوں ہی پر مستی موقوف نہیں ہیں جو کوئی تیرا عشق کریگا وہ خراب ہو جائیگا ۔ خراب بمعنی مست آیا ہے ۔

مرا بدور لبت شد یقین کہ جوہر لعل — پدید میشود از آفتاب عالمتاب

تیرے لب کے عہد میں مجھے یقین ہوا کہ گوہر سرخ — آفتاب عالمتاب سے پیدا ہوتا ہے

تمام معدنی اشیا اور جواہرات کی پیدایش کا سبب سورج ہے اور شاعروں کا قاعدہ ہے کہ معشوق کے رخ کو آفتاب سے اور لب کو لعل سے تشبیہ دیا کرتے ہیں لہذا حافظ صاحب بطور تجاہل عارفانہ فرماتے ہیں کہ مجھی اس سے پہلے یقین تھا یا نہ تھا کہ سورج سبب سے لعل و جواہر پیدا ہوتے ہیں مگر تیرے لب سرخ اور رخ روشن کو دیکھکر یقین کلی ہو گیا کہ ضرور آفتاب ہی پیدایش لعل کا سبب ہے کیونکہ تیرے روئے روشن کے نیچے لب لعل نمایان ہیں ✦

مہل کہ عمر بیہودہ بگذرد حافظ — بکوش و حاصل عمر عزیز را دریاب ✦

اے حافظ سستی نہ کر کہ عمر فضول گذر جاوے — کوشش اور حاصل عمر عزیز کو پا ✦

گویا حاصل عمر عزیز مرتبہ عرفان ہے لہذا مطلب یہ ہے کہ اے حافظ سستی نہ کر اور عمر عزیز سے دولت معرفت حاصل کرنیکی کوشش کر کیونکہ زندگی ہی میں انسان کچھ کر سکتا ہے مر کر کمال حاصل کرنیکا موقع نہیں رہتا ✦

بیا کہ قصر امل سخت سست بنیاد است — بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر باد است

آ کہ قصر زندگی بہت سست بنیاد ہے — شراب لا کہ عمر کی جڑ ہوا پر ہے ✦

یعنی انسان کے جسم کی بقا نیک افعال سے نہ ہو نہ عبادات ظاہری پر منحصر ہے لہذا مطلب ہوا کہ ظاہری عبادتوں پر مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ شراب محبت الہی پینی لازم ہے اسلئے کہ انسان کی عمر مثل حباب بر آب ہے اور جو کچھ فرصت ملے اس کو غنیمت سمجھکر شاہد حقیقی کیطرف لو لگانا ہے ✦

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود — ز ہر چہ رنگ تعلق پذیر آزاد است

میں اوسکی ہمت کا قائل ہوں کہ نیلے آسمان کے نیچے — جس کسی رنگ سے تعلق قبول کیا آزاد ہے

یہ شعر خدا کی وحدت کے بارہ میں ہے کہ جتنی چیزیں اس نے آسمان نیلگوں کے نیچے پیدا کیں ہیں سب میں اوسیکا رنگ ہے یعنی جدھر دیکھو

بکام تا نرساند مرا لبش چون نای ٭ نصیحت ہمہ عالم بگوش من باد است

جب تک لب اوسکا مجھی بانسلی کیطرح مقصود نہ پہونچاوے ٭ تمام جہان کی نصیحت میرے کان مین ہوا کیطرح ہے

یعنی جسوقت تک کہ اوسکا لب مجھے کامیاب نکرائے یعنی بوسہ نہ دے اوسوقت تک اگر تمام جہان بھی مجھے نصیحت کرنے تو وہ نصیحت کان مین ہوا کیطرح ہوگی۔ تا معلوم ہو کہ جب بانسلی بجانا چاہتے تو پہلے اوسے مونہہ چوماتے ہین تب طرح طرح کے نغمات اوس سے صادر ہوتے ہین بلا مونہہ لگائے بانسلی نہین بج سکتی ٭

میان او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ ٭ دقیقہ ایست کہ ہیچ آفریدہ نکشاد است

درمیان اوسکے خدا نے زیست سے پیدا کیا ہے ٭ یہ باریکی ہے کہ کوئی مخلوق نہین جان سکتا

میان سے کنایہ اوس رمز اور رابطہ کیطرف ہے کہ جو طالب اور مطلوب کے درمیان ہوتا ہے دقیقہ کے معنی باریکی کے ہین کہ جسکا سمجھنا مشکل ہو۔ پس مطلب یہ ہے کہ جو کچھ رابطہ ہمسے اور محبوب سے ہے اوس کو کوئی نہین سمجہہ سکتا کیونکہ وہ ایک باریکی ہے جسکا تعلق زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم عالم اطلاق سے عالم تعین مین کیون آئے ہین اور ہمسے اور ہماری اصل سے کیا رابطہ ہے۔

گدای کوی تو از ہشت خلد مستغنی است ٭ اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد است

تیرے کوچہ کا فقیر آٹھون بہشتون سے بے پروا ہے ٭ تیری قید کا اسیر دونون عالم سے آزاد ہے

یعنی تیرے در کے فقیر کو کسی نعمت ظاہری کی پروا نہین اور جو تیرے عشق مین گرفتار ہے وہ دونون جہان کے غم سے فارغ البال ہے۔

اگرچہ مستی عشقم خراب کرد ولے ٭ اساس ہستی من زین خراب آباد است

اگرچہ مجھے عشق کی مستی نے خراب کردیا لیکن ٭ میری زندگی کی بنیاد اس خرابی سے ہے

مطلب صاف ہے کہ گو مجھے عشق حقیقی نے ظاہر مین خراب کردیا ہے مگر ہمیشہ کی زندگی کی بنیاد اسی عشق سے ہے۔ اسلئے کہ عاشقان خدا مرتے نہین ہین بلکہ اس جہان سے دوسرے جہان کو منتقل ہوجاتے ہین

دلا منال ز بیداد و جور یار کہ یار ٭ ترا نصیب ہمین کردہ است و این داد است

اے دل یار کے بیداد اور جور سے نہ رو کہ یار نے ٭ تیرے نصیب مین یہی لکہا ہے اور تجھے یہی دیا ہے

بیداد و جور سے یا تو ہجر مراد ہے۔ یا عتاب یار سے کنایہ خدا تعالے کیطرف ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے دل تو

غم جہان مخور و پند من مبر از یاد که این لطیفهٔ نغزم ز رهروی یاد است

غم دنیا نہ کہا اور یہ میری نصیحت مت بھول کہ یہ لطیفہ عجیب مجھے ایک مسافر نے بتلایا تھا

مسافر سے مراد مرشد کامل ہے اور جتنے لوگ دنیا میں آتے ہیں وہ سب مسافر ہوتے ہیں اسی اعتبار سے پیر بھی مسافر ہوا یعنی یہ نکتہ مجھے میرے استاد نے بتلایا تھا پس میری نصیحت کو کبھی نہ بھولنا جو یہ ہے کہ تجھے دنیا کا غم ہرگز نہ کھانا چاہیے۔

رضا بداده بده وز جبین گره بگشای که بر من و تو در اختیار نگشاد است

دئے ہوئے پر راضی رہ پیشانی کی گرہ کھول کہ میرے اور تیرے پر در اختیار کشادہ نہیں ہے

یعنی جو کچھ حق نے تجھے دیا ہے اوس پر اپنی رضامندی ظاہر کر اور شاکر رہ اگر زیادہ کی فکر کریگا تو سوا اندوہ و ملال کے کچھ ہاتھ نہیں آئیگا اور خدا کی عطا شدہ سے زیادہ ہاتھ آنا ناممکن ہے میں یا تو کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ یہاں اس لفظ اختیار سے اختیار کلی مراد ہے فتدبر۔

نشان مهر و وفا نیست در تبسم گل بنال بلبل مسکین که جای فریاد است

خندہ گل میں مہر و وفا کا نشان نہیں ہے اے غریب بلبل رو کہ فریاد کی جگہ ہے

تبسم گل سے دنیا کے جمیع مزے مراد ہیں اور گل کے اعتبار سے بلبل لائے ہیں جو کنایہ انسان کیطرف ہے مطلب یہ کہ اے غریب مسافر دنیا کی لذتوں پر اعتبار کر کے خوش مت ہو بلکہ رو۔ اسواسطے کہ اسکی ہستی میں وفا نہیں ہے اس شعر میں دنیا کی ناپائداری اظہار کیگئی ہے اور بلبل مسکین کا نسخہ عاشق بیدل بھی آیا ہے۔

حسد چه می‌بری ای سست نظم بر حافظ قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

اے سست نظم حافظ پر کسلئے حسد کرتا ہے دلی مقبولیت اور لطف سخن خداداد چیز ہے

سست نظم سے کند ذہن شخص مراد ہے اور مطلب صاف ہے کہ اے کند ذہن تو حافظ سے کسواسطے حسد کرتا ہے مقبولیت عام اور لطف سخن تو خداداد ہے۔ یہ کسی کے بس کی بات نہیں۔

برو بکار خود ای واعظ این چه فریاد است مرا فتاده دل از کف ترا چه افتاده است

اے واعظ جا اپنا کام کر یہ فریاد کیسی ہے میرے ہاتھ سے دل گیا تجھ کو کیا مصیبت ہوئی

یعنی اے واعظ تو نصیحت کر کے کیوں شور و غل کرتا ہے۔ میرے پاس دل ہی نہیں ہے تجھے ایسی پڑی ہے۔ مطلب یہ کہ جب دل ہی نہیں رکھتا تو تیری کیا سنوں۔

گناہ نہیں نہ کوئی عیب ہے ؛

بادہ نوشی کہ درو ہیچ ریائے نبود — بہتر از زہد فروشی کہ درو روی و ریاست

وہ بادہ نوشی کہ جسمیں کوئی مکر نہو — زہد فروشی سے کہ جسمیں فریب ہو بہتر ہے

یعنی وہ شراب نوشی عشق و محبت کہ ہمارے مرشد کامل کے ساتھ ہو اوس تقوی ریائی سے بہتر ہے کہ جسمیں فریب ملا ہوا ہوتا ہے ؛

ما نہ مردان ریائیم و حریفان نفاق — آنکہ او عالم سرست بدین حال گواہ

ہم نہ ریا کار ہیں اور نہ نفاقی حریف — وہ جو کہ بھید سے واقف ہے اس حال کا گواہ ہے

یعنی ہم ریا کار ہیں نہ نفاق ڈالنے والے حریف بس اللہ تعالی جو کہ ہمارے بھید کو واقف ہے وہی ہمارے حال کا شاہد سمجھا جاتا ہے ؛

فرض ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم — وانچہ گویند روا نیست بگوئیم رواست

ہم خدا کا فرض ادا کرتے اور کسی کے ساتھ برائی نہیں کرتے — جس چیز کو روا نہیں بتلاتے ہم اوسے جائز کہتے ہیں

آدمی کے لئے خدا کی معرفت ضروری بلکہ فرض ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم کسی کے ساتھ برائی نہیں کرتے اور اللہ کا فرض ادا کرتے ہیں ۔ فرق یہ ہے کہ شراب کو سب ناجائز کہتے ہیں ۔ مگر ہم شراب محبت کو جائز بتلاتے ہیں ؛

چہ بود گر من و تو چند قدح بادہ خوریم — بادہ از خون رزانست نہ از خون شماست

کیا حرج ہو جو اگر میں اور تو چند پیالہ شراب پئیں — شراب انگوروں کے خون کی بنی ہے تمہارے خون کی نہیں ہے

خواجہ صاحب مصنف دیوان عیب جو لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر ہم تم چند پیالہ شراب کے پئیں تو اس میں کیا حرج ہے ۔ کیونکہ شراب انگوروں کے خون کی ہے آدمیوں کے خون کی نہیں ہے اور تم لوگ جب اوروں کی غیبت کرتے ہو تو گویا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ کے اعتبار سے اپنے بھائی کا گوشت کھاتے ہو ۔ بہر حال غیبت اور عیب جوئی کرنے سے شراب پینا اچھا ہے اسواسطے کہ یہ آدمیوں کا خون تو نہیں ہے ۔ اور جو لوگ پیچھے پیچھے برائی کرتے ہیں وہ اپنے بھائیوں کا خون پیتے ہیں جیسا کہ خود کلام اللہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پیٹھ پیچھے بدی کرے تو گویا اوسنے آدمی کا گوشت کھایا ؛

ہجر یار میں یا اوس کے عتاب سے رنجیدہ مت ہو کیونکہ خدا نے تیری قسمت میں یہی لکھا ہے۔
یعنی یہ سراسر انصاف ہے۔ رونا تو اوس وقت چاہئے کہ جب بے انصافی ہوئی ہو۔ اگر عتاب ہے
تو یہی تنبیہ کے واسطے ہے اور عمل کی سزا ہے۔ نا انصافی بھی نہیں کہلاتی پھر کیون روتا ہے

برو فسانہ مخوان و فسون مدم حافظ کزین فسانہ و افسون مرا بسی یاد است

حافظ جا نہ قصہ پڑھ نہ افسون پھونک کہ ایسے قصے اور افسون مجھے بہت سے معلوم ہیں

افسانہ اور افسون سے عشق محبت کیطرف اشارہ ہے۔ حافظ صاحب اپنے دل سے کہتے ہیں کہ اے دل جا
اپنا کام کر اور مجھے عشق و محبت کے قصے نہ سنا کیونکہ میں حقیقی عاشق ہون اور مجھے ایسے بہت سے قصہ
و افسانہ معلوم ہیں +

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخاست مے بمیخانہ بجوش آمد و مے باید خواست

روزہ برطرف ہوا عید آئی دل اُمنڈے شراب شرابخانہ میں جوش کرتی ہے مانگنی چاہیے

ظاہری مطلب صاف ہے کہ رمضان گذر گیا عید آئی دل سینون میں اُمنڈے۔ شراب شرابخانہ میں جوش
کرنے لگی پھر کیا دیر ہے دور چلنا چاہیے کوئی مانع پیش نہیں۔ لیکن باطنی مطلب یہ ہے کہ زہد و مجاہدہ
کا زمانہ گذر گیا مشاہدۂ تجلی صفات کا وقت آیا اور عشق محبت سے دل میں جوش ہوا۔ اب طالب سے
پورا مرشد ہوا چاہتا ہے۔ اور وقت شادی وصل محبوب حقیقی کا آپہونچا اب طلب وصل کرنی چاہیے +

نوبت زہد فروشان گران جان بگذشت وقت شادی و طرب کردن رندان برخاست

زہد بیچنے والے سخت جانوں کی نوبت گذر گئی وقت رندوں کی خوشی کرنے کا آپہونچا +

پہلا مصرع ریاکار زاہدون کی صفت میں ہے جو دنیا کی خوشی پھرتے ہیں۔ دوسرے مصرع میں
عاشقان الٰہی کی وصال کی خوشی کا ذکر ہے۔ یعنی اون زہد فروش زاہدوں کی باری ہو چکی جو جیسی کرتو تھی
اب ہماری خوشی کا وقت ہے کہ ہم کو وصال میسر ہوگا +

چہ ملامت بود آنرا کہ چو ما بادہ خورد این نہ عیبست بر عاشق رند و نہ خطاست

اوسکو کیسی ملامت کہ جو ہمارے ساتھ شراب پیئے یہ نہ عاشق رند کے لئے عیب ہے نہ گناہ

شراب سے مراد شراب معرفت اور رند سے مقصود عاشق صادق ہے۔ یعنی جو شخص ہمارے ساتھ
شراب معرفت پیئے وہ قابل ملامت نہیں ہے اسواسطے کہ عاشقان صادق کو شراب محبت الٰہی پینا جائز ہے

در اندرون من خستہ دل ندانم کیست   کہ من خموشم و او در فغان و در غوغاست

مین نہین جانتا کہ مجھ خستہ دل کے اندر کون ہے   کہ مین خاموش ہون اور وہ شور و غوغا کرتا ہے

یعنی مجھے خبر نہین کہ میرے دل مین کون ہے مین چپ چاپ ہون اور وہ شور کنان ہے۔ مطلب یہ کہ میرے دل مین ہمیشہ محبوب حقیقی شور و غوغا کرتا ہے اور وہی طرح طرح کے اسباب مین نمودار ہوتا ہے یہ ایک حالت ہے کہ حبس نفس کرنے اور سلطان الاذکار شغل کہنے سے سالک کے دل مین کبھی دیگ کے سے اوبھان اور گاہے بہری آواز کے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔

دلم ز پردہ برون شد کجائی ای مطرب   بنال ہان کہ ازین پردہ کار ما بنواست

میرا دل پردہ سے باہر ہوا اے مطرب تو کہان ہے   ہان رو کہ یہ پردہ ہمارا با سامان ہے

پردہ سے ننگ و نام اور نیز صفات بشری مراد ہے۔ مطرب معنی مرشد۔ بنال بمعنے اسرار عشق بیان کر ازین پردہ سے اشارہ بیان اسرار کیطرف ہے نوا کے معنے سامان کے ہین۔ مطلب یہ کہ اے مرشد عشق کے رموز جو تو مجھ سے چھپاتا ہے شاید تو یہ سمجھتا ہے کہ مین ابھی ان اسرار کے سننے کے لایق نہین ہون اب میرا دل کہان ہے کہ جو پابند ننگ و نام تھا مین سب رندی اور پارسائی کو چھوڑ بیٹھا آ اور اسرار حقیقت بیان کر کہ اس بیان سے ہمارا کام بنجاتے۔

مرا بکار جہان ہرگز التفات نبود   رخ تو در نظر من چنین خوشش آراست

جہان کے کام سے مجھے ہرگز غرض نہ تھی   تیرے رخ نے میری نظر مین ایسا اچھا سنوارا ہے

مطلب یہ کہ دنیا کے کاروبار سے کچھ محبت و غرض نہ تھی لیکن جب تو نے اس عالم مین اپنا جلوہ دکھا کر اوسکو اپنے ظہور سے آراستہ کیا تو مجھے بھی اچھا معلوم ہونے لگا۔ رخ تو سے نمونہ ہائے قدرت قادر بیچون مراد ہین۔

نخفتہ ام ز خیالے کہ می پزم شب ہا   خمار صد شبہ دارم شرابخانہ کجاست

مین اس خیال سے نہین سوتا کہ رات شراب پیون   خمار سو راتون کا رکھتا ہون کہ شرابخانہ کہان ہے

خمار صد شبہ یعنی خمار ازلیہ شرابخانہ سے مراد عالم عشق ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ عشق محبت کی سختی سے کہ شب و روز اوسکے سودے مین ہون کسی وقت آرام نہین پایا۔ اور یہ خمار عشق کا خمار جو مجھے ازل سے حاصل ہے کسی طرح دور ہونے والا نہین مگر شراب نوشی کے ذریعہ سے دور ہو سکتا ہے۔

این نہ عیب است کزین عیب خلل خواہد بود — ور بود عیب چہ شد مردم بی عیب کجاست

یہ عیب نہین ہے کہ اس عیب سے خلل پڑ جائے — اور اگر عیب بھی ہو تو کیا حرج ہے بے عیب کون ہے

یہ کہتے ہین کہ شراب پینا عیب نہین ہے جس سے خلل واقع ہو اور اگر بالفرض عیب بھی ہے تو کیا مضائقہ اسواسطے کہ دنیا مین بے عیب شخص کون ہے ✤ واضح ہو کہ شراب سے مقصود ہر جگہ شراب محبت ہے۔

حافظ از عشق خط و خال تو سرگردان است — ہمچو پرکار دل نقطۂ دل ما بر جاست

تیرے خط و خال کے عشق سے حافظ سرگردان ہے — مگر مانند پرکار کے نقطہ کے دل ایک جگہ ہے

فرماتے ہین کہ حافظ تو خط و خال کے عشق مین پرکار کی طرح سرگردان و پریشان ہے لیکن دلکا مرکز اوسی جگہ ہے یعنی ہمیشہ تیرے پاس ہی رہتا ہے مطلب یہ کہ گو مین ظاہرا دنیا کے اسباب مین گرفتار رہتا ہون لیکن باطنا تیری ہی طرف میل خاطر رکھتا ہون۔ اسکا مخاطب ذات باریتعالے یا مرشد کامل دونون ہو سکتے ہین ✤

جو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست — سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

جب تو عاشق کی بات سنے تو یہ مت کہہ کہ خطا ہے — اے دلبر تو سخن شناس نہین ہے یہ خطا کی ہے

اہل دل سے عاشق مراد ہے۔ اور بشنوی کا مخاطب ناصح کو سمجھنا چاہیے۔ دلبرا کا الف ندائیہ ہے جسکے معنی اے دلبر یہ گویا ناصح کے لیے بطور استہزا کے استعمال ہوا ہے پس مطلب یہ ہے کہ اے میرے دوست جسوقت کہ عاشقونکی باتین تیرے کان تک پہونچین تو اونھین بگوش دل سن اور یہ مت کہہ کہ یہ خطا ہے بلکہ خطا یہ ہے کہ تو سخن فہم نہین اور ان رموز کو سمجھنے کی قابلیت نہین رکھتا ✤

سرم بدنیا و عقبی فرو نمے آید — تبارک اللہ ازین فتنہا کہ در سر ماست

سر میرا دنیا اور عقبے مین نہین جھکتا — برکت ہے اللہ یہ فتنے کہ میرے سر مین ہین

تبارک اللہ کا لفظ اوسوقت استعمال ہوتا ہے جب کسی کو بزرگی کے ساتھ یاد کرین جیسے کہ تعالی اللہ۔ فتنہا سے ترک کونین کیطرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ میرا سر سوا تیری جناب کے کبھی دنیا یا عقبی کیلیے نہین جھکتا۔ خدا کی شان ہے کہ ایسے ایسے بڑے فتنے میرے سر مین ہین۔

واضح ہو کہ عاشق کا دل ہمیشہ معشوق حقیقی کی یاد مین رہتا ہے اور اوسکی آواز ہر وقت کانون مین بھی بجتی رہتی ہے ✤

دیکھتی ہے اور سینے مجھے تیرے شوق کا گذار بنایا ہے پس تو خود جان سے کہ عبادت کا وقت جس سے زہد و پارسائی مراد ہے کو نسا ہے اور دعا جس سے ورد و وظائف مقصود ہیں کسطرح ہو سکتے ہیں۔ یعنی میں ہمیشہ یاد محبوب میں مستغرق ہوں مجھے کسی دعا اور اتقا کی حاجت نہیں

ندای عشق تو دوشم در اندرون دادند فضای سینہ حافظ ہنوز پر ز صداست

تیری عشق کی آواز کل میرے دل میں پہونچی سینہ حافظ کی فضا ابھی تک آواز سے پر ہے

شعر ماسبق سے اوپر کے شعر میں یہ مضمون بیان ہو چکا ہے یعنی جب سے حافظ نے آواز حبیب کی الست بربکم سنی ہے تو اب تک اونکا سینہ غایت شوق قالوا بلی سے بہرا ہوا ہے۔ فضا یعنی خلا کے ہے +

روضہ خلد برین خلوت درویشان است مایہ محتشمی خدمت درویشانست

بہشت برین کا باغ خلوت فقیرونکی ہے اور حشمت کا مایہ خدمت فقیرونکی ہے

یعنی عارفان حقیقی کی خلوت بہشت برین کا باغ ہوتا ہے پس ایسے لوگونکی خدمت کرنا کویا حشمت وجلالت کی پونجی سمیٹنا ہے +

کنج عزلت کہ طلسمات عجایب دارد فتح آن در نظر ہمت درویشان است

گوشہ تنہائی عجیب عجیب طلسمات رکھتا ہی اوس کا کہونا فقیرونکی نظر کی ہمت میں ہے

کنج عزلت سے اشارہ مشاہدات کیطرف کو ہے کہ جسکا حاصل ہونا عزلت پر منحصر ہے۔ یعنی ذات حقیقی کا مشاہدہ جو عجیب وغریب ہے۔ عجیب وغریب طلسم کا کہولنا فقرا کاملین کے ارادہ اور ہمت پر منحصر ہے۔ ماحصل اس کا حالت معرفت بیان کرنا یعنی اگر درویش لوگ چاہیں تو مشاہدہ کے عجیب غریب طلسم کو کہول سکتے ہیں۔ اور کوئی شخص اوسکو نہیں جانتا +

قصر فردوس کہ رضوانش بدربانی رفت منظری از چمن نزہت درویشان است

قصر فردوس کہ رضوان اوسکی دربانی کرتا ہی درویشون کی چمن کی نزہت کا ایک منظر ہی

یعنی قصر بہشت کہ جو اسقدر مرتبہ اور بزرگی رکھتا ہے کہ جسکی دربانی پر رضوان مقرر ہے۔ عاشقان کامل کی نزہت چمن کا ایک نظر گاہ ہے۔ ماحصل اسکا بزرگی معرفت ہے۔ اور نیز فردوس کے لئے روضہ رضوان بھی آتا ہے۔

یا مشاہدہ شداید تجلیات سے کہ جو عالم ملکوت و جبروت مین ہی لہذا سب مجھے بتلاؤ کہ وہ شراب خانہ عشق یا عالم ملکوت کہاں ہین اور وہاں پہنچنے کا ذریعہ کیا ہے تاکہ اوس جگہ پہونچکر اس غم والم سے رہائی پاؤن ÷

چنین کہ صومعہ آلودہ شد بخون دلم — گرم بہ بادہ بشوئید حق بدست شماست

جیسا کہ عبادتخانہ میرا دل کے خون سے آلودہ ہوا — اگر مجھے شراب سے دہو دو تو تمہاری نیکی ہے

صومعہ سے مراد قلب ہے اور خون دل سے مجاہدہ مطلب یہ کہ ریاضت و مجاہدہ حد کو پہونچگیا یہانتک کہ میرا عبادتخانہ وجود یا دل خون سے آلودہ ہوگیا ہے یعنی رنگ گیا ہے پس اے عاشقان کامل اگر عبادتخانہ وجود کو بادہ عشق سے دہو دو تو یہ تمہارا حق ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایسا کرنا تمہارا کام ہے اور طرح کہ عاشق کا کام ہمیشہ یاد محبوب سے دہیان لگانے کا ہوتا ہے اسطرح مین بھی ہر وقت اوسی سے لو لگائے ہوئے ہون

ازان بدیر مغانم عزیز میدارند — کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ در دل ماست

اسلئے دیر مغان مجھے عزیز رکھتے ہین — ایسی آگ جو کبھی نہ بجھے ہمیشہ ہمارے دل میں رہتی ہے

ظاہری مطلب صاف ہے باطنی اعتبار سے دیر مغان کا اشارہ مقام عاشقان کیطرف ہے اور کبھی نہ بجھنے والی آگ سے آتش عشق مراد ہے۔ مطلب یہ کہ عاشقان الہی ہمین اسلئے عزیز رکھتے ہین کہ ہماری آتش عشق کبھی فرو نہین ہوتی۔ اور ہمیشہ یکسان رہتی ہے ÷

چہ ساز بود کہ بنواخت مطرب عشاق — کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پر ز صداست

کیا بات تھی کہ مطرب نے عاشقو نپر نوازش کی — کہ عمر گذر گئی اور ابھی تک دماغ آواز سے پر ہے

وہ کیا بات تھی کہ اوس محبوب حقیقی نے ازل مین ہم سے کہی تھی۔ یہانتک عمر آخر ہو چکی ابھی تک دماغ مین اوس بات کا شوق بہرا ہوا ہے۔ اس شعر مین الست بربکم کیطرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جو بات محبوب حقیقی نے ازل مین ہم روحون سے کہی تھی وہ الست بربکم تھی۔ یہ بات ایسی اچھی معلوم ہوئی کہ ابتک اوس کا لطف کانون کو نہین بہولا ÷

خمار عشق تو دوشیب در اندرون تم بود — کجاست وقت عبادت چہ وقت و جای دعاست

کل کی رات تیرے عشق کا خمار مجھمین تھا — عبادت کا وقت کہاں اور کیا وقت دعا کا ہے

دوشب سے مراد روز ازل اور مطلب یہ ہے کہ ازل ہی سے تیرے عشق کی آگ لگی ہوئی ہین

وہ روسے بھی معلوم ہو کہ جو شاہان دنیا کا آل کار ہی اور جسکی طلب میں وہ ہمیشہ رہتے ہیں اوس کا منظہر درویشان حقیقی کی روسے طلعت میں موجود ہی۔

اے توانگر مفروش اینہمہ نخوت کہ ترا سروزر در کنف ہمت درویشان است

ای توانگر اس نخوت کو نہ بیچ کہ تیرے واسطی سرداری فقیروں کی کنف ہمت میں ہے

نخوت فروختن۔ بمعنے اظہار عظمت وفخر کردن۔ یعنی اے متمول تو اپنی عظمت اور دولت کا اظہار نہ کر اسواسطے کہ سرداری فقیروں کی ہی پناہ میں ملتی ہی۔ یعنی وجود دنیا جسکی سرداری متمولوں کو میسر ہے اولیاء کاملین کی برکت سے برقرار ہی

گنج قارون کہ فرو میرود از قہر ہنوز خواندہ باشی تو کہ از غیرت درویشان است

خزانہ قارون جو کہ ابھی تک قہر زمین میں گیا چلا جاتا ہے تو نے پڑھا ہوگا کہ فقیروں کی دعا کی برکت سی ہے

یعنی حدیث میں آیا ہے اور تو نے شاید پڑھا ہوگا کہ قارون کا خزانہ اوسوقت سے ایک گنتی کسی قدر روز زمین کی بیچ میں سماتا چلا جارہا ہی۔ یہ بات کسکی بددعا سے ہوئی درویشوں کی۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام ہنکی بددعا سے قارون معہ اپنے گھر اور مال وتخت کے زمین میں پہنچایا گیا۔ عارف باللہ اور پیغمبر تھے لہذا اوہنیں اسلئے فقیروں کی صفت سے موصوف کیا گیا ہی اس شعر کا مضمون اپنی وضاحت کے واسطے مجبور کرتا ہے کہ ہم مختصر سا حال قارون کے تمول اور موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کا بیان کریں۔ یہ قصہ اسطرح پر ہے کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔ اوس کے پاس اتنی دولت تھی کہ خزانہ کی کنجیاں ایسے ساٹھ اونٹوں پر بار ہو اکرتی تھیں کہ اون میں سے ہر ایک اونٹ ساٹھ من بوجھ اوٹھا سکتا تھا ہر ایک کنجی جس سے کہ چالیس کوٹھریاں خزانہ کی کھلجایا کرتیں وزن میں صرف ایک مثقال ہوتی تھی۔ قارون کے اسقدر مال ہاتھ آنے کا یہ سبب تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی تو حکم الٰہی ہوا کہ اس کو آب زر سے لکھو۔ موسیٰ نے جناب باری میں عرض کیا کہ یا اللہ یہ کتاب بہت بڑی ہے مجھ میں اتنی مقدرت نہیں۔ اس کو آب زر سی لکھنے کے لئے اتنا سونا کہاں سے لاؤنگا اسپر خدا تعالے نے موسیٰ کو کیمیا بنانا بتلایا لیکن موسے علیہ السلام نے ایک ثلث اوسکا ہارون کو سکھلادیا اور ایک ثلث اپنی بہن کو بتلایا کہ جو قارون کی بی بی تھی بس قارون نے کیمیا بنانی اپنی زوجہ سے اور نیز ہارون اور یوشع سے سیکھی تھی۔ چنانچہ قارون تانبے سے سونا بناتا تھا اور اوسنے

آنچه زر میشود از پرتو آن قلب سیاه — کیمیائیست که در صحبت درویشان است

وہ چیز کہ جسکے پرتو سے سیاہ قلب زر ہوجاتا ہے — کیمیا ہے کہ جو فقیروں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے

یعنی وہ شے جو سیاہ قلب کو سونا بناتی ہے کیمیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ کیمیا فقیروں کی صحبت سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ مگر اس موقع پر کیمیا سے مراد کیمیائے معرفت ہے۔ اور معرفت کی کیمیا سے سیاہ دل لوگ نکھر کر کندن ہوسکتے ہیں لہذا مطلب یہ ہے کہ معرفت الٰہی بھی درویشوں ہی کے پاس ہے اور وہ کیمیا ہے جو سیاہ قلبوں کو نکو صوفی بنا دیتی ہے ؎

آنکه پیشش بنهد تاج تکبر خورشید — کبریائیست که در حشمت درویشان است

وہ چیز کہ جسکے سامنے سورج بھی تاج تکبر کو وہ اتار کرتا ہے — کبریائی ہے کہ جو فقیروں کی حشمت میں ہے

مطلب یہ کہ وہ کبریائی جسکے سامنے سورج بھی باوجود اس رفعت و مرتبہ کے غرور نہیں کرسکتا فقیروں اور اہل اللہ لوگوں کی حشمت میں ہے یعنی ان لوگوں کے مرتبہ کے سامنے آفتاب کا مرتبہ بھی نیچے ہے۔

دولتی را که نباشد غم از آسیب زوال — بی تکلف بشنو دولت درویشان است

جس دولت کو کہ فنا اور زوال کا غم نہو — بے تکلف سمجھو کہ وہ دولت فقیروں کی ہے

فقیروں کے پاس سوائے کملی اور لنگوٹی کے کوئی دولت نہیں ہوتی پس جب دولت ہی اونکے پاس نہیں تو زوال کیسے ہوگا لیکن یہاں اس ظاہری مال دولت سے غرض نہیں ہے بلکہ دولت معرفت سے ہے لہذا صاف ظاہر ہے کہ دولت معرفت ہمیشہ باقی رہنے والی لازوال چیز ہے۔ بے تکلف کے معنی اسمیں کوئی کلام نہیں کے ہیں ؎

خسروان قبله حاجات جهان اند ولی — ز ازل تا به ابد فرصت درویشان است

بادشاہ جہان کے قبلہ حاجات ہوتے ہیں لیکن — ازل سے ابد تک فرصت فقیروں کو ہی ہے

ہر چند کہ بادشاہ مخلوق کے قبلہ حاجات ہوتے ہیں لیکن فرصت درویشوں کو ہی حاصل ہے۔ اسلئے کہ انکو نہیں سوائے اپنے کسی کی فکر نہیں ہوتی۔ نے غم دزد نہ غم کالا۔ یا یوں کہئے کہ فقیر فرصت کے بادشاہ ہوتے ہیں اور بادشاہ اونکے فقیر ؎

روی مقصود که شاهان جهان می طلبند — مظهرش آینه طلعت درویشان است

چہرۂ مقصود کو کہ جہان کے بادشاہ طلب کرتے رہتے ہیں — اوسکا مظہر درویشوں کا آئینہ طلعت ہے

لگاوے چنانچہ وہ عورت اسپر راضی ہوئی۔ دوسرے دن صبح کو قارون نے مجلس عالی اور سبکو طلب کیا منجملہ اونکے موسی علیہ السلام کو بھی دعوت کی بہانہ سے بلایا چونکہ دعوت کا قبول کرنا ضروری تھا لہذا موسیٰ بھی اوس جگہ پہونچے اور اپنے مرتبہ کے موافق تبلیغ احکام شروع فرمائی اور کہنے لگے جو کوئی مجرد زنا کرے تو اوسکے سو تازیانے لگانے چاہئیں۔ اور اگر عیالدار زنا کرے تو اوس کو سنگسار کرنا واجب ہے۔ قارون بول اٹھا کہ چاہے تم ہی ہو۔

جواب دیا کہ ہاں چاہے میں ہی ہوں۔ حکم خدا میں کسی کا چارہ نہیں۔ پھر کہنے لگا کہ بنی اسرائیل تمپر زنا کا گمان کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل کا گمان مجھپر کبھی نہوگا۔ قارون بولا کہ اوس عورت کو لاؤ جب وہ حاضر کی گئی تو موسے علیہ السلام نے اوس کیطرف کو مونھہ کرکے کہا کہ اے عورت یہ لوگ مجھپر اور تجھپر اس فعل کا گمان کر رہے ہیں۔ کیا بات ہے۔ تجکو خدا کی قسم سچ کہدے۔ موسیٰؑ کی برکت سے اوس عورت پر در توفیق کشادہ ہوگیا۔ اور کہنے لگی کہ اے خدا کے رسول کون شخص تجھپر ایسا گمان کر سکتا ہے لیکن مجکو قارون نے روپیہ کا لالچ دیا کہ میں تجھپر یہ تہمت لگاؤں۔ یہ سنکر قارون خجالت کے دریا میں ڈوب گیا۔ موسے علیہ السلام نہایت آزردہ ہوئے۔ اور خدا کے سامنے جھکا کر رونے لگے کہ خداوندا تیرے دشمن دوستوں کی فضیحت کا ارادہ کرتے ہیں اپنے دوستوں کے لئے ان پر غضب تو کر۔ اوسی وقت حکم جناب باری ہوا کہ اے موسے ہمنے زمین کو تیرے حکم میں کر دیا ہے تو جو کام چاہے اوس سے لے۔ بعد ازاں موسےؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا نے مجھے فرعون کی طرح قارون پر مسلط کر دیا ہے جو شخص میرے پیرو میں سے ہے وہ یہاں سے چلا جاوے۔ لہذا سب لوگ چلے گئے۔ مگر دو شخص کہ جنکو قارون سے بہت موافقت تھی نہ گئے۔ موسےؑ نے زمین سے خطاب کرکے کہا یا ارض خذیھم وابتلیھم یعنی اے زمین انکو پکڑ لے اور سما لے قارون ٹھٹھا کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ زمین کیسے پکڑ سکتی ہے ناگاہ اوسکی ٹانگیں ٹخنوں تک زمین میں دھنس گئیں۔ جب قارون کو معلوم ہوا تو فریاد کرنے لگا۔ مگر موسےؑ نے پھر وہی کہا کہ اے زمین اسکو پکڑ لے اور اپنے اندر سما لے اسپر قارون سینہ تک زمین میں غرق ہوگیا۔ غرضکہ قارون نے بہتیری منت سماجت کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک نہ مانی۔ اوس روز سے موکلان زمین حسب حکم خدا ایک آدمی کے قد برابر قارون کو ہر روز زمین میں گھسیڑ دیتے ہیں۔ دوسرے دن بنی اسرائیل کہنے لگے کہ ہلاکت قارون سے موسے کا مقصود اوسکا مال [illegible]

بہت سا سونا طیار کرلیا اب بڑی شان او رتمول کی حالت سے اپنی قوم مین ظاہر ہوا۔ لیکن باوجود اس مال دولت کے حکومت اور خلافت مین اوسکو کوئی دخل نہ تھا۔ ایک روز اوسنے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ رسالت تمھاری ہی۔ اور خلافت ہارون کی حالانکہ مین توریت تم دونون سے اچھی پڑھتا جانتا ہون پھر اسکی کیا وجہ ہی کہ مجھے ان دونون چیزون مین سے ایک بھی نہ ملے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ خلافت ہارون کو مین نے از خود نہین دی ہی۔ بلکہ خدا کے حکم سے ایسا کیا ہے۔ قارون کہنے لگا کہ مین بغیر دلیل کے یقین نہین کرونگا کہ تم سچ کہتے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تم اپنا عصا زمین مین گاڑ دو۔ چنانچہ اونھون نے یہی کیا صبح کو ہارون کا عصا سبز تھا اور اوس پر اسقدر پھل آ گئے کہ تمام بنی اسرائیل مین تقسیم ہوسکین۔ کہتے ہین کہ وہ عصا بادام کا درخت بن گیا تھا اس کو دیکھکر قارون کہنے لگا کہ تجھسے جادوگر سے عصا کا سبز بن جانا کچھ بعید نہین ہی۔ قارون ناراض ہوکر گھر بیٹھ رہا۔ چونکہ موسیٰ کی تمام حرکات ارادہ حکم الہی پر مبنی ہوتی تھی اسلئے آپ نے قارون کو کوئی امر تفویض نہین کیا قارون نے تمرد کی راہ سے بنی اسرائیل کو موسیٰ کیطرف سے توڑنا شروع کر دیا مگر موسیٰ علیہ السلام اوس رشتہ کی وجہ سی کہ جو قارون سی تہا صبر کیئے گئے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم نازل فرمایا کہ مال مین سے ہزاروان حصہ زکوٰۃ کا نکالنا چاہئے مگر جب قارون نے حساب لگایا تو اس کی بڑھی بیشمار دولت اوسکے خزانہ سے نکلی جاتی تھی۔ کہنے لگا کہ یہ مال تو مینے اپنے دست بازو سے پیدا کیا ہی بنی اسرائیل کی طرح قبطیون سے نہین چھینا مین تو کبھی اتنی دولت زکوٰۃ مین نہ دونگا۔ اور موسیٰ کا دشمن تھا ایک روز قارون نے بنی اسرائیل کو بذریعہ دعوت اکھٹا کیا اور کہانے سے فراغت حاصل ہو جکنے بعد اونسے کہا کہ موسے نے تمکو اپنا فرمانبردار تو بنا ہی لیا ہے اب وہ چاہتا ہے کہ تمہارا مال بھی لے لے۔ بہتون نے جواب دیا کہ تو ہی ہمارا سردار اور بزرگ ہی تو جو کچھ کہے ہم وہ تدبیر کرین کہنے لگا کہ میرے ذہن مین ایک بات آئی ہے اور مین اوسے پورا کرکے تمکو موسے کے ہاتھون سے نجات دلا دونگا لہذا اونھون نے قارون کی تعریف کی اور اوسکے مددگار ہوگئے۔ قارون نے موسے کے مغلوب کرنے کی یہ تدبیر بتلائی کہ بنی اسرائیل مین فلان عورت جو زناکاری کے لئے مشہور ہے بلائی جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا اور اوس کو بہت سے روپئے اور اشرفیان دینے کے لالچ مین بہلایا اور قارون نے ایک طباق بھرو یہ دینے کا وعدہ کیا اس شرط سے کہ وہ موسے پر زنا کا الزام

جسوقت عشق اختیار کیا تو اوسوقت جو کچھ تو کونین مین ہے سب کو بیکقلم صفحہ دل سے نیست و نابود کر دیا یعنی ازل ہی مین زہد و تقوے سے لوح دل کو دہو ڈالا تھا۔

مے بدہ تا دہمت آگہی از سر قضا — کہ بروی کہ شدم عاشق و بر بوی کہ مست

شراب دے تاکہ مین تجھے قضا کا بھید سے آگاہ کرون — کہ کسکی صورت پر عاشق ہوا اور کسکی خوشبو سے مست

مصرع ثانی بیانیہ ہے یعنی اے مرشد کامل مجھے شراب عشق پینے کو دے تاکہ تجھے یہ تبلاؤن کہ مین کسکی صورت پر عاشق ہوا ہون اور کسکی بوے محبت سے مست ہون اسمین استفہام انکاریہ ہے۔ اور مطلب یہ کہ مین کچھ نہین ہون اور نہ کسی پر عاشق ہون جو کچھ ہے وہ ہی ہے۔ اسواسطے کہ عشق ایک فعل ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ فعل بغیر فاعل کے واقع نہین ہوتا پس جب مین نیست ہون اور میرا کوئی وجود نہین اور وجود کا محتاج ہون تو اپنے لئے سرحد ہستی مین کیسے لاسکتا ہون۔ جو کچھ ہے وہ ہی ہے ہمہ اوست ہمہ از وست **شعر**

در چشم لیلی بودہ مجنون شدہ بنمودہٗ — لیلے کجا مجنون کجا خود بودہٗ خود بودہٗ

کہ کوہ کم ست از کمر مور اینجا — نا امید از در رحمت مشو ای بادہ پرست

پہاڑ کی کمر سمجھا چیونٹی کی کمر سے کم ہے — در رحمت سے اے عاشق ناامید نہ ہو

کمر کوہ سے مراد گناہ کی مقدار اور کمر مور سے وسعت رحمت کیطرف اشارہ ہے۔ اور مطلب یہ کہ اے عاشق خدا کی رحمت بندہ کے گناہون سے گو وہ پہاڑ کی برابر ہون زیادہ وسیع ہے۔ پس تو اوسکی رحمت سے نا امید نہو۔ قرآن مجید مین اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے کہ لا تقنطوا من رحمت اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا۔ یعنی خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو وہ سب کے گناہ بخشدیتا ہے۔ کسی شاعر کا قول ہے

صحرا صحرا ہی گو کہ عصیان میرے ۔ دریا دریا مگر ہے رحمت تیری

چونکہ زمین پر خشکی کے بمقابلہ مین دریا بہت زیادہ ہے اسی اعتبار سے شاعر کہتا ہے کہ گو میرے گناہ جنگل در جنگل ہین لیکن تیری رحمت سمندر در سمندر ہے۔

جان فدای دہنت باد کہ در باغ نظر — چمن آرای جہان خوشتر ازین غنچہ نبست

جان تیرے دہن کو قربان کر باغ نظر مین — چمن آرائے جہان نے اس سے اچھا غنچہ نہین بنایا ہے

باغ نظر سے وجود مراد ہے۔ اور چمن آرائے جہان خالق کون مکان۔ غنچہ کا اشارہ دہن کیطرف کو

بہر دعا کی تاکہ اوس کا باغ اور مکان اور خزانہ جات سب زمین ہی مین سما گئے - آیتہ کریمہ
فخسفنا بہ وبدارہ الارض یعنی دہنس دیا ہمنے اوسکو اور اوسکے گہر کو زمین مین -

بندۂ آصف عہدم کہ درین سلطنتش صورت خواجگی و سیرت درویشان است
مین آصف عہد کا بندہ ہون اوسکی سلطنت مین صورت خواجگی کی اور خصلت درویشونکی ہے

آصف وزیر کا نام تہا یہان آصف عہدسی خواجہ علیہ الرحمتہ نے اپنے زمانہ کا وزیر مراد لیا ہے
یہ مطلب ظاہری ہی کہ اس عہد کا وزیر صورت سردارونکی سی اور خصلت فقیرونکی رکہتا ہی - یہ گویا اوسکی
تعریف ہے کہ ہم ایسے فقیر خصلت وزیر کے بندہ ہین - معنوی اعتبار سی وزیر سے مراد مرشد وقت ہے
اور مذکورہ بالا تعریف بھی مرشد کی ہوسکتی ہے یعنی ہمارے پیر کی صورت سردارونکی مثل ہے
مگر سیرت فقیرونکی مانند ؛

حافظ اینجا بادب باش کہ سلطان و ملک ہمہ در بندگی حضرت درویشان است
حافظ اسجگہ ادب سے رہ کہ سلطان اور شاہ تمام درویشون کی بندگی مین ہین ؛

درویشون سے مراد عارفان کامل اور عاشقان واصل ہین - اور مطلب یہ کہ اے حافظ تو اسجگہ
یعنی مرشد کی جناب مین ادب کر اسواسطے کہ شاہان دنیا تک اس درگاہ کے بندے ہین، اولیاؤن کے
رتبہ کے سامنے بادشاہونکے مرتبہ کی کچہہ اصل و حقیقت نہین ؛

مطلب طاعت و پیمان درست از من مست کہ بہ پیمانہ کشی شہرہ شدم روز الست
مجھہ مست سے بندگی اور درست پیمانی نہ ڈہونڈہ کیونکہ مین پیمانہ کشی کے لیے روز الست کو ہی نامور ہوچکا ہو
یعنی شراب محبت پینے اور عشقبازی کرنے کے لئے روز الست مین ہی شہرہ پاچکا ہون پس مجھہ جیسے
مست سے بندگی اور قول کو پورا کرنے کی امید نہ رکہو - کیونکہ بندگی کرنا یا قول کی پیرو کرنا مخمور ان
بادہ محبت کے طریقہ مین درست ہی نہین ہی - عاشقونکو سوای محبوب کے کسی بندگی یا قول سے
کیا کام

من ہمان دم کہ وضو ساختم از چشمہ عشق چار تکبیر زدم یکسرہ برہر چہ کہ ہست
مین نے اوس وقت کہ چشمہ عشق سی وضو کیا چار تکبیرین کہین کل پر جو کچہہ کہ موجود ہی
چار تکبیر زدن فارسی محاورہ ہی یعنی ترک کل کردن یکسرہ کے معنے تمام و کمال مطلب یہ ہے کہ مین نے

پھبتی کی نہیں ہے

نظیر دوست ندیدم اگرچہ از مہ و مہر　　نہادم آئینہ ہا در مقابل رخ دوست

مین نے دوست کا ثانی نہ دیکھا اگرچہ چاند سورج کے　　آئینے چہرۂ دوست کے مقابل رکھے

یعنی مین نے چاند سورج کے آئینے رخ محبوب کے مقابل رکھے لیکن دوست کا ایسا بھی ثانی نظر نہ آیا جیسا کہ آئینہ مین کسی چیز کا عکس نظر آتا ہے۔ یہ ممکن نہین کہ کسی چیز کا عکس آئینہ مین نظر نہ آوے۔ مگر خواجہ علیہ الرحمۃ محبوب حقیقی کی نظیر پانے کے مبالغہ مین عکس دکھائی دینے کے بھی منکر ہین۔ اور کہتے ہین کہ وہ ایسا وحدہ لا شریک ہے کہ مہر و ماہ کے آئینون مین بھی اوس کے ثانی عکس کا پتہ نہین ہے صرف اس لئے کہ کہین ایک کے دو نہ ہو جائین۔ اس سے خدا کی وحدانیت ثابت کی گئی ہے

نثار روے تو ہر برگ گل کہ در چمن است　　فدای قد تو ہر سرو بن کہ بر لب جوست

ہر پھول کی پتی جو باغ مین ہے تیرے چہرہ کی قربان ہے　　ہر سرو بن کہ جو لب نہر کھڑا ہے تیرے قد پر فدا

ظاہری مطلب تو صاف ہے محتاج توضیح طلب نہین۔ باطنی اعتبار سے برگ گل اور سرو بن سے محبوبان مجازی اور لب جو سے دنیا مراد ہے۔ دونون مصرعون مین تو کی ضمیر محبوب حقیقی کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب حقیقی ہر ایک گل جو دنیا کے چمن مین پھولتا پھلتا ہے وہ تیرے مکھڑے پر نثار ہے اور ہر سرو قد جو سروستان جہان مین موجود ہے وہ تیرے قد پر فدا ہے۔ اس لئے کہ وہ فی الحقیقت معدوم ہونے والے ہین۔ اور دنیا کا حسن حسن ظاہری ہے۔ اس کا کچھ اعتبار نہین۔ ہر خوبصورت و حسین مخلوق فنا ہو کر اوسی طرف عود کرتا ہے ؎

مگر تو شانہ زدی زلف عنبر افشان را　　کہ باد غالیہ سا گشت و خاک عنبر بوست

شاید کہ تو نے زلف عنبر افشان مین شانہ کیا　　کہ ہوا غالیہ سا ہوئی اور خاک عنبر بو۔

یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اپنی زلف عنبر افشان مین شانہ کیا ہے۔ ورنہ ہوا مین یہ صندلین لپک اور خاک مین عنبرین خوشبو کس طرح پیدا ہو گئی۔ اور ممکن ہے کہ زلف عنبر بو سے باعتبار سائر چہرہ حقیقت کے ہمارا وجود مراد ہو اور شانہ سے فضل و کرم باد غالیہ سا سے عشق حقیقی

ہے اور اس بیت مین وجود سے خطاب کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے میرے وجود۔
میری جان تیرے دہن کے قربان ہو کہ حق تعالے نے تیرے چمن کے وجود مین یعنی تجھمین اس سے
بہتر غنچہ نہین بنایا ہے۔ اور کوئی عضو اس سی خوبی اور مرغوبی مین زیادہ نہین ہے کہ اسکے منھ سے
دل پسند باتین صادر ہوتی ہین +

بجز آن نرگس مستانہ کہ چشمش مرساد ۔ زیر این طارم فیروزہ کسی خوش ننشست

سوای اوس نرگس مستانہ کہ اوسکی آنکھ کو نظر بد نہ ہو ۔ اس طارم فیروزہ کے نیچے کوئی خوش نہین بیٹھا

نرگس مستانہ سے عاشق کامل مراد ہے کہ تمام عالم سے منھ موڑکر گوشہ مین بیٹھے چشمش مرساد کے معنی کوئی
دقت و حادثہ اوسکے دامنگیر نہو جیو۔ این طارم فیروزہ سے یہ دنیا مقصود ہے۔ خوش ننشست
بیفکر ہوکر نہ بیٹھا۔ مطلب یہ کہ سوائے عاشق کامل کے کہ اوسکو خدا نظر بد سے بچائے۔ کوئی بھی
اس دنیا کے غمون اور آلامون سے بیفکر ہوکر نہ بیٹھا +

حافظ از دولت وصل تو سلیمانی یافت ۔ یعنی از وصل تواش نیست بجز باد بدست

تیرے وصل کی دولت سے حافظ نے سلیمانی پائی ۔ یعنی تیرے وصل سے اوسکے ہاتھ میں اب بھی ہوا ہے

یعنی تیری دولت عشق کے سبب سے حافظ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ پایا۔ یہ اس سبب سے
کہ ہوا ہاتھ مین ہے یعنی تابع فرمان ہے۔ لیکن تاہم وصل کے بجائے ہاتھ مین ابتک ہوا ہی ہوا ہے
گویا عدم حصول وصل کو جس سے موت مراد ہے ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ چونکہ ہوا حضرت
سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان تھی۔ اسلئے اسطرف اشارہ کیا گیا ہے +

سر ارادت ما و آستان حضرت دوست ۔ کہ ہرچہ بر سر ما میرود ارادت اوست

ہمارا سر ارادت اور بارگاہ دوست کی دہلیز ۔ کہ جو کچھ ہمپر گذرتا ہے وہ اوسکی ارادہ سے گذرتا ہے

یعنی مین اپنا سر ارادت آستان سے ہرگز نہین اوٹھاؤنگا۔ دوست سے مراد باریتعالے ہے
کیونکہ جو کچھ نیک و بد خوشی و رنج مجھپر گذرتا ہے یہ سب اوسی کے ارادہ اور مرضی سے ہے
مین کچھ نہین ہون۔ نہ میری کوئی مرضی ہے نہ ارادہ۔ پس مین ہر طرح راضی برضا ہون اسلئے کہ
دوست کی رضا پر راضی رہنا عاشق کامل ہونے کی دلیل ہوگا۔ سچے عاشق وہی ہین جو ہر حالت
مین محبوب کی مرضی کے جویان رہتے ہون۔ مرضی مولے کے خلاف چاہنا خامی کی علامت ہے۔

واسطے سبوکش کا لفظ لائے ہین یعنی شراب معرفت کا گھڑا کچھ میری سر پر نہین رکھا گیا ہے۔ بلکہ بہت سے مجھسے پہلے بھی گذر چکے ہین جنکے سر دن پر شراب معرفت کے برتن رکھے گئے تھے۔ مطلب یہ کہ اونہون نے عشق خدا کیا تھا۔

زبان ناطقہ در وصف حسن اولا لست … چہ جای کلک بریدہ زبان بیہدہ گوست

زبان ناطق اوسکے وصف حسن مین لال ہے … قلم بریدہ زبان بیہودہ گو کس شمار مین ہوسکتا ہے

یعنی جب بولنے والی زبان خدا کے وصف مین گنگ ہے تو زبان قلم کہ جو کٹی ہوئی اور بیہودہ گو صرف براے نام زبان ہے وہ کس شمار و قطار مین ہو کہ اوسکی تعریف لکھہ سکے۔ یہہ ظاہری مطلب ہے مگر باطنی کے اعتبار سے زبان ناطقہ کا اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور زبان بریدہ کلک کا کنایہ اپنی طرف۔ لہذا مطلب یہہ ہے کہ جب تیری وصف مین پیغمبر آخر الزمان فخر مرسلان کی زبان گنگ تھی۔ لا احصے ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک تو پھر ہم بریدہ زبان بیہودہ گو بندون کی کیا ہستی ہے کہ تیری ثنا کر سکین۔ مولانا روم فرماتے ہین۔ خود ثنا گفتن ز من ترک ثناست کاین دلیل ہستی و ہستی خطاست۔

نہ این زمان دل حافظ در آتش طلبست … کہ داغدار ازل ہمچو لالہ خود روست

کچھہ اسیوقت حافظ کا دل آتش طلب نہین ہوگیا … بلکہ ازل ہی سے خود رو لالہ کیطرح داغدار ہے

مطلب یہ کہ حافظ کا دل جسکو تم آتش محبت کا سوختہ دیکھتے ہو آج ہی نیا جلنا شروع نہین ہوا ہے بلکہ ازل ہی سے سوختہ ہے جسطرح کہ لالہ کی پھول کا داغ پھول بن جانے پر نہین ہوجاتا بلکہ قدرتی ہوتا ہے اور اوسکی پیدایش مین یہہ صفت داغداری ودیعت ہے۔ اسیطرح مین کوئی ابھی عاشق نہین ہوا ہون بلکہ روز ازل سے میرا دل عشق محبت کو قبول کئے ہوئے ہے۔ شعر

مبتلا پیش از ظہور جلوہ جانانہ تھا + شمع روشن جب نہ تھی محفل مین مین پروانہ تھا۔

دل سراپردۂ محبت اوست … دیدہ آئینہ دار طلعت اوست

دل پردہ گاہ اوسکی محبت کا ہے … آنکھہ اوسکی تجلی کی آئینہ دار ہے

یعنی میرا دل اوسکی محبت کا پردہ گاہ ہے اسمین کسی اور کی محبت کی گنجایش نہین۔ علی ہذا آنکھین بھی حق جل شانہ کی تجلی کے آئینے ہین کہ جنمین سوائے اوسکے مظہر کے اور کوئی غیر چیز منعکس نہین ہوسکتی

اور مطلب یہ ہو کہ اے محبوب حقیقی جب تو نے اپنی زلف کو فضل و کرم کے شانہ سے سنوارا تو اوس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہمارے باد انفاس نے تیرا غالیہ عشق حاصل کیا اور ہمارے وجود کی خاک کو عنبر معرفت ملا۔ اسواسطے کہ تمام حسینان جہان محبوب حقیقی کی راہ کی خاک ہین ٭

رخ تو در نظر آمد مراد خواہم یافت — چرا کہ حال نکو در قفای فال نکوست

تیرا رخ نظر آیا مین اپنی مراد پاؤنگا — اسواسطے کہ نیک فال سے اچھا ہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے

یعنی جب مجھے تیرے رخ کا نیک شگون ملا ہی تو ضرور میری مراد بر آئیگی اور مقصود کو پہونچ جاونگا اسلئے کہ نیک فال کا نتیجہ بھی نیک ہی ہوتا ہے۔ مطلب خلاصہ یہ کہ اے محبوب جب مین حصول مرادات کیواسطے عالم تفکر مین تھا تو مجھے اپنے آئینہ دل مین تیرا رخ روشن نظر پڑا بس اب مجھے یقین ہو گیا کہ مین اپنی مراد کو جس سے تیرا وصال مقصود ہے ضرور پہونچونگا ٭

صبا ز حال دل تنگ ما چہ شرح دہد — کہ چون شکنج ورقہای غنچہ تو بر توست

ہمارے دل تنگ کا حال صبا کیا بیان کرے — کہ مثل کلی کے پتیون کی تہ پر تہ جمی ہوئی ہے

صبا سے وعظ و نصیحت گو مراد ہے کہ جو عاشقو نکے دل کا پریشان کرنے والا ہوتا ہے لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ ناصح ہمارا ہمارے دل کا حال کیا جانے۔ ہمارے زخمی دل کی یہ غایت ہے کہ غنچہ کی پتیون کی طرح ایک تہ دوسری پر جمی ہوئی ہے۔ یعنی اوسکا حال بیان کرنا حیطہ تقریر سے باہر ہے۔ کیونکہ عشق ایک ایسی راہ ہے کہ جو اس مین آیا وہ ہزارون بلاؤن مین گرفتار ہو گیا۔

نہ من سبو کش این دیر رندسوزم و بس — بسا سرا کہ درین آستانہ سنگ و سبوست

مین ہی صرف اس دیر رند سوز کا سبوکش نہین ہون — (بلکہ) بہت سے سر اس آستانہ کے سنگ و سبو ہوئے ہین

سبوکش یعنی شرابخوار جس سے عشق بازی کیطرف اشارہ ہے دیر سوز سے شرابخانہ جس سے منزل عشق مراد ہوگی رند شرابخوار سے عاشق مقصود ہے لہذا خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ کچھ مین ہی اکیلا اس شرابخانہ کا بادہ نوش نہین ہون بلکہ مجھسے پہلے بہت سے اکابران اہل اللہ ایسے ہوئے ہین کہ جنھون نے اسی شرابخانہ سے بادہ عشق محبت پی ہے۔ سنگ سبو اوس پتھر کو کہتے ہین کہ جسپر شراب کا گھڑا رکھا جاوے۔ لہذا مجھ سے گھڑے کے نیچے کے پتھر کو تشبیہ دینا بہت ہی پر معنی ہے

کہ شاید حقیقی کا وصال میسر ہو۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ کا استعمال عام ہے۔

دور مجنون گذشت و نوبت ماست ہر کسے پنج روزہ نوبت اوست

مجنون کا عہد گذر گیا ہماری باری ہے جو کوئی پنجروزہ ہا اوسکی باری آئی

یعنی مجنون کے عشق کا زمانہ گذر گیا اور اب ہماری باری ہے۔ غرض کہ دنیا عاشقون سے خالی نرہیگی ہم سے پہلے مجنون تھا اور آجکل ہم ہین ہم سے بعد کوئی اور ہوگا ہی پانچ روزہ زندگی ہے اور اسمین کوئی نہ کوئی عاشق ہی ضرور ہوتا رہیگا۔ شعر نخواہد این چمن از سرو لالہ خالی ماند+ یکے ہمیرود و دیگرے ہمی آید۔ پنجروزہ زندگی کا لفظ قلت بقا کے واسطے آتا ہے اسکی تشریح ہم پہلے لکھہ آئے ہین۔ دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہین۔

من کہ باشم دران حرم کہ صبا پردہ دار حریم حرمت اوست

مین کیا ہون کہ صبا ہی اوس حرم مین پردہ دار حریم حرمت اوسکی ہے

ظاہری مطلب صاف ہے باطنی مین صبا سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ اور مطلب یہہ کہ مین کیا چیز ہون کہ جو تیری معرفت کی حقیقت کو پہونچون جب سرور کائنات مفخر موجودات محبوب خدا ہی جو تیری حریم حرمت کی پردہ دار ہے تیری حقیقت کو پہونچ سکے اور تکمیل معرفت مین عاجز رہے تو میری کیا مجال ہے کہ مین وہانتک پہونچون۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انک میت وانہم میتون یعنی ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ہماری معرفت کی حقیقت تک پہونچنے کیلئے مردہ اور خلق تیری معرفت کی حقیقت کو جاننے کے لیے مردہ ہین اور رسول خدا نے اس بارہ مین خود فرمایا ہے کہ ما عرفناک حق معرفتک۔

ملک عاشقی و گنج طرب ہر چہ دارم ز یمن ہمت اوست

عاشقی کی سلطنت اور خوشی کا خزانہ جو کچہ میری پاس ہے۔ اوسکے ارادہ سے ہے

یعنی مین خود کوئی چیز نہین ہون۔ یہ اپنا عشق اور آزادی کا خزانہ اونہی نے اپنی عنایت سے مجھے عطا فرمایا ہے کیونکہ اوسکا عاشق بہی تو کوئی بلا اوسکے مرضی کے نہین ہوسکتا۔ ہان یہہ نعمت بہی اوسیکو مل سکتی ہے جسکو وہ دینا چاہے اور چونکہ عشق کے خزانہ سے بڑہکر اور کوئی مال نہین اسواسطے عاشق فخر کر رہا ہے۔

کیونکہ عاشق کو سوائے معشوق کے کسی اور کی محبت و رغبت نہین ہوتی۔ محبت دل اور آنکھ کو متعلق ہے لہذا ان ہی دونون کو اس کام کے واسطے مخصوص کیا گیا:

منکہ سر در نیاورم بدو کون — گردنم زیر بار منت اوست

مین کہ دونو جہان سے سر کھینچتا ہون — میری گردن اوسکے احسان کی زیر بار ہے

دونون جہان سے دنیا و عقبےٰ مراد مین۔ اور مطلب یہہ کہ مجھے دنیا و عقبےٰ سے کوئی غرض نہین اسواسطے کہ میری گردن حق تعالےٰ کے احسان کی زیر بار ہے وہ مجھکو عدم سے وجود مین لایا اور اوس نے اپنا عاشق بنایا۔ پس اس اعتبار سے گویا مین نے اپنی آپکو تجرید مین اوسجگہہ پہونچادیا ہے کہ اب اوسکے سوا دنیا اور عقبیٰ ان دونون سے مستغنی ہون اور مجھکو ان کی پروانہین اور پروا نہونے کا دوسرا ثبوت یہہ بھی ہے کہ جب میری گردن پر اوسی ذات واحد کا احسان ہے اور اوسکے بار احسان سے سبکدوش نہین ہو سکتا تو مین کونین کی کیا پروا کرون اس شعر مین خواجہ صاحب گویا عاشق کی استغنا کا حال ظاہر فرماتے ہین کہ عاشقان صادق کو دنیا اور عقبیٰ مین سے کسی کی فکر نہین ہوتی۔ عاشق معنی ہی اسکے ہین کہ اوسکو سوائے معشوق کے ماسوا چیزونکا کوئی خیال ہی نہو

تو و طوبےٰ و ما و قامت یار — فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

تو اور طوبےٰ اور ہم اور قد یار — ہر شخص کی فکر اوسکے ارادہ کے موافق ہوتی ہے

تو کا خطاب زاہد کی طرف ہے۔ طوبیٰ بہشت کے ایک درخت کا نام ہے۔ خوبصورتی کے باعث اوس سے قامت معشوق کو تشبیہ دیجاتی ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب فرماتے ہین کہ اے زاہد تجھے بہشت مین پہونچکر طوبےٰ کے نیچے بیٹھنے کا خیال ہے اور ہمین اوسکی مقابلہ مین قد یار کی فکر جس سے مراد شاہد حقیقی ہے پس اسی اعتبار سے کہ ہر شخص کی فکر اوسکے ارادہ پر منحصر ہے تو صرف بہشت کا خواستگار ہے اور ہم خالق بہشت کے جویان ہین۔ اس دلیل سے گویا ہماری ارادے تجھسے کہین بڑھے ہوئے ہین۔ واضح ہو کہ اصطلاح صوفیہ مین ہمت ترک مخلوقات کے معنے مین یعنے اوسکی مخلوق کو چھوڑکر وصل الی اللہ ہونے کی ہمت کرنا پس تیری ہمت اوسکی متقاضی ہے کہ طوبیٰ کی طلب کرے اور ہماری ہمت اسی بات کی دلدادہ ہے

قرار دیا جائے جیسا کہ عام صوفیائے کرام کا مذہب ہے۔

ہر گل نو کہ شد چمن آرائے — اثر رنگ و بوے صحبت اوست

ہر نیا پھول کہ جو چمن کی رونق بنتا ہے — اوسکی صحبت کی رنگ بو کا اثر سے ہے

اگر اوست کی ضمیر مرشد کی طرف پھیری جائے اور گل نو سے طالب یا مرید مراد لیا جائے تو یہ معنی ہین کہ جس طالب و مرید نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ مرشد کی صحبت کے اثر سے حاصل کیا ہے اور اگر خدا تعالی کی طرف راجع کی جائے تو یہ کہ جو کوئی پیدا ہوتا ہے اوسمین اوسکا مظہر ہے اور اوسکی قدرت کا کمال نظر آتا ہے اس صورت مین گل نو سے ہر پیدا ہونیوالا شخص اور چمن سے عالم تعین و کثرت مراد لیا جائیگا۔

فقر ظاہر مبین کہ حافظ را — سینۂ گنجینۂ محبت اوست

حافظ کے ظاہری فقر کو نہ دیکھ — سینہ اوسکی محبت کا خزانہ ہے

یعنی اے مخاطب حافظ کے ظاہری فقر پر توجہ نکر اور اوسکو حقیر و مسکین نہ جان اسلئے کہ وہ اپنے سینہ مین خدا کی محبت کا خزانہ رکھتا ہے پس جو شخص ایسے بڑے خزانہ کا خزانچی ہو اوسکو فقیر کیون کہا جائے۔

آن سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست — چشم میگون لب خندان دل خرم با اوست

وہ سبز رنگ کہ شیرینی دنیا کی اوسکے پاس موجود ہے — خمار آلودہ آنکھ متبسم لب قلبی خوشی اوسکے ساتھ ہے۔

سیہ چردہ سبز رنگ کو کہتے ہین جسکے معنی ملیح کے لئے جاتے ہین۔ اور اسکا اشارہ اس حدیث کے مضمون کی طرف ہے وھو انا ملیح و اخی یوسف صبیح یہ غزل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین ہے شیرینی سے مقصود نیکی اور خوبی ہے۔ چشم میگون سے صفات قہریہ لب خندان اور دل خورم سے صفات لطف و رحمت مراد ہین۔ چونکہ یہ مطلع اور اسکے نیچے کا زیب مطلع دونون قطعہ بند شعر مین لہذا ہم کو زیب مطلع کا ترجمہ لکھ کر اوسکے ذیل مین دونون کا مطلب بیان کرنا چاہیے۔

گرچہ شیرین دہنان پادشہانند ولی — آن سلیمان زمانست کہ خاتم با اوست

اگرچہ تمام شیرین دہن بادشاہ ہین لیکن — وہ سلیمان وقت ہے کہ مہر اوسکی ہے

من و دل گر فنا شویم چہ باک غرض اندر میان سلامت اوست

مین اور دل اگر فنا ہو جائین تو کیا ہرج ہی ہمین تو غرض اوسکی سلامتی سو رہتی ہی

یعنی مین اور میرا دل اوسکی عشق مین فنا ہو جائین تو کچھہ غم نہین کیونکہ عاشقونکا یہی کام ہے لیکن غرض تو اس سے ہے کہ تو سلامت رہے اور کوئی عارضہ یا آفت تجھپر آئے حقیقی لحاظ سے دوسری مصرع کا مطلب صاف نہین ہوتا مگر ہم پہلے عرض کر چکے ہین کہ اول تو دیوان ہذا کے شعرون مین دونون مطلب پائے جاتے ہین علاوہ برین صوفیائے کرام کو ظاہری معنے سے بحث نہین ہوتی وہ ہر ایک بات مین وہی نتیجہ نکالتے ہین جو اونکے دل مین ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ لوگ صنعت پر بھی صانع کا اطلاق کر لیتے ہین اگر یہان بھی ایسا ہی خیال کر لین تو دوسری مصرع کے معنی صحیح ہو جاینگے۔ اور کوئی موقع اعتراض کا نرہیگا۔

بی خیالش مباد منظر چشم زانکہ این گوشہ خاص دولت اوست

آنکھہ کا منظر بغیر اوسکی خیال کے نہو جیو اسواسطے کہ اس گوشہ خاص مین اوسکی دولت ہی

یعنی میرا تمام ارادہ اسبات کی متعلق ہے کہ خیال شاہد حقیقی کو پردہ چشم سے جدائی نہو اور وہ ہمیشہ اوسمین پوشیدہ رہی اسواسطے کہ یہہ گوشہ خاص اوسی دولت کا ہی پس کبھی غیر کے نظارہ کی گنجایش چشم عاشق مین نہونی چاہیے۔

گر من آلودہ دامنم چہ عجب ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

اگر مین آلودہ دامن ہون تو کیا تعجب تمام عالم اوسکی عصمت کا گواہ ہے

شعر ہذا مین اوست کی ضمیر مرشد کی طرف راجع ہے اور مطلب یہہ کہ اگر مین آلودہ دامن یعنی گناہگار ہون تو کچھہ تعجب کی بات نہین ہے مرشد کامل تو معصوم ہے اور اوسکی عصمت پر جس سے بیگناہی مراد ہی تمام عالم گواہ ہی پس میری آلودہ دامنی سے اوسکو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا علاوہ اس کے دوسرا مطلب یہہ بھی ہے کہ عاشق تمام برائیان اپنے ذمہ اور تمام بھلائیان معشوق کیطرف منسوب کیا کرتا ہی یعنے جو نیکی ہو وہ اوسی پہونچی اور جو بدی ہو وہ مجھہ ملی لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ جب اصل مقصود کی عصمت ثابت ہو چکی تو میری آلودہ دامنی کچھہ ہرج نہین کر سکتی یہہ بات اوسوقت اچھی طرح سمجھہ مین آتی ہے جب عاشق و معشوق دونون کو ایک ہی اصل

لاہوت یعنی ملائکہ ملاء اعلیٰ اور جن وانس سے باشندگان عالم ناسوت یعنی ملاء ادنیٰ مقصود ہین اور مطلب یہہ ہی کہ کمال محبوبی کا خوب رونی اور پاک دامنی ہی سے متعلق ہے چونکہ یہہ دونون صفتین ذات آنحضرت مین موجود تھین پس اس کے بس ہوکر دونون جہان کے ساکنین کے دل آپ پر مائل ہوی اور سب کی ہمت آپکی ذات پاک سے وابستہ ہی۔ واضح ہو کہ اگرچہ خوبروی اور پاک دامنی تمام انبیاء علیہم السلام کی صفت ہوسکتی ہی لیکن بموجب اوس ارشاد کے جو آپ نے فرمایا تھا کہ انا من نور اللہ والخلق کلہم من نوری۔ یعنی مین اللہ کے نور سے ہون اور تمام خلق میری نور سے پیدا ہوی ہے یہہ صفت خاص کر آپ ہی سے مختص ہے۔

خال مشکین کہ بر آن عارض گندم گون است ۔ سر آن دانہ کہ شد رہزن آدم با اوست

سیاہ تل جو کہ اوس گندمی عارض پر ہے ۔ اوسی دانہ کا رمز جو آدم کا رہزن ہوا اوسکے ساتھہ ہی

خال مشکین سے نقطۂ ذات مراد ہے۔ خال مشکین دانہ تل اور دانہ گندم کی جسنے حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکلوایا تھا رعاتین ظاہر ہین۔ اور مطلب یہ ہی کہ ظہور ذات الٰہی مع تمام صفات عارض گلرنگ آنحضرت صلعم سے ظاہر و ہویدا ہے۔ کیونکہ یہیہ اوس دانہ کا جس سے ہم نے نقطۂ ذات مراد لیا ہے اور جو کہ آدم علیہ السلام کا رہزن تھا یعنی اوسنے اونکو خطا وار بناکے جنت سے نکلوایا اوسی خال مشکین کے ساتھہ ہے یعنی اسی سبب سے وہ نقطۂ ذات مرجع دل عالمیان ہوا اور تمام کائنات کو اپنی طرف مائل کیا یہانتک کہ تمام انبیاؤن نے کہا تہا کہ یا خدا تو نے ہمکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مین کر دیا ہوتا۔

دلبرم عزم سفر کرد خدا را یاران ۔ چہ کنم با دل مجروح کہ مرہم با اوست

میرے دلبر نے سفر کیا ای یارو خدا کے لئے ۔ زخمی دل کو کیا کرون کہ مرہم اوسکی ساتھہ ہے

یعنی ای یاران طریقت میرے دلبر نے جو آنحضرت صلعم ہین اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور مین اون سے دور ہو گیا اب میرا دل اشتیاق سے روز و شب طپان رہتا ہی برائی خدا بتلاؤ کہ اس زخمی دل کا مرہم کہان سے لاؤن اور کیا علاج کرون کیونکہ مرہم تو حضور کے پاس تہا جو یہان سے دار بقا مین کوچ فرما گئے ہین۔ کہتے ہین کہ خواجہ حافظ شیرازی صاحب نے کسی سے بیعت نہین کی تہی چنانچہ نفحات مین لکہا ہی کہ اسی سبب سے

شیرین دہنون سے اور پیغمبران علیہم السلام مراد ہین خاتم کا لفظ سلیمان وقت کی رعایت سے آیا ہے اور پہلے مصرعہ کے لفظ بادشاہ کو بھی اسے خاص ربط ہے۔ مہر سے مراد مہر نبوت ہوگی۔ یہ عرض کردیا گیا ہے کہ یہ اشعار حضور سرور کائنات کی صفت مین ہین گو اور انبیاء علیہم السلام بھی پیغمبر وقت ہوتے تھے مگر چونکہ آپ سردار انبیا ہین اسواسطے آپکو حضرت سلیمان سے جو شاہنشاہ جن وانس بھی تھے اور پیغمبر بھی تھے تشبیہ دیگئی ہے علاوہ برین آپ کی پشت مبارک پر نبوت کا نشان ثبت تھا جسکو مہر نبوت کہتے ہین چونکہ کوئی ایسی صریح علامت پیغمبری کی اور پیغمبرونکے پاس نہ تھی اسواسطے اسکا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے اور ازین حضرت سلیمان علیہ السلام کے نام کے ساتھ انگشتری کے خاص رعایت بھی ملحوظ تھی۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلعم کی ذات مین بخلاف پیغمبران ماقبل مثل موسیٰ علیہ السلام۔ و عیسیٰ علیہ السلام کے تمام خوبیان اللہ پاک نے جمع فرمادی تھین۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام مظہر صفات قہریہ تھے اسیواسطے اونکی شریعت بمقابلہ اورون کی شریعت کے زیادہ سخت تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام مظہر صفات لطفیہ تھے لہذا اونکی شریعت تمام شریعتون سے زیادہ نرم تھی۔ چونکہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان مستجمع الصفات والذات تھے اسلئے آپکی شریعت مبارک سختی وآسانی دونون پر مشتمل ہے یعنی اعتدال کی صورت رکھتی ہے نہ تو ایسی سخت ہے کہ آپکی امت موسیٰ کی امت کی طرح اوسکی متحمل نہو سکے نہ اتنی نرم کہ عیسیٰ کی امت کی طرح لوگ اپنے واسطے طبعزاد احکام بنا کر شریعت کو پیچھے ڈالدین۔ چنانچہ اسی اعتدال کے اختیار سے خواجہ صاحب چشم میگون لب خندان دل خرم کے الفاظ لائے ہین اور کہتے ہین کہ وہ سبز رنگ ملیح کہ عالم کی خوبی اور زیبائش اوس سے متعلق ہے ایسا اچھا محبوب ہے کہ از سرتاپا صفات حمیدہ اور اوصاف جمیلہ سے آراستہ و پیراستہ ہو رہا ہے اور تمام خوبیان لطف و قہر و رحمت وغضب کی اوسکی ذات فرخندہ صفات مین مضمر ہین۔

روی خوبست و کمال ہنر و دامن پاک — لاجرم ہمت پاکان دو عالم با اوست

صورت اچھی ہنر مین کمال و دامن پاک — بیشک دو عالم کے لوگونکی ہمت اونکے ساتھ ہے

روی خوب کا اشارہ بانتامن نور اللہ کی طرف ہے ہنر سے مراد محبوبی۔ دامن پاک کا کنایہ بمازاغ البصر وماطغی کی جانب سمجھنا چاہیے پاکان دو عالم سے ساکنان عالم

دانم کہ بگذرد ز سر جرم من کہ او — گرچہ پری‌وش است ولیکن فرشتہ‌خوست

مین جانتا ہون کہ وہ میری گناہ سے باز رہیگا — اگرچہ پری وش ہی لیکن فرشتہ خصلت بھی ہی

پری کا حسن مشہور ہی لیکن جبکہ وہ عاشق ہو اوسکو مصیبت کا سامنا ہوتا ہی اس اعتبار سے اس موقع پر پریوش کا لفظ صفات قہریہ کے واسطے آیا ہی اور فرشتہ خو کا صفات غفاریہ کیلئے۔ بگذرد کے معنے درگذر کرے یا بخشدے کی ہین۔ مطلب یہ کہ گو میرا محبوب یعنی خدا تعالیٰ قہاریت کی صفت سے بھی موصوف ہے لیکن اوس مین بڑی صفت غفاریت کی ہی جو اسکا الہی ہی چنانچہ خود فرماتا ہی کہ سبقت رحمتی علےٰ غضبی میری رحمت میرے غضب سے بڑہی ہوی ہی گو مین یقین کرتا ہون کہ وہ قہار ہی تاہم یہہ بھی جانتا ہون کہ غفار بھی ہی اور ضرور میرے گناہ کو معاف فرمائیگا۔

بی گفتگوی زلف تو دل را ہمی‌برد — با روی دلکش تو کرا روی گفتگوست

تیری زلف بے کہے دلکو لئے جاتی ہے — تیری چہرہ دلکش کیساتھہ کسکو گفتگو کی مجال ہی

یعنی تیری زلف جس سے جذبہ عشق حقیقی مراد ہے بغیر کہے سنے دلکو کھینچ لیتی ہی تو پھر کسکی مجال ہی کہ جو تیرے روی دلکش کیساتھہ جس سے ... تجلیات مقصود ہین مقابلہ کریگا۔

عمریست تا ز زلف تو بوی شنیدہ‌ایم — زان بوی در مشام دل ما ہنوز بوست

بہت دن گذرے کہ ہمنے تیری زلف کی بو یعنی خوشبو سونگھی تھی — وہ بو ابھی تک ہماری مشام جان مین موجود ہی

یعنے اے محبوب حقیقی مدت گذری کہ تیری زلف کی بو جس سے وہی جذبہ عشق مراد ہی ہمنے سونگھی ہی لیکن ابھی تک ہماری مشام جان مین وہ بو ویسی ہی موجود ہے اور اوس مین کسی طرح کا تغیر و تبدل یا کمی بیشی نہین ہوی۔ یہہ گویا عاشق کی پختہ کاری کی طرف اشارہ ہی۔

ہیچ ست آن دہان کہ ندیدم ازو نشان — موئیست آن میان و ندانم کہ آن چہ موست

وہ دہان ہیچ ہی کہ مین نے اوسکا نشان نہ دیکھا — وہ کمر بال ہی کہ مین نے اوس بال کو نجانا

دہان سے اشارہ نقطۂ احدیت کی طرف۔ اور میان سے کنایہ تعین و کثرت کی جانب مطلب یہہ ہے کہ نہ تو مین نے کہین ذات احدیت کا نشان دیکھا اور نہ تعین و کثرت ہی کو مستحکم پایا۔ معشوق کا دہن اور کمر جنکی تعریف مین شعرا مبالغہ سے کام لیتے ہین حقیقی صورت مین اسطرح گم کئے گئے ہین۔

لوگ اونپر طعنہ زنی کرتے تہے

با که این نکته توان گفت که آن سنگین دل   کشت ما را و دم عیسی مریم با اوست

اس نکتہ کو کس سے بیان کیا جائے کہ اوس سنگین دل نے   ہمین مار ڈالا باوجودیکہ دم عیسی مریم اوسکے ساتھہ ہے

سنگین دل سے جو کہ معشوق کی صفت ہے ذات بابرکات آنحضرت صلعم باعتبار استغنا مراد ہو سکتی ہے اور مطلب یہہ ہے کہ اوس سنگین دل محبوب نے اپنی بے پروائی سے ہمکو معرض ہلاکت مین ڈالا یعنے یا تیغ عشق سے گہائل کیا یا ہجر مین مارا باوجودیکہ وہ دم عیسیٰ رکہتا ہے۔ اور اونکی طرح مردونکو جلا سکتا ہے چاہیے تو یہہ تہا کہ ہمارے دل خستہ پر مرہم رکہتا یا شربت وصال سے سیراب فرماتا کیونکہ وہ عیسی نفس ہے پس یہہ حال مین کس سے کہون اور کون یقین کریگا کہ جو مردونکو جلاتا ہے اوسی نے مجہے مار ڈالا۔

حافظ از معتقدانست گرامی دارش   زانکہ بخشایش بس روح مکرم با اوست

حافظ معتقدونمین سے ہے اوسکو معزز رکہہ   اسواسطے کہ روح مکرم کی بخشایش اوسکے ساتہہ ہے

یعنی ای مخاطب حافظ آنحضرت صلعم کے معتقدون مین سے ہے پس اوسکو خاص طور پر معزز سمجہہ اور اسکا خیال نکر کہ اوسنے کسی سے بیعت نہین کی اسواسطے کہ بخشایش ارواح مکرم جس سے اشارہ روح مقدس کے فیض کی طرف ہے اوسکے ہمراہ ہے۔ کتاب حبیب السیر مین ایک بزرگ فرماتے ہین کہ مین نے جبتک یہہ شعر حافظ کا نہ سنا تہا مین ہمیشہ اونکا منکر رہا مگر اس کے سننے پر معلوم ہوگیا کہ حافظ علیہ الرحمہ بیشک ولی کامل تہے۔

دارم امید عاطفتی از جناب دوست   کردم خیانتی و امیدم بعفو اوست

مین جناب باریتعالی سے لطف کی امید رکہتا ہون   مین نے خیانت کی اور اوس سے عفو کی امید ہے

خیانت یعنی چوری یا گناہ۔ خیانت کا دوسرا نسخہ جنایت بہی ہے اور اسکے معنی بہی گناہ کے ہین مطلب یہہ کہ مین باوجود اسکے کہ گناہگار ہون مگر پہر بہی اوسکی جناب سے عفو کی امید رکہتا ہون۔ اوسنے ہمکو عبادت کرنے واسطے پیدا کیا ہے جیساکہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا ہے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون نہین پیدا کیا (اللہ نے) جن وانسان کو مگر واسطے عبادت کے چونکہ مجہسے کچہہ عبادت نہو سکی اسلئے مین ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا کے حکم پر اوس سے بخشش کا امیدوار ہون۔

اوس رات مین واقع ہو تو وہ خدا کے نزدیک قدر کے لائق ہے۔ بعض نے قدر کے معنی تنگی کے لئے ہین کہ اوس رات کو فرشتون کی کثرت سے زمین تنگ ہو جاتی ہے یعنی اسقدر فرشتہ نازل ہوتے ہین مگر یہ بات کہ شب قدر سال کی کون سے مہینہ کی کون تاریخ ہوتی ہے کسیکو معلوم نہین بہرحال اس کا تذکرہ ہم اس سے پہلے لکھہ آئے ہین۔ خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ وہ شب قدر جسکی تعریف اہل خلوت یعنی تنہائی مین بیٹھہ کر عبادت کرنیوالے لوگ کیا کرتے ہین یہی شب ہی اسواسطے کہ آج کی شب مجہے وصال محبوب حاصل ہے۔ دوسرا مصرع بطور استعجاب ہے یعنی ای خدا یہ کونسی ستارہ کی تاثیر ہی کہ مجہکو آجکی شب وصل محبوب حقیقی حاصل ہوا۔

تا بگیسوی تو دست ناسزایان کم رسد　　ہر دلی در حلقۂ در ذکر یارب یا ربست

ناسزالوگون کا ہاتہہ تیری گیسو تک کم پہونچتا ہی　　ہر درویش حلقہ مین یارب یارب کا ذکر رہا ہی

ناسزایان سے ظاہر پرست لوگ مراد ہین جو عشق سے بہرہ مند نہین ہوتے۔ گیسو کی رعایت سے حلقہ کا لفظ لائے ہین مگر اس حلقہ سے فقیرون کا وہ حلقہ مراد ہے کہ جس مین ذکر و شغل کیا جائے یارب یارب سی مقصود فریاد کرنا یا انصاف چاہنا ہی اور مطلب یہہ کہ ہر دل عاشق جو کہ حلقہ گیسوی محبوب مین ہی یہی دعا کرتا ہی کہ یا خدا ظاہر پرستون کو تیری گیسو تک جس سی عشق مراد ہی دسترس نہ ہونے پائے۔

تشنۂ چاہ زنخدان توام کز ہر طرف　　صد ہزارش گردن جان زیر طوق غبغب ست

تیری چاہ زنخدان کا پیاسا ہون کہ ہر طرف سی　　اوسکی طوق غبغب کے نیچے سو ہزار جانون کی گردن ہین

غبغب سیب زنخدان کو کہتی ہین اور نیز اوسکو بہی جو مرغ کی گردن پر لٹکتا رہتا ہی معشوقون کے ٹہوڑی پر جو گوشت کا حصہ خوبصورتی کے ساتہہ معلوم ہوتا ہے اوسکو بہی غبغب ہی بولتے ہین یعنی ای محبوب مین تیری چاہ زنخدان کا پیاسہ ہون اسواسطے کہ سو ہزار جانون کی گردنین اوس تیری زنخدان کے طوق غبغب کے نیچے موجود ہین۔ تشنہ کا دوسرا نسخہ غرقہ بہی ہے۔ چاہ کی رعایت سی تشنہ اور غرقہ دونون کا مطلب ٹہیک ہوتا ہی

تاب خوی بر عارضش بین کافتاب گرم رو　　در ہوای آن عرق تا ہست ہر روزش تب ست

اوسکی عارض کی پسینہ کی تاب مثل آفتاب تیز کی دیکہہ　　جبتک اوس عرق کی ہوا مین تیز ہر روز چمک ہی

دارم عجب ز نقش خیالش کہ چون نرفت ... از دیدہ ام کہ دمبدمش کار شست و شوست

تعجب کہ اوسکی خیال کا نقش کیون نہ گیا ... میری آنکھون سے کہ اونکا کام ہر وقت دہونا ہی

یعنی ای محبوب مین تیرے نقش خیال سے تعجب مین ہون کہ باوجود اسکے کہ میری آنکھین ہر وقت دہونا بہگونا کرتی رہتی ہین یعنے روتی رہتی ہین اسپر بہی تیرا نقش خیالی میری دلسی نہ دہلا اور اتنی سیلابی اشک جو میری دیدہ گریان سے جاری رہتی ہے اوس نقش کو مٹا کر صاف نکر سکی۔

چندان گریستم کہ ہر آنکس کہ بر گذشت ... در دیدہ ام چو دید روان گفت این چہ جوست

مین اسقدر رویا کہ جو شخص میری پاس ہو کر گذرا ... میری آنکھون مین جب آنسو وان دیکھے تو کہا کہ یہ کیا عادت ہے

مطلب یہ کہ ای محبوب مین تیری اوس استغنا سے جو تو مجہپر روا رکہتا ہی اسقدر رویا کہ جو شخص میرے پاس ہو کر گذرا اوسنے کہا کہ یہ تیری کیا عادت ہی یعنی تونے رو رو کر اپنا یہہ حال کیا ہی۔ جو کا نسخہ جو بہی ہی جسکے یہہ معنی ہونگے کہ میری پاس آنیوالے شخص نے کہا کہ یہ ندی کیسی ہے۔

ما سر چو گوی رہبر کوی تو باختیم ... واقف نشد کسی کہ چہ گویست وین چہ کوست

ہمنے سر مانند گیند کے تیری کوچہ مین نثار کیا ... کوئی شخص واقف نہوا کہ کیسی گیند ہے اور یہ کون کوچہ ہے

یعنی ای محبوب مین نے تیرے خدمت واطاعت یہانتک کی کہ سر کو تیری راہ مین فدا کر دیا اسپر بہی کوئی شخص آگاہ نہوا کہ یہہ کوچہ کون سا ہی اور اسکی گیند کون سا سر ہی یا یہ کہ مین نے سر کو گیند کیطرح میدان عشق کے وقف کر دیا اور کوئی اوس سر آگاہ نہو سکا۔

حافظ بدست حال پریشان تو ولے ... بر یاد زلف یار پریشانیت نکوست

حافظ تو حال کی ہاتہہ سے پریشان تو ہے لیکن ... زلف یار کی یاد مین تیری پریشانی اچہی ہی

مطلب یہ کہ ای حافظ گو تونے اپنا حال پریشانی و سرگردانی سے ابتر کیا ہی لیکن چونکہ یہ پریشانی شاہد حقیقی کے عشق کی وجہ سے ہی اسلئے یہ بہت اچہی ہی کہ سبب دلجمعی کا ہی۔ حافظ سے قلب متکلم مراد ہی اور پریشانی کیلئے شرح مین دلجمعی کا لفظ رکہا گیا ہی۔

آن شب قدر کہ گویند اہل خلوت امشب است ... یا رب این تاثیر دولت از کدامین کوکبست

وہ شب قدر جسکو اہل خلوت شب قدر کہتے ہین یہ رات ہی ... یا اللہ دولت کی یہ تاثیر کونسے ستارہ سے ہی

شب قدر کے معنی شب عزت یعنی جو شخص کہ اوس رات کو عبادت کرے خدا کو عزیز ہو جائے یا اگر کوئی عمل

اور کوئی شخص اپنے مذہب کو ترک نہین کر دیتا۔

آنکہ ناوک بر دلم از زیر چشمی میزند **قوت جان حافظش در خندهٔ زیر لب است**

وہ کہ تیر میرے دل پر زیر چشمی سے مارتا ہے ای حافظ جان کی قوت اوسکی زیر لب تبسم سے ہی ہر

ناوک زیر چشم سے تجلی ذاتی تمہاری مراد ہی جو عاشقون کی فنا کا سبب ہوتی ہے اور خندہ زیر لب سے تجلی جمال کہ جو اونکی حیات بخش ہے۔ مطلب یہہ کہ وہ جو حافظ کے دل پر زدیدہ نگاہی سے تیر مارتا ہے یعنے تجلی تمہاری سے کشتہ کرتا ہے اور جس سے فنا مراد ہے اوسکی زیر لب تبسم مین بقا موجود ہے ممکن ہی کہ تجلی جمال سے سرفراز فرما کر مرتبہ بقا کو بہو نچا دے۔

سینہام ز آتش دل در غم جانانہ بسوخت **آتشی بود درین خانہ کہ کاشانہ بسوخت**

میرا سینہ دل کی آگ سے غم جانانہ مین جلگیا۔ اس گہر مین آگ تہی جسنے مکان کو پہونکا

یعنی میرا سینہ اوس آگ سے جو میرے دل مین تہی سوختہ ہو گیا آتش دل سے آتش عشق مراد ہی یہہ آگ عجیب آگ تہی کہ جسنے اپنے گہر کو جلا دیا۔

تنم از واسطهٔ دوری دلبر بگداخت **جانم از آتش ہجر رخ جانانہ بسوخت**

تن میرا دوری دلبر کی وجہ سے گہل گیا جان میری ہجر جانان کی آگ سے جل گئی

مطلب صاف ہے تشریح طلب نہین صرف عاشق اپنی مہجوری کا اظہار کرتا ہی۔

ہر کہ زنجیر سر زلف پریروی تو دید **شد پریشان و دلش بر من دیوانہ بسوخت**

جس کسی نے تیری زلف پریرو پر زنجیر دیکھی پریشان ہوا اور دل اوسکا مجہہ دیوانہ پر جلا

یعنے جس شخص نے تیری زلف زنجیر کو دیکھا خود پریشان ہو گیا اور مجہہ دیوانہ پر دل سوختہ کیا کہ یہہ عجیب مصیبت مین گرفتار ہے۔

سوز دل بین کہ ز بس آتش اشکم دل شمع **دوش بر من ز سر مہر چو پروانہ بسوخت**

سوز دل کو دیکہہ کہ میری آتش اشک سے شمع کا دل کل محبت سے مجہہ پر مثل پروانہ کے سوختہ ہوا

یعنے میرے دل کا سوز اور اشکون کی گرمی [illegible] یہہ کہ شمع کا دل بہی میری سوختگی سے اسطرح جل گیا کہ جسطرح خود شمع پر پروانہ نثار ہو جاتا ہی مطلب یہہ کہ میرے دل کا نور اور آنکھونکی گرمی اسقدر بڑہی ہوی ہے۔

گرم رو معنی تیز رو یعنی پسینہ کی تاب جو اوس معشوق کے عارض پر واقع ہوئی ہے اوسکو دیکھ کہ آفتاب تیز کی مانند ہے اور اوس پسینہ کی محبت جبتک کہ دل مین موجود ہے ہر روز زیادہ ہی مناسب تو یہی ہے کہ یہہ عادت اوسکی رخسار پر واقع نہو۔

اندران موکب کہ بر پشت صبا بندند زین — با سلیمان چون برانم من کہ مورم مرکبست

اس حلقہ مین کہ صبا کی پشت پر زین رکھتے ہین — سلیمان کی مانند کیونکر چلون مین کہ میرا مرکب چیونٹی ہے

مرکب کا اشارہ زمرۂ عاشقان کی طرف ہے اور سلیمان کا محبوب حقیقی کی جانب ہو رہا ہے مور سے مراد وجود ضعیف مطلب یہ کہ اگرچہ مین اون عاشقون کے گروہ مین ہون جو ہوا کو تابع فرمان کر لیتے ہین یعنی خوارق و کرامات کے مظہر ہوتے ہین تاہم بود انسانی کا وجود بہت ضعیف ہے اور سلیمان کیسا نہ کہ جو محبوب حقیقی ہے ہمسری نہین ہوسکی یعنے مین انا الحق کا دم نہین بہر سکتا۔

شہسوار من کہ مہ آئینہ دار روی اوست — تاج خورشید بلندش خاک نعل مرکبست

میرا شہسوار کہ چاند اوسکے رخ کا آئینہ دار ہے — خورشید بلند کا تاج اوسکے مرکب کے نعل کی خاک ہے

یعنی خورشید بلند کا تاج میرے شہسوار کے گھوڑے کے نعل کی خاک ہے اور چاند باوجود اس حسن و جمال کے اوسکا آئینہ دار۔ آئینہ دار موتراش کو کہتے ہین اور یہہ تمام جملہ معترضہ شہسوار کی صفت سمجھنا چاہیے۔

آبحیوانش ز منقار بلاغت میچکد — زاغ کلک من بنام ایزد چہ عالی مشربست

آبحیات اوسکی منقار بلاغت سے ٹپکتا ہے — میرا زاغ قلم بھی کیا عالی مشرب ہے

اس شعر مین گویا حافظ صاحب اپنی قلم بلاغت رقم کا وصف کرتے ہین قسم خدا کی کہ میرا قلم بھی کتنا عالی مشرب ہے جس سے آبحیات ٹپکتا ہے۔ آبحیات سے عشق مراد ہے باعتبار اسکے کہ حقیقی عاشق تھا نہین اور چونکہ حالات عشق و حقیقت بذریعہ قلم تحریر ہوئے ہین اسلیے قلم سے آبحیات کا ٹپکنا بیان کیا۔

من نخواہم کرد ترک لعل یار و جام می — زاہدان معذور داریدم کہ اینم مذہبست

مین لب لعل یار اور جام می کو ترک نکرونگا — اے زاہدو مجھے معذور سمجھو کہ یہ میرا مذہب ہے

مطلب یہ کہ اے زاہدو مجھے اپنی وعظ و نصیحت سے معاف رکھو مین ہرگز اوس محبوب حقیقی کی آرزوے لطف یا اوسکی بوسہ کی تمنا یا اوسکی عشق و محبت کو نہ چھوڑونگا اسواسطے یہہ میرا مذہب ہے

خرقہ زہد مرا آب خرابات ببرد — خانہ عقل مرا آتش خمخانہ بسوخت

میری زہد کے لباس نے خرابات کی آبرو کھوئی — میری خانہ عقل نے آتش خمخانہ کو جلایا

خرابات سے مراد حالت عشق ہے اور آتش خمخانہ سے کنایہ شراب کی طرف ہے جس سے شراب عشق حقیقی مقصود ہے مطلب یہہ کہ میرے زہد و تقوی نے عشق و محبت کی آبرو کھودی اور خانہ عقل نے جس سے دماغ مراد ہے عشق کو جلایا یعنے جب عشق ہوتا ہے تو عقل نہین رہتی اور اگر عقل سے کام لیا جائے تو عشق فقرو ہو جاتا ہے لہذا خواجہ صاحب زہد و پارسائی سے عشق کی آبروریزی اور عقل سے اوسکا خانہ دماغ سے نکل جانا یا سوخت ہو جانا ظاہر فرما رہے ہین۔

ترک افسانہ بگو حافظ و می نوش دمی — کہ نخفتیم شب و شمع بافسانہ بسوخت

ای حافظ قصہ کو تمام کر اور تھوڑی دیر شراب پی — کہ ہم رات کو سوئی بہی نہین اور شمع افسانہ سے جلگئی

افسانہ مراد اہل ظاہر کی گفتگو سے ہے۔ اور شراب نوشی سے وہی عشق و محبت عبارت ہے۔ شمع سے مقصود شمع زندگی۔ اور مطلب یہہ کہ اے حافظ اہل ظاہر کی گفتگو ترک کر یہہ بے فائدہ ہے اور کچہہ دیر عشق و محبت کی باتین ہونے چاہئین تاکہ رات کو جس سے عمر مراد ہے کچہہ دیر آرام کرلین یعنے عشق حقیقی کرین اس بیفائدہ گفتگو سے جسکا اشارہ دنیا و مافیہا کے جہگڑے کی طرف ہے کچہہ حاصل نہین ان جہگڑون مین ساری عمر بسر ہوی جاتی ہے اب اوسکا دہیان کرنا چاہیے۔

زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست — در حق ما ہر چہ گوید جای ہیچ اکراہ نیست

ظاہر پرست زاہد ہماری حال سے واقف نہین ہے — جو کچہہ ہماری حق مین کہے اوس سے برا ماننے کی ضرورت نہین

یعنے یہہ زاہد ظاہر پرست کہ جو ہمارے حال سے واقف نہین ہے اور عاشقون کے رتبہ کو نہین سمجہا جو کچہہ بہی ہماری نسبت کہے اوس سے برا نہ ماننا چاہیے اسواسطے کہ جب وہ ہم سے آگاہ ہی نہین تو ناواقف کے کہنے کا برا ماننا کیا ہے گویا وہ بوجہہ عدم واقفیت کے ہمین برا کہنے مین معذور ہے۔

چون پیالہ دلم از توبہ کہ کردم بشکست . چون صراحی جگرم بی می و پیمانہ بسوخت

توبہ کرنے سے میرا دل مثل پیالہ کے ٹوٹ گیا اور صراحی کی طرح جگر میرا بغیر شراب و پیمانہ کے خشک ہو گیا

مطلب یہ کہ جب مین نے شراب عشق سے توبہ کی تو میرا دل مثل پیالہ کے ریزہ ریزہ ہو گیا اور جسطرح کہ صراحی بغیر شراب کے خشک ہو جاتی یا سوکھ جاتی ہے اسیطرح میرا جگر بغیر شراب کے سوکھ گیا۔ یعنے بے اگر آرام ہے تو پیالہ نوشی مین ہے۔ بلا مے نوشی کے میری تراوت جگر جو اسائش کا ذریعہ ہے کہان می نوشی سے وہی عشق و محبت مراد ہے۔

ماجرا کم کن و باز آکہ مرا مردم چشم خرقہ از سر بدر آورد و بشکرانہ بسوخت

جھگڑا کم کر اور باز آ کہ میرے مردم چشم نے خرقہ سر سے اتار ڈالا اور شکرانہ مین سوختہ ہوی

اس موقع پر ماجرا سے مراد واعظ کا وعظ و نصیحت ہے مطلب یہ کہ اے واعظ تو مجھسے نصیحت کی گفتگو کم کر اور اس سے باز آ یعنے بے عشق و محبت سے مانع نہو اسواسطے کہ میری مردم چشم نے شرم کا برقعہ اوتار پھینکا ہے اور عشق کے شکرانہ مین جل کر خاک ہو گئی ہے۔ خرقہ از سر بدر آوردن فارسی محاورہ ہے جسکے معنے بے شرم ہو جانے کے لئے جاتے ہین اور نیز ممکن ہے کہ اس شعر کا مخاطب معشوق ہو اور یہہ مطلب ہو کہ اے معشوق باتین نہ بنا اور مجھپر رحم فرما کر میرے حال زار کی طرف متوجہ ہو اسواسطے کہ مین تیرے عشق مین بے شرم ہو گیا ہون۔

آشنائی نہ غریب ست کہ دلسوز منست چون من از خویش برفتم دل بیگانہ بسوخت

جو میرا دل سوز ہے وہ آشنا نہین بلکہ غریب ہے جب مین آپ مین نرہا تو بیگانہ کا دل جلا

وہ شمع کہ جسکا دل شفقت ہم خیالی کی وجہہ سے مجھپر جلا میرے آشنا یا دوست نہین ہے بلکہ میری طرح غریب ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ غریب کا ہمدرد غریب ہی ہوتا ہے اسواسطے وہ میری دل سوزنی گو شمع بیگانہ تھی یعنے میرے دوست نہ تھی بلکہ غیر تھی تاہم جب اپنے مین نرہا اور سرگردان بیابان حیرانی ہوا تو غیر کا دل بھی میرے خیال سے بھر آیا یعنے شمع نے میری دل سوزی کی۔ واضح ہو کہ اس دیوان کے بعض نسخون مین یہہ شعر۔ سوز دل بین کہ زبس آتش اشکم دل شمع + کے نیچے لکھا ہوا ہے۔ گر مطبوعہ دیوان مین نہ جو عام ہے اور جس سے ہم شرح لکھ رہے ہین نہین پر ہے۔

چیست این سقف بلند ساده بسیار نقش — زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست

یہ بہت سے نقوش کی سادہ سقف بلند کیا چیز ہے — اس معمے سے کوئی عقلمند اس جہان میں آگاہ نہیں

سقف بلند سے آسمان مراد ہے۔ سادہ اوسکی صفت۔ بسیار نقش کا لفظ باعتبار سیارون اور ستارون کے لائے ہین۔ یا بسیار نقش سے عبارت حوادثات سماوی ہین۔ اور مطلب یہ ہے کہ یہ چرخ ہمارا کیا شے ہے جسکی طرف تمام خیر و شر اور نیکیان بدیان منسوب کیجاتی ہین۔ اگر بنظر غور دیکھا جاے تو یہ بھی اوسی کے حکم کا تابع ہے کہ رات دن گردش کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے اختیار مین ہوتا تو کیون سرگردان پھرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایسا معما اوسکی قدرت کا ہے جسکو کوئی دنیا کا عقلمند عقل کے زور سے حل نہین کرسکتا۔

صاحب دیوان ما گویا نمیداند حساب — کاندرین طغرا نشان حسبۃً للّٰہ نیست

ہمارا صاحب دیوان گویا حساب نہین جانتا — کہ اس طغرا مین حسبۃ للّٰہ کا نشان نہین ہے

صاحب دیوان سے مراد محبوب اور طغرا کنایہ عشق محبت کیطرف ہے۔ طغرا اوس پیچیدہ خط کو کہتے ہین کہ جو شاہی فرمان پر بنا ہوتا ہے۔ دیوان لوگ جو اوس فرمان کو جاری کرتے ہین تو غریب رعایا کے واسطے حسبۃ للّٰہ کا لفظ لکھدیتے ہین۔ یہ نشان عفو اور معافی کا سمجھا جاتا ہے۔ لہذا مطلب شعر کا یہ ہے کہ ہمارا صاحب دیوان یعنی محبوب ہم غریبون اور بیچارے عاشقون پر مہربانی اور التفات نہین کرتا۔ یعنی اوسکے فرمان پر حسبۃ للّٰہ کا نشان نہین ہے جس سے عفو پایا جائے پس اس اعتبار سے وہ گویا حساب سے ناواقف ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو — گیر و دار حاجب و دربان درین درگاہ نیست

جو آتا ہے کہدے کہ آ اور جو کہ جانا چاہتا ہے کہدو کہ جا — پکڑ دکڑ پردہ دار اور دربان اس درگاہ مین نہین ہے

درگاہ سے مراد درگاہ معشوق حقیقی ہے اور اس کا مخاطب مرشد کامل کو سمجھنا چاہیے مطلب یہ کہ اے مرشد جو یہان آنا چاہے یعنی عشق کرنا پسند کرے اوس سے کہدے کہ شوق سے عشق کر اور جو یہان سے جانا چاہے تو اوس کو بھی خوشی سے چلا جانے دے۔ کیونکہ اس بارگاہ مین کسی کے آنے جانے کی واسطے کوئی روک ٹوک یا پہرہ چوکی نہین ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو کوئی حصول معرفت کرنا چاہے اوسکے واسطے ممانعت نہین۔ اور جو نکلنا چاہے اوسکو مجبور نہین کیا جائے گا۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست — در صراط المستقیم ای دل کسی گمراہ نیست

راہ طریقت مین جو کچہ سالک کو پیش آئے وہ اچھا ہے — ای دل کوئی سیدہے راستہ مین پڑ کر گمراہ نہین ہوتا

طریقت ہر چہار منزلون مین کی ایک منزل ہے یعنے شریعت و طریقت اور حقیقت اور معرفت یہہ چار منزلین ہین انہین مین سے طریقت بہی ہے۔ لہذا خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ اسے دل راہ طریقت مین سالک کو جو پیش آئے وہ اوسکے واسطے اچہا ہی ہے کیونکہ یہہ ایسا سیدہا راستہ ہے تو اوسکے بہکنے کا اندیشہ نہین ہے یہہ گویا منزل طریقت کی تعریف ہے کہ اوس مین چلنے والا گمراہ نہین ہوتا۔

تا چہ بازی رخ نماید بیدقی خواہیم راند — عرصۂ شطرنج رندان را مجال شاہ نیست

دیکہین کہ بازی کیا رخ دیتی ہے ہم پیدل چلین گے — بساط شطرنج رندو نپر مجال شہ کی نہین ہے

اس شعر مین پیدل اور رخ شاہ اور بازی شطرنج کے الفاظ ایک ہی رعایت سے آے ہین۔ اور مطلب یہہ ہے کہ ہم اپنی بیدق وجود کو میدان عشق مین دوڑا لینگے یعنے عشقبازی کرین گے اور پہر دیکہین گے کہ کیا معاملہ پیش آتا ہے۔ ہم جانتے ہین کہ اس مین ہمارے لئے کوئی روک ٹوک نہ ہوگی کیونکہ کسی کی مجال نہین ہے جو عاشقان صادق کو شہ دے یا اونکا راستہ روکے۔

این چہ استغناست یارب وین چہ قادر حاکمست — کاین ہمہ زخم نہانست و مجال آہ نیست

یارب کیا بے پروائی ہے اور کیا حاکم ہو — کہ ان پوشیدہ زخمو نپر آہ کی بہی مجال نہین ہے

قاعدہ کلیہ ہے کہ تکلیف پر کراہا کرتے ہین لہذا خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ یارب یہہ کیا قدرت ہے کہ باوجود اس اندرونی تکلیف اور زخمون کی بہی ہم کراہنے کی مجال نہین رکہتے۔

وعزت کی طرح نہین رکہاگر تا مشیخت ہی گویا ایک قسم کی دولت ہی جسکو دولت عزت کہہ سکتے ہین۔

آن پیک نامور کہ رسید از دیار دوست | **آورد حرز جان ز خط مشکبار دوست**

وہ نامور قاصد جوکہ دوست کے شہر سے آیا | اوسکے خط مشکبار سے جان کا تعویذ لایا ہی

خوش میدہد نشان جمال و جلال یار | **خوش میدہد حکایت عز و وقار دوست**

یار کے جمال وجلال کا اچہا پتہ دیتا ہے | اور اوسکے عز و وقار کی عمدہ حکایت بیان کرتا ہی

جان دادمش بمژدہ و خجلت ہمی برم | **زین نقد کم عیار کہ کردم نثار دوست**

اس خوشخبری مین جان دیکر بہی نادم ہون | کہ یہ کم حیثیت نقد تہا کہ جو مین نے دوست پر نثار کیا

یہ تینون شعر قطعہ بند ہین۔ اسلئے ہم ان سب کی شرح ایک ہی جگہ کئے دیتے ہین۔ مطلع مین پیک نامور سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہین۔ دوست کا اشارہ حق تعالی کی طرف ہی۔ خط مشکبار سے کلام مجید مقصود ہی دوسری شعر مین یار سے کنایہ خدا کی طرف جمال سے صفات رحیمہ جیسے از آیات کریمہ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْم وَاِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ اور جلال سے صفات قہریہ جسطرح کہ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَیَوْمَ یُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ عز و وقار کا اشارہ ان آیات کی طرف ہی اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ لَہُ الْکِبْرِیَاءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مطلب یہ کہ جبرئیل علیہ السلام جنہون نے درگاہ حضرت صمدیت سے نزول فرمایا وہ اپنے ساتہ مکر و نفس شیطان سے پناہ پانے کا تعویذ جان یعنی قرآن لائے پس وہ قرآن جمال وجلال رب العزت کا بہت عمدہ پتہ دیتا ہی۔ اور اوسکے عز و وقار کی دلچسپ حکایت سناتا ہی۔ تیسری شعر مین حافظ صاحب فرماتے ہین کہ مین نے اس خوشخبری سننے پر اپنی جان تک حوالہ کردی۔ لیکن پہر بہی شرمسار ہون کہ ایسی خوشخبری کا کوئی معاوضہ مجہسے نہو سکا کیونکہ میری جان بہت ہی کم حیثیت کا نقد میرے پاس تہا جو مین نے اوسپر نثار کردیا۔ واضح ہو کہ پیک نامور کا اشارہ جبرئیل کی طرف ہے وہ مبتدا موصوف ہی اور رسید از دیار اوسکی صفت ۔ اور دوسرا مصرع اس مبتدا کی خبر سمجہنا چاہئے۔ پس اس صورت مین جمال وجلال کا نشان دینے والا اور حکایت کرنیوالا جو دوسرے شعر مین آیا ہی وہ کلام مجید ہی۔ تیسرے مین حافظ صاحب اپنی بے بضاعتی کا حال بیان فرماتے ہین کہ گو مین نے جان تک دیدی تاہم شرمسار ہون۔ کہ مجہسے کچہ نہین دیا گیا۔ یعنے یہ ایسی خوشخبری تہی کہ جسکے سننے کا معاوضہ جان عزیز کے دیدینے سے بہی نہو سکا۔

هر چه هست از قامت ناساز بی اندام ماست — ورنه تشریف تو بر بالای کس کوتاه نیست

جو کچھ ہی وہ ہمارے قد کی ناز یبائی اور غیر موزونیت سے ہی — ورنہ تیرا خلعت کسی شخص کے جسم پر تنگ نہین ہی

یعنی تیرا لطف عام اور فضل و کرم سب کے واسطے یکسان ہی۔ یہ ہمارا ہی قصور ہے کہ ہم عمل سے اپنے آپکو اوسکا سزاوار بناوین یا نہ بناوین یہ نفع ونقصان محرومی استحقاق کفر و اسلام۔ خیر و شر جو کچھ واقع ہوتا ہی بندونکی ہی استعداد پر منحصر ہے اسمین خدا کے عام الطاف کا کچھ قصور نہین۔ چنانچہ وہ خود کلام مجید مین فرماتا ہے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ یعنی اللہ نے انپر ظلم نہین کیا بلکہ خود اونکے نفسون نے اونپر ظلم کیا نہ اللہ تعالیٰ نے اونپر ملامت کی مگر وہ اپنے نفسون ہی سے ملامتی بنے۔

بر در میخانه رفتن کار یکرنگان بود — خودفروشان را بکوی می فروشان راه نیست

میخانہ کے دروازہ پر جانا یکرنگون کا کام ہے — می فروشون کے کوچہ مین خودفروشونکا کیا کام

مطلب یہ کہ میخانۂ عشق کے دروازہ پر جانا اور اوسکی طلب کرنا اونکا کام ہے جو خودی اور خودبینی سے گذر کر نفاق وریا سے پاک صاف ہوگئے ہون اور ہست ونیست کے رنگ مین یکرنگ ہون۔ خود پرست و خودبین لوگ کوچۂ عشق مین نہین جاسکتے اسواسطے کہ اظہار کرامت اور دعوی خودی کرنا عاشقان کامل کا کام نہین ہے۔ اوس کوچہ مین وہی قدم رکھہ سکتا ہی کہ جو ان سب عیبون سے پاک وصاف ہو۔

بندۂ پیر خراباتم که لطفش دایم است — ورنه لطف شیخ و زاهد گاه هست و گاه نیست

مین پیر خرابات کا بندہ ہون کہ اوسکی مہربانی ہمیشہ ہے — ورنہ شیخ و زاہد کا لطف تو کبھی ہوتا ہی کبھی نہین ہوتا ہی

پیر خرابات سے مراد مرشد کامل ہے۔ مطلب یہ کہ مین مرشد کامل کا بندہ ہون کہ جسکا لطف ہمیشہ مسترشدون کے شامل حال رہتا ہے۔ یہ شیخ وزاہد کا لطف نہین ہے کہ کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہین ہوتا۔ یعنی اونکے وعظ ونصیحت کبھی اثر کرتی ہے اور کبھی نہین کرتی۔

حافظ ار بر صدر ننشیند ز عالی همتی است — عاشق دردی کش اندر بند مال و جاه نیست

اگر حافظ صدرنشین نہین ہوتا یہ اوسکی عالی ہمتی ہی — دردکش عاشق کو مال وجاہ کی طمع نہین ہوتی

یعنی اگر حافظ مشیخت کی صدر پر نہین بیٹھتا اور دعوی کشف وکرامت نہین کرتا تو یہ ناقص ہونیکی دلیل نہین ہے صرف اوسکی عالی ہمتی ہے اسواسطے کہ وہ عاشق دردکش ہے۔ اور درد پایا ہوا عاشق کبھی دولت

ماہیم و آستانہ عشق و سرِ نیاز — تا خواب خوش کرا برد اندر کنار دوست

ہم ہیں اور آستانہ عشق اور سر نیاز — دیکھنا چاہیے کہ خواب خوش کسکو دوست کے پہلو میں لیجاتی ہے

اس شعر میں لفظ "دیدہ باید" محذوف ہے۔ دوسرے مصرع کے تا سے اوسکا پتہ چلتا ہے مطلب صرف یہ ہے کہ ہم ہیں اور آستانہ عشق ہے اور ہمارا سر نیاز خم دیکھیے کہ خواب خوش دوست کے پہلو میں کس کو نصیب ہوتی ہے یا زاہد کو۔ اسواسطے کہ زاہد کو اپنی عبادت پر گھمنڈ ہے اور ہمارا سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آنیوالی ستودہ صفت ہے*

دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چہ باک — منت خدای را کہ نیم شرمسار دوست

دشمن اگر حافظ کے قتل کا قصد کرے تو کیا خوف — خدا کا احسان کہ میں دوست سے شرمسار نہیں ہوں

اس میں لفظ کشتن محذوف مانا جائے گا۔ یعنی اگر دشمن میری ہلاکت کا ارادہ کرے تو میں نہیں ڈرتا اور اگر دوست ایسا قصد کرے تو بھی پرواہ نہیں کہ اوسکی جفا مجھے عزیز ہے ہیں اوسکے احسان سے شرمسار ہوں

زلفت ہزار دل بیکی تار مو بہ بست — راہ ہزار چارہ گر از چار سو بہ بست

تیری زلف نے ہزاروں دل ایک بال کے تار سے باندھے — ہزاروں عقلمندوں کی راہ چار طرف سے روکی

زلف سے جذبہ عشق یا عالم دنیا مراد ہے۔ یکے تار مو سے جذبات الفت کا کوئی جذبہ یا لغات دنیا کی کوئی نعمت مقصود ہے۔ چارہ گر کے معنی ہوشیار کے لئے گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اے محبوب میں ہی تنہا تیرے جذبہ عشق میں گرفتار نہیں ہوا ہوں بلکہ ہزاروں عاقلوں کو تو نے اپنے ایک اشارہ سے والہ وشیدا بنایا ہے۔ یا یہ کہ ایک میں ہی دنیا کے پھندے میں نہیں پھنسا ہوا ہوں بلکہ بہت سے صاحبان دل اور ہوشیار اسکی نعمتوں میں سے ایک نعمت کے لئے دنیا کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں حتی کہ ہزار راہیں اون میں سے نکلنے کی موجود ہیں۔ مگر وہ نہیں نکلتے یعنی دنیا کو چھوڑکر معرفت و حقیقت پر غور نہیں کرتے اسلئے اونپر گویا وہ سب راہیں بند ہیں*

تا عاشقان ببوی نسیمش دہند جان — بکشود نافہ و در ہر آرزو بہ بست*

تاکہ عاشق اوسکی خوشبو پر جان دیں — نافہ کو کھولا اور ہر آرزو کا دروازہ بند کیا

نافہ سے مراد تجلی جمال ہے جو اول اول سالک کے اوپر نازل ہوتی ہے۔ اور مطلب یہ کہ اے محبوب حقیقی تو نے اول تو اپنے جمال کی تجلی سے عاشقوں کو سرفراز فرمایا بعد ازاں اوسے چھپالیا۔ اس

سپہر دور قمر را چہ اختیار در گردش اند بر حسب اختیار دوست

آسمان کو گردش اور چاند کو چکر پر کیا اختیار — اختیار دوست کے بموجب گردش میں ہیں

مطلب یہ کہ اے سالک کامل اوس مصیبت و رنج پر جو افلاک کی گردش سے پیش آتی ہے مغموم ہونا نہیں چاہیے۔ اسواسطے کہ سپہر اور چاند کی گردش اونکے اپنے اختیار سے نہیں ہے بلکہ اونکی تمام حرکات اوس قادر مطلق کے اختیار میں ہیں۔ کیونکہ تمام ستارے اوسی کے محکوم اور تابع فرمان ہیں اسواسطے اگر کوئی جور آسمان کی شکایت کرے تو گویا وہ اوسکی شکایت کرتا ہے جسکے اختیار میں خود آسمان ہے یہی گویا علم نجوم کا رد ہے ✦

شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز بر حسب مدعاست ہمہ کار و بار دوست

خدا کا احسان کہ بخت کارساز کی مدد سے — دوست کے تمام کاموں کو حسب مدعا پاتا ہوں

الحمد للہ کہ میرے بخت کارساز کی امداد سے دوست کے تمام کام میرے مدعا کے موافق ہیں۔

گر باد فتنہ ہر دو جہان را بہم زند ما و چراغ چشم رہ انتظار دوست

اگر فتنہ کی آندھی دونوں جہان کو اولٹ دے — تو بھی ہم اور ہمارے چشم دوست کی راہ میں انتظار کرتی رہیگی

چراغ کے واسطے باد کا لفظ لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر حوادثات و آفات دونوں جہان پر حاوی ہوجاویں تو بھی ہم ایسے پکے عاشق ہیں کہ اسکی پروا نہ کرینگے ہمارا چشم کا چراغ جو دوست کا انتظار کرتا ہے کسی فتنہ کی صرصر سے گل نہوگا

کحل الجواہری بمن آر اے نسیم صبح زان خاک نیکبخت کہ شد رہگذار دوست

اے نسیم صبح کحل الجواہر مجھ تک لا — اوس خاک نیکبخت سے کہ جو دوست کی رہگذار ہوئی ہو

کحل الجواہر سرمہ کو کہتے ہیں دیگر جہان اوس سے حقایق الٰہی کی باتیں مراد ہیں۔ نسیم صبح مرشد کے لئے دیا ہے اور خاک نیکبخت عاشق کے واسطے۔ مطلب یہ کہ اے نسیم صبح دوست کی ملاقات سے پہلے کہ وہ خاک نیکبخت جسپر ہوکر کہ اوس نے گذر کیا ہو تو اپنے ہمراہ اوڑا لا تاکہ میں اپنی آنکھوں میں اوسکا سرمہ لگاؤں یعنی اے مرشد کامل معشوق کی لطف آمیز باتیں کہ جو عاشقان صادق کے کئے تھے اوسنے فرمائی ہوں مجھسے کہہ تاکہ میں خوشی سے اوسکے عشق میں دل دیدوں۔ اوس خاک کو جسپر ہوکر محبوب گذرے نیکبخت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے

صراحی سے سالک کا وجود اور خون خم سے شراب محبت مراد ہے۔ نغمہ مشہور لفظ قلقل اوس آواز کو کہتے ہین کہ جو شراب لنڈہاتے وقت شیشہ کے گلے سے نکلتی ہین۔ مگر یہان فصاحت و بلاغت کی طرف کنایہ ہے۔ یعنی میری سمجھ مین نہین آتا کہ اوس محبوب حقیقی نے یا اوسکے عشق نے وجود عاشق پہ کیسا سحر کردیا ہے کہ باوجود ایسی فصاحت و بلاغت اور ہر طرح کی زباندانی کے عارف جب مرتبۂ عرفان پر پہونچتا ہے تو گونگا ہوجاتا ہے۔ یعنی اوسکو اسرار حقائق بیان کرنیکی مجال نہین ہوتی۔

دانا چو دید بازیٔ این چرخ حقہ باز ہنگامہ باز چید و در گفتگو بہ بست

مرد دانا نے جب اس چرخ حقہ باز کی طرف دیکھا ہنگامہ بازچید اور دروازہ گفتگو کا بند کیا

دانا سے سالک مراد ہے اور وہی چپ ہونیکا مضمون ہے جو شعر مذکورۂ بالا مین بیان ہوچکا۔ یعنی جب سالک نے اس شعبدہ بازیٔ آسمان کو جس سے حالت دنیا کا تغیر تبدل نظم و نسق مقصود ہے ملاحظہ کیا تو اوسنے کچھ کہنا سننا موقوف کرکے اپنے دہن پر خاموشی کی مہر لگالی۔ حقہ باز بمعنے شگوفے چھوڑنے والا۔

مطرب چہ نغمہ ساخت کہ در زمرۂ سماع بر اہل وجد و حال درِ ہای ہو بہ بست

مطرب نے کیا نغمہ کیا کہ حلقۂ سماع مین اہل وجد و حال پر ہائے ہو کا دروازہ بند کردیا

مطرب کا اشارہ مرشد کامل کی طرف ہے نغمہ ساخت سے مقصود تلقین کیا یا بیان فرمایا اہل وجد عاشقان صادق اور ہای ہو سے مراد اظہار اسرار عشق ہین۔ مطلب یہ کہ ای مرشد کامل تونے کان مین کیا پھونکدیا کہ عشاقون کے حلقہ مین اونپر دروازہ ہاے ہو کا بند ہوگیا۔ یعنی اسرار معرفت سے کوئی بھید بھی وہ نہین بتلاسکتے۔ اور۔ وہ چپ ہوی ہین کہ گویا نہین زبان موُنہ مین۔

حافظ ہر آنکہ عشق نورزید و وصل خواست احرام طوف کعبۂ دل بی وضو بہ بست

ای حافظ جس کسی نے عشق تو نہ کیا اور وصل چاہا طواف کعبۂ دل کے لئے بے وضو احرام باندہا

اے حافظ جس شخص نے عشق نہ کیا اور وصل کی امید رکھی یعنی معرفت کو بلا عشق کے حاصل کرنا چاہا تو گویا اوسنے اوسکی طرح محض فضول اور بے ڈھنگا کام کیا کہ جو شخص کعبہ کے طواف کے لئے بے وضو احرام باندہ لے۔

مطلب یہ کہ بلا عشق کے معرفت نہین مل سکتی۔

استغناسے گویا دروازہ آرزو کا بند کرلیا ہے۔ شاید یہ ظاہر کرکے پوشیدہ کرنا اسواسطے ہے کہ عاشق کو بھی طلب ہو جاوے اور وہ ذوق شوق مشاہدہ سے اپنی جان شیرین کو بحبہ فدا کرے۔

شیدا از ان شدم کہ نگارم چو ماہ نو ابرو نمود جلوہ گری کرد و رو ببست

مین اسلئے شیدا ہوا کہ ماہ نو کیطرح ایک نگاہ نے ابرو دکہلایا جلوہ گری کی موتہہ چھپایا

یعنی میری شیفتگی کا سارا سبب یہ ہی کہ اوس محبوب حقیقی نے مانند ہلال کی اپنی تجلی کو ظاہر کرکے اظہار کیا اور پھر اپنا موتہہ چھپا لیا اس دکہانے اور چھپانے مین سوائے اسکے کوئی مطلب نہ تھا کہ مجھکو مجھسے ازخود رفتہ بناکر عشق مین سرگشتہ و حیران بنا رہا ہے۔

ساقی بچند رنگ می اندر پیالہ ریخت این نقشہا نگر کہ چہ خوش در کدو ببست

ساقی نے کئی طرح سے شراب پیالہ مین بوٹی ان نقوش کو دیکہہ کہ کیسے اچھے کدو مین باندہے ہین

صَقَہُمْ رَبُّہُمْ شَرَابًا طَہُوْرًا کے اعتبار سے ساقی کا کنایہ محبوب حقیقی کی طرف ہے۔ می سے وہ تجلی مراد ہے جو سالک کی بیخودی کا سبب ہوا کرتی ہے۔ پیالہ کا اشارہ دل کی جانب۔ این سے تجلیات جمال اور کدو سے سالک کا وجود مقصود ہی۔ مطلب یہ کہ شاہد حقیقی نے انوار متلونہ کے ساتہ دل عاشق پر شہود فرمایا۔ ان نقوش کو کہ جو تجلیات گوناگون کے سبب سے کدو پر نقش وجود یا دل سالک پر بنی ہوئی ہین دیکہہ کہ کیسے اچھے معلوم ہوتے ہین۔ اس طور پر گویا حافظ صاحب اوس حالت خاص کا اظہار فرماتے ہین جو سالک کو باطنی کیفیت مین پیش آتی ہی۔ اگر پہلے مصرع کو یون پڑہین کہ ساقی بخندہ رنگ می اندر پیالہ ریخت اور اوسوقت ساقی سے وہی شاہد حقیقی مراد لین۔ خندہ سے تجلی رنگ می سے پرتو وجود جو تمام اعیان ممکنات پر محیط ہے مقصود سمجھا جاوی اور پیالہ سے اعیان ثابتہ تصور کرین تو یہ مطلب ہوگا کہ ساقی نے اپنے پرتو وجود سے ممکنات مین گوناگون پیرایون مین اپنا جلوہ دکہایا ہی۔ اور تمام یہ نقش جس سے طرح طرح کی شکلین مراد ہین عارفان کامل کے دلون پر باندہے ہین یعنی اونکو ہر نقش سے اوسی کا جلوہ دکہائی دیتا ہے اور سب مین وہ ہی نظر آتا ہے۔

یا رب چہ سحر کرد صراحی کہ خون خم با نغمہائے قلقلش اندر گلو ببست

یا رب صراحی پر کیا جادو کردیا کہ خون خم نے قلقل کے نغمون کو اوسکے گلے مین باندہا

یا رب کلمہ تعجب۔ صراحی پر سحر کرنے کا فاعل ساقی ہے جس سے وہ ہی شاہد حقیقی مقصود ہے

می نوشتم نامۂ از شرح حال خود ولے — دردسر با شد نمودن بیش ازین ابرام دوست

اپنے حال کی شرح کا خط تو لکھتا ہوں لیکن — اس سے زیادہ دوست کو تکلیف دینا دردسر ہے

یعنی میں اپنا حال تو دوست کو خط میں لکھے دیتا ہون لیکن میں خوب جانتا ہون کہ یہ دوست کی تصدیعہ کا باعث ہوگا۔

میل من سوی وصال و قصد او سوی فراق — ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

میری خواہش وصال کیطرف اسکا قصد فراق کیجانب — مین اپنا مطلب چھوڑ رہا ہون تاکہ دوست کا مقصد پورا ہو

مطلب یہ ہے کہ ہم جب عالم اطلاق میں تھے تو گویا ہمکو وصال محبوب حاصل تھا اور جب عالم کثرت مین آئے اور قالب عنصری کی قید مین مقید ہوئے تو فراق ہو گیا۔ لیکن یہ فراق اوسی کی مرضی کے مطابق تھا یعنی اون نے جب ہمکو اپنے آپ سے جدا کرکے یہان بھیجا تو اس سے معلوم ہوا کہ محبوب کا قصد فراق کی جانب تھا۔ گو ہماری خواہش وصال ہی کی تھی یعنی یہ چاہتے تھے کہ وصل سے الگ نہون مگر چونکہ عاشق ہر حال میں محبوب کی مرضی کا جویان رہتا ہے۔ اسلئے ہمنے قالب کو قبول کر لیا اور اپنے مطلب کو اوس کے مقصد کے مقابلہ مین ترک کر دیا۔ بعضون نے اسکی شرح اسطرح کی ہے کہ جب عارف خلوت و مراقبہ مین جو کہ بمنزلہ وصال کے ہے مشغول ہو اور اسوقت موذن اذان دے تو اوسکو چاہیے کہ خلوت سے نکلکر نماز ادا کرے۔ اور تمام لذات مشاہدہ کو چھوڑ دے اسطرح گویا اوس نے وصال کو ترک کرکے فراق کو گوارا کیا +

گر بدستم افتدم در دیدہ ہمچو توتیا — خاک راہ کان مشرف گردد از اقدام دوست

اگر میرے ہاتھ مین آجاے تو آنکھون مین سرمہ لگاؤن . . خاک راہ کی جو دوست کے قدمون سے مشرف ہوئی ہو

خاک راہ سے مراد عاشق صادق۔ اقدام جمع قدم جس سے کنایہ فضل کیطرف ہے مطلب یہ کہ جو عاشق فضل شاہد حقیقی سے سرفراز اور اوسکے وصل سے ممتاز ہوا ہو اگر میری نظر پڑجاے یعنی مجھے ملجاے تو اوس کو آنکھون مین بٹھاؤن اور ایکدم بھی الگ ہونے نہ دون +

حافظا اندر درد غمش میسوز و با درمان مساز — زانکہ درمانے ندارد درد بے درمان دوست

اے حافظ درد غم مین جلیجا اور اسکا علاج نہ کر — اسلئے کہ یار کا لاعلاج دردکوئی علاج ہی نہین رکھتا

یعنی اے حافظ تو دوست کے غم مین جلیجا اور اوسکا کوئی علاج نہ کر اسواسطے کہ عشق ہمکا کچھ علاج

مرحبا ای پیک مشتاقان بدہ پیغام دوست — تا کنم جان از سر رغبت فدای نام دوست

ای مشتاقوں کے قاصد شاباش دوست کا پیغام سنا — تا کہ میں جان کو رغبت سے دوست کے نام پر قربان کروں

پیک مشتاقان سے وارد غیبی یا موت مراد ہے مطلب یہ کہ اے وارد غیبی یا موت تو میرے محبوب کا پیغام
تو کہہ کہ اوس نے میرے حق میں کیا کہا ہے یعنی میری طلبی کب ہوگی اور کب وصال نصیب ہوگا تاکہ
میں خوشی سے جان کو اوسکے نام پر قربان کردوں۔ اس سے حالت شوق ظاہر کرنا مقصود ہے۔

والہ و شیداست دائم ہمچو بلبل در قفس — طوطی طبعم ز شوق شکر و بادام دوست

ہمیشہ بلبل کیطرح قفس میں بیقرار و شیدا ہے — میری طوطی طبع کی شکر اور بادام کے شوق میں

لفظ طوطی طبع اضافت تامہ ہے جس سے روح مراد ہے شکر سے لب تصور کرنے چاہئیں جس سے لطف
دوست کیطرف اشارہ ہے بادام چشم کیلئے آیا ہے لیکن اس سے مقصود مشاہدہ ذات ہیں۔ مطلب یہ کہ
میری روح دوست کی مہربانی اور مشاہدہ ذات کی مشتاق ہے جو اس کو عالم اطلاق میں حاصل تھا۔
پس وہ اس جسد عنصری میں اوسی طرح میرے پاس پہونچنے کے لئے بیقرار ہو رہی ہے کہ جسطرح بلبل
پنجرہ میں گل کے پاس پہونچنے کے واسطے بیتاب ہوا کرتی ہے۔

زلف او دام است و خالش دانۂ آن دام و من — بر امید دانہ افتادیم اندر دام دوست

اوسکی زلف جال ہے اوسکا تل دانہ اور میں پرندہ ہوں — دانہ کی امید سے ہم یار کے دام میں پہنچ گئے

رعایت لفظی ظاہر ہے زلف سے جذبہ مراد ہے اور دانہ سے وصال۔ قاعدہ ہے کہ پرندوں کو دہوکہ
دینے کے واسطے جال کے نیچے دانے ڈالدیتے ہیں لہذا مطلب یہ ہے کہ میں نے محبوب کا عشق
وصال کی امید پر کیا ہے اور اسی دانہ کی بدولت دام میں گرفتار ہوں۔

سر ز مستی بر نگیرد تا بصبح روز حشر — ہر کہ چون من در ازل یک جرعہ خورد از جام دوست

مستی سے روز حشر کے صبح تک سر نہ اوٹھاویگا — جو شخص کہ میری طرح ازل میں ایک گھونٹ اوسکے جام سے پی لے

ازل یعنی روز الست۔ جرعہ کا اشارہ ذوق مشاہدہ کیطرف۔ جام سے روئے محبوب مراد ہے۔ مطلب یہ کہ
جس کسی نے میری طرح ازل میں روئے محبوب کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ اور اوسکی کیفیت کو محسوس کیا ہے
وہ قیامت تک بھی اس مستی سے جس سے عشق مراد ہے کبھی سر نہ اوٹھاویگا یعنی اوسکا شوق
دیدار قیامت تک بھی کم نہوگا ✦

یعنی اوس پری چہرہ کے دور جانے پر میری دریاے چشم سے آنسوؤں کی رو جاری ہوئی - اور
اوس رونے سے بلا کا طوفان آیا :

از پاے فتادیم چو آمد شب ہجران — در درد بماندیم چو از دست دوا رفت

ہم بہت ہی مغموم ہوئے جب شب ہجران آئی — درد ساتھ ہوگئی جب دوا ہاتھ سے جاتی رہی

از پاے افتادن - فارسی محاورہ گرفتار غم و اندوہ شدن - دوا سے مراد مشاہدہ محبوب کہ عاشق کے درد کی اس سے اچھی کوئی دوا نہین ہوتی - جس وقت سے کہ شاہد محبوب حقیقی نے مجھسے اعراض کیا ہے مین بڑی مصیبت مین گرفتار ہون -

دل گفت وصالش بدعا باز توان یافت — عمریست کہ عمرم ہمہ در کار دعا رفت

دل نے کہا کہ اوسکا وصال دعا سے ہوسکتا ہے — مدت ہوئی تمام عمر دعا کے کام مین صرف ہوگئی

یعنی ایک روز میرے دل نے مجھسے کہا کہ تو دعا مانگ شاید کہ دعا سے وصال ہوجاے پس مدت ہوئی کہ مین برابر دعاے وصل کئے جاتا ہون یہانتک کہ دعا مانگتے مانگتے عمر گذر گئی - مگر چونکہ اوسکی ذات بے نیاز اور اوسکی جناب مستغنی ہے میرے دعا کا کچھ اثر نہوا -

احرام چہ بندیم کہ آن قبلہ نہ اینجاست — در سعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت

ہم کیا احرام باندھین کہ یہ جگہ وہ قبلہ نہین ہے — سعی مین کیا کوشش کرین مروہ سے صفائی جاتی رہی

احرام باندھنا - کسی نیک کام کی نیت کرنا - قبلہ جاے نماز جس سے یہان ذات شاہد حقیقی مراد ہے - مروہ و صفا مکہ معظمہ مین دو پہاڑ ہین - مگر صفا کے معنی صفائی کے بھی ہوسکتے ہین - لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ ہم کعبہ معشوق حقیقی کے طواف کے واسطے کیا احرام باندھین اور کیا سعی کرین کہ ہمارے دل سے صفائی تجلیات کی مفقود ہوگئی ہے گویا ان مروہ سے دل عارف مقصود ہوگا -

دی گفت طبیب از سر حسرت چو مرا دید — ہیہات کہ درد تو ز قانون شفا رفت

کل طبیب نے حسرت سے مجھے دیکھ کر کہا — افسوس کہ تیرا درد شفا کے قانون سے باہر ہے

قانون و شفا یہ دونون نام طب کی کتابون کے ہین جو بوعلی سینا نے علم طب مین لکھی ہین - اور قانون شفا کے معنے قاعدہ شفا کے بھی ہین - اس شعر مین یہ دونون لفظ ذو معنی ہین - مطلب یہ کہ کل جب مین مرشد طریقت کے پاس جو طبیب ہے گیا تو اوس نے .... بڑی حسرت سے افسوس کرکے

ہی نہیں درد کا علاج راحت ہوتی ہے۔ مگر عاشق کو راحت و آرام کہاں پس اس بیماری کی دوا کرنا یعنی راحت و آرام چاہنا ایسی ہی غیر ممکن ہے جیسے کہ اخروٹ کو گنبد پر رکھنے کی کوشش کرنا۔

آن ترک پریچہرہ کہ دوش از بر ما رفت ٭ آیا چہ خطا دید کہ از راہ خطا رفت

وہ خوبصورت ترک جو کل میرے پہلو سے چلا گیا۔ آیا کیا خطا دیکھی کہ خطا کی راہ سے گیا؛

یہ غزل قبض واردات کے وقت کہی گئی ہے۔ پریچہرہ سے کنایہ تجلیات صوری کیطرف ہے۔ راہ خطا اضافت بیانیہ۔ ترک کی قوم چونکہ خوبصورت ہوتی ہے اسلئے ترک سے مراد معشوق حقیقی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ مشاہدہ تجلیات صوری کا کل منقطع ہو گیا نہیں معلوم کہ مجھسے کیا خطا ہوئی جس کے سبب سے محبوب حقیقی نے اپنے مشاہد تجلیات کو منقطع فرمایا۔ خطا یا ختا ایک ولایت کا نام بھی ہے۔ مگر اسموقع پر اس سے معشوق کی دوری اور وصل کا عدم اتفاق مقصود ہے۔ اگر راہ کے معنے سبب کے لئے جائیں تو ہر دو خطا کے معنے گناہ کے ہونگے۔ اسواسطے کہ خطا بکسر معنے گناہ ہے۔ یہ خواجہ صاحب کی شاعری میں صنعت ہے کہ وہ ذو معنی الفاظ لاتے ہیں۔

تا رفت مرا از نظر آن چشم جہان بین ٭ کس واقف ما نیست کہ از دیدہ چہا رفت

جب میری نظر سے وہ چشم جہان بین دور ہوا کوئی واقف نہیں کہ میری آنکھوں سے کیا کچھ گیا

چشم جہان بین یا نور جہان بین۔ نور چشم جس سے جہان نظر آتا ہو اور اس سے مراد وہی محبوب ہوگا۔ کہ جسکے سبب عاشق کی آنکھوں میں روشنی ہوتی ہے۔ یعنی جس وقت سے کہ میرا معشوق نظر کے آگے سے غائب ہو گیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اوس کے ہجر میں میں نے کسقدر گریہ و زاری کی یعنی کیا کچھ آنکھوں سے گرایا۔ یا یہ کہ اونکی روشنی جاتی رہی؛

بر شمع نرفت از گذر آتش جانسوز ٭ آن دود کہ از سوز جگر بر سر ما رفت

شمع پر آتش جانسوز کی گذر سے وہ تکلیف نہ ہوئی جو سوز جگر کے دھوئیں سے ہم پر جوش آئے

یعنی عشق کی آگ سینے جو کہ میرے شعلے پہونچے مجکو اوس سے وہ تکلیف ہوئی کہ جو شمع کو بھی نہوئی ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ آتش عشق نے مجھے میرے جگر تک کو جلا دیا؛

دور از رخ تو دمبدم از گوشہ چشمم ٭ سیلاب سرشک آمد و طوفان بلا رفت

میری آنکھ کے گوشہ سے تیرا رخ دور ہو جانے پر دمبدم سیلاب اشکوں کا آیا اور بلا کا طوفان گیا

کے معنے سردار تخت کے ہیں۔ لہذا حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ شاہ و گدا سے کچھ کام نہیں خدا کا شکر کہ میں ان ظاہری بادشاہ یا فقیر سے علاقہ نہیں رکھتا۔ میرا بادشاہ صرف دوست کے در کی خاک ہے اور اس سے مرشد کامل مراد لیا جاویگا جبکہ بادشاہ کے معنی سردار تخت کے عرض کر دیئے گئے

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصال شماست — جز این خیال ندارم خدا گواہ منست

میری مسجد اور میخانہ سے غرض تیرا وصال ہے — خدا گواہ ہے کہ سوائے اس خیال کے میرا اور کوئی خیال نہیں

مطلب صاف ہے جو صرف یہ ہے کہ آیا مسجد ہو یا میخانہ مجھ کو سب جگہ تیرے ہی وصال سے غرض ہے یعنی مسجد میں بھی تو ہی ہے۔ اور میخانہ میں بھی تو ہی ہے کعبہ و دیر سب میں ایک ہی صنم کا جلوہ ہے اس بات کا خدا شاہد ہے کہ میری غرض ہر دو جگہ وصال محبوب سے ہے نہ کسی اور چیز سے ؛

مرا گدائے تو بودن ز سلطنت خوشتر — کہ ذل جور و جفائے تو عز و جاہ منست

مجھے تیرا فقیر ہونا سلطنت سے اچھا معلوم ہوتا ہے — کہ تیرے جور و جفا کی ذلت میری عزت اور عظمت کی باعث ہے

یعنی اے محبوب حقیقی میرے لئے تیری در کی گدائی دنیا کی سلطنت سے بہتر ہے اسواسطے کہ تیرے جور و جفا کی ذلت ہی میرے واسطے عزت اور عظمت ہی کا باعث ہوگی ؛

مگر بہ تیغ اجل خیمہ برکنم ورنہ — رمیدن از در دولت نہ رسم و راہ منست

ہاں تیغ اجل سے خیمہ اکھیڑتا ہوں ورنہ — در دولت سے بھاگنا میرا طریقہ نہیں ہے

مطلب یہ کہ صرف تیغ اجل ہی میرے خیمہ کی جس سے حالت عنصری مراد ہے ڈوریاں کاٹتی ہے ورنہ عاشقوں کا دستور نہیں ہے کہ وہ دیدہ و دانستہ معشوق سے جدا ہوں۔

ازان زمان کہ بر آستان نہادم روی — فراز مسند خورشید تکیہ گاہ منست

اوس وقت سے جب سے کہ میں نے تیری دہلیز پر منھ رکھا ہے — مسند خورشید کی بلندی میری تکیہ گاہ ہے

یعنی جب سے میں تیرا عاشق ہوا ہوں تب سے آفتاب کی مسند بلندی میری تکیہ گاہ ہو گئی ہے اس سے عاشق حقیقی کا رتبہ ظاہر کرنا مقصود ہے ؛

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ — تو در طریق ادب کوش و گو گناہ منست

اے حافظ اگرچہ گناہ پر ہمارا اختیار نہیں ہوتا — تو طریقہ ادب میں کوشش کر اور کہہ کہ میرا قصور ہے

ظاہر ہے کہ کوئی فعل بلا ارادہ و مرضی فاعل حقیقی کے نہیں ہوتا ع بی رضائے تو یکی برگ نہ جنبد ز درخت بعهدا

کہا کہ تیرا درد شفا کے قانون سے باہر ہے یعنی تجھے آرام نہیں ہوگا۔

ای دوست پرسیدن حافظ قدمی نہ زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت

اے دوست حافظ کا حال پوچھنے کو اوس سے پہلے آکہ لوگ کہیں کہ وہ جہان سے گذر گیا

اوس میں تحقیق وارادت کیطرف اشارہ ہے کہ اے دوست یعنی اے مشاہدہ تجلی تو حافظ کو اوسکے

مرنے سے پہلے اپنا جلوہ دکہا اورجب وہ مرگیا تو پھر کیا فائدہ

منم کہ گوشۂ میخانہ خانقاہ من است دعای پیر مغان ورد صبحگاہ من است

مین ہون کہ شرابخانہ کا کونہ میری خانقاہ ہے پیر مغان کو دعا دینا میرا صبح کا وظیفہ ہے

میخانہ سے مراد عالم عشق ۔ پیر مغان مرشد کامل کے واسطے آیا ہے اور مطلب یہ کہ مین زہد ریا سے

پرہیز کرکے اور خانقاہ سے جو کہ عبادت کا ظاہری لوازمہ ہے جدا ہوکر مقام عشق مین منتہی گیا ہون

اور میخانہ کو خانقاہ سمجھ کر اوس مین سکونت پذیر ہون ۔ میرا وظیفہ مرشد کامل کی دعا گوئی ہے ۔

جو میرے ساتھ بنا عشق مین سلوک ہوا ہے۔

گرم ترانۂ چنگ صبوح نیست چہ باک نوای من بسحر آہ عذر خواہ منست

اگر میرے پاس ترانۂ چنگ وصبوحی کا نہین تو کیا فکر سحر کے وقت آواز آہ میری عذر خواہ ہے

ترانہ چنگ سے مراد زہد و پارسائی اور صبوح سے مقصود معشوق مجازی ہے ۔ یعنی اگر مین زاہد

ومتقی نہین بنا ہون ۔ اور نہ مین نے مجازی عشق قبول کیا ہے تاہم مجھے کچھ خوف نہین اسلئے کہ

سحر کے وقت جس سے مراد اسے قیامت مرادی میری آہ جانسوز میری عذر خواہ ہوگی ۔ خلاصہ یہ کہ

میرا عشق ہی اوس روز کسی زہد وعبادت نکرنے کی عذر خواہی میری طرف سے کریگا **نظم**

چو مجنون شد بخلوت خانۂ خاک ندا آمد بر و از حضرت پاک

کہ اے مجنون چہ آوردی بدرگاہ برآمد از دل مجنون یکے آہ

کہ چندان شور لیلے در سرم بود کجا پروائے کار دیگرم بود ملت

زپادشاہ وگدا فارغم بحمد اللہ گدائے خاک در دوست پادشاہ من است

الحمد للہ کہ مین بادشاہ اور فقیر سے فارغ ہون دوست کے دروازہ کی خاک میری بادشاہ ہے

لفظ بادشاہ دو لفظون سے مرکب ہے پاد بمعنے تخت اور شاہ بمعنی سردار اس لحاظ سے بادشاہ

ناشکری ہوئی۔ امیر عرض سے غلام نے اوس کو کڑوا نہ بتلایا کیونکہ مجھے خربوزہ کے کڑوے میٹھے سے بحث نہ تھی بلکہ اوس عنایت محبت سے غرض تھی جو آپ مجھپر بہ ندل فرما رہے تھے اگر مین کڑوا بتلاتا یا مونہہ بناتا تو یہ سب ادب کئے خلاف اور اوس مہربانی سے بہت ہی بعید تھا جو آپ میرے اوپر کرتے ہین۔ بادشاہ نے ایاز کو سینہ سے لگالیا۔ ہمارا مطلب یہ کہ اگر کم از کم بندہ خدا کے طریقہ ادب مین اتنی ہی کوشش کرے جتنی کہ ایاز محمود کے ادب مین کرتا تھا تو کچھ شک نہین ہے کہ وہ خدا کے نزدیک اوسکا اتنا ہی پیارا ہوجائے جتنا کہ محمود کو ایاز پیارا ہوگیا تھا۔

لعل سیراب بخون تشنہ لب یار من است — از پئے دیدن او دادن جان کار من است

لعل سیراب خون کا پیاسا میرے یار کا لب ہے — اوسکے دیکھنے کیواسطے جان دینا میرا کام ہے

یعنی لعل سیراب خون کی پیاسی کیا چیز ہے۔ وہ میرے یار کا لب ہے جسکے دیکھنے کے واسطے جان کہو دینا میرا کام ہے۔ اسی وجہ سے لب یار کو لعل سیراب اور خون کا پیاسہ کہا گیا کہ جب عاشق اوس کو دیکھتا ہے تو جان کہو دیتا ہے۔ اس تقریر سے گویا لب معشوق عاشق کے خون کا پیاسا ہے۔

شرم از آن چشم سیہ بادش و مژگان دراز — ہر کہ دل بردن او دید و در انکار من است

اوس چشم سیہ اور مژگان دراز سے اوسکو شرم ہوجیو — کہ جس شخص نے اوسکا دل لیجانا دیکھا اور مجھ سے انکار کیا

مطلب یہ کہ جس کسی نے اوس محبوب کی دلربائی کو پا لیا ہے اور باوجود اس کے مجھ سے انکار کرتا ہے یعنی میری حالت موجودہ کو بناوٹی سمجھتا ہے تو اوسکو اوسی چشم سیہ اور دراز مژگان کی شرم ہونی چاہیے یعنی اوس محبوب کی جب یہ صفات ہین تو اوسکے کسطرح کوئی بچ سکیگا۔

اردو محاورہ مین جن موقعون پر مثلا و سرکشی کے لیے یہ لفظ بولتے ہین کہ اے فلان تجھے اوسی چیز کا حوالہ ہو وہی مطلب اسجگہ لفظ شرم سے سمجھ لیجئے۔

ساربان جنت بدروازہ مہرکان سرکوہ — شاہراہیست کہ منزلگہ دلدار من است

اے شتربان اسباب دروازہ ہی ست لیجا کہ اوس پہاڑ کے اوپر — ایک شاہراہ ہے جو کہ میرے محبوب کے ٹہیرنے کی جگہ ہے

سفر مین سے مراد سالک ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے سالک اون خطرات اور خیالات کا اسباب کہ جو محبوب کے خطرات اور خیالات کے علاوہ ہین۔ دروازہ دل سے نہ لیجا کہ وہ

جتنے اچھے اور برے کام بندہ سے سرزد ہوتے ہین وہ سب اوسکے ارادہ اور اختیار سے ہوتے ہین پس خواجہ صاحب فرماتے ہین
کہ اگرچہ کوئی گناہ ہماری اختیار و ارادہ سے نہین ہوتا مگر ادب کا مقتضا یہی ہے کہ ہم برے کامونکو اپنی طرف منسوب کرین
اور اچھونکو خدا کیطرف اصل عبدہ یہ ہے کہ جو اپنی خطا کا اقرار کرتا ہے اور سمجھے کہ یہ برا فعل مین نے نہین کیا بلکہ یہ سمجھکر
توبہ کرے کہ برے فعل کا فاعل مین ہی ہون - یہ اقرار جرم طریقہ ادب کا ہے جو عبودیت کی خاص دلیل اور گناہونکی مغفرت
کا سبب ہوگا - محمود و ایاز کا عشق مشہور ہے - مگر یہ عشق بوجہ تھا محمود ایاز پر صرف اوسکی فرمانبرداری اور شکر
گذاری کا عاشق تھا - چونکہ عوام الناس اس بھید سے خبردار نہ تھے اسلیے وہ اس چیز کو بادشاہ کی محبت کا سبب
جانتے تھے - ایکمرتبہ ارکین سلطنت نے بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ آپکے بہت سے غلام ہین اور اونمین
فرداً فرداً ہر ایک قسم کی صفتین موجود ہین - ایاز کہ جو خیر سے خوبصورت بھی نہین ہے حضور اسکو اسقدر کیون پسند کرتے
ہین - بادشاہ نے کہا کہ جو ایک صفت مین ایاز مین پاتا ہون وہ ہے کہ تمام غلام اپنی سب صفتون کو ملاکر بھی اوسکی
برابر نہ کرسکینگے ارکین نے کہا کہ ہمین اسکا تفتیش تجربہ دلا سکتا ہے - بادشاہ نے سب غلامون کو اور ایاز
کو بھی ملاکر کہا کہ ہر غلام اپنے ہاتھ مین ایک ایک پیالہ چینی کا لے لے - چنانچہ سب نے اسکی تعمیل کی -
بادشاہ نے حکم دیا کہ ان پیالون سے سب پانی پیئین سب نے ایسا ہی کیا - اسکے بعد حکم دیا کہ
ہر شخص اپنا اپنا پیالہ زمین پر دے پٹکے - یہ حکم بھی سب نے بجایا اب بادشاہ نے ہر ایک غلام سے
الگ الگ پوچھا کہ تو نے پیالہ کیون توڑا سب نے کہا کہ حضور کے حکم سے توڑدیا - مگر جب ایاز سے
دریافت کیا گیا کہ تو نے پیالہ کیون توڑا - عرض کیا کہ قصور ہوا - اون سب کو رخصت کرکے بادشاہ
نے اون لوگون سے کہا کہ تمنے دیکھا ایاز مین یہی صفت ہے جسپر مین عاشق ہون - یہی طریقہ ادب ہے
جسکا اس شعر مین مذکور ہوا ہے - دوسری روایت یہ ہے - ایکمرتبہ محمود کے پاس کابل سے تحفہ مین خربزہ آئے
بادشاہ نے ایک ٹوکری مین سے ایک خربزہ اوٹھالیا - چونکہ ایاز پر خاص محبت تھی اسلیے چھری سے
کاٹکر پہلے اوسکو کہلانا شروع کیا - ایاز نے اوس خربزہ کی قاش کو جو بادشاہ نے اوسکو دی بڑے مزہ سے
کہایا - بادشاہ برابر خربزہ کہلاتے رہے ایاز اوسکو اسی طرح کہاتا تہا لہ بادشاہ کا جی بھی اوسکے
کہانے کو چاہا - مگر جسوقت سے پہلی قاش اپنے منہ مین رکھی تو معلوم ہوا کہ وہ بہت ہی بدمزہ و تلخ تہا -
اوسکی تلخی ایسی ناگوار گذری کہ فوراً اوگلدیا اور تعجب سے کہا کہ ایاز تو برابر کہاتے چلا گیا اور تو نے
یہ نہ کہا کہ یہ خربزہ کڑوا ہے - ایاز نے عرض کیا کہ خربزہ بیشک کڑوا تہا - مگر ایسا کہنے مین بادشاہ کی

باغبان ہمچو نسیمم ز در خویش مران کآب گلزار تو از اشک چو گلنار منست

ای باغبان مثل نسیم کی طرح مجھے اپنے دروازہ سے نہ بھگا کہ تیرے گلزار مین پانی میرے اشک گلنار سانسے ہی

باغبان یعنے محبوب حقیقی جو تمام عالم کا صانع ہی اور مطلب یہہ کہ ای محبوب مجکو نسیم کی طرح اپنی باغ وجود سے محروم مت رکھہ اسلئے کہ تیری معشوقیت میری عشق سے پیدا ہے بلا مخلوق کی خالق یا بغیر مربوب کی رب نہین ہو سکتا یا بالفاظ دیگر ربوبیت اپنی مربوب کو اور خالقیت اپنے مخلوق کو چاہتی ہی اسی دلیل سے تیری صفت معشوقیت اپنی عاشق کو بھی ضرور چاہیگی پس مجھے اپنی باغ وجود سے محروم نکر۔

شربت قند و گلاب از لب یارم فرمود نرگس او کہ طبیب دل بیمار منست

قند و گلاب کا شربت میری یار نے لب سے فرمایا اوسکی نرگس چشم میری دل بیمار کی طبیب ہے

لب کا کنایہ لطف کی طرف ہی نرگس سے مراد نرگس چشم بیمار کا لفظ اسکی رعایت سمجھنا چاہئی۔ اس سے مرشد کامل مقصود ہی یعنے مین نے دل بیمار کو اپنی مرشد طریقت کی مہربانی والطاف کی سپرد کر دیا ہے سوای لطف محبوب کی کہ جس سے نفخت فیہ من روحی کی طرف اشارہ ہی اور کوئی چیز نہین جو کہ عاشق کو تشنگی اور پراگندگی ہجر سے نجات دے۔

آنکہ در طرز غزل نکتہ بہ حافظ آموخت یار شیرین سخن نادرہ گفتار منست

جس نے کہ طرز غزل گوئی مین حافظ کو نکتہ سکھلایا (وہ) شیرین اور نغز گفتار میرا یار ہی ہی

یعنے صرف محبوب کی توجہ اور الطاف سے حافظ کو غزل گوئی اور شیرین گفتاری کا ڈھنگ آیا ہے اسلئے کہ اوسکا محبوب بھی ایسا ہی نادر گفتار اور شیرین سخن ہے۔

روزگاریست کہ سودای بتان دین منست غم این کار نشاط دل غمگین منست

زمانہ ہوا کہ میرا دین بتون کا سودا ہے میرے دل غمگین کا کام اس خوشی کی کام مین غم کرنا ہی

یعنے مدت گذری کہ معشوقون کا عشق کرنا میرا مذہب ہی اور عشقبازی میری دل کی تفریح ہوگئی ہی اگر بتون سے عارفان کامل مراد لین تو یہہ مطلب ہوگا کہ مدت ہوئی جبسے مین عاشقان کامل کی طلب مین ہون اور گویا ایسے لوگونکا طلب کرنا مین نے اپنا شیوہ کر لیا ہی پس جو کچھہ غم و درد اس طلب مین مجھے پہونچتا ہے وہ میری دل کی عین تفریح کا باعث ہے۔

شاہراہ ہے اور کیسی شاہراہ کہ میرے محبوب کی گذرگاہ یا منزلگاہ سمجھا جاتا ہے۔ واقع ہو کہ دل ہی عشق کا مقام ہے اس اعتبار سے اوس کو دوست کی منزلگاہ قرار دیا۔ ممکن ہے کہ رخت سے ہستی موہوم مقصود ہو۔ اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ اسے میرے نہارے تہلنے دلبے یعنی اسے سالک راہ طریقت ہستی موہوم کو برے اعمال کی آلائش سے بچا کہ یہ مقام تجلیات دلدار ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہراہ تو اوسی کا نام ہے جسمیں سب لوگ چل سکیں۔ دلکو شاہراہ قرار دیکر اوسمیں ہوکر اسباب لیجانے کی ممانعت کیوں کیجاتی ہے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ شاہراہ میں جب حاکم یا بادشاہ گذرتا ہے تو عام لوگوں کو اوسوقت چلنے کی ممانعت کر دیتے ہیں۔ پس خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ شاہراہ تو ہے لیکن اس قسم کی ہے جسمیں بادشاہ یعنی محبوب گذر کرتا رہتا ہے۔ اسواسطے بادشاہ کو گذر کرنے کی شاہراہ میں سے عام کے گذرنے کی ممانعت کر دیگئی۔

بندۂ طالع خویشم کہ درین قحط وفا — عشق آن لولی سرمست خریدار من است

اپنے نصیب کا غلام ہوں کہ اس قحط وفا میں — اوس معشوق سرمست کا عشق میرا خریدار ہے

لولی ایک قوم کا نام تہا اور حافظ صاحب کی معشوقہ "شاخ نبات" بھی اسی قوم کی تھی مگر اسکا ترجمہ معشوق کیا گیا ہے۔ اور معشوق سے مراد محبوب حقیقی ہے مطلب صاف ہے۔ یعنی زہے نصیب کہ اس قحط وفا میں محبوب کا عشق ہی خود میرا خریدار ہو رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ میرا کام بن رہا ہے۔

طبلہ عطر گل و درج عبیر افشانش — فیض یک شمہ ز بوی خوش عطار من است

عطر گل کا طبلہ اور اوس کا عبیر افشان ڈبہ — یک شمہ بہ فیض میرے عطار کی خوشبو کا ہے

عطار کنایہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ کتب سیر میں مرقوم ہے کہ گل سرخ آنحضرت کے عرق مبارک سے پیدا ہوا ہے۔ طبلہ عطر گل اور درج عبیر افشان سے مراد معشوقان مجازی ہیں۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ محبوبان ظاہری جو حسن و جمال میں کمال رکھتے ہیں۔ اور دنیا کے چمن سے آراستہ و پیراستہ ہیں ایکی ایک شمہ برابر بو سے اوس میرے عطار کی خوشبو کی ہے کہ جو تمام کائنات کی پیدائش کا سبب ہے۔ یہ تمام خوبصورتی و حسن اوسی خوبصورتی اور حسن کا ایک جزو سمجھنا چاہیے کہ جو آنحضرت صلعم میں تھی۔

ای بارالہا وہ کعبہ مقصود کہ جس سے محبوب اور تجلیات مشاہدات مراد ہیں کسکی زیارت گاہ ہو کہ اوس
راستہ میں یعنی راہ طریقت میں جو کانٹے ہیں وہ میرے لیے چنبیلی کے پھولوں کی مانند ہیں۔ مطلب یہہ کہ
جو تکلیفیں راہ عشق میں ہیں وہ زیارت محبوب کی شوق میں میرے واسطے سراسر آرام و تسکین ایسا
کا حکم رکھتی ہیں۔

یار ما باش کہ زیب فلک و زینت دہر　　از مہ روی تو و اشک چو پروین منست

یار ہمارا ہو کہ آسمان کی زیبائش زمین کی زینت　　تیری چاندسی مکھڑی اور میری اشک پروین سی ہے

مطلب یہہ کہ ای محبوب میرے ساتھہ موافقت کر اور ہمدم و مونس ہو کہ آسائش فلک اور زیبائش
دہر تیری حسن رخ کی ظہور سے اور میری اشکباری محبت سے جو تیری فراق میں ہے ہوی ہے
اس سے حافظ صاحب نے معشوق سے آسمان کی زینت اور عاشق سے زمین کی زیبائش ثابت کی ہے

حافظ از حشمت پرویز دگر قصہ مخوان　　کہ لبش جرعہ کش خسرو شیرین منست

حافظ پرویز کی حشمت کا اور حال بیان نکر　　اوسکا لب جرعہ کش میری خسرو شیرین کا ہی

پرویز نوشیروان کی پوتے کا نام تھا اور اوسکو خسرو بھی کہتے ہیں۔ یہہ بڑا اولوالعزم بادشاہ ہوا ہے
شیرین اوسکی معشوقہ تھی مگر اسموقع پر خسرو شیرین سے محبوب حقیقی مراد ہے اور مطلب صرف یہہ ہی
کہ ای دل تو پرویز کی حشمت کا زیادہ حال بیان نکر اوسکی کچھہ حقیقت نہ تھی اسواسطے کہ پرویز
میرے خسرو شیرین کا جرعہ کش تھا۔ لفظ شیرین خسرو کی رعایت سے لائے ہیں۔ جرعہ کش اوسے کہتے ہیں
جسکے پاس خود شراب پینے کو تو کچھہ نہو مگر خانہ میں پینے والے تھوڑی سی اوسے بھی چکھادیں۔

ای شاہد قدسی کہ کشد بند نقابت　　وی مرغ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت

ای شاہد قدسی کون تیرا بند نقاب کھولے　　اور ای بہشتی چڑیا کون تجھے دانہ پانی دے

شاہد قدسی سے مراد محبوب حقیقی یا مرشد کامل ہے اور مرغ بہشتی سے بھی یہی مقصود ہے اور
یہہ غزل حالت قبض واردات میں یا جدائی مرشد میں کہی گئی ہے یعنے ای شاہد قدسی تو جو ہمیشہ گھونگھٹ
اور موںہہ چھپانے لگا وہ کون ہے کہ جو تیری رکاوٹ اور کھپاوٹ دور کرے اور تیرے
رخ سے نقاب اولٹے دوسرا مصرع پہلے کی توضیح ہے۔ مطلب یہی ہی جو عرض کیا گیا بعض عالموں کا
قول ہے کہ یہہ غزل خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی زوجہ منکوحہ کی چلے جانے پر جب کہ وہ حافظہ

دیدن روی ترا دیدہ جان میباید　وین کجا مرتبہ چشم جہان بین منست

تیرے رخ کے دیکھنے کو دل کی آنکھیں درکار ہیں　یہہ مرتبہ میری چشم جہان بین کو کب حاصل ہے

یعنے روی محبوب کے دیکھنے کو چشم حقیقت بین ہونی چاہئیں میری آنکھیں جو کہ جہان بین ہیں یعنے کثرت اور وہم وخیال پر لگ رہتے ہیں اونکو یہہ مرتبہ کیسے حاصل ہو سکتا ہی محبوب حقیقی کو تو وہ ہی آنکھ دیکھہ سکتی ہے جو مرتبہ وحدت پر پہونچی ہوئی ہو۔

تا مرا عشق تو تعلیم سخن گفتن کرد　خلق را ورد زبان مدحت و تحسین منست

جبسے کہ تیرے عشق نے مجھکو سخندانی کی تعلیم دی ہر　میری تعریف و توصیف خلق کو ورد زبان ہو گئی

مطلب یہہ کہ جبسے تیرے عشق نے مجھکو شعر وسخن کی تعلیم کی ہے جب سی تمام خلق میری توصیف اور تعریف کرنے لگی اس اعتبار سے یہہ میری تعریف جب تیرے عشق کی بدولت ہو رہی ہے تو گویا تیری ہی تعریف و توصیف ہے میری نہین۔

دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار　کین کرامت سبب حشمت و تمکین منست

فقر کی دولت کو اے خدا میرے واسطے ارزان کردے　کہ یہ کرامت میری تمکین و حشمت کا سبب ہی

یعنے اے خدا تو بیکسی اور فقر کی دولت کو میرے واسطے سستا کردے اسواسطے کہ یہ کرامت یعنی فقر ہی میری حشمت اور مرتبہ کا باعث ہی مجھے دنیا کی توانگری نہین چاہئے جبکہ مین فقر ہی کی دولت کو اوسپر ترجیح دیتا ہون

واعظ شحنہ شناس این عظمت گو مفروش　زانکہ منزلگہ سلطان دل مسکین منست

شحنہ شناس واعظ اس عظمت گوئی کو نہ بیچ　اسلئے کہ میرا دل مسکین بادشاہ کی عظمت گاہ ہے

واعظ سے مراد نفس ہے۔ شحنہ بمعنی کوتوال یا حاکم شہر جسکا اشارہ عقل کی طرف سمجھنا چاہئے سلطان سے مقصود محبوب حقیقی۔ شحنہ شناس واعظ کی صفت ہے۔ لہذا مطلب یہہ ہے کہ اے نفس نصیحت فروش نہ بن تجکو عقل پہچانتی ہی اور تیری منزلت کرتی ہے پس تو مغرور مت ہو اسواسطے کہ دل حق سبحانہ تعالی کا منزل گاہ ہے۔

یارب این کعبہ مقصود زیارتگہ کیست　کہ مغیلان طریقش گل و نسرین منست

یارب یہ کعبہ مقصود کسکا زیارت گاہ ہی　کہ اوسکی راہ کی خار میرے لیے چنبیلی کے پھول ہین

یعنے جو تیر کہ تو نے دل عاشق کی طرف مارا وہ غمزہ کی بدولت خطا کر گیا (نشانہ پر نہ لگا) دیکھیے کہ تیری عقل اب کیا تدبیر اسکے واسطے سوچتی ہے۔

ہر نالہ و فریاد کہ کردم نشنیدی — پیداست نگارا کہ بلندست جنابت

جو نالہ و فریاد مین نے کیا وہ تو نے نہ سنا — اس سے معلوم ہوا کہ تیری بارگاہ عالی ہے

مطلب صاف ہو کہ جو کچھ نالہ فریاد عاشق نے تیری حضور مین کیا اوسکو تو نے نہین سنا اس سے ظاہر ہے کہ تیری درگاہ بڑی اونچی ہے اور وہانتک اوسکی گریہ وزاری کی صدا نہین پہونچتی۔

ای قصر دل افروز کہ منزلگہ اُنسے — یارب نکناد آفت ایام خرابت

ای قصر دل افروز تو محبوب کا منزل گاہ ہے — خدا کرے کہ ایام کی آفت سے خراب نہو

قصر دل افروز سے محل محبوب کی طرف کنایہ ہے جس سے متکلم نے اپنا دل مراد لیا ہو انس بمعنے محبوب یعنے ای میرے دل تو محبوب کی مقام کی جگہہ یا اوسکی منزل گاہ ہے اسلئے مین چاہتا ہون کہ خدائے لایزال زمانہ کی غلط اندازی سے کوئی آفت تجہپر نہ لائے اور تجہے ہمیشہ مثل آباد رکھے۔

دورست سرآب درین بادیہ ہشدار — تا غول بیابان نفریبد بسرابت

ہوشیار رہ کہ اس میدان بے پانی دور ہے — تا کہ غول بیابانی تجھکو سراب سے دہوکہ ندے

غول بیابان جنون کی قسم سے ایک جن ہوتا ہے کہ مسافر کو راستہ سے بہکایا کرتا ہے سراب اوسکو کہتے ہین کہ پیاسے مسافرونکو دور سے ریت مثل پانی کے نظر آوے اور جب اوسکے پاس پہونچین تو معلوم ہو کہ یہ پانی نہین اسکو سراب بولتے ہین یہہ مشہور لفظ ہے یعنے اس بادیہ معرفت مین منزل مقصود دور ہے ہوشیار رہ کہین ایسا نہو کہ غول بیابانی (جن سے وہ لوگ مراد ہین کہ جنکا ظاہر درست اور باطن بد ہو) تجہے سراب کا دہوکہ دین اور ممکن ہو کہ اس غول بیابانی سے نفس و شیطان مقصود ہون اس صورت مین بہی قریب قریب وہی مطلب ہوگا یعنے ای عاشق راہ عشق مین قدم رکھکر ماحصل پر قناعت نکر اسلئے کہ ابہی منزل مقصود دور ہے چونکہ اس راہ مین مکر و نفس اور شیطان وغیرہ کی بہت سی آفتین ہین ہمادا وے تجہے دغا و فریب سے دہوکہ دین اور تکمیل معرفت سے باز رکہین۔

صاحب سے کسی بات پر ناراض ہوکر اپنے والدین کے گھر کو چلی گئی تھی لکھی ہے اور اس خوشامدانہ طلبی کو اس غزل کا سب سے اخیر مصرع ظاہر کرتا ہے جو یہہ ہے کہ

خوابم بشد از دیدہ درین فکر جگر سوز کاغوش کہ شد منزل آسایش و خواب

اس فکر جگر سوز مین میری آنکھوں سے نیند اور گئی کہ کون سے آغوش تیری منزل آسایش ہوی ہے

یعنے ای محبوب جسوز سے کہ تو مجھسے دور ہوگیا میری آنکھوں سے نیند اس فکر مین جاتی رہی کہ کونسے آغوش مین تو نے قیام پکڑا ہے اور کہان تیری جائے آسایش ہے یعنے مجھسے جدا ہوکر تو نے کس جگہہ ظہور کیا ہے۔

درویش نمی پرسی و ترسم کہ نباشد اندیشۂ آمرزش و پروای صواب

تو فقیرونکو نہین پوچھتا مجھے ڈر ہے کہ تجھے فکر بخشش اور ثواب کی پروا نہین ہے

مطلب یہہ کہ تو فقیرونکی حال کی پرسش نہین کرتا یا اونکی حال زار کی طرف توجہ نہین ہے مین ڈرتا ہون کہ شاید تیرے دلسے فکر بخشش اور پروای ثواب برطرف ہوگئی ہے کیونکہ ثواب کمانیوالے فقیرونکی حال پر مہربانی کیا کرتے ہین۔

راہ دل عشاق زد آن چشم خماری پیداست ازین شیوہ کہ مست است شراب

دل عشاق کی راہ کو اوس چشم مست نے لوٹ لیا اس شیوہ سے ظاہر ہے کہ تیری شراب مست ہے۔

دوسری مصرع کے معنون مین یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شراب جب خود مست نہین ہوتی بلکہ مست کرنیوالی ہوتی ہے تو شراب کو مست کیون کہا اسکا جواب یہہ ہے کہ شراب سے یہان وہی چشم معشوق مراد ہے جو پہلے مصرع مین آیا ہے چونکہ چشم محبوب مین ایک طرح کی مستی پائی جاتی ہے اسلئے اوسکو مست کہا گیا علاوہ اسکے گو شراب خود مست نہین ہوتی مگر اوسمین نشہ کی خاصیت تو ہے پس باعتبار اسکے کہ کسی چیز کی علت خود اوسکے قائم مقام سمجھی جائے شراب کو اوس صورت مین بھی مست کہنا بجا ہوگا جب اوس سے چشم بھی مراد نہ لیجائے۔ راہ دل عشاق زدن بمعنے بیقرار ساختن دل را۔

تیری کہ زدی بر دلم از غمزہ خطا رفت تا باز چہ اندیشہ کند رای صواب

وہ تیر کہ جو تو نے تیرے دلبر بار اغمزہ سے خالی گیا تو اب دیکھئے تیری صائب رائے کیا کیا کرا لگاتی ہے

باتین کرکے معشوق کے خیال مین مستغرق ہو جا اسواسطے کہ ان تفکرات دنیا کا سوائے اسکی کوئی علاج نہین یہہ وہ دوا ہے کہ عشق محبت کے بندون نے تجربہ کرکے اس مرض کیلئے مقرر کرلی ہی اور اسکی ساتھہ عملی موثر بہی ہوتی ہے۔

یک قصہ بیش نیست غم عشق واین عجب ۔ از ہر کسی کہ می شنوم نا مکرر ست

غم عشق کا ایک قصہ ہی زیادہ نہین تعجب ہے ۔ جس کسی سے کہ سنتا ہون مکرر نہین ہوتا

یعنے غم عشق وہ ہی ایک قصہ ہی مگر تعجب یہہ ہی کہ جس کسی سے سنتا ہون وہ دوسری طور پر بیان کرتا ہی اور ہرگز تکرار نہین پائی جاتی ورنہ قاعدہ یہہ ہے کہ ایک ہی قصہ کو اگر دو شخص بیان کرین تو وہ مکرر ہوجائیگا گوشہ نشین گوشہ مین صومعہ دار صومعہ مین عابد لوگ مسجد مین عاشق خرابات مین اپنی اپنی دریافت کو ترجیح دیکر یہی ایک قصہ عشق مختلف طور پر بیان کرتے ہین چاہیئے تو یہہ تہا کہ بیان مین تکرار ہوئی مگر جس سے سنو اوس سے نیا ہی مضمون معلوم ہوتا ہی۔

از آستان پیر مغان سر چرا کشم ۔ دولت درین سرا و کشایش درین درست

پیر مغان کے آستانہ سے مین کسلئے سر کہینچون ۔ اسی گہر مین دولت اور اس در مین کشایش رزق ہے

یعنے جبکہ دولت کونین وسعادت دارین پیر مغان کے در سے کہ جس سے مرشد کامل یا معشوق حقیقی مراد ہے وابستہ ہو تو کسلئے اس دروازہ سے الگ۔ ہوکر محروم سعادت ہون بلکہ مجہکو لازم ہے کہ اپنا رخت اس در پر رکہہ کر یہین کا ہو رہون۔

دی وعدہ داد وصلم و در سر شراب داشت ۔ امروز تا چہ گوید و بازش چہ در سر ست

کل معشوق وعدہ وصل کا کیا اور سر مین عشق رکہتا تہا ۔ (دیکہی) آج کیا کہتا ہی اور اوسکے خیال مین کیا آتا ہی

دی بمعنے روز گذشتہ جس سی یہان روز میثاق مراد ہے۔ وعدہ وصل ان سے فی الجنتہ لقاء اللہ للمومنین حق امروز سے مقصود نشاء دنیا مطلب یہہ کہ مجہسے محبوب حقیقی نے روز ازل مین جبکہ عشق کا سودا ز کہتا تہا وصل کا وعدہ کرلیا ہے اب نہین معلوم کہ دنیا مین اوسکا ارادہ کیا ہی آیا وہ حسب وعدہ اپنے دیدار سے فیضان فرما کر اپنے وعدہ کو پورا کرتا ہے یا نہین چونکہ سعادت شقاوت اوسکی اختیار مین ہے پس اہل سعادت دیدار سے فائز ہوتے ہین اور اہل شقاوت محروم مین نہین جانتا کہ حالت عنصری مین وہ مجہکو اہل سعادت مین سے قرار دیگا یا اہل شقاوت مین سے۔

تا در رہ پیری بچہ آئین روی ای دل — باری بغلط صرف شد ایام شبابت

ایدل دیکھیں کہ تو بڑہاپے کے راستہ مین کس طریقہ سے چلتا ہی — جبکہ تیری جوانی کے دن غفلت مین تمام ہوگئے

دل کو لئے تنبیہ ہے یعنے ایدل تو نے ایام جوانی کو غفلت اور سستی مین گذارا اب بڑہاپا آیا ہی دیکھین تو ان ایام پیری کو کیسی گذارتا ہے اور کیونکر بسر کرتا ہے۔

حافظ نہ غلامی ست کہ از خواجہ گریزد — لطفی کن و بازآ کہ خرابم ز عتابت

حافظ غلام نہین ہے کہ مالک سے بہاگے — مہربانی کر اور لوٹ آ کہ تیری غصے سے خراب ہو رہا ہون

مطلب صاف ہے تشریح طلب نہین شعر ہذا کی تحریر کا سبب اسی غزل کے مطلع مین لکہ آئے ہین

باغ مرا چہ حاجت سرو و صنوبر ست — شمشاد سایہ پرور من از کہ کمتر ست

میری باغ کو سرو اور صنوبر کی کیا حاجت ہی۔ — میرا شمشاد سایہ پرور کس سے کم ہے

باغ سے وجود خود اور سرو صنوبر سے معشوقان مجازی مراد ہین۔ شمشاد سایہ پرور سے مقصود مرشد کامل یا شاہد حقیقی ہے مطلب یہ کہ مجھکو معشوقان مجازی کی کیا ضرورت ہے جبکہ میرا شاہد حقیقی یا مرشد کامل اونکسیطرح کم نہین بلکہ ہر آئینہ باعتبار نہایت غلبت پاکیزگی اور جمال دلربائی کے بدرجہا بہتر اور خوشتر ہی پس اونکے مقابلہ مین باغ وجود کو کسی سرو و صنوبر کی حاجت نہین۔

ای نازنین پسر تو چہ مذہب گرفتہ — کت خون ما حلال تر از شیر مادر ست

ای نازنین لڑکے تو نے کون مذہب اختیار کیا ہی — کہ تجہے ہمارا خون شیر مادر سے زیادہ حلال ہی

یعنے ای محبوب میری تو نے کون سا مذہب اختیار کیا ہے کہ تو ہماری قتل کے درپے ہی اور وصال سے سرفراز نہین کرتا۔ گویا ہمارا قتل تجہے شیر مادر سے زیادہ حلال ہے کہ اسطور پر بیباکانہ عشاق کا خون کرتا ہی جبکہ کسی مذہب مین خون حلال نہین قرار دیا گیا۔ نیز ممکن ہے کہ نازنین پسر سی بطور استہزا ناصح نصیحت گو مراد ہو اور خون کرنے سے اوسکا نصیحت کرنا تصور کیا گیا ہو اگر یہ مان لیا جای تو ادیر کے شعر سے اسکا ربط قایم ہو جائے گا اور مطلب بہی ٹہیک نکل آئے گا۔

چون نقش غم ز دور ببینی شراب خواہ — تشخیص کردہ ایم و مداوا مقرر ست

جب تو علامت غم کو دور سے دیکہی تو شراب مانگ — ہمنے تشخیص کرلیا ہی اور اسکی یہی دوا مقرر ہوئی ہے

یعنی ای عاشق اگر تجہپر حوادثات غم و الم اور تعلقات دنیوی ہجوم کرائین تو تجکو چاہئے کہ عشق محبت کی

بنا ہوا لاہی اور کبھی فنا نہوگا۔ اس اعتبار سے جب معشوق کو فنا نہین تو عاشق کو بھی فنا نہوگی۔

در کوی ما شکستہ دلی میخرند و بس **بازار خود فروشی ازان سوی دیگرست**

ہماری کوچہ مین صرف شکستہ دلی ہی خریدی جاسکتی ہے خود فروشی کا بازار یہان سے اور طرف ہے

اپنے نفس کو ہدایت ہے کہ اے عاشق بیچارے تو ہر وقت گرمجوشی عشق سے عظمت کا اظہار کیون کرتا ہے کوچہ عاشق کو وہی لوگ خریدتے ہین یعنے عشق و محبت کرتے ہین کہ جو شکستہ دل ہون اور دل ہی نرکھتے ہون خود فروشی کا بازار اور طرف ہے بازار عشق مین عاشق سوائے شکستہ دل کے اور کچھہ نہین خرید سکتا۔ خود فروشی کی گنجایش یہان نہین ہے۔

نقل ہے کہ کسی بادشاہ کی بیٹی کا ہاتھہ ٹوٹ گیا اوسکے باندھنے کیواسطے جراح کو بلایا گیا خیر کہ جراح ایسا خوبصورت تھا کہ گویا اوسنے ٹوٹے بازو کو توپٹی باندہی مگر شہزادی کا عضو عضو اپنے عشق کی ضرب سے توڑ ڈالا یعنے وہ شہزادی عاشق ہوگئی چند روز مین جب اوسکے ہاتھہ کو آرام ہوگیا تو جراح نے آنا بند کردیا۔ [illegible] جسکو کچھہ عشاق ہی سمجھہ سکتے ہین اچھا ہاتھہ کو آرام ہوا کہ دلدار کی صورت کو ترس گئی اور نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگی مجبوراً اپنی رازدار دایہ کو بلا کر [illegible] بیان کیا اور اس کا علاج بھی پوچھا۔ اوسنے کہا کہ اسکا علاج اگر ہوسکتا ہے تو یہی [illegible] توڑ لو چنانچہ یہی کیا گیا کہ شاہزادی نے ہاتھہ توڑ لیا اور تب اپنے محبوب کا دیدار دیکھا [illegible] کہ ہاتھہ توڑ کر معشوق پایا۔ لہذا دل جو تمام خدائی کا بادشاہ ہے اگر [illegible] اول توڑ دو تو ہمین جاکر وصل محبوب حقیقی کی تمنا کرے ورنہ ع دماغ بیہودہ پخت خیال باطل بست [illegible] عاشق صادق کی ہمت شہزادی کی ہمت سے کسیطرح کم نہین ہوسکتی

حافظ چہ طرفہ شاخ نباتست کلک تو **کش میوہ دلپذیر تر از شہد و شکرست**

حافظ تیرا قلم بھی کیا عجیب شاخ نبات ہے کہ اوسکا میوہ شہد و شکر سے زیادہ دل پسند ہے

[illegible] شاخ نبات [illegible] حافظ کی محبوبہ کا نام تھا شاخ نبات [illegible] یعنے اشعار جو [illegible] دلچسپ ہین مطلب صاف [illegible] حافظ تیرے قلم سے وہ شعر نکلتے ہین کہ جو شہد و شکر سے زیادہ شیرین ہین۔

ما آبروی فقر و قناعت نمی‌بریم — با پادشه بگوی که روزی مقدرست

ہم فقر و قناعت کی ابرو نہین کھوتے — بادشہ سے کہو کہ رزق تو تقدیر کا ہے

کہتے ہین کہ ایک مرتبہ اوس زمانہ کے بادشاہ نے حافظ صاحب کو بلایا تھا۔ حافظ صاحب خود تو نگئے مگر یہ شعر لکھکر بھیجدیا کہ ہم فقیر بادشاہونکے پاس جاکے اپنے فقر و صبر کی آبرو نہین کھوتے جبکہ روزی رازق کے ہاتھ ہے تو ہمین بادشاہ کی کچھ پروا نہین۔ شعر۔ در پہ شاہون کے نہین جاتے فقیر اللہ کے ٭ سر جہان رکھتے ہین سب ہم وان قدم رکھتے نہین ٭

شیراز و آب رکنی و آن باد خوش نسیم — عیبش مکن که خال رخ هفت کشورست

شہر شیراز نہر رکن آباد اور وہ ٹھنڈی ہوا — اوسکو عیب نہ لگا کہ ہفت اقلیم کے رخ کا خال ہے

ظاہری طور پر تو حافظ صاحب اپنے وطن شہر شیراز اور رکن آباد نامی نہر جو اوسمین بہتی اوسکے کنارہ کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کو ہفت اقلیم کے رخ کا خال بتلاتے ہین گویا اپنی جائے سکونت کی تعریف کر رہے ہین۔ کہ وہ ساتون ولایت کے رخ کا تل ہے مگر باطنی اعتبار پر رکنآباد سے عشق اور خال سے زیبائی ہفت کشور سے تمام عالم مراد ہے اور مطلب یہہ ہے کہ اے میرے وجود کے ملک جسم سے عشق محبت کی نہر جاری ہے اور وہ انفاس جو کچھہ بہی ہواونکی طرح اوس سے نکل رہے ہین تو اسی شی کو وجود کی حقارت سے نہ دیکھہ گو وہ حقیر ہے تاہم اوس سے تمام عالم کی زیبائش ہوتی ہے اور گویا وہ ہفت کشور کے رخ کا خال ہے۔

فرق است از آب خضر که ظلمات جای اوست — تا آب ما که منبعش الله اکبرست

آب خضر سے فرق ہے کہ اوسکی جگہ ظلمت ہے — ہماری آب سے کہ اوسکا مخرج اللہ اکبر ہے

آب سے عشق اور خضر سے مجازی عاشق مراد ہے ظلمات سے عبارت قالب عنصری کہ جو حقیقتاً کثیفت ہے۔ اللہ اکبر شیراز مین ایک پہاڑ کا نام ہے کہ اوس سے چشمہ جاری ہے بعض نے لکھا ہے کہ اللہ اکبر اوس چشمہ کا ہی نام ہے غرض کہ اس سے مقصود ذات بیچون یا لطیفہ زبان ہے کہ جو دل سے نکلتا ہے اور مطلب یہہ کہ ہمارا اور عاشقان مجازی کے عشقون مین بڑا تفاوت ہے اسلئے کہ مجازی عاشق صورتون کے عاشق ہونے مین جو محض کثیف سے بنی ہین اور آخر مین سڑ گل کر خاک ہوجانیوالی ہین اور ہم ذات ایزد بیچون پر عاشق ہین جو سب کا

مقام عیش میسر نمیشود بے رنج　　　بلی بحکم بلا بستہ اند روز الست

بغیر رنج کے درجہ عیش کا میسر نہین ہوتا　　　بلی کا عہد ابلا کے حکم پر روز الست باندہا تھا

یعنے مقام عیش جو کہ وصل ہی بغیر رنج او ٹھائے میسر نہین ہوتا بمصداق اس مثل کے العشق تمام المحنۃ والبلا عشق تمام محنتون اور مصیبتون کا سبب ہے لہذا او ملائکہ جو روز ازل کو قالوبلی کا اقرار سے اختیار کی گئی تہی مقام عیش تک پہونچا یگی. بلا سے بلا عشق مراد ہی۔

بہست و نیست مرنجان ضمیر خوش می باش　　　کہ نیست ست سر انجام ہر کمال کہ ہست

موت حیات سے رنج نکر خوش رہ　　　کیونکہ انجام ہر کمال کا جو کہ موجود ہی نیستی ہی ہی

ہست نیست سے غنا یا فقر زیست یا موت مراد ہین اور دوسرا مصرع بجائے صعود ہبوط کے اعتبار پر کہ جو چیز پیدا ہوی ہی وہ مرنے کے لئے ہے اسبات پر دلیل ہے کہا ی مخاطب تو جبتک زندہ ہی اور موت کا غم نکر بلکہ ہر وقت خوش رہ کیونکہ یہ ضرور ہونیوالی ہین اور عارف وہی ہی جو ان باتون کی پرواہ نکرے۔

شکوہ آصفی و اسپ باد و منطق طیر　　　بباد رفت و ازان خواجہ ہیچ طرف نہ بست

دبدبہ آصفی ہوا گھوڑے چڑیون کی بولی　　　بیکار گئی اوس سے خواجہ نے کوئی فائدہ نہ اوٹھایا

آصف حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کا نام تھا مگر اسجگہہ شکوہ آصفی سے خود حضرت سلیمان کیطرف اشارہ ہے یعنے حضرت سلیمان علیہ السلام کہ جنکا تمام عالم مین دبدبہ تھا ہوا گھوڑے پر سوار ہوتے پرندون کی بولیان سمجہتے تہے نتیجہ مین سب برباد ہوگیا اور خواجہ کو یعنے سلیمان علیہ السلام کو اوس سے کچہ نہین حاصل ہوا۔

بال و پر مرو از رہ کہ تیر پرتابی　　　ہوا گرفت زمانی ولی بخاک نشست

بال و پر سے راہ مین نہ اوڑ کہ تیر چھوٹا ہوا　　　کچہ دیر ہوا پر رہتا ہی لیکن پھر خاک پر آ پڑتا ہے

بال و پر سے دنیا کا مال و جاہ مراد ہے پرتاب یعنے پوری قوت سے تیر پھینکنا یعنے دنیا کے اسباب شوکت مین گمراہ اور مغرور اور اپنی عمر حیات فانی پر فریفتہ مت ہوگیا تو نہین دیکھتا کہ پرتاب کیا ہوا یعنے زور سے پھینکا ہوا تیر اگرچہ کچہ دیر ہوا مین بلند پروازی کرتا ہی لیکن آخرکار پھر خاک ہی پر گرتا ہی یہی تو اپنا حال سمجہہ کہ چند روزہ جوانی اور شوکت دنیوی جو تجہے مغرور کر رہی ہی ایکدن یہ بھی تیر کیطرح خاک پر آ پڑیگی اور موت تجہکو مٹی مین ملائیگی۔

شگفتہ شد گل حمرا و گشت بلبل مست — صلای سرخوشی ای عاشقان بادہ پرست

گل سرخ کھلا اور بلبل مست ہوا — ای عاشقان بادہ پرست یہہ خوشخبری کی علامت ہے

معنوی طور پر گل حمرا سے ظہور مصنوعات و مشاہدات تجلیات مراد ہے۔ بلبل سے عاشق کامل مطلب یہہ کہ عشق و محبت کا گل سرخ کھلا بس ای عاشقان بادہ پرست یہہ خوشخبری سنو اور دوڑ دوڑ کر شراب محبت پیو یعنے بلبل وار اپنی گل پر جس سے مطلب حقیقت مقصود ہے نثار ہونے کو موجود ہو جاؤ

اساس توبہ کہ در محکمی چو سنگ نمود — ببین کہ جام زجاجی چگونہ اش بشکست

توبہ کی بنیاد کہ جو مضبوطی مین پتھر کی طرح تھی — دیکھہ کہ جام شیشہ نے اوسکو کسطرح توڑ ڈالا

جام و صراحی سے شراب معنی ذکر سبب و ارادہ مسبب جس سے عشق مراد ہے اور مطلب یہہ کہ میری توبہ جو مضبوطی مین پتھر سے کم نہ تھی۔ اور کسطرح نہ ٹوٹتی دیکھہ کہ وہ شیشے کی صراحی کے ذریعہ سے جس کا کنایہ عشق کیطرف ہے آسانی سے ٹوٹ گئی یعنی مین نے شراب محبت بھر پینی شروع کر دی ہے شیشہ سے پتھر کا توڑنا قابل لحاظ ہے۔

بیار بادہ کہ در بارگاہ استغنا — چہ پاسبان و چہ سلطان چہ ہوشیار و چہ مست

شراب لا کہ بے پروا سرکار مین — کیا چوکیدار کیا شاہ کیا ہوشیار کیا مست (سب برابر ہین)

یعنے ای حافظ شراب نوشی مین جس سے عشق و محبت کی طرف کنایہ ہے کوشان رہ وہ عشق حقیقی ہو یا مجازی تو عشق کئے جا کیونکہ محبوب کی استغنا کے سامنے مومن و کافر فرمان بردار گناہگار نیک و بد سب برابر ہین کیونکہ وہ کسی کا محتاج نہین موافق آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ پس جسکو چاہے سرفراز کرتا ہے بلا کسی سبب و علت کے سرفراز کرتا ہے اور جسکو چاہے پکڑتا ہے اوسکو واسطے بھی کسی ظاہری سبب کا ہونا ضروری نہین یہہ صرف اوسکی شان استغنائی و کبریائی ہے چاہے دم بھر مین فقیر کو بادشاہ کر دے چاہے چشم زدن مین شاہ کو گدا بنا دے

ازین رباط دو در چون ضرورتست رحیل — رواق و طاق معیشت چہ سربلند و چہ پست

اس دو در کے مسافرخانہ سے جبکہ کوچ کی ضرورت ہے — تو ایوان معیشت کیا اونچا کیا نیچا

رباط مسافرخانہ رباط دو در سے دنیا مراد ہے کیونکہ اسمین ایک در سے آنا دوسرے سے جانا ہوا کرتا ہے یعنے جبکہ یہان سے جانا ضروری ہے تو آرام سے گذرے یا تکلیف سے دونون برابر ہین اسواسطے کہ اس آرام و تکلیف کو بوجہہ اسکے کہ دنیا ناپائدار ہے کچھہ پائداری نہین۔

باندھا ہوا اور سب تصورات جو عاشق کی آرزو کا مرکز ہوتی ہین ایک جگہ بیان کردئے ہین۔

برو ای زاہد و بر دردکشان خردہ مگیر — کہ ندادند جز این تحفہ بما روز الست

ای زاہد جا بلاکشون پر عیب جوئی نکر — کہ ہمکو روز ازل مین اس تحفہ کے سوا اور کچھہ نہین دیا گیا

یعنے ای [illegible] ناصح جا اپنا کام کر عاشقون اور مصیبت زدون پر عیب نہ لگا کہ ہمکو ازل مین سوائے اس عشق و مصیبت کے تحفہ کے اور کچھہ عطا نہین فرمایا گیا ہے۔ خلاصہ یہہ کہ عاشقون کو بلاکشی اور مصیبت روز میثاق کو [illegible] ملی ہی تیری عیب جوئی سے کچھہ نہین ہوسکتا۔

آنچہ او ریخت بہ پیمانۂ ما نوشیدیم — اگر از خمر بہشت ست وراز بادۂ مست

جو کچھہ اوسنے پیالہ مین ڈالدیا ہمنے پیلیا — اگر شراب طہور ہو تو کیا اور جو شراب مست ہو کیا

اسلئے کہ اگر شراب بہشت جس سے عشق حقیقی مراد ہی اوسنے ہماری پیالہ (استعداد) مین اونڈیل دی تو پی گئی اور اگر شراب مست یعنی عشق مجازی دیا تو لیا غرض جو کچھہ باؤس نے دیا اور اول ہی سے دیا ہی ہم نے اپنی طرف سے کوئی بات قبول نہین کی۔

خندۂ جام می و زلف گرہگیر نگار — ای بسا توبہ کہ چون توبۂ حافظ بشکست

جام شراب کی ہنسی اور معشوق کی زلف گرہگیر نے — ای مخاطب بہت سے لوگونکی توبہ کو حافظ کی توبہ کیطرح توڑ ڈالا

خندہ [illegible] تجلی [illegible] روی محبوب زلف گرہگیر جذبۂ عشق یعنے تجلی ایزدی اور جمال سرمدی کے جذبۂ عشق نے صرف [illegible] عشق نہین کیا بلکہ مجہہ ایسے بہت سے لوگونکو اپنا گرویدہ بنا لیا ہی۔

[illegible] دلربای تو بست — گشاد کار من اندر کرشمہای تو بست

[illegible] ابروی دلربا کی صورت پیدا کی — تو تیری کرشمون سی میری کارکشادگی کو وابستہ کیا

دلربا [illegible] جس روز کہ خدا نے تیری دلربا ابرو کی صورت بنائی تو اوسیوقت سے میری [illegible] تیری کرشمون سے متعلق کیا خلاصہ یہہ کہ تیرا اور میرا تعلق ازل سے ہے کہ [illegible] یہہ غزل حضرت رسول مقبول کی نعت مین ہے

[illegible] را [illegible] نشاند — زمانہ تا قصب نرگس قبای تو بست

[illegible] — زمانہ نے جبکہ تیری زرتار [illegible] کو باندھا

[illegible] زمانہ [illegible] اللہ تعالی مقصود ہے

زبان کلک تو حافظ چه شکر آن گوید **که تحفهٔ سخنش میبرند دست بدست**

حافظ تیری زبان قلم اوسکا کیا شکر کرے کیونکہ اوسکی سخن کا تحفہ ہاتھون ہاتھ لیجاتی ہین

مطلب صاف ہی کہ ای حافظ تیری قلم کی زبان خدا کا شکر کیا ادا کر سکتی ہی کہ اوسکی لکھی ہوی اشعار شائق ہاتھون ہاتھ لیجاتے ہین یعنے قدر کرتے ہین۔

زلف آشفته و خوی کرده و خندان لب و مست **پیرهن چاک و غزل خوان و صراحی در دست**

زلف پریشان عرقناک متبسم لب اور مست پیرہن چاک غزل گاتا ہوا ہاتھ مین صراحی

نرگسش عربده جوی و لبش افسوس کنان **نیم شب مست ببالین من آمد بنشست**

آنکھین لڑائی کرنیوالی اور اوسکے لب افسوس کرنیوالے آدہی رات کو مست میری سرہانے آن کر بیٹھا

سر فرا گوش من آورد بآواز حزین **گفت کای عاشق شوریدهٔ من خوابت هست**

سر میری کان کے پاس لایا اور غمگین آواز سے کہا کہ ای میری پریشان عاشق تجھکو نیند آگئی

عاشقی را که چنین بادهٔ شبگیر دهند **کافر عشق بود گر نبود باده پرست**

جس عاشق کو کہ ایسے شبگیر شراب دین اگر شراب نوش نہو تو کافر عشق ہے

یہہ چار شعر سلسلہ وار ہین لہذا ہم سب کا مطلب ایک جگہہ بیان کرتے ہین یعنے میرا محبوب زلف پریشان کی ہوی چہرہ پر عرق مستے متبسم لب پیرہن دریدہ جہومتا جہامتا ہاتھ مین صراحی غزل گاتا ہوا مخمور سرگین انکھین لب سے افسوس کرتا ہوا غرضکہ جتنی باتین معشوقون کے متعلق ہین اون سب کے ساتھہ آدہی رات کو کہ جو عارفون کے مشاہدہ کا وقت ہوتا ہے میرے سرہانے آکر بیٹھہ گیا اور اپنا منہہ میری کان کے قریب لاکر اوس ملول آواز سے جو عموماً ایسے وقت معشوق بنالیا کرتے ہین کہنے لگا کہ ای پرانے عاشق تجھکو ہماری عشق کا بڑی دعوی ہے اور اسوقت غافل سوتا ہی عاشقون کو نیند نہین آتی اونکی آنکھین تو محبوب کے انتظار مین ہمیشہ کہلی رہتی ہین پھر تو کیون سوگیا۔ جس عاشق کو بادۂ شبگیر جس سے مشاہدات نیم شبی مقصود ہین پلادین اور وہ نہ پیے تو جانیو کہ وہ کافر عشق ہے یعنے جس عاشق کو ایسے مشاہدات میسر ہون اور وہ اگر عشق مین ساعی نہو تو سمجھنا چاہئے کہ منکر عشق ہے مطلب یہہ کہ عشق سے محروم ہے اوسکو بوی عشق نہین پہونچی۔ ان شعرون مین حافظ صاحب نے مجازی کے پیرایہ مین حقیقی مشاہدہ کا سمان

اور اسکی حال زار پر توجہ فرما۔

تو خود حیات دگر بودی ای زمان وصال — **خطا نگر کہ دل امید در وفای تو بست**

ای زمانہ وصال تو خود دوسری زندگی تہا — اس خطا کو دیکھہ کہ دلنے تجہسے وفا کی امید باندہی

مطلب یہہ کہ ای زمانہ وصال تو زندگی کی طرح بیوفا تھا یعنے جس طرح کہ زندگی بیوفا ہوتی ہے اسیطرح تو بہی بیوفا نکلا تہوڑی دیر رہا تو اس اعتبار سے گویا بخیال بیوفائی تو خود دوسری زندگی تھا پس دلکی قصور پر غور کر کہ اوسنے تجہسے وفا کی امید رکہی یعنے دل نے غلطی کی اوسکو تجہسے ایسی امید نہ رکہنی چاہئی تہی۔

ہم از نسیم تو روزی کشایشے یابد — **چو غنچہ ہر کہ دل خویش در ہوای تو بست**

تیری نسیم فضل سے کسی روز کشایش پائے گا — جس کسی نے غنچہ کی طرح دل کو تیری حرص کا پابند کیا

یعنے ای ذات پاک خدا جس عاشق نے کہ اپنا دل تیری عشق کی خیال مین غنچہ کی طرح باندہا وہ بہی کبہی تیری نسیم رحمت سے پہر در شگفتہ ہوگا۔

ز دست جور تو گفتم ز شہر خواہم رفت — **بخندہ گفت کہ حافظا کہ پای تو بست**

مینے کہا تیری ظلم کیوجہہ سے شہر چہوڑ دونگا — ہنسکر جواب دیا کہ ای حافظ جا تیری پیر تو بندہی ہوئی ہین

ظاہری مطلب تو صاف ہی باطنی مین جور یعنے محرومی وصال لیا جائے گا جو کہ عاشق پر بمنزلہ ظلم کی ہی سمجھنا چاہیے اگر اصلی معنے جور کے لئے جائین تو شاید حقیقی کیواسطے ایسا لفظ ٹہیک نہین ہوگا دوسرا مصرع معشوق کی زبان سے ہے۔ یعنے جب مین نے کہا کہ ای محبوب مین تیری وصال سے محروم ہونیکی علت مین شہر چہوڑ دونگا تو اوسنے جواب دیا کہ جا تو کہان جائیگا تیری پاؤن عشق کی رسی سے بندہی ہین۔ یہہ گویا بطور استغنا کے ہے جو معشوق کی خاص صفت سمجہنی چاہئی۔

ای ہدہد صبا بسبا مے فرستمت — **بنگر کہ از کجا بکجا مے فرستمت**

ای ہدہد صبا مین تجہکو شہر سبا کو بہیجتا ہون — دیکھہ کہ تجہے کہان سے کہان کو بہیجتا ہون

حیف است طائرے چو تو در خاکدان دہر — **زینجا بآشیان وفا مے فرستمت**

افسوس کہ تجہسا طائر اور نیہ خاکدان زمین — اس جگہہ سے مین تجہے آشیانہ وفا کو بہیجتا ہون

ہدہد صبا سے پیغام بر صبا مراد ہی۔ لکہا ہی کہ خواجہ علیہ الرحمۃ کا کوئی دوست بہت دور دراز مقام پر تہا

نرگسین قبا ایک قسم کی قبا کو کہتے ہیں جس پر بیل بوٹے بنے ہوتے ہیں اور قصب نرگسین قبا سے ذات مبارک آنحضرت کی طرف کنایہ ہے۔ یعنے جس روز سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات مبارک کو مبعوث فرمایا ہے اوس روز سے ہزاروں سالکان طریقت جو آنجناب کی امیدوار ہیں آپکی خاک راہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

مرا و مرغ چمن را ز دل ببرد آرام ۔۔۔ سحرگہان کہ دل ہر دو در نوای تو بست

میرے اور مرغ چمن کے دل سے آرام لے گیا ۔۔۔ صبح کے وقت دونوں کے دلونکو تیری آواز نے باندھا

یعنے میری اور مرغ چمن کی جس سے مرشد طریقت مراد ہے دونوں کو صبح کے وقت تیری آواز نے بیقرار کیا یہہ آواز اوسی امر کی تھی جس سے عشق پایا جاتا تھا یعنی اوسی محبت نے ہماری دونوں کے دونوں کو اپنا مسخر کر لیا ہے۔

نکار ما و دل غنچہ بس گرہ بکشود ۔۔۔ نسیم صبح چو دل در رہ ہوای تو بست

غنچہ کے دل اور ہمارے کام کی بہت سی گرہیں کھلیں ۔۔۔ صبح کی ہوا نے جب دل تیری حرص کی راہ میں باندھا

مطلب یہہ کہ جب ہمارے مرشد طریقت نے تیری محبت میں اپنے دلکو باندھا یعنے تیرا عشق کیا تو ہمارا اور ہمارے دل کا کام بن گیا۔ بہت سی غم و الم مثل خوف خاتمہ اور حشر و نشر جو کہ ہمارے دل پر طاری تھی اور جس سے ہم ڈرتے اور کانپتے تھے سب جاتی رہی۔ اور بہت سی دشمنوں سے چھٹکارا ہوا۔

مرا بہ بند تو دوران چرخ راضی کرد ۔۔۔ ولی چہ سود کہ سر رشتہ در رضای تو بست

مجھکو گردش چرخ نے تیری پابندی پر راضی کیا ۔۔۔ لیکن کیا فائدہ کہ میرا سلسلہ تیری رضا سے باندھا

مطلب یہہ کہ گو گردش چرخ نے میری تعلق کو دین نبوی کی مضبوط رسی سے جکڑ دیا لیکن ابھی دل اس سے کچھ فائدہ نہیں یہہ بے سود بات ہے اسواسطے اصل کار و بار کو خدا کی رضا سے تعلق ہے اور بلا اوسکی مرضی حاصل کیے ہوئے کچھ نہیں ہوتا۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں شعر آنکہ او دردی بہبود ندا شت + دیدن روئی نبی سود ندا شت۔

چو نافہ بر دل مسکین من گرہ مفگن ۔۔۔ کہ عہد با سر زلف گرہ گشای تو بست

میری دل مسکین پر نافہ کی طرح گرہ نہ ڈال ۔۔۔ کہ عہد سر زلف گرہ گشای تیری سے باندھا

یعنے میری دل پر نافہ کی طرح گرہ نہ ڈال اور پیچ و تاب و کشمکش ہجران میں نہ رکھہ کیونکہ اس بیچارہ نے تیری زلف سے جسکا اشارہ جذبہ عشق کی طرف ہے عہد دوستی کر لیا ہے اسپر اپنا فضل و کرم کر

عالم پر چلتی رہتی ہی اپنی دعای خیر کا قافلہ تیری پاس روانہ کرتا ہون تاکہ تجھکو عاشق کے حال پر رحم آوی اور اپنی پاس بلاوی۔

در روی خود تفرج صنع خدای کن	کائینۂ خدای نما میفرستمت
اپنی چہرہ مین خدا کی صنعت کو دیکھ	کہ یہ آئینہ خدا نما مین تیری پاس بہیجتا ہون

گویا حافظ صاحب فرماتی ہین کہ ای مخاطب یعنی عاشق دلریش اگر تو چاہتا ہی کہ اوسکی معرفت کو پہونچے تو تجھے چاہیے کہ اول اپنی معرفت کو پہونچ کہ تیرا وجود مجمع الذات والصفات ہی اور جو کچھ دنیا مین ہی وہ اوسی دم سی فی انفسکم افلا تبصرون اور اس مضمون کی کلام کو گویا مین بجای آئینہ خدا نما کے تیری پاس بہیجتا ہون یعنی تجھے بتاتا ہون یاد دلاتا ہون کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔

تا لشکر غمت نکند ملک دل خراب	جان عزیز خود بنوا میفرستمت
تاکہ تیری غم کا لشکر ملک دل کو برباد نکرے	اپنی جان عزیز کو تیری نذر کیلیے بہیجتا ہون

یعنی ای محبوب اسواسطے مین اپنی جان نذر کر دیتا ہون کہ تیرا لشکر غم جس سی ہجران یا درد عشق مقصود ہے میری ملک دل کو برباد نکر ڈالی گویا عاشق کی ہجر جان بمنزلہ فدیہ کر ہے کہ جسکو لیکر لشکر غم بربادی دل سی دست بردار ہو جائے۔

ہر دم غمی فرست مراد بگو بناز	کاین تحفہ از برای خدا میفرستمت
ہر دم مجھے غم دی اور ناز سے کہو	کہ خدا کیلیے یہ تحفہ تیری پاس بہیجتا ہون

مطلب صاف ہی تشریح طلب نہین معشوق کی عنایت کا اظہار ہی کہ وہ ہر وقت نیا غم دیتا اور اوسکو تحفہ بتا کر قبول کراتا ہی۔

ای غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل	میگویمت دعا و ثنا میفرستمت
ای نظر سی غائب کہ تو دل کا ہمنشین ہوتا ہی	مین تیری تعریف کرتا ہون اور تجھ دعا دیتا ہون

یعنی ای وارد غیبی جب تو اس خاکدان کلبہ احزان عاشق سی آستان وفا کی طرف کہ جو معشوق کا مقام ہی پہونچے تو اس دعاگو کیجانب سی عرض کرنا کہ ای نظر سے دور اور دل سی قریب مین ہر حال مین تیرا ثنا خوان اور دعا کنندہ ہون کوئی دم تیری یاد سی خالی نہین گذرتا۔

اوس سے ملاقات ہوئی تہی تو آپ نے یہہ غزل اوس دوست کو لکہی تہی اور چونکہ وہان تک پہونچنے والا کوئی
قاصد نہ تہا اسلئے صبا کو پیغام بر بنایا ہے اور بعضی تواریخون مین ہے کہ یہہ غزل بہمنیہ خاندان کے بادشاہون
سے کسی بادشاہ کیواسطے لکہہ کر بہیجی تہی جو آپکی ملاقات کا نہایت شائق اور آپکا معتقد تہا۔ مگر
معنوی اعتبار سے ہد ہد صبا مرشد کی طرف اشارہ ہے اور یہہ بہی ممکن ہے کہ اس سے کنایہ واردات غیبی
کی طرف ہو سبا بلقیس کے شہر کا نام تہا جسکو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فتح کیا تہا اور ہد ہد نے
اوس شہر اور بلقیس کے حال سے حضرت کو مطلع کیا تہا جسکا مفصل قصہ تفسیرون مین مذکور ہے۔ لیکن
یہان سبا سے عالم معشوق مراد ہے اور مطلب یہہ کہ اے مرشد مین بہی تجہے معشوق حقیقی کے عالم مین بہیجتا ہون
تاکہ اوسکے حال سے تو مجہے آگاہی دے اور دیکہہ کہ مین تجہے کہان سے کہان کو یعنے عالم کثیف سے عالم
لطیف کو بہیجتا ہون پس وہان جا مین تاخیر نکر جب تو ہمارا حال محبوب سے عرض کریگا تو شاید وہ ہم پر
رحم فرماکر وصال سے سرفراز کرے پہر کہتے ہین کہ تجہے طائر بلند پرواز کا اس خاکدان دہر مین ہونا افسوس
کی بات ہے لہذا مین تجہکو اس خاکدان سے آشیان وفا کی طرف کہ جس سے عبارت وطن معشوق ہے
بہیجتا ہون دیار معشوق کو آشیان وفا اس غرض سے کہا گیا کہ وہ جگہہ عاشقون کی وفا کا مرجع ہے
واضح ہو کہ خواجہ صاحب حالت جذبہ محبت مین مرشد کامل کو ہد ہد قرار دیکر بطور عروج عالم ادنی سے
عالم اعلی کی طرف بہیجتے ہین اس سے مرشد کی سوء ادبی خیال نہین کی جا سکتی بلکہ عاشق کا اشتیاق کا پتہ
چلتا ہے کہ پیر طریقت محبوب حقیقی کا اس سے زیادہ حال بیان کرے جیسا کہ کرتا ہے

در راہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست   می بینمت عیان و دعا می فرستمت

راہ عشق مین منزل دور و نزدیک نہین ہے   مین تجہکو عیان دیکہتا ہون اور دعا دیتا ہون

یعنے منزل عشق مین ظاہری طور پر کچہہ قرب و بعد نہین ہے پس اے محبوب مین تجہکو صاف طور پر دیکہتا
ہون اور دعا بہی دیتا ہون اگرچہ عالم جسمانی کی قید مین تیری جناب سے دور ہون لیکن باطنی طور پر
جہان ہون تیرے ساتہہ ہون اور سب تجہے دیکہتا ہون۔

ہر صبح و شام قافلۂ از دعاے خیر   در صحبت شمال و صبا می فرستمت

ہر صبح و شام کو دعاے خیر کا قافلہ   باد صبا اور باد شمال کے ساتہہ تیرے پاس کو بہیجتا ہون

قافلہ دعاے خیر سے کثرت دعاء خیر مراد ہے۔ صبح و شام بمعنی علی الدوام۔ یعنے مین ہوا کے ہمراہ جو کہ طاقت

لینے مرجاؤنگا تیرا دامن کبھی نچھوڑونگا۔

گر بایدم شدن سوی ہاروت بابلی صد گونہ ساحری بکنم تا بیارمت

اگر میرا جانا بابل کیطرف ہاروت کے پاس ہو تو سو طرح سے ساحری کرون تاکہ تجھکو لاؤن

بابل شہر کا نام ہے۔ حل لغات مین لکھا ہے کہ اوسجگہہ نمرود نے ایک عظیم الشان محل طیار کرایا تھا کہتے ہین کہ اوسکی بلندی پانچہزار گز تھی اتنا اونچا بنانے سے نمرود کی یہہ غرض تھی کہ وہ ابراہیمؑ کے خدا سے جنگ کرے۔ اتفاق سے ایسی تند ہوا چلی اور زلزلہ آیا کہ وہ بلند محل اوسکے صدمہ سے گر کر نیست و نابود ہوا اسی بابل کے کنوئین مین ہاروت و ماروت دو فرشتہ بھی اسیر ہین جو زمین پر سحر سیکھنے کے واسطے آئے تھے اور زہرہ پر عاشق ہو کر قید کردیئے گئے۔ مگر اس شعر مین ہاروت سے مرشد کامل اور بابل سے اوس کی جائے سکونت مراد ہے۔ اور حافظ صاحب اپنے معشوق سے خطاب فرماتے ہین کہ اگر مین بابل مین ہاروت کے پاس پہونچون تو اوس سے سحر سیکھہ کر تجھپر ایسا جادو کرون کہ تو میرے پاس آجائے یعنی مرشد کامل کے ذریعہ سے تیرے ملنے کی تدبیر کرون۔

محراب ابروان بنما تا سحرگہی دست دعا بر آرم و در گردن آرمت

ابروؤنکی محراب دکھا تاکہ صبح کے وقت ہاتھہ دعا کیلئے اوٹھا کر تیری گردن مین ڈالون

ابرو کا کنایہ مشاہدہ تجلی کی طرف ہے اور مطلب یہ کہ اے محبوب اگر تو مجھے اپنے وصل کے مرتبہ کو نہین پہونچاتا تو ذرا اپنا جلوہ تجلی ہی دکھا دے تاکہ صبح کے مشاہدہ کیوقت کہ جو دعا کا وقت ہوتا ہے مین دعا مانگون اور بذریعہ اوس دعا کے اپنا مدعا حاصل کرون۔

خواہم کہ پیش میرمت ای بیوفا طبیب بیمار باز پرس کہ در انتظارمت

اے بیوفا طبیب مین چاہتا ہون کہ تیرے سامنے مرون بیمار کو پوچھہ لے کہ تیرے انتظار مین ہے

مطلب کہ اے معشوق بیوفا مین ہمیشہ اس قصد مین رہتا ہون کہ تیرے قدمو نپر جان دون سب تو اپنے بیمار کا حال پوچھنے کیواسطے قدم رنجہ فرما کہ شب و روز اسی انتظار مین ہے کہ کب طبیب آوے اور کب مریض اوسکے سامنے مرے۔ واضح ہو کہ اگرچہ بیوفا کا لفظ ادب سے دور ہے لیکن چونکہ معشوق کا کاروبار عاشق کے موافق نہین ہوتا اس لحاظ سے اسکا لانا برا نہین۔

صد جوی آب بستہ ام از دیدہ در کنار بر بوی تخم مہر کہ در دل بکارمت

سو ندیان پانی کی آنکھہ سے بنائے ہین تخم محبت کے باعث جو کہ مین نے دلمین بویا ہے

تا مطربان ز شوق منت آگهی دهند قول و غزل بساز و نوا میفرستمت

تاکہ مطرب تیری شوق سی تجھی مطلع کرین کلام اور غزل ساز و نوا کیساتھہ بھیجتا ہون

اس جگہہ نوا معنی توشہ کا آیا ہی یا آواز کی معنون مین ہی کہ بہہ دلکش کلمات اور اچھی اچھی باتین جو سلسلہ نظم کی صورت مین مین تیری پاس بھیجتا ہون تاکہ میری مرنیکی بعد جو لوگ آیندہ اس فن کی قائم مقام ہون وہ ان اشعار کو پڑھکر میرا شوق تیری سامنی اظہار کرین اور تجھی میری یاد دلا دین۔

ساقی بیا که هاتف غیبم بمژده گفت با درد صبر کن که دوا میفرستمت

ای ساقی آکہ ہاتف غیبی نی مجھکو خوشخبری دی ہی درد سے صبر کر کہ مین دوا بھیجتا ہون

ساقی سی مراد مرشد ہی اور مطلب یہ کہ ای مرشد تو کسواسطے مجھسی غافل ہی شراب عشق حقیقی پلا کیونکہ ہاتف غیبی نے مجھے خوشخبری سنائی ہی کہ صبر کر جلد تیری مرض کی دوا بھیجی جاتی ہی چونکہ اوس دوا سی مراد تو ہی ہی پس جلد آ اور احوال معشوق حقیقی بیان کر کی مجھکو بادہ محبت سی سیر فرما۔

حافظ سرود مجلس ما ذکر خیر تست تعجیل کن که اسپ و قبا میفرستمت

ای حافظ ہماری مجلس سرود مین تیرا ذکر خیر ہے جلدی کر کہ گھوڑا اور جوڑا تیری واسطی بھیجتا ہون

اسپ و قبا سی دوا ای وصل یا نامہ پیغام مراد ہی اور مطلب یہ کہ ای حافظ ہم اپنی مجلس سرود مین تیرا ذکر خیر ہمیشہ کرتی رہتی ہین تیری لیئی دوا ای وصل یا نامہ پیغام بھیجا جاتا ہی جلد آ اور اس مجمع حقانیت مین شریک ہو یہ شعر محبوب حقیقی کی زبان سی بیان کیا گیا ہی اور اس سی عاشق کی طلبی درگاہ حقیقی مین مقصود ہی۔

ای غائب از نظر بخدا می سپارمت جانم بسوختی و بدل دوست دارمت

ای نظر سے دور مین تجھی خدا کو سونپتا ہون تو نے میرا دل جلایا مین تجھ کو دل سے دوست رکھتا ہون

یہ غزل بقیض واردات یا جدائی مرشد مین لکھی گئی ہی۔ اور مطلب صاف ہی کہ ای نظر سے غائب مین تجھی خدا کو اسواسطے سونپتا ہون کہ میری جان تو اپنی فراق مین سوختہ کئی دیتا ہی درحالیکہ مین تجھی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہون۔ یعنی تیری بیوفائی سے نزد خدا نکرون تو کیا کرون۔

تا دامن کفن نکشم زیر پای خاک باور مکن که دست ز دامن بدارمت

جبتک کہ مین خاک کی نیچے کفن نہ پہنون یقین مت کر کہ تیری دامن کو چھوڑ دونگا

یعنی ای محبوب تو کبھی یقین نہ کر کہ مین تیری دامن کو مرنی سی پہلی چھوڑ دونگا جب تک کفن کا دامن نہ پکڑونگا

بجان خواجہ وحق قدیم وعہد درست که مونس دم صبحم دعای دولت تست

خواجہ کی بجان حق قدیم و عہد درست کی قسم که صبح کو تیری دعا دولت مونس ہوتی ہی

بجان کی ب قسمیہ ہے خواجہ سی مراد حضور سرور کائنات حق قدیم بمعنے صحبت عالم اطلاق۔ عہد درست سے مقصود قالو بلی یا یہہ کہ روز ازل کو اللہ تعالی نے ارواح سے کہا کہ گلشن جہان مین جاکر صفات ایزدی کو ملاحظ کرو اور ہماری جدائی سے غمگین مت ہو کہ ہم ہر وقت تمہاری ہمراہ ہونگے دم صبح وقت صبح جو دعا کا وقت ہوتا ہی۔ اور مطلب یہہ کہ رسول مقبول کی روح پر فتوح اور اوس صحبت قدیم کی قسم کہ جو عالم اطلاق مین ہم تیرے ساتھہ رکھتے تھے اور نیز اوس عہد درست کی قسم کہ جو ہم نے تجھسے کیا تھا اور جیسا ابتک قایم ہین کہ ہر صبح کو ہماری مونس تیری دعائے دولت ہی ہوتی یعنے ہم قسم کہاتے ہین کہ ہر روز صبح کو ہم ہوتے ہین اور تیری دعا گوئی

سرشک من که ز طوفان نوح دست ببرد زلوح سینه نیارست نقش مهر تو شست

میرا اشک چشم کہ جو طوفان نوح سی بازی لیگیا سینہ کی تختی سے تیرا نقش محبت نہ دہو سکا

یعنی میرا سیل اشک جو طوفان نوح سی بہی بڑہ گیا اوس تیری نقش محبت کو جو میری لوح دل پر لکھا ہوا ہے نہ دہو سکا یعنی وہ نقش محبت ایسا پکا ہی کہ اوسکو طوفان نوح بہی نہ دہو سکے گا۔

بکن معامله وین دل شکسته بخر که با شکستگی ارزد بصد هزار درست

سودا کر اور اس شکستہ دل کو خرید کہ شکستگی کے ساتھہ سو ہزار درست کو سستا ہی

یعنی اے محبوب اس شکستہ دل کا سودا کر اور اسی خرید لے اسلئے کہ یہ ہمارا ٹوٹا ہوا دل لاکہہ سالم دلون سے بہی سستا ہی چونکہ ثابت دل قابل قدر یا لایق تعریف نہین ہوتا اسلئے ایک شکستہ دل کے مقابلہ مین لاکہہ ثابت دل ارزان ہیں سمجھے جا سکتے ہین۔

شدم ز عشق تو شیدای کوه و دشت و هنوز نمیکنی بترحم نطاق سلسله سست

مین تیری عشق کی بدولت کوہ دشت کا شیدا ہوا ہون ابہی تو رحم سے کمربند سلسلہ کو ڈہیلا نہین کرتا

نطاق بمعنے کمربند و گھنڈی۔ یعنے اے محبوب مین تیری عشق کے ہاتہون کوہ و بیابان مین شیدا بنا پہرتا ہون ابہی تو سلسلہ بندش کو نہین توڑتا یعنے مجھکو اس بند سے آزاد نہین کرتا مقصود اس شعر کا موت کی طلب ہی۔

یعنی ای محبوب حقیقی تیری ہجر مین میری گریہ وزاری حد کو پہونچ گئی گویا ندیان پانی کی اوس کر جاری ہین اور یہہ سب اوسکی باعث ہی کہ تیری محبت کا تخم مین نی اپنی مزرعہ دل مین بو لیا ہی یعنے تجہسے عشق پیدا کیا ہی۔

خونم بریز و از غم ہجرم خلاص کن | منت پذیر غمزۂ خنجر گذار مست

میرا خون کر کہ غم ہجر سے رہائی پاؤن | مین تیری غمزہ کی خنجر کا منت پذیر ہو جاؤن

میگریم و مرادم ازین چشم اشکبار | تخم محبت است کہ در دل بکار مست

روتا ہون اور میری مراد اس چشم اشکبار سے | تخم محبت کا سینچنا ہی کہ جو مین نی دلمین بویا ہے

یعنی میری مراد اس گریہ وزاری اور اشکباری چشم سے صرف اوس تخم محبت کی سرسبزی کرنے سے ہے جو مین نی دل مین بویا ہی۔ خلاصہ یہہ کہ اس گریہ سے مراد گریہ محبت ہی کہ جو میری دلمین معشوق حقیقی کی ہر وقت جوش زن رہتی ہے

گر دیدہ و دلم کند آہنگ دیگری | آتش زنم دران دل و دیدہ بر آر مست

اگر میری آنکہہ اور دل دوسری کا قصد کرے | تو اوسمین آگ لگا دون آنکہین اور دل نکالکر تیری پاس بہیجون

یعنی اگر میری آنکہہ سوای تیری کسی دوسری کی دیدار کی خواہش کری یا دل اور کسی کی محبت کا دم بہری تو مین اوس آنکہہ اور دل کو نکالکر تیری پاس بہیجدون مطلب یہ کہ مین صرف تیرا ہی عاشق صادق ہون۔

بارم دہ از کرم بر خود تا بسوز دل | در پات دمبدم گہر از دیدہ بار مست

اپنی کرم سی مجہی اپنی قریب بار دی تا کہ سوز دل سے | تیری قدمون پر دمبدم گہر اشک آنکہہ سی برساؤن

یعنے ای محبوب دلنواز کسی روز تو مجہے اپنی قریب آنیکی اجازت دی تا کہ دمبدم سوز دل سی گہر ہائے اشک تیری قدمون پر نثار کرون

حافظ شراب و شاہد و رندی نہ وضع تست | فی الجملہ میکنی و فرو میگذار مست

ای حافظ شراب نوشی معشوق پسندی اور رندی تیری وضع نہین | تو جو تہوڑی بہت کرتا ہی مین تجہی معاف کرتا ہون

مطلب یہ کہ ای حافظ شراب خواری اور معشوق بازی اور رندی تیری وضع کے مناسب نہین ہے مگر چونکہ تو ان باتون مین حد سے نہین بڑہا ہے اور کمتر کرتا ہی لہذا سبقت رحمتی علی غضبی کی اعتبار سے مین تجہے معاف کرتا ہون۔

مرنج حافظ و از دلبران وفا کم جوی — گیاہ باغ چہ باشد چو این گیاہ رُست

ای حافظ معشوق سے رنجیدہ نہو اور وفا کم ڈہونڈہ — باغ کی گہاس کیا چیز ہے جب گہاس اوگنی چاہیے

یعنی ای حافظ اگر تجہکو دعوی عشق ہے تو معشوقون سے وفا کی امید نہ رکھ اور نہ اونکی اس بات سے رنجیدہ ہو کیونکہ باغ مین جہان عمدہ عمدہ پہول پتی ہوتی ہے وہان گہاس بہی ہوتی ہے اسیطرح معشوقون مین جہان تمام خوبیان ہوتی ہین وہان بیوفائی بہی ہوتی ہے اسکی کچہہ شکایت نہین کرنی چاہیے۔

خلوت گزیدہ را بتماشا چہ حاجت است — چون کوی دوست ہست بصحرا چہ حاجت است

خلوت گزین کو تماشہ کی کیا حاجت ہے — جب کوئی یار موجود ہے تو صحرا کی کیا ضرورت ہے

مطلب یہہ کہ جو شخص تارک الدنیا ہو کر گوشہ نشین ہوا ہے اوسکو جا بجا تماشہ دیکہنے سے کیا کار ہے اور جب سب سے قطع تعلق کر کے طلب میں اگر کوئی محبوب کا مجاور بن بیٹہا اور اوسکو اپنا مسکن قرار دیا تو اوسے جنگل مین حیران و سرگردان پہرنے کی کچہہ ضرورت نہین۔

جانا بحاجتی کہ ترا ہست با خدای — آخر دمی بپرس کہ ما را چہ حاجت است

ای جان اوس حاجت کی کہ جو تو خدا سے رکہتا ہے — آخر کسیوقت تو پوچہہ لے کہ ہماری حاجت کیا ہے

یعنی ای جان مین تجہے اوسی حاجت کی قسم دیتا ہون جو تو خدائے عز وجل کی درگاہ مین رکہتا ہے کہ کبہی مجہہ سے بہی تو پوچہہ کہ مین تجہسے کیا تمنا رکہتا ہون۔ اسمین یہ نکتہ ہے کہ حاجتمند کی حاجت کو حاجتمند ہی خوب جان سکتا ہے۔

ای پادشاہ حسن خدا را بسوختیم — آخر سوال کن کہ گدا را چہ حاجت است

ای شاہ حسن خدا را ہم جلے جاتے ہین — کبہی تو پوچہہ کہ فقیر کی کیا حاجت ہے

مطلب یہ کہ ای شاہ حسن ہمارا خرمن ہستی تیری آتش فراق سے جلا جاتا ہے خدا کیلیے اگر تبہ تو پوچہہ لے کہ فقیر تجہسے کیا حاجت رکہتا ہے۔

ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست — در حضرت کریم تقاضا چہ حاجت است

ہم اہل حاجت ہین مگر زبان سے سوال نہین کرتے — درگاہ کریم مین تقاضہ کی کیا حاجت

یعنی ہر چند کہ مین اہل حاجت ہون لیکن سوال نہین کرتا اسواسطے حضرت کریم سے زبان سوال دراز کرنا بیفائدہ ہے جبکہ وہ خود تمام حاجتمندونکی تمناؤنکو پورا کردیتا ہے اور اوسے سبکی تمنائین معلوم ہین حضرت کریم سے مراد رسول کریم ہین۔

جام جہان نماست ضمیر منیر دوست — اظہار احتیاج در آنجا چہ حاجت است

دوست کا روشن دل جام جہان نما ہے — اظہار احتیاج کی اوس جگہہ کیا ضرورت

مطلب یہ کہ دوست کا روشن ضمیر ہر وہ سبکے دلونکا حال اور اونکی حاجتین جانتا ہے لہذا اوس سے حاجت ظاہر کرنیکی ضرورت نہین۔

ملامتم بخرابی مکن کہ مرشد عشق ‏ حوالتم بخرابات کرد روز نخست

مجھے خرابی پر ملامت نکر کہ مرشد عشق نے ‏ روز ازل مین مجھے خرابات کے حوالہ کر دیا ہے

مطلب اسکا ناصح نصیحت گو ہے مرشد عشق سے اللہ تعالی مراد ہے خرابات کا کنایہ رندی و مستی کیطرف سمجھنا چاہئے یعنی اے ناصح تو مجھے عشق پر ملامت نکر اسواسطے کہ مرشد عشق نے روز ازل مین ہی مجھے عشق و محبت کے حوالہ کر دیا ہے۔

دلا طمع مبر از لطف بی نہایت دوست ‏ چو لاف عشق زدی سر بباز چابک و چست

اے دل دوست کی بے پایان لطف کا لالچ نکر ‏ جو تو عشق کا دم بہرتا ہے تو چستی سے سر پر کہیل جا

مطلب یہ کہ اے دل تو لطف محبوب سے تو امید منقطع نکر کیلا تقنطوا من رحمۃ اللہ بلکہ جب تو معشوق کی خوشی کا خواہان ہے اور دعوی عشق کرتا ہے تو سر کو مردانہ وار اوسکی راہ مین فدا کر دے۔

زبان مور بر آصف دراز گشت از ان ‏ کہ خواجہ خاتم جم یاوہ کرد و باز نجست

چونٹی کی زبان آصف پر اسلیئے دراز ہوئی ‏ کہ خواجہ نے جمشید کی انگوٹھی کہو دی پہر اوسکو نہ ڈہونڈا

چونٹی حشرات الارض مین سے ایک ضعیف ترین مخلوق ہے جسکا اشارہ اسجگہہ نفس کیطرف ہوگا۔ آصف حضرت سلیمان کے وزیر کا نام تہا جسکا کنایہ اس موقع پر روح کی جانب ہے۔ اور خواجہ سے بہی روح ہی مراد ہے جم حضرت سلیمان کیواسطے آیا ہے اور اس سے مراد حق سبحانہ تعالی۔ خاتم سے عبارت ہے معرفت الہی۔ اور مطلب یہ کہ نفس کی زبان روح پر اسواسطے چلی کہ روح نے معرفت الہی کو اس قالب عنصری مین آن کر ہاتھہ سے کہو دیا اور پہر اوسکی تلاش مین حیرانی نہ اوٹہائی۔ ظاہری مطلب صاف ہے کہ چونٹی نے بزرگ نے آصف وزیر پر زبان طعنہ دراز کی کہ اے آصف تونے حضرت سلیمان کی بیش قیمت انگوٹھی اپنی غفلت سے کہو دی اور پہر اوسکے ڈہونڈہ نے کی تکلیف نہ اوٹہائی اسکا مفصل قصہ کتب سیر اور تفاسیر کلام مجید مین لکہا ہے ہم اسجگہہ اوسکی تلمیح کی تمام و کمال طور پر ضرورت نہین سمجہتے۔

بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست ‏ کہ از دروغ سیہ روی گشت صبح نخست

راستی مین کوشش کر کہ تیرے دم سے خورشید پیدا ہو ‏ کہ صبح کاذب دروغ سے سیہ رو ہوتی ہے

مطلب کہ راستی اختیار کر جہوٹ نہ بول تا کہ تیرے دم سے خورشید پیدا ہو صبح صادق کیطرح کہ صدق کے سبب اوسکے ساتہہ آفتاب نکل آتا ہے برخلاف صبح کاذب کے کہ اوسکے جہوٹ کے باعث اوسکا چہرہ سیاہ ہوتا ہے یعنے صبح کاذب کے بعد پہر اندہیرا ہو جاتا ہے اور صبح صادق کے بعد سورج نکل آتا ہے پس یہہ جہوٹ اور سچ کی شناخت ہے۔ دیکہنا چاہئے کہ صبح کی تعریف کے دونون لفظ کیسے اچہے آئے ہین۔ صبح نخست صبح کاذب کو کہتے ہین۔

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار — کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

ہر وقت خوش کہ ہاتھہ آوے غنیمت جان — کوئی نہین جانتا کہ انجام کار کیا ہوگا

مطلب یہ کہ کسی کو اپنے انجام کار کی خبر نہین کہ کیا ہوگا۔ پس ہر شخص کو لازم ہے کہ خدا کے الطاف کی جانب نظر رکھے ہر وقت اور ہر حال مین خوش رہے جو کچھ بھی فراغ دلی نصیب ہو اوسکو غنیمت سمجھے یعنی حالت بیم و رجا مین قلب کو متفکر نہونے دے۔

پیوند عمر بستہ بموئیست ہوشدار — غمخوار خویش باش غم روزگار چیست

ہوشیار ہو کہ عمر کا پیوند بال سے بندھا ہوا ہے — اپنی غمخواری کر زمانہ کا غم کیا چیز ہے

عمر کا جوڑ بال سے بندھا ہوا ہے جسکے ٹوٹنے کا ہر وقت احتمال ہے یعنی زندگی بالکل قابل اعتبار نہین پس تجکو چاہئے کہ عقل کو کام فرما کر صرف اپنا غم کہا اور حصول معرفت مین سعی کر تیرے لئے زمانہ کا غم کہانا بیفائدہ ہے سب سے پہلے اپنی فکر کرنی چاہئے۔

راز درون پردہ ز رندان مست پرس — ای مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست

پردہ کے اندر کا راز مست رندون سے پوچھ — اے منکر پردہ دار سے کیا جھگڑا کرتا ہے

مست رندون سے عاشقان کامل اور پردہ دار سے اہل ظاہر مراد ہین۔ مطلب یہ کہ ای منکر تو اہل ظاہر سے معرفت الٰہی کا حال پوچھنے مین کیا رد و قدح کرتا ہے یہ حال اہل باطن یا عاشقان کامل سے پوچھ۔ یعنی راز معرفت کو سوائے عارفون کے اور کوئی کیا جانے۔

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند — ما دل بعشوۂ کہ دہیم اختیار چیست

زاہد و مست دونون جبکہ ایک خاندان سے ہین — ہم کسکی ادا پر دل دین ہمارا کیا اختیار ہے۔

مستور یعنی عابد و زاہد۔ جبکہ عابد و زاہد صوفی و مست عاشق اور رند سب ایک قبیلے سے ہین یعنی سب اوسی کے طالب ہین پس ہم کسکے طریق پر چلین اور کسکو اختیار کرین۔ اور جب یہ بات ظاہر ہے کہ اوسکا ملنا قسمت پر موقوف ٹھرا تو کہئے کہ ہمارا کیا اختیار ہے یعنی اسمین بھی اوسی کو اختیار ہے ہم بالکل مجبور ہین۔

سہو و خطای بندہ چو گیرند اعتبار — معنی عفو و رحمت پروردگار چیست

اگر بندہ کی سہو و خطا پر اعتبار کرتے ہین — تو عفو و رحمت پروردگار کے کیا معنی ہین

یہ شعر اوس حدیث کی تلمیح ہے اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءَ وَالنِّسْیَانَ ۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ

آن شد که بار منت ملاح بردمی — گوهر چو دست داد بدریا چه حاجت است

وہ وقت گیا کہ ملاح کا بار احسان اوٹھاؤن — جب گوہر ہاتھہ آگیا تو دریا کی کیا حاجت

ملاح سے مراد رقیب گوہر سے مقصود مرشد کامل دریا بمعنی دریای عشق یہ مطلب کہ وہ زمانہ گیا جبکہ مین مرشد کامل کے ملنے کیلئے رقیب کا بار احسان اوٹھاتا تھا اب جبکہ خود میرے ہاتھہ گوہر مقصود لگگیا ہے یعنی دریائے عشق مین مرشد کامل ملگیا تو رقیب کے بار احسان اوٹھانیکی ضرورت نہین۔

ای مدعی برو که مرا با تو کار نیست — احباب حاضرند باعدا چه حاجت است

اے دشمن جا کہ میرا تجہسے کچھہ کام نہین — دوست حاضر ہین دشمنون کی کیا ضرورت

احباب سے مراد معشوق اور اعدا سے مقصود منکر گو بجگہ جمع کا لفظ آیا ہے لیکن اوس سے مفرد مراد ہوگی اسلئے کہ مثلاً اگر کسی شخص کے پاس ایک دوست اور ایک دشمن بیٹھا ہو علاوہ اوسکے بہر دوست کا اگر دوسرا شخص کلام نہین تو اس کہنے سے وہی ایک دشمن اور وہی ایک دوست مراد ہوگا۔ لہذا مطلب یہ ہے کہ اے مدعی منکر مجہے تجہسے کچھہ غرض نہین میرا دوست میرے پاس موجود ہے جبکہ دوست کے ہوتے کسی کو دشمن کی ضرورت نہین ہوتی۔

محتاج جنگ نیست گرت قصد خون ماست — چون رخت از آن تست بیغما چه حاجت است

لڑائی کی احتیاج نہین گر تو ہمارے خون کا ارادہ کرے — جب یہ رخت تیرا اپنا ہے تو لوٹنے کی کیا ضرورت

یعنی اے محبوب من تو اگر میری جان لینا چاہے تو یہہ موجود ہے اور ایسا کرنے مین جنگ کی جس سے کنگلو مراد ہے ضرورت نہین کرنے مین یہ التماس کرنا چاہتا ہون کہ جیسے یہ جان تیری تحت و تصرف سے باہر نہین ہے اور تیری پابند ہے تو آپسی بیباکانہ طور سے تو اوسکی تاخت و تاراج مین کیون کوشش کرے۔

ای عاشق گدا چو لب روح بخش یار — میداندت وظیفه تقاضا چه حاجت است

اے فقیر عاشق جب یار کا لب جان بخش — تیرا ذکر کرتا ہے تو تقاضہ کی کیا ضرورت ہے

یعنی اے فقیر عاشق جب یار کا لب جان بخش جس سے لطف و کرم مقصود ہے تجکو جانتا اور تیرا ذکر کرتا رہتا ہے تو تیرے تقاضہ طلب کی کیا ضرورت اور یہہ بیقراری تجھے کیا نفع دیگی۔

حافظ تو ختم کن که هنر خود عیان شود — با مدعی نزاع و محابا چه حاجت است

حافظ قصہ ختم کر کہ ہنر خود بخود عیان ہو جاتا ہے — دشمن سے جہگڑا اور لڑائی کی کیا حاجت

معنی ظاہر کہ اے حافظ منکر و دشمن سے جہگڑا ختم کر کیونکہ ضرورت نہین ہے ہنر خود بخود عیان ہو جاتا ہے تیرا ہنر ہی تیری شہرت کیواسطے کافی ہے۔

خوشتر ز عیش و صحبت باغ و بهار چیست — ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

صحبت باغ و بہار کہ عیش سے زیادہ کیا چیز ہے — ساقی کہان ہے بتلاؤ کہ انتظار کی وجہ کیا ہے

باغ کا کنایہ دل کیطرف ہے بہار یعنی گل جس سے مشاہدات اور مین ساقی سے مرشد کامل یا وعدہ الٰہی یا جذبۂ عشق مقصود ہے مطلب یہہ کہ صحبت باغ جس سے مراد دل اور تعلق بہار جس سے مشاہدات مقصود ہین ان سے زیادہ کون عیش ہے کہ مین جسکو دریافت کرون اور چونکہ یہہ عیش شراب نوشی پر منحصر ہے اور شراب نوشی بلا ساقی کی مدد کے ممکن نہین اسلئے ساقی کہان ہے اور بتلاؤ تو کہ انتظار کی وجہ کیا ہے۔

یعنی ای محبوب تو خلق وکرم کے لئے ہر شہر مین بلکہ تمام عالم مین مشہور ہے مگر افسوس کہ غریب عاشقون کے
کام مین عجیب تاخیر کرتا ہے اور کسطرح اونکی طرف متوجہ نہین ہوتا یہ تاخیر تیری ذات والاصفات سے عجیب معلوم ہوتی ہے

میچکد شیر ہنوز از لب ہمچون شکرش　　گرچہ در عشوہ گری ہر مژہ اش قتالیست

لب شکرفشان سے ابہی دودہ ہی ٹپکتا ہے　　اگرچہ عشوہ گری مین اسکی ہر پلک قاتل ہے

قاتل اسم فاعل اور قتال صیغہ افعل التفضیل ہے یعنی بڑا قتل کرنیوالا۔ ظاہری مطلب صاف ہے باطنی اعتبار
شیر لطف رحمت و عشوہ گری کمال استغنا کے معنی استعمال ہوئے ہین۔ مطلب یہ کہ شیر لطف ورحمت اوسکے
لب شکر ریز سے ٹپکتا ہے یعنی ظاہر ہوتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ ۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ
وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ وَ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ اگرچہ کمال استغنا سے اوسکی ہر مژہ جس سے صفت مراد
ہو سکتی ہے قتال ہے یعنی اوسکا ہر اشارہ سالک کی فنا پر دلالت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔
وَ اللّٰهُ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ۔ وَ اللّٰهُ مُسْتَغْنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔ یہ سب اوسکی
کمال لطف ومہربانی ہے۔

بعد ازینم نبود شائبہ در جوہر فرد　　کہ دہان تو درین نکتہ خوش استدلالیست

بعد ازین مجہے جوہر فرد مین شک نہین رہا　　کہ تیرا دہن اس باریکی کی اچہی دلیل ہے

جوہر فرد اوس جز سے عبارت ہے کہ جسکو متکلمین جز لایتجزی کہتے ہین۔ جز لایتجزی کے معنی یہ ہین کہ وہ ٹکڑا
جسکے اور ٹکڑے نہو سکین مثلاً سرمہ کہ بہت باریک ہو کر جب آنکہون مین لگانیکے قابل ہوجاے تو کہا جائیگا کہ
اوسکے اجزا لایتجزی ہو گئے یعنی اوسکی ریزے اتنی باریک ہو گئی اب پسنی کی قابل نہین رہی۔ پس فلاسفرون کا
ایک فریق اس بات پر ہے کہ اب سرمہ کے اجزا کے اور جز نہین بن سکتے۔ دوسرا کہتا ہے کہ اوسکے اور جز بھی
بن سکتے ہین لیکن در اصل ہماری آلے اونکو اس سے زیادہ باریک نہین بنا سکتے۔ ان آلون کا کام تو اسقدر
باریک کر دینا تہا اب وہ اوزار کہان سے آئین کہ جو ان باریک ریزون کے زیادہ باریک ریزے بنا سکین۔
یہ ایک ایسی بحث ہے جو کبہی ختم ہی نہوگی۔ حقیقتاً اول الذکر قیاس کہ تقسیم جز لایتجزی محال ہے صحیح معلوم ہوتا ہے
کیونکہ اکثر علما اس طرف ہین۔ چونکہ شعرا دہن کو باریک نقطہ سے تشبیہ دیا کرتے ہین لہذا خواجہ صاحب
فرماتے ہین کہ اب جوہر فرد کے غیر منقسم ہونے مین شک نہین رہا اسلئے کہ تیرا دہن اس باریکی کے ثبوت کی پوری
دلیل ہے اگر وہ دکہائی دیسکتا تو جوہر فرد مین تقسیم ہونی ممکن تہی پس یہ شعر گویا معشوق کی تنگی دہن کے

علیہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالی میری امت کی خطا و قصور سے درگذر کرتا ہے۔ پس اگر عاشق کی خطا و قصور کا
معشوق کے نزدیک اعتبار نہین ہی تو بتلاؤ کہ عفو رحمت اور آمرزگاری کے کیا معنی ہین۔

زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست — تا در میانہ خواستۂ کردگار چیست

زاہد شراب کوثر کو اور حافظ پیالہ کو چاہتا ہے — لیکن دیکھیے کہ کردگار کی مرضی کیا چاہتی ہی

پیالہ سے مراد پیالہ شراب عشق و محبت ہی اور مطلب یہ کہ زاہد زہد و تقوی اور صلاح کاری کو پسند کرتا ہی اور
حافظ عشق و محبت کا دلدادہ ہی دونون یہ کام وصال الہی کے واسطے کر رہی ہین مگر دیکھیے کہ اوسکی کیا مرضی ہی
اور وہ کسکو پسند کرتا ہے یعنی نہین معلوم کہ وصال محبوب حقیقی زاہد کو ہوگا یا حافظ کو۔

ماہ این ہفتہ شد از شہر و بچشمم سالیست — حال ہجران تو چہ دانی کہ چہ مشکل حالیست

میرا معشوق شہر سے اس ہفتہ گیا ہے مجھے ایک برس معلوم ہوتا — تو ہجران کے حال کو کیا جانے کہ کیا مشکل حال ہے

شہر عربی مین مہینہ کو کہتے ہین اس اعتبار سے شعر ہذا مین ماہ اور شہر اور سال و ہفتہ کی رعائتین قابل غور ہین
یہ غزل بحالت ہجر محبوب مین لکھی گئی ہی اور مطلب صرف یہ ہے کہ میرے معشوق کو اس شہر سے گئے ہوی ایک ہفتہ ہوا ہی
مگر میری آنکھون کو یہ ہفتہ ایک سال کی برابر گذرا وصل کے مہینے گھڑیون کی طرح گذر جاتے ہین اور ہجر کی گھڑیان
عاشق کے لئے سال معلوم ہوتی ہین۔ پس ای مخاطب تجکو اس مشکل حال یعنی ہجر کے حال کی کیا خبر ہے کہ یہ حال
کیسا مشکل ہوتا ہے۔

مردم دیدہ ز لطف رخ او در رخ او — عکس خود دید گمان کرد کہ مشکین خالیست

آنکھونکی پتلی نے اوسکے رخ کے لطف سے اوسمین — عکس اپنا دیکھا اور گمان کرلیا کہ یہ سیاہ تل ہے

یعنی آنکھون کی پتلی نے رخ معشوق مین جو کہ صفائی اور لطافت رکھتا تھا اپنی عکس کا سایہ دیکھ لیا اور اوس
اپنے عکس کو غلطی سے رخ محبوب پر تل قرار دیا۔ حالانکہ یہ غلطی تھی رخ محبوب پر وہ تل نہین تھا بلکہ خود سیاہ
پتلی کا سایہ تھا۔ اسکو یون بھی کہہ سکتے ہین کہ عارف کامل نے تجلیات مین جو کہ صاف اور لطیف تھین
اپنا ہی عکس دیکھکر اوسکو ذات حق سمجھ لیا دراصل وہ ذات حق نہ تھی بلکہ خود اوسیکا عکس تھا۔
اس صورت مین مردم دیدہ سے عارف رخ سے تجلیات مشکین خال سے ذات حق مراد لیجاویگی۔

ای کہ انگشت نمائی بکرم در ہمہ شہر — وہ کہ در کار غریبان عجبت اہمالیست

ای محبوب تو کرم کیواسطے ہر شہر مین انگشت نما ہی — افسوس کہ غریبونکی کام مین عجیب تاخیر کرتا ہی

ناگشودہ گل نقاب آہنگ رحلت ساز کرد   نالہ کن بلبل کہ گلبانگ دل افگاران خوش است

گل نقاب ناگشودہ نے ارادہ رحلت کا کیا   ای بلبل نالہ کر کہ دل افگاروں کی فریاد اچھی ہوتی ہے

گل ناگشودہ نقاب۔ وہ پھول کہ ہنوز کھلا نہو۔ گل مرشد بلبل یعنی مسترشد ہے مطلب یہ کہ ہنوز اوس محبوب نے نقاب بھی نہ کھولی تھی یعنی کما حقہ اپنا جلوہ بھی نہ دکھلایا کہ رحلت کا ارادہ کر دیا ای عاشق بیکس رو کیونکہ دل افگاروں کی فریاد سنی جاتی ہے اور ضرور قبول ہوتی ہے شاید کہ اوسکی جانیں توقف ہو۔ البکاء تحصیل المرادات رونا ہی حصول مرادات کا ذریعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ حافظ صاحب نے یہ شعر اپنے پیر کے سخت مرض کی حالت میں تصنیف فرمایا تھا۔

بیت

مرغ شبخوان را بشارت باد کاندر راہ عشق   دوست را با نالہ شبہای بیداران خوش است

رات کو پڑہنے والی مرید کو خوشخبری ہو کہ راہ عشق میں   دوست شب بیداروں کی نالہ سے خوش ہوتا ہے

مرغ شبخوان سے عاشق شب بیدار۔ اور دوست سے محبوب حقیقی مراد ہے یعنی عاشقان شب بیدار کو خوشخبری ہونی چاہئے کہ دوست حقیقی رات کو اوسکی خوف سے رونیوالوں اور شب بیداروں سے خوش ہوتا ہے۔

بیت

گرچہ در بازار دہر از خوشدلی جز نام نیست   شیوہ رندی و خوش باشی عیاران خوش است

اگرچہ بازار دنیا میں نام کے سوا خوشدلی کوئی چیز نہیں   عیاران کا شیوہ رندی اور خوش باشی اچھا ہے

مطلب یہ کہ اگرچہ دنیا میں خوشدلی کا نام نہیں پایا جا سکتا یعنی خوشدلی عنقا صفت ہو رہی ہے لیکن عیاروں کا شعار جو کہ رندی اور خوش گذرانے ہے پھر بھی اچھا ہے۔

بیت

از زبان سوسن آزادہ ام آمد بگوش   کاندرین دیر کہن کار سبکباران خوش است

سوسن کی زبان سے میرے کان میں یہ آواز آئی   کہ اس دہر کہن میں سبکساروں کا کام اچھا ہوتا ہے

سوسن کا پھول بہت نازک اور مختصر ہوتا ہے مگر یہاں سوسن سے مراد عارف کامل ہے یعنی عارف کامل کی زبان سے میں نے یہ بات سنی کہ اس دنیائے کہن میں بے تعلق رندانہ پہنچے ہیں جو تمام جھگڑے بکھیڑوں سے پاک صاف ہلکے پھلکے سدھار جاتے ہیں۔

بیت

حافظا ترک جہان گفتن طریق خوشدلیست   تا نپنداری کہ احوال جہانداران خوش است

ای حافظ جہان کو چھوڑنا خوشدلی کا طریق ہے   نہیں تو یہ نہ سمجھیو کہ جہان والوں کا حال اچھا ہے

مطلب صاف ہے توضیح طلب نہیں۔ اس شعر سے ترک دنیا کی ہدایت مقصود ہے۔

وصف مین ہی اور اسکو جو ہر فرد کی بحث مین صرف اسی غرض سے لائی ہین۔

مژدہ دادند کہ بر ما گذری خواہی کرد — نیت خیر مگردان کہ مبارک فالیست

لوگ مژدہ دیتی ہین کہ تو ہماری پاس ہو کر گذریگا — نیک نیتی کو مت بدل کہ یہ فال مبارک ہی

یعنی لوگ میرے پاس مژدہ لائے ہین کہ تو آئیگا پس اللہ تعالیٰ اس توفیق کو تیرا رفیق بنائے کہ تو ہم غریبون کے پاس ہو کر گذرے مگر تو اس اپنے ٹھیک ارادہ کو لوٹ نہ دیجیو کیونکہ یہ فال مبارک ہی کہین ایسا نہو کہ تو اپنے ارادہ کو پلٹ دے۔

کوہ اندوہ فراقت بچہ حیلت بکشد — حافظ خستہ کہ از نالہ تنش چون نالیست

اندوہ فراق کا پہاڑ حافظ خستہ کس حیلہ سی اوٹھائے — کہ نالہ کے سبب اوسکا جسم مثل نال کے ہی

نال مشبہ بہ لفظ ہی یعنی وہ چیز جو اندر سے خالی ہو اور مطلب صاف ہی کہ حافظ تیرے فراق کے صدمون کی کہل ہو گیا ہی اور آیندہ وہ ان غمون اور رنجون کے پہاڑ کو کس جسم سے اوٹھائے جبکہ اوسمین بالکل طاقت نہین رہی۔ نال اوس باریک رگ کو بہی کہتے ہین کہ جو قلم کے اندر سے نکلتی ہے۔

صحن بستان ذوق بخش و صحبت یاران خوش است — وقت گل خوش باد کزوی وقت میخواران خوش است

صحن باغ ذوق بخش ہی اور صحبت یارونکی اچھی ہی — گل کا وقت خوش ہوجیو کہ اوس سے میخوارونکا وقت خوش ہی

ظاہری مطلب یہ ہی کہ صحن باغ بسبب گل تر ذوق بخش ہو رہا ہی جس سی یارونکی صحبت اچھی معلوم ہوتی ہی پس گل کا وقت خوش ہوجیو کہ جسکے ذریعہ سی یہ سب حاصل ہوا۔ مگر حقیقی کے اعتبار سی صحن بستان بمعنی تجلیات اور یاران بمعنی نفس و جد آیا ہی گل سے مرشد اور میخوارون سے عاشقان صادق مراد ہین۔ یعنی مرشد کے دم سے یاران طریقت کی صحبت اچھی معلوم ہوئی اوسکا وقت خوش ہوجیو کہ جسنے عاشقان حقیقی کا وقت اپنی فیض نامتناہی سے خوش کیا۔

از صبا ہر دم مشام جان ما خوش میشود — آری آری طیب انفاس ہواداران خوش است

ہمارا مشام جان صبا سے ہر دم خوش ہوتا ہے — ہان ہان ہوادارونکی انفاس کی خوشبو اچھی ہے

صبا سے مرشد طیب سے خوشی ہوادارون سے عاشقان الٰہی مراد ہین۔ یعنی ہمین بسبب حصول صحبت مرشد اور بیانات حقایق کو سننے سی ہر وقت خوشی و خرمی ہوتی رہتی ہے کیونکہ عاشقان صادق کی انفاس سے خوشی اور فرحت سی معلوم ہین ہمارے مشام جان کے لئے ہر دم فرحت بخش ہین۔

یعنی جب معشوق محفل سے اوٹھ گیا تو دوستون کے دل کی شمع اوسکی جدائی سے گل ہو گئی اور جب
بیٹھا تو دیکھنے والون کے فغان زیادہ ہوے مطلب یہ کہ جب معشوق نے جانیکا ارادہ کیا تو عاشق
بیخود ہو گئے یا مر گئے اور جب محفل مین بیٹھ گیا تو غایت خوشی سے عاشقون مین بیقراری اور شور و فغان
بلند ہونے لگا- غرضکہ اوسکا جانا بھی مصیبت اور رہنا بھی آفت عاشقون کو کسی ڈھب چین نہین آتا

شعر دوگونہ رنج و عذاب ست جان مجنون را ۔ بلای صحبت لیلی و فرقت لیلی ست

گر غالیہ خوشبو شد در گیسوی او آویخت — در وسمہ کمان کش شد با ابروی او پیوست

اگر غالیہ خوشبو ہوا تو اوسکے گیسو مین لپٹا — اور جو وسمہ کمان کش ہوا اوسکے ابرو سے ملا

مطلب یہ کہ اگر غالیہ اسلام خوشبو ہو کر طالبون کے دماغ کو معطر بناتا ہے تو یہ اوسکے گیسو سے جس سے
مراد نشاہ دنیا ہے متعلق ہے- اور وسمہ جو کہ نیلا رنگ ہونے کے باعث متعلق بسیاہی کفر ہے
وہ ابروے محبوب سے نسبت رکھتا ہے لہذا ابرو دو صفتین اوسی کی طرف منسوب ہو کر مظہر جمال و جلال سمجھی جاتی ہین

باز آی کہ باز آید عمر شدہ حافظ — ہر چند کہ نامد باز تیری کہ بشد از شست

تو لوٹ آ کہ حافظ کی عمر بھی پھر آوے — ہر چند کہ شست سے گیا ہوا تیر پھر نہین لوٹتا

فارسی مثل ہے کہ تیر از کمان جستہ و وقت از دست رفتہ باز نمی آید- لہذا حافظ صاحب کہتے ہین کہ ای
معشوق تو پھر آ تا کہ حافظ کی عمر رفتہ بھی لوٹ آئی باوجودیکہ کمان سے نکلا ہوا تیر اور ہاتھ سے گیا ہوا
وقت پھر نہین لوٹتا لیکن چونکہ معشوق کو جان کہتے ہین اس اعتبار سے اگر معشوق لوٹا تو جان آئی
اور جان آئی تو عمر دوبارہ پھر آئی-

گل در بر و می بر کف معشوقہ بکام است — سلطان جہانم بچنین روز غلام است

گل بغل مین شراب ہاتھ پر معشوقہ کام مین ہے — جہان کا بادشاہ اس روز میرا غلام ہے

گل در بر سے کنایہ حصول مشاہدات تجلیات می بر کف کا اشارہ عشق و محبت حاصل کرلینا معشوقہ
سے مراد مرشد یا محبوب حقیقی- باقی مطلب صاف ہے کہ جب میرا رتبہ اسقدر بلند ہے کہ تینون باتین مجھے
حاصل ہین تو اگر بادشاہ کو میرا غلام کہا جای تو کچھ بیجا نہین- شاہ و غلام کی رعایت ظاہر ہے-

گو شمع میارید درین بزم کہ امشب — در مجلس ما ماہ رخ دوست تمام است

کہو کہ آج کی رات اس بزم مین شمع نہ لاؤ — ہماری مجلس مین یار کا چاند سا چہرہ کافی ہے

در دیر مغان آمد یارم قدحی در دست — مست از می و میخواران از نرگس مستش مست

دیر مغان مین میرا یار پیالہ ہاتھ مین لئی ہوی آیا — شراب سی مست اور میخوار لوگ اوسکی چشم مست سی مست

از نعل سمند او شکل مہ نو پیدا — وز قد بلند او بالای صنوبر پست

اوسکے اسپ کے نعل سے ماہ نو کی شکل بنی — اور اوسکے بلند قد سے صنوبر کی اونچائی پست ہوی

ظاہری طور پر پہلا شعر مین تصورات اور دوسری مین معشوق کی توصیف بیان کی گئی ہے مگر باطنی اعتبار سے دیر مغان تجلی اسم الواسع سے عبارت ہے جو فنا کی صورت رکھتا ہے۔ یار سے مراد محبوب حقیقی قدح در دست سے اوسطرف کو اشارہ ہے کہ حق تعالی خود عشق کی شراب عاشقان صادق کو پلاتا ہے اسلئے بعض مقام پر لفظ ساقی سے بھی تعبیر کیا ہی می بمعنی کبریائی نرگس مست سے بطور استغنا کے ذات واحد مقصود ہی اور مطلب یہ کہ ای محبوب عاشق لوگ اوسکے تکنے کے خیال مین والہ و شیدا ہین درحالیکہ ہر حالت محویت اور فنائی طاری ہے۔ وہ ایسا محبوب کہ ہلال باوجود اس حسن و جمال کے اوسکی گھوڑے کے نعل کی طرح ہے اگر سرو صنوبر سے معشوقان ظاہری مراد لئے جاوین تو یہ مطلب ہوگا کہ معشوقان صوری و مجازی اوسکی مقابلہ مین ہلال نعل کے نقش کی مانند مین جو سوار کے گھوڑے کے سم سے بنا ہو۔

آخر بچہ گویم ہست از خود خبرم چون نیست — وز بہر چہ گویم نیست با او نظرم چون ہست

آخر کس لئے کہون کہ ہی جب مجھے خود خبری نہین ہی — اور کسواسطے کہون کہ نہین جب میری نظر اوسپر ہے

پہلے مصرع مین ہست از نیست کا اشارہ اپنی وجود کی طرف ہی یعنی کسواسطے کہون کہ مین اپنے آپ کو جانتا ہون یا مجھے میری خبر ہے اور دوسری مصرع کا یہ مطلب ہے کہ میری نظر معشوق حقیقی پر پڑ رہی ہے پھر مین کسلئے کہہ دون کہ نظر نہین ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس شعر مین بندہ کی فنا اور خدا کی بقا کا ذکر کیا گیا ہے۔

چون شمع وجود من شب تا بسحر خود را — میسوخت چو پروانہ تا روز نہ بنشست

میری وجود نے اپنی کو شمع کی طرح شب سے سحر تک — پروانہ کی مانند جلایا اور دن تک بہی گل نہوا

یعنی میرا وجود کہ جو عاشقون کی محفل افروز شمع کی مانند ہی محویت و فنا کی شب سے لیکر بقا کی سحر تک پروانہ وار سراپا جلتا رہا اور کبھی گل نہوا۔ شمع کو نشستن اور پروانہ کو سوختن کے الفاظ سے تشبیہ دی ہے۔

شمع دل دمسازان بنشست چو او برخاست — افغان نظربازان برخاست چو او بنشست

دمسازون کے دل کی شمع گل ہوی جب وہ اوٹھا — نظرباز فریاد کرنے لگے جب وہ بیٹھا

لطف الہی جس سے عشق مراد ہے یعنی اے محبوب زہد و ورع کی فضیلت میرے سامنے بیان نکر اسلئے کہ
مجھے تیرے عشق سے مطلب ہے ظاہری زہد و اتقا سے کچھ سروکار نہین۔

تا گنج غمت در دل ویرانہ مقیم است — پیوستہ مرا کنج خرابات مقام است

جب سے کہ تیرا غم میرے ویرانہ دل مین مقیم ہے — میرا مقام کنج خرابات ہو گیا ہے

گنج غم سے مراد عشق حقیقی اور کنج خرابات سے محو و فنا مراد ہے باقی مطلب صاف ہے یعنی جس روز سے
تیرے غم عشق نے میرے ویرانہ دل مین قیام فرمایا ہے اوس روز سے مین اپنا مقام کنج خرابات
رکھتا ہون۔ یعنی مقام محو و فنا فی اللہ مین رہتا ہون۔

از ننگ چہ گوئی کہ مرا نام ز ننگ است — وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام است

ننگ کی بابت کچھ نہ کہہ میرا نام ننگ ہی سے ہے — اور نام کی نسبت کچھ نہ پوچھ کہ مجھے نام سے [illegible]

اے مخاطب میرے سامنے ننگ کا ذکر نکر کہ یہ شہرت مجھے ننگ ہی سے حاصل ہوئی ہے اور [illegible] میرا
نام بھی نہ پوچھ اسلئے کہ مجھے اپنا نام بتانے سے شرم آتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ عاشقان [illegible]
ننگ و نام سے کچھ غرض نہین۔

میخوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظرباز — وانکس کہ چو ما نیست درین شہر کدام است

ہم میخوار و سرگشتہ حال اور نظرباز رند ہین — لیکن وہ شخص کہ جو ہمسا نہو ایسا [illegible] مین کون ہے

یعنی ہم بیشک مے نوش اور سرگشتہ حال و نظرباز ہین مگر بتلاؤ تو کہ اس شہر مین کونسا [illegible] ہے کہ جو ہمسا نہین

با محتسبم عیب مگوئید کہ او نیز — پیوستہ چو ما در طلب عیش مدام است

میرے محتسب کو عیب نہ لگاؤ کہ وہ خود بھی — ہماری طرح [illegible] کی طلب مین ہے

محتسب سے مرشد جو کہ گناہ کا مانع ہوتا ہے مراد ہے۔ عیش [illegible] کی شراب جو ابدی
جسکا کنایہ عشق و محبت کی طرف ہوگا یعنی مجھے اور میرے مرشد کو شراب [illegible] سے عشق ابدی
مراد ہے عیب نہ لگاؤ اسواسطے کہ وہ جب خود عاشق ہے تو مجھے عشق و محبت کی راہ مین منع نہین کریگا۔

حافظ منشین بی می و معشوق زمانی — کایام گل و یاسمن و عید صیام است

اے حافظ بغیر شراب و معشوق کے کوئی دم نہ رہ — کہ یہ موسم یاسمین کے پہول اور رمضان کی عید کا ہے

گل یاسمن سے [illegible] اے حافظ اسقدر [illegible]

یعنی دوستون سے کہدو کہ آجکی رات اس مجلس مین شمع روشن نکرین کیونکہ رخ محبوب جس سے مشاہدات کلیات مراد ہین محفل کے روشن کرنیکو کافی ووافی ہے۔

در مذہب ما بادہ حلال ست ولیکن بی روی تو ای سرو گل اندام حرام است

ہمارے دین مین شراب حلال ہے لیکن ای سرو گل اندام تیرے رخ بغیر حرام ہے

اس موقع پر شراب عشق مجازی مراد ہے اور سرو گل اندام کا اشارہ محبوب حقیقی کی طرف سمجھنا چاہیے مطلب یہ کہ ای محبوب ہم عاشقون کے مظاہر حسنیہ کا دیکھنا جائز ہے تاکہ اوسمین تیرے اسما وصفات کا معائنہ کرین۔ شعر من کہ در صورت خوبان ہمہ روی بینم ؛ تو مپندار کہ من روی نکو می بینم ؛ لیکن اگر ان مظاہر حسنیہ بغیر تری یعنی بغیر تیری معائنہ اسما وصفات کو محض اغراض نفسانی کے خیال سے دیکھا جاے تو محبوبان مجازی کا دیکھنا حرام قطعی ہے۔

گوشم ہمہ بر قول نی و نغمہ چنگ است چشمم ہمہ بر لعل لب و گردش جام است

میرے کان تمام بانسلی اور چنگ کی نغمہ پر ہین میری آنکھین تمام لعل لب اور گردش جام پر

نے وچنگ کے نغمہ کا کنایہ بوجہ اختلاف احوال کے مرشد کامل کی طرف ہے اور گردش جام ولب لعل کا اشارہ مشاہدات تجلیات کی جانب یعنی میرے کان مرشد کے تمام اقوال کی طرف جو بیان حقائق ومعارف کے بارہ مین ہین لگے ہوے ہین اور میری آنکھین تمام تر مشاہدات تجلیات محبوب حقیقی کی جانب ہین یعنی مین کانون سے مرشد کی باتین سنتا ہون اور آنکھون سے محبوب حقیقی کا جلوہ دیکھتا ہون۔

در مجلس ما عطر میامیز کہ جان را ہر لحظہ ز گیسوی تو خوشبوی مشام است

ہماری انجمن مین عطر مت بسا کہ جان کو ہر لحظہ تیرے گیسو سے خوشبو پہونچتی ہے

یعنی ہم عاشق لوگ عطر کی پروا نہین رکھتے اسواسطے کہ تیری گیسوی معنبر کی خوشبو ہمارے لیے کافی جو ہر وقت مشام جان مین پہونچتی ہے۔

از چاشنی قند مگو ہیچ و ز شکر زان رو کہ مرا بالب شیرین تو کام است

قند اور شکر کے مزہ کا کچھہ ذکر نکر اسواسطے کہ ہمکو تیرے لب شیرین سے کام ہے

ظاہری مطلب صاف باطن مین قند وشکر کا کنایہ زہد واتقا کی جانب سمجھنا چاہیے لب شیرین سے

پس جب تو عشق کریگا تو جو کچھ اوسکی تفسیر ہے وہ تیری سمجھ مین آجائیگی۔ مصنف کے واسطے کشاف کا لفظ آیا ہے جو مرادف ہی ہے۔

عدو کہ منطق حافظ طمع کند در شعر — ہمان حدیث ہمای و طریق خطاف ست

دشمن کہ زبان حافظ کی شعر مین برابری کرے — تو وہ ہی ہما اور خطاف والی بات ہوگی

ہما کا سعد ہونا مشہور ہے کہ وہ جسکے سر پر جاسے تو وہ بادشاہ ہوجاتا ہے بخلاف اسکے خُطّاف بضم خا و بہ تشدید طا ایک پرند کا نام ہے جو سیاہ رنگ اور ہما کے برعکس منحوس خیال کیا جاتا ہی لہذا مطلب شعر کا یہ ہے کہ دشمن جو حافظ کے کلام کی برابری کرے اوسکی وہ مثل ہوگی کہ جیسے خطاف نے ہما کی برابری کا دعوی کیا تھا۔

ما را ز خیال تو چہ پروای شراب است — خم گو سر خود گیر کہ خمخانہ خراب است

تیرے خیال مین مجھے شراب کی کیا پروا ہی — خم سے کہو کہ اپنا کام دیکھہ خمخانہ خراب ہوگیا

خیال بہ فتح خا اوس صورت کو کہتے ہین کہ جو خواب مین نظر آئے مگر یہان وصل سی عبارت ہی شراب بمعنی عشق و محبت خم کا کنایہ مرشد کی طرف خمخانہ سے وجود سالک تصور کرنا چاہئے لہذا مطلب شعر کا یہ ہے کہ ای محبوب مجھے تیرا دائمی وصال حاصل ہوجانے کے سبب عشق و محبت کی پروا نہی مرشد سے کہو کہ اپنا کام دیکھو میرا وجود نیستی مین اگر تمہارا محتاج نہین رہا اسواسطے کہ عشق کے لئے مرشد بمنزلہ دلالہ کے ہے جب طالب کو مطلوب مل گیا تو اب دلالہ کی کیا ضرورت گئی

گر خمر بہشت ست بریزید کہ بی دوست — ہر شربت عذبم کہ دہی عین عذاب ست

گر شراب بہشتی ہو تو ہی بہادو کہ بغیر دوست — جو میٹھا شربت کہ مجھے دوگی عین مصیبت ہی

خمر بہشت سے زہد و ورع مراد ہی اور مطلب یہ کہ جو عشق مشاہدہ دوست کے لئے نہو اوس سی بچنا چاہئے اسواسطے کہ بغیر مشاہدہ معشوق کے عشق موجب اوسکو وبال کا ہی کیونکہ عشق کا ماحصل مشاہدہ ہی نہ صرف عشق یا یہ کہ جو طاعت و عبادات دوست کی حصول رضا کی نہو وہ مثل نقصان رسان ہی اور اوس سے کوئی فائدہ نہین۔

افسوس کہ شد دلبر و در دیدۂ گریان — تحریر خیال خط او نقش بر آب ست

افسوس کہ دلبر گیا اور دیدہ گریان مین — اوسکے خیال خط کی تحریر نقش بر آب ہی

یعنی افسوس ہی کہ دلبر میرا چلا گیا اور روتے ہوے آنکھو مین اوسکی تصویر کا خیال باندھنا ایسا ہی

عشق مین جبکہ مشاہدات تجلیات رونما ہین تو تو ایکدم بھی بلا عشق و محبت یا بغیر صحبت مرشد کے نہ رہ اور اس وقت کو غنیمت جان کر جو کچھ کسب سعادت ہو سکے کر لے۔

اگر بلطف بخوانی مزید الطاف است — وگر بقہر برانی درون ما صاف است

اگر تو مہربانی سے بلائے تو مزید الطاف ہے — اور جو غصہ سے نکالے تب بھی اپنا دل صاف ہی

یعنی اگر تو عاشقون کو مہربانی سے بلالے تو عنایت پر عنایت فہو المراد اور اگر غصہ سے نکالدے تو بھی ہمارا دل تیری طرف سے صاف رہیگا یعنی اسپر تجھسے ناخوش نہون گے۔

بیان وصف تو گفتن نہ حد امکان است — چرا کہ وصف تو بیرون ز حد اوصاف است

تیری تعریف بیان کرنا حد امکان مین نہین — کسلئے کہ تیری تعریف تعریف کی حد سے باہر ہے

یعنی تیری تعریف و توصیف کسی بشر کے امکان مین نہین اسواسطے کہ وہ تعریف کی حد سے گذری ہوئی ہے پس جب اوس حد سے باہر ہے کہ جو انسان کر سکتا ہی تو پھر کسطرح کوئی تیرا وصف کریگا۔ لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک ع خاموشی از ثنای تو حد ثنای تست۔

چو سرو سرکشی ای یار سنگدل از ما — چہ چشمہاست کہ بر روی ما ز اطراف است

مثل سرو کی ای سنگدل یار ہمسے سرکشی کرتا ہی — کیا چشمے مین کہ جو ہمارے مونہ پر چارونطرف سے آئے ہین

حاصل اسکا استغناء معشوق مین عاشق کی آہ و زاری ہے اور اوسکا بیان اس طور پر کیا گیا ہی چشمون سے آنسو مراد ہین کہ جو آنکھون سے نکل کے چہرہ پر ہر طرف بہنے لگتے ہین۔

بچشم عشق توان دید روی شاہد ما — کہ نور چہرۂ خوبان ز قاف تا قاف است

معشوق کے چہرہ کو عشق کی آنکھ سے دیکھنا چاہئے — کیونکہ معشوق کے چہرہ کا نور قاف سے قاف تک ہے

قاف سے کوہ قاف مراد ہے اور مطلب یہ کہ معشوق حقیقی کو اگر معرفت کی آنکھون سے دیکھا جای تو معلوم ہوگا کہ اوسکے چہرہ کا نور یعنی جلوہ دنیا کے اس سرے سے لیکر اوس سرے تک پھیلا ہوا ہے۔

ز مصحف رخ دلدار آیتی برخوان — کہ آن بیان مقامات کشف کشاف است

رخ دلدار کے مصحف سے آیت پڑھ — کہ وہ بیان مقامات کشف و کشاف کا ہے

کشاف ایک مشہور پرانی تفسیر ہے۔ کشف اوسکے حاشیہ کا نام ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ای ظاہر پرست مخاطب رخ معشوق سے (چونکہ شعرا رخ کو مصحف سے تشبیہ دیتے ہین) کوئی آیت پڑھ یعنی عشق الہی کر

در کنج دماغم مطلب جای نصیحت
کاین حجرہ پر از زمزمۂ چنگ و رباب است

میری گوشہ دماغ مین نصیحت کی جگہ نہ ڈہونڈ
کہ یہ کوٹہری چنگ رباب کی آواز سی پر ہے

قاعدہ کلیہ ہی کہ جب برتن کو کسی چیز سے بہر دیتے ہین تو اوسمین دوسری شی کی گنجایش نہین رہتی لہذا حافظ صاحب فرماتی ہین کہ میری دماغ مین ناصح کی نصیحت کیلئے جگہ نہین ہی اسواسطے کہ اوسمین چنگ ورباب کے نغمے بہری ہوی ہین۔ زمزمہ کے معنی باتون کے ہین اور اس موقع پر چنگ و رباب سے عاشقان کامل مراد ہین تو اس صورت مین یہ مطلب ہی کہ ای نصیحت گو میری دماغ مین تیری نصیحت کی لئی جگہ نہین رہی اسواسطے کہ اوسمین عاشقان کامل کی باتین اور معرفت حق کی صدائین بہری ہوئی ہین۔

راہ تو چہ راہ است کہ از غایت تعظیم
دریای محیط فلکش ہمچو حباب است

تیری راہ کیسی راہ ہے کہ غایت تعظیم سے
فلک کا دریای محیط اوسمین حباب کی مانند ہی

یعنی ای محبوب حقیقی تیری راہ کتنی عالی ہی کہ فلک ہی باوجود اس بلندی اور شان کی اوسکی راہ مین حباب کیطرح معلوم ہوتا ہی

بی روی دل آرای تو ای شمع دل افروز
دل رقص کنان بر سر آتش چو کباب است

ای دل افروز شمع بغیر تیرے چہرہ دل آرا کے
دل میرا آگ پر کباب کی طرح ناچتا ہی

کباب کو سکنے کی غرض سی آگ پر پہیر رہتے ہین لہذا حافظ فرماتی ہین کہ ای محبوب تیری ہجر مین میرا دل آگ پر مثل کباب کی اوچہلتا ہی

حافظ چہ شد از عاشق و رندست و نظرباز
بس طور عجب لازم ایام شباب است

حافظ عاشق اور رند نظرباز ہی تو کیا ہے
بہت سی عجب طور زمانہ جوانی مین لازم ہوتی ہین

یعنی اگر حافظ عاشق اور رند نظرباز ہی تو کوئی تعجب کی بات نہین اسواسطی کہ جوانی مین لوگ اس سی زیادہ اور عجیب باتین کیا کرتی ہین خلاصہ یہ کہ عالم جوانی مین یہ عیوب جو حافظ مین ہین کچہ زیادہ نہ سمجہنے چاہئین لوگ اس سی بڑہ بڑہ کر عیب کیے تی ہین

کنون کہ در کف گل جام بادۂ صاف است
بصد ہزار زبان بلبلش در اوصاف است

اب کہ گل کے ہاتہہ مین شراب صاف کا جام ہے
سو ہزار زبان سی بلبل اوسکی تعریف کرتا ہے

گل سی مراد سالک جام شراب سی ہستی مستعار بلبل سی طالبان معرفت مقصود ہین مطلب یہ کہ اوس زمانہ مین جبکہ سالک کی جسم مین حیات باقی ہی طالب لوگ ہر طرف سی تو شامد کرتی ہین۔ بلبل سی ہزار کہنا لفظ کو بہی مناسبت ہی

بخواہ دفتر اشعار و راہ صحرا گیر
چہ وقت مدرسہ و بحث کشف کشاف است

دفتر اشعار کا لے اور صحرا کی طرف رخ کر
مدرسہ کا اور کشف و کشاف کی بحث کا کیا وقت ہے

جیسا کہ پانی پر نکیر کھینچنا خلاصہ یہ کہ نقش آب سریع الزوال ہوتا ہے پس رخ محبوب کی تصویر دیدہ گریاں میں نقش آب کی طرح ہے

بیدار شو ای دیدہ کہ ایمن نتوان بود زین سیل دمادم کہ درین منزل خوابست

اے آنکھ کھل جا کہ بےفکر ہونا نہیں چاہئے اس سیل دمبدم سے جو ان آنکھوں میں ہے

سیل دمادم یعنی اشکباری و حوادثات منزل خواب سے آنکھیں مراد ہیں۔ اور مطلب یہ کہ اے چشم بینا جاگ جا اور بےفکری سے

بیخبر ہو کر مت غافل ہو یہ سیل اشکباری کہ جو تیری آنکھ سے ہر وقت جاری ہے مبادا تیرا نقش (وجود) زائل کر دے۔

معشوقہ عیان میگذرد بر تو ولیکن اغیار همی بیند ازان بستہ نقابست

معشوق تیری طرف عیان طور پر ہو کر گذری لیکن اغیار بھی دیکھ سکتا ہے اسلئے نقاب ڈالے ہوئے ہے

یعنی اے صاحب عارف محبوب حقیقی تیرے سامنے صاف طور پر آسکتا ہے لیکن اگر وہ اس طرح کھلا بندوں تیرے پاس آئے تو

شاید اغیار بھی دیکھ لیں اسواسطے بستہ نقاب یعنی منہ ڈھک کر نکلتا ہے تاکہ سوائے عارفوں کے اغیار نہ دیکھ سکیں۔

گل برخ رنگین تو تا لطف عرق دید در آتش رشک از غم دل غرق گلابست

جب کہ گل نے تیرے رخ رنگین پر پسینہ کا لطف دیکھا اس رشک میں دل کے غم سے گلاب میں ڈوب گیا

گل سے مراد سالک عرق بر رخ رنگین ذات جمال باکمال دوسرے مصرع کا مطلب رشک کا پتہ دیتا ہے کہ جب سالک نے ذات جمال

باکمال کو ملاحظہ کیا تو گویا اس رشک سے ڈوب گیا جسطرح کہ گل گلاب میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔

در بزم دل از روی تو صد شمع برافروخت وین طرفہ کہ خود روی تو در بستہ نقابست

تیرے رخ سے بزم دل میں سو شمعیں روشن کر لیں اور طرفہ یہ کہ تیرا چہرہ خود نقاب میں پوشیدہ ہے

مطلب صاف ہے کہ عالم نے لیکن تیرے ظہور کا سو طرح میں مشاہدہ کر لیا اور لطف کہ تیرا رخ خود نقاب میں پوشیدہ رہتا ہے۔

سبزست در و دشت بیا تا نگذاریم دست از سر آبی کہ جہان جملہ سرابست

جنگل اور میدان سبز ہیں آ تاکہ نہ جانے دیں ہاتھ سر آب سے کہ تمام جہان سراب ہے

بعض نسخوں میں نگذاریم کی جگہ نگذاریم بھی ہے مگر ہم نگذاریم کے اعتبار پر مطلب کو مختصر بیان کئے دیتے ہیں سبزست در و دشت سے

مقصود ... ہیں یا تو ظہور دین محمدی کی طرف ہے یا عشق و محبت کی جانب پس مطلب یہ ہے کہ

... سر آب (حصول مراد) سے ہاتھ نہ اٹھا دیں یعنی اوسکو جانے نہ دیں بلکہ حاصل کر لیں

... سو ... کہ ... مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى جو کہ آج اندھا ہے وہ کل کو بھی

اندھا ... فارسی میں یہ مثل یوں ہے آن کسی کہ امروز کار خود نشناخت فردا چہ خواہد یافت۔

یعنی خلق سے عنقا کی طرح منفرد اور جدا رہ کہ وہ باوجودیکہ خلق کی نظروں سے پوشیدہ اور پہاڑ میں چھپا رہتا ہے تاہم اوسکی شہرت تمام جہان میں ہے عنقا کی رعایت سے گوشہ نشینی اور قاف کی الفاظ آئے ہیں مشہور ہے کہ عنقا کوہ قاف میں رہا کرتا ہے اور کبھی باہر نہیں آتا بعض متقدمین نے سیمرغ اور عنقا کو ایک ہی جانور تصور کیا ہے۔

حدیث مدعیان و خیال همکاران — همان حکایت زردوزه و بوریاباف است

مدعیونکا قول اور ہمکارون کا خیال — وہ ہی بوریا باف اور زردوز والی مثل ہے

مدعیوں سے زاہد لوگ اور ہمکاروں سے عاشقان مجاز مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ لاف زن زاہد اور بیہودہ خیال عاشقان مجاز کے خیالات عاشقان صادق اور عارفان کامل کے بارہ میں اوسیطرح کے ہیں جیسے کہ بوریاباف زردوز کی برابری کرکے پستایا تہا۔ ظاہر ہے کہ بوریاباف کو زردوز سے کچھ مناسبت نہیں ہوتی۔ چونکہ زاہد اور مجازی عاشق عارفان الہی کو اپنی برابر سمجھتے ہیں لہذا یہ مقابلہ اوسیطرح کا ہے کہ جسطرح چٹائی بننے والے نے زردوز سے مقابلہ کیا تہا۔ زردوز سے مالک اور بوریاباف سے لاف گو مدعی بہی مراد ہو سکتے ہیں۔

خموش حافظ و این نکته های چون زر سرخ — نگاه دار که قلاب شهر صراف است

ای حافظ چپ اور یہ نکات جو اشرفی کی مثل ہیں — نگاہ رکہہ کہ قلاب شہر صراف ہے

یعنی ای حافظ چپ رہ یہ باریکیاں جنسے سخنان حقائق و معارف و کلمات عشق و محبت عبارت ہیں زر سرخ کی مانند سمجھنے چاہئیں لہذا دیکہتا رہ کہیں ایسا نہو کہ قلاب جو کہ آجکل شہر کا صراف ہے انکو بدل لے۔

بیت

اگرچه باده فرح بخش و باد گلبیز است — ببانگ چنگ مخور می که محتسب تیز است

اگرچہ شراب فرحت بخش ہے اور ہوا گل بیز — چنگ کی آواز پر شراب نہ پی کہ محتسب تیز ہے

بادہ فرح بخش سے بادۂ عشق و محبت باد گل بیز سے مرشد مراد ہے بانگ چنگ یعنی علانیہ طور پر کرنا یا ظاہر کرنا مطلب یہ کہ اگر بادۂ عشق تفریح بخش ہے اور دل اوسکا خواہش کنندہ بہی ہے اور مرشد بہی موجود ہے تاہم شراب شوق کو علانیہ نہ پی کہ محتسب جس سے شرع محمدی مراد ہے ان سب پر غالب ہے پس اگر تو شراب عشق و محبت پینا چاہتا ہے تو محتسب سے چھپ کر پی۔

صراحی و حریفی گرت بدست افتد — بعقل کوش که ایام فتنه انگیز است

صراحی اور حریف اگر تیرے ہاتہہ لگے — تو عقل سے کام لے کہ زمانہ فتنہ انگیز ہے

صراحی سے وجد و مستی اور حریف سے معشوق حقیقی مراد ہے یعنی اگر تجہے وجد و مستی عارض ہو اور اوس میں وصال ہو جائے تو

دفتر اشعار سے کنایہ ہے معرفت کی کتابون یا عارفونکی احوال کے نسخونکی طرف. کشف تفسیر کشاف کی شرح کا نام ہے مطلب یہ کہ ای عارف تو معرفت کی کتاب کا کوئی نسخہ لے اور جنگل کو چلدی چونکہ وہان خلق سے دور ہوگا اسلیے اوس سے شغل رکھیگا اب مدرسہ مین کشف و کشاف کی بحث کا وقت نہین ہے اسلیے کہ تجکو اعلی چیز کا طالب ہونا چاہیے نہ کہ ادنی شغل کا۔ اعلی کو چھوڑکر ادنی کا طالب ہونا پست ہمتی کی دلیل ہے یعنی عارف کامل بن عالم و زاہد نہو۔

فقیہ مدرسہ دی مست بود و فتوی داد کہ می حرام ولی بہ ز مال اوقاف است

فقیہ کل مدرسہ مین مست ہو گیا اور یہ فتوی دیدیا کہ شراب گو حرام ہے لیکن مال وقف سے بہتر ہے

مست ہونے سے عشق مراد ہے جسکا کنایہ مرشد کامل کی طرف سمجھنا چاہیے یعنی مدرسہ عشاق کی فقیہ نے جو مرشد ہے کل کے دن جب وہ شراب محبت سے مست ہو رہا تہا فتوی دیدیا یعنی حکم کیا کہ وقف کا مال شراب سے بھی بدتر ہے اسواسطے کہ میخوار جب شراب کو برا جانتا ہے تو اوسکو گنجایش ہے کہ توبہ کرلے مگر وقف کا مال کہانیوالا اوسکو حلال سمجھتا ہے وہ ہرگز توبہ نہین کریگا بلکہ اپنی کو شرابیون پر فوقیت دیگا۔ عام کی نزدیک اسمین یہ اعتراض کہ مست شخص کا فتوی جائز نہین ہوتا محض بے حقیقت ہے اسواسطے کہ مستونکی لیے مست ہی کی فتوی کی ضرورت ہے نہ ہوشیار کی۔ اور بعض جگہ اس دیوان مین ظاہری مضمون مراد ہی نہین ہوتا اس دلیل سے بھی اسپر اعتراض نہین ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ وہ محبت و معرفت جسمین سوای اللہ کی غیر کی محبت آمیز ہو حرام ہے یعنی فقیہ مدرسہ نے جس وقت عشق و محبت کی مستی کو پالیا اور اوسکو عشق و محبت کی مزہ سے آگاہی ہوگئی تو لاچار اوسنے فتوی دیدیا کہ اگرچہ محبت مجازی ہی ہو تاہم مال وقف سے بہتر ہی اچھی ہوگی اسواسطے کہ وہان تفرقہ یہان دلجمعی وہان غرور یہان مسکنت اوسمین خودی اسمین بیخودی ہوتی ہے اسلیے محبت مال وقف پر کئی درجہ فوقیت رکھتی ہے۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش کہ ہرچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

تلچھٹ او صاف سے تجھے غرض نہین خموش رہو کہ جو کچھ ہماری ساقی نے اونڈیلا عین نوازش ہے

بدرد و صاف سے نیک و بد یا راحت و رنج مراد ہین۔ ساقی کا کنایہ حق سبحانہ تعالی کی طرف ہے یعنی ای بندۂ ناچیز تجکو اوسکے حکم پر کچھ اختیار نہین نہ اوسکے کام مین دم مارنیکا حق ہے اسواسطے جو کچھ کہ اوسنے تقدیر مین اچھا یا برا لکھدیا اوسپر راضی رہنا چاہیے کیونکہ بندہ استحقاق کا حق سبحانہ تعالی کی عطا مین اوسکی نوازش ہے ہمارا حق کچھ بھی نہ تہا۔

ببر ز خلق و ز عنقا قیاس کار بگیر کہ صیت گوشہ نشینان ز قاف تا قاف است

خلق سے علیحدہ ہو اور عنقا کے قیاس سے کام لے کہ گوشہ نشینوں کی شہرت قاف سے قاف تک ہوتی ہے

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ — بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

اے حافظ تو نے اپنے سخن سے عراق و پارس لے لیا — آکہ اب بغداد کا نمبر اور تبریز کی باری ہے

ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ اے حافظ تو نے اپنی موزون اور لطیف اشعار سے عراق و پارس کو اپنا مطیع بنا لیا ہے آکہ اب بغداد اور ساکنین تبریز کی تسخیر کا وقت ہے یعنی ایسے لطیف شعر تصنیف کر کہ بغداد اور تبریز کے لوگ بھی تیرے قایل ہو جائیں اور حقیقی مطلب یہ ہے کہ اے حافظ جب تو راہ عشق میں آیا تو تو نے بہت سے منازل اور مقامات طے کر لئے ہیں مگر آیندہ اس سے غافل نہ ہو کیونکہ ابھی بہت باقی ہے اور [illegible] کوشش میں ۔ اونکو طے کر نیکے بعد یعنی منزل مقصود پر پہونچکر آرام لیجیو

یا رب آن شمع شب افروز ز کاشانہ کیست — جان ما سوخت بپرسید کہ جانانہ کیست

یارب وہ شمع شب فروز کسکے گھر میں ہے — جان ہماری جل گئی پوچھو کہ جانانہ کون ہے

شمع شب افروز سے مراد محبوب جسکا اشارہ تجلی کی طرف ہے کاشانہ تجلی مقام طلب صاحب یہ حالت قبض فی ارادات میں کہتے ہیں ۔

حالیا خانہ برانداز دل و دین من است — تا ہم آغوش کہ می باشد و ہمخانہ کیست

الحال جو کہ میرے دل اور دین کا خانہ برانداز ہے — وہ کسکا ہم آغوش و ہم خانہ ہوتا ہے

یعنی اس زمانہ میں جو میرے دل اور دین کا برانداز (غارتگر) ہے دیکھا چاہیے کہ اوسکی ہمخوابی کسکو میسر ہوتی ہے اور وہ کس کے گھر رہتا ہے

بادہ لعل لبش کز لب ما دور مباد — راح روح کہ و پیمان دہ پیمانہ کیست

اوسکے لب لعل کی شراب ہمارے لب سے دور نہو جیو — کسکی راحت روح اور کسکے پیمانہ میں جام گیر ہے

بادہ لعل لب اضافت بیانیہ یعنی لب جس سے لطف عشق مراد ہے راح بمعنی شراب گرچہ یہان آرام کے معنی میں آیا ہے یہان وہ جائے گیر ہے

دولت صحبت آن شمع سعادت پرتو — باز پرسید خدا را کہ بپروانہ کیست

اوس شمع سعادت پرتو کی دولت صحبت — خدا کیلئے پھر پوچھو کہ کسکا پروانہ ہے

شمع سعادت سے محبوب و تجلی ۔ پروانہ کی تب زائد ہے اور پروانہ سے مراد عاشق طالب لینا چاہیے مطلب صاف ہے ۔

میدہد ہر کسش افسونی و معلوم نشد — کہ دل نازک او مایل افسانہ کیست

ہر شخص اوسکو فریب دیتا ہے اور معلوم نہیں ہوتا — کہ اوسکا دل نازک کسکی کہانی کا مائل ہے ۔

یعنی ہر شخص معشوق پر افسون کرتا ہے تاکہ اپنے فریب میں لا اوے لیکن اب تک یہ نہیں ہوا کہ وہ کسکی افسانہ پر مائل ہے اور کس پر اپنی عنایت ظاہر کرتا ہے باعتبار حقیقت ہر کس کا اشارہ مومن و کافر صالح و فاسق ۔ عاشق و زاہد کیطرف ہو سکتا ہے افسون سے مراد خدمت و اطاعت او کی ضمیر محبوب کیطرف ہے مائل بمعنی خواہان ۔ افسانہ سے عبارت طاعت و بندگی یعنی مذکورہ بالا میں سے ہر شخص اوسکی خدمت و اطاعت اپنے اپنے خیال میں کر رہا ہے لیکن اسوقت تک یہ نہیں معلوم

عقل سے کام لیکر اسمین کوشش کر کہ کوئی امر خلاف شرع صادر نہونے پائے اسواسطے کہ زمانہ فتنہ انگیز ہے اور اس فتنہ انگیزی سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہئے۔ ان اشعار مین عشق و محبت کو خفیہ رکھنے کی ہدایت کیجاتی ہے۔

در آستین مرقع پیالہ پنہان کن　　کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریز ست

مرقع کی آستین مین پیالہ کو چھپالے　　کہ صراحی کی آنکھ کی طرح زمانہ خونریز ہے

مرقع صوفیون کے لباس کا نام ہے جسکو ژندہ بھی کہتے ہین یہان مرقع کا اشارہ صبر و تحمل کی طرف ہے پیالہ سے اسرار عشق اور زمانہ سے شرع مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ای مخاطب تو صبر و تحمل کے لباس مین اسرار عشق کو پوشیدہ کر لے اور کوئی بات متعلق عشق و محبت ظاہر نکر ورنہ تجہپر حد شرع جاری ہو جائیگی۔

ز رنگ بادہ بشوئید خرقہ ہا از اشک　　کہ موسم ورع و روزگار پرہیز ست

شراب کی رنگ سے بذریعہ اشک کے خرقونکو رنگو　　کہ موسم زہد اور زمانہ پرہیزگاری کا ہے

بادہ یعنی بادہ محبت و عشق۔ رنگ یعنی اظہار عشق خرقہ کا اشارہ وجود کی طرف۔ مطلب یہ کہ ای سالکان راہ خدا جو اسرار عشق و محبت حالت بے اختیاری مین تسے ظاہر ہوے ہین او خرقۂ وجود اوسنی رنگ گیا ہے یعنی عالم مین بدنام ہوے ہو تمکو چاہئے کہ اوس رنگ کو اشک ندامت سے دہو ڈالو اسواسطے کہ یہ زمانہ پرہیزگاری (صوم و شرع محمدی) کا ہے۔

مجوی عیش خوش از دور واژگون سپہر　　کہ صاف این سر خم جملہ دُردی آمیز ست

۱ زمانہ آسمان واژگون مین عیش خوش نڈہونڈہ　　کہ اس خم کی صفائی مین تلچھٹ ملی ہوئی ہے

یعنی آسمان کجرفتار کے دور مین خوشی و خرمی نڈہونڈہ کیونکہ اس خم کی صفائی مین بہی تلچھٹ (لگاد) ملی ہوئی ہے خلاصہ یہ کہ دور چرخ مین سوای رنج و غم کے خوشی میسر نہین ہو سکتی۔

سپہر بر شدہ پرویز نیست خون افشان　　کہ قطرہ اش سر کسری و تاج پرویز ست

بلند آسمان خون افشان چلنی ہے　　کہ اوسکی قطرہ کسری کی سر اور تاج پرویز کو اوتار لیا

بر شدہ بلند۔ پرویزن۔ چلنی۔ کسری اور پرویز دو اولوالعزم بادشاہ گذرے ہین۔ مطلب یہ کہ جس کسی ذی اس بلند آسمان کے نیچے جگہ لی آخر الامر اسکو وہ جگہ چھوڑنی پڑی کیا تو نہین دیکھتا کہ یہ سپہر بلند باعتبار نزول حادثات مانند خون افشان چلنی کی ہے جسنے کہ کسری کے سر اور پرویز کے تاج کو اوتار لیا یعنی اونکو بہی زندہ نچھوڑا

جو انبیہ عظیم الشان بادشاہ تہے۔

بیار بادہ کہ رنگین کنیم جامۂ دلق ، کہ مست جام غروریم و نام ہشیاریست

شراب لاکہ اوس سے جامہ زہد کو رنگین : کہ ہم جام غرور کے مست ہین اور نام ہشیاری ہے

بادہ سے مراد عشق جامہ دلق سے عبارت پیکر انسانی ہے یعنے شراب عشق و محبت پلا کہ ہم اس وجود موہوم اور ہستی مستعار سے درگذرین اور حقیقی زندگی تک پہونچین اسواسطے کہ ہم بادہ غرور کے جس سے غفلت کی طرف اشارہ ہے مست ہو رہے ہین اور اوسکا نام ہمنے ہوشیاری رکھ لیا ہے جو اصل مین غفلت ہے۔

نبستہ اند در توبہ حالیا برخیز ، کہ توبہ وقت گل از عاشقی زبیکاریست

ابھی دروازہ توبہ کے بند نہین ہوئے ہین اوٹھ کہ توبہ موسم بہار مین عاشق سے بیکار ہے

یعنے اے مخاطب ابھی دروازہ توبہ کا کھلا ہوا ہے پس اوٹھ اور شراب لا اسواسطے کہ موسم گل یعنے موسم بہار مین عاشقونکا توبہ کرنا فضول ہے۔

سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم ، ہم مراتب خوابی کہ بہ ز بیداریست

سحر کو اوسکے وصل کا کرشمہ خواب مین دیکھتے ہین خواب کا زہے مرتبہ کہ بیداری سے بہتر ہے

وقت شب جس سے جوانی مراد ہے یعنے اوس عمر مین گویا ہم سوئے ہوئے ہین : وقت سحر سے بڑھاپا یعنی اسوقت جاگتے ہین قاعدہ عام یہہ ہے کہ ہر شخص جوانی مین غافل ہوتا ہے اور جب بڑھاپے کی سحر ہوتی ہے تو جاگتا ہے لہذا شاعر کا مطلب ہے کہ آخر وقت مین مین نے اوسکے وصل کا کرشمہ خواب مین دیکھا پس اس سحر کی خواب کا کیا کہنا کہ جو جوانی کی بیداری سے اچھی ہے یعنی جاگتے مین جس سے شب جوانی مراد ہے وصل حاصل نہوا البتہ سوتے مین جس سے بڑھاپے کی سحر کی خواب مقصود ہے وصال الٰہی ہوگیا۔

خیال زلف تو پختن نہ کار خامانست ، کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاریست

تیری زلف کا خیال پکانا کچونکا کام نہین ہے سلسلہ کے نیچے چلنا عیارونکا طریقہ ہے۔

زلف سے مراد جذبۂ عشق۔ اور مطلب یہہ کہ تیرے جذبۂ عشق کا خیال پکانا اور مصیبتون بلاؤن کو اپنے اوپر غالب کرنا کچون اور بوالہوسون کا کام نہین ہے بلکہ سلسلہ سے چلنا یعنے سیڑھی سے چڑہ کر زینہ پر پہونچنا چالاکون کا طریقہ ہے۔ اور اگر زلف سے معنے نشاء دنیا کے لئے جائین تو یہہ معنے ہونگے کہ نشاء دنیا کا خیال پکانا اور اوسکو مزرعہ آخرت تصور کرنا خام عقلون کا کام ہے بیراہ سالک

ہوا کہ اوسکو کون پسند ہو اور وہ کسکی بندگی اور طاعت کا خواہان ہوگا۔

یارب این شاہ وش ماہ رخ زہرہ جبین **دُر یکتای کہ و گوہر یکدانہ کیست**

ای خدا یہ شاہ وش ماہ رخ زہرہ جبین کسکا دُر یکتا اور کسکا گوہر بے نظیر ہے

پہلے مصرع مین سب صفات معشوق ہین اور این سے مراد محبوب حقیقی یا تجلی سمجھنی چاہیے۔ مطلب صاف ہے

آن می لعل کہ نا خوردہ مرا کرد خراب **ہمنشین کہ و ہم کاسہ و پیمانہ کیست**

وہ شراب سرخ کہ جسنے بغیر پی مجھے خراب کیا کسکی ہم صحبت اور کسکی ہم پیالہ و ہم نوالہ ہے

می لعل سے مراد معشوق یا تجلیات ہین جو کہ پوری طور پر نظر مین نہین سماتین۔ یعنے وہ می لعل کس سے ہم صحبت ہے کہ مین جسکو بغیر چکھے خراب خستہ ہو گیا ہون

گفتم آہ از دل دیوانہ حافظ بی تو **زیر لب خندہ زنان گفت کہ دیوانہ کیست**

کہا مین نے کہ افسوس تیرے بغیر حافظ کا دل دیوانہ ہو گیا ہے زیر لب ہنسکر کہا کہ کسکا دیوانہ ہو گیا تو

حافظ صاحب کہتے ہین کہ مین نے معشوق سے کہا کہ تیری ہجر مین مجھ پر وہ سخت حالت طاری ہوتی ہے کہ جس پر افسوس آتا ہے پس اوسنے زیر لب مسکرا کر جواب دیا کہ تو کس پر عاشق ہے یعنے کسکا دیوانہ ہے گویا ابھی اوسکو اتنا خبر نہین کہ آیا حافظ اوسپر عاشق ہے یا کسی اور پر

بنال بلبل اگر با منت سر یاریست **کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست**

ای بلبل رو اگر تجھے میرے ساتھ دعوی دوستی کا ہے کہ ہم دونون عاشق زار ہین ہمارا کام زاری ہے

اس شعر کا مطلب کچھ زیادہ شرح کا محتاج نہین صاف ہے۔

دران چمن کہ نسیمی وزد ز طرہ دوست **چہ جای دم زدن نافہای تا تاریست**

اوس چمن مین کہ جہان نسیم طرہ دوست سے چلتی ہے نافہای تاتاری کو دم مارنے کی جگہہ کیا ہے

چمن سے دل عاشق۔ نسیم کا کنایہ جذب کی طرف طرہ دوست کا اشارہ عشق محبوب حقیقی کی جانب سمجھنا چاہئے۔ نافہ تاتاری سے عشق مجازی مراد ہے۔ مطلب یہ کہ جس دل مین جذبہ لطف الٰہی جا پذیر ہوا اور عشق حقیقی رکھتا ہو اوسکو مجازی عاشق کی گفتگو کی کیا ضرورت ہے۔

دلش بناله میازار و ختم کن حافظ **که رستگاری جاوید در کم آزاریست**

ای حافظ گفتگو ختم کر اسکا دل نالہ سے مت دکھا کہ دونون جہان کی نجات کم آزاری مین ہے

یعنے ای حافظ محبوب کا دل کو جو کہ ازبس نازک اور ناز پروردہ ہے اس گفتگوی بیہودہ سے نہ دکھا اور جس پر وہ راضی رہے وہ کام کر اسواسطے کم آزاری سے دونون جہان مین نجات ملتی ہے علاوہ اسکے راضی برضای معشوق رہنا عاشق صادق کی خاص علامت ہے۔

اگرچه عرض هنر پیش یار بی ادبیست **زبان خموش ولیکن دهان پر از عربیست**

اگرچہ یار کے آگے ہنر بیان کرنا بی ادبی ہے زبان خموش ہے ولیکن مونہہ عربی سے پر ہے

اس مطلع مین تعقید کلام واقع ہوئی ہے۔ چونکہ ہمکو اسکی جائز یا ناجائز بتانے کا کوئی حق نہین اسلئے ہم اس سے درگزر کر کے شعر کا مطلب سمجہائے دیتے ہین۔ مگر یہ عرض کرنا مناسب ہی کہ اول مصرع اگرچہ دوسرے کے دہان پر عربی سے ملے گا تو معنے یون ہونگے کہ اگرچہ دہان عربی سے بھرا ہوا ہی یعنے فصاحت و بلاغت جو کہ عربی زبان کا لازمہ ہے ذہن مین بھری ہوئی ہے لیکن زبان کو خاموش رکھنا چاہئے اسلئے کہ مستغنی دوست کے آگے اپنا ہنر یعنے عشق ظاہر کرنا سوء ادبی مین داخل ہے۔ خلاصہ یہ کہ عاشق کو دوست کے سامنے اظہار عشق مین فصاحت و بلاغت سے کام لینا نہ چاہئے۔

پری نهفته رخ و دیو در کرشمه و ناز **بسوخت عقل ز حیرت که این چه بوالعجبیست**

پری پوشیدہ رخ اور دیو کرشمہ و ناز مین عقل حیرت سے سوختہ ہوئی کہ یہ کیا تماشہ ہے۔

یعنے عجب تماشہ ہے کہ دیو جسکو مونہہ چھپانا لازم تہا (اس سے شیطان نفس امارہ مراد ہین) وہ نیار کرشمہ کر رہا ہے اور پری جس سے حق پرستی اور نیک نفسی کی طرف اشارہ ہی اپنا رخ روشن چھپائے ہوئی ہی یعنی وہ پوشیدہ رخ ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو ظاہر ہونا چاہئی تہا وہ پوشیدہ ہی اور جسکو پوشیدگی لازم تہی وہ سراسر ظاہر ہے۔

سبب مپرس که چرخ از چه سفله پرور شد **که کامبخشی او را بهانه بی سببیست**

سبب مت پوچہہ کہ آسمان کسطرح سفلہ پرور ہوا کہ مراد بخشی اوسکی بے سببی کا بہانہ ہے

یعنی یہ مت پوچہنا کہ آسمان کسطرح دون پرور ہو گیا کہ جو لوگ ظاہر پرست ہین انکو مقصد پر پہونچا تا ہی

تجھکو چاہئے خام خیال نہو اور سلسلے سے عشق پیدا کر۔ ایسا کرنا چالاکون کا کام ہے اور خام کاری دلیل بیوقوفی۔

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد — کہ نام آن نہ لب لعل و خط زنگاریست

جس سے کہ عشق پیدا ہوتا ہے وہ ایک پوشیدہ لطیفہ ہے — اوسکا نام نہ لب لعل ہے اور نہ خط زنگاری

یعنے جس چیز سے کہ عاشق کے دل مین عشق پیدا ہوتا ہے وہ ایک پوشیدہ لطیفہ یا نامعلوم کیفیت ہے کہ جو کہنے یا لکھنے کے لائق نہین یعنے تحریر و تقریر سے باہر ہے پہر نہ اوسکا نام لب لعل ہے اور نہ خط سبز بلکہ وہ کوئی اور ہی چیز ہے جو ان صوری معشوقون کے صفتون مین سے کوئی بھی صفت نہین۔

جمال شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال — ہزار نکتہ درین کار و بار دلداریست

کسی شخص کی چشم کا جمال نہ زلف عارض و خال کا — ہزار باریکیان اس کام دلداری مین ہین

یعنے اوس کیفیت لطیف مین کسی شخص کی چشم یا زلف یا عارض و خال کا جمال نہین ہے بلکہ اوسمین ہزارون باریکیان دلداری کی ہین جو دلکو کھینچ لیتی ہین۔

باستان تو مشکل توان رسید آری — عروج بر فلک سروری بدشواریست

تیری آستان پر مشکل سے پہونچنا ہوتا ہے ہان — عروج فلک پر سرداری دشوار ہے

یعنے ای محبوب تیری آستان تک پہونچنا ذرا مشکل ہے اسلئے کہ جب تک اپنے آپ کو فانی نکر دے دوست تک نہ پہونچے کیونکہ کسی شخص کا عروج فلک پر سرداری کیلئے آسانی سے نہ پہونچنا بیشک تعجب نہین ہے۔ خلاصہ یہہ کہ بہت دشوار ہے۔

رووندگان طریقت بہ نیم جو نخرند — قبای اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست

راہروان طریقت آدہی جو کو بہی مول نہ لین — اوسکی اطلسی قبا کہ جو ہنر سے بے بہرہ ہو

راہروان طریقت سے عاشقان الہی۔ اور قبای اطلسی سے ریائی عبادت مراد ہے جسمین مقصود عشق و خلوص مطلب یہہ کہ روزہ نماز و حج و زکوٰۃ مراقبہ محاسبہ غرضکہ افعال محبت الہی سے معرا ہون تو وہ عاشقان الہی کے نزدیک نصف یا رائی کے دانے برابر بھی قدر و قیمت نہین رکھتے کیونکہ ایسی طاعت و عبادت جسمین خلوص دلی اور عشق الہی نہو دین کے نقصان کا سبب ہے۔

بہ نیم جو نخرم طاق خانقاہ و رباط — مرا کہ مصطبہ ایوان و پای خم طنبیست

مین آدہی جو کو بہی خانقاہ و مسافر خانہ کا طاق نہ خریدونگا — اسلئے کہ شراب خانہ میرا محل اور خم کی جگہ خیمہ مشک ہے

رباط بالکسر مسافر خانہ طنب بفتحتین خیمہ مشک اور سائی رفیع گر جسمین مشکی خیمہ کے معنے لئے ہین مصطبہ شراب خانہ خلاصہ یہہ کہ مین خانقاہ مسافر خانہ کے محراب کو جو ظاہر پرستون کی عبادت کے مقام ہین اور جن پر اونکو فخر ہے نصف جو کے عوض مین بہی نہین خریدونگا اسلئے کہ شراب خانہ جس سے منزل عشق کی طرف اشارہ ہے اور پائی خم (گھڑونچی) جسکا کنایہ مرشد کی جانب ہے میرا مشکی خیمہ ہے یعنے مین وسی درجہ مین بڑہا ہوا ہون کہ ایسی ایسی چیزین میری ہین بس مین اونکی رباط و خانقاہ کو نصف جو کی بدلہ مین بہی نہ خریدونگا

ہزار عقل و ادب داشتم من ای خواجہ — کنون کہ مست خرابم صلای بی ادبیست

ای خواجہ مین ہزار عقل و ادب رکہتا تہا — اب کہ مست خراب ہون یہہ بانہ بی ادبی کا ہے

یعنی ای صاحب مین ہزار طرح کی عقل اور ادب رکہتا ہون چونکہ فی الحال مست ہون پس مجہے بے ادبی کا بہانہ مل گیا ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ مجنون کو بے ادبی و گناہ معاف ہوتا ہے۔ لہذا مجہے بہی معاف ہونی چاہیے۔

بیار می کہ چو حافظ مدام استغفار — بگریہ سحری و نیاز نیم شبیست

شراب لا کہ حافظ کی طرح ہمیشہ استغفار — صبح کی زاری اور نیاز نیم شبی سے ہے

حافظ سے دل حافظ مراد ہے جسکو اسمین مخاطب بنایا ہے یعنی ای مخاطب شراب لا اور پی اب اسلئے کہ حافظ کی طرح استغفار بذریعہ گریہ سحری اور نیاز نیم شبی کے ہوا کرتا ہے نہ زہد و ظاہر کی طاعت ریائی سے۔

عیب رندان مکن ای زاہد پاکیزہ سرشت — کہ گناہ دگری بر تو نخواہند نوشت

ای زاہد پاکیزہ سرشت رندونپر عیب نہ لگا — کہ دوسرونکا گناہ تیری نامہ اعمال مین نہین لکہین گے

یعنے ای زاہد پاک طینت تو رندون پر جن سے عاشقان الٰہی مقصود ہین عیب نہ لگا اور زبان طعنہ نہ کہول اسواسطے کہ اون کے گناہ کچہہ تیرے نامہ اعمال مین تہوڑا ہی لکہے جاینگے۔ جو جیسا کریگا ویسا بہریگا بموجب حکم آیۃ کریمہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ یعنی کوئی بوجہ اوٹہانیوالا دوسرےکا

اور سمتی مراد ناکام رہتے ہیں اوسکے پاس سوائے بے بسی کے بہانہ کے اور اسکا کوئی بہانہ نہیں ہے۔

از ین چمن گل بیخار کس نچید آری چراغ مصطفوی با شرار بولہبیست

اس چمن سے بغیر کانٹا کسی نے پہول نہ توڑا چراغ مصطفے کے ہمراہ بولہب کا شرار لگا ہوا ہے

مطلب یہہ کہ جس نے باغ دنیا سے پہول توڑا اوسکے ساتھہ ضرور کانٹا کہایا جسطرح کہ چراغ مصطفے کے ساتھہ ابی لہب کا شرار لگا ہوا تہا اسیطرح روح کیساتھہ نفس امارہ کا کہٹکا لگا ہے اور ممکن ہے کہ چراغ مصطفوی سے روح اور شرار بولہبی سے نفس امارہ خود مراد ہو۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از شام ز خاک مکہ ابو جہل این چہ بو العجبیست

حسن بصرہ سے بلال حبش سے صہیب شام سے سرزمین مکہ سے ابو جہل یہہ عجیب بات ہے

مطلب یہہ ہے کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے اور بلال نے حبش سے اور صہیب نے شام سے باوجود اسکے کہ یہہ تمامات کیسے کیسوں فاصلہ پر ہیں آکر اسلام اختیار کیا اور مرتبہ پائے لیکن ابو جہل جو خاص مکہ معظمہ میں تہا محروم رہا اور مردود ہو گیا یہ کیا تعجب ہے کہ اتنی اتنی دور سے آکر تو لوگ دین پاک قبول کریں اور وہیں مکہ کا رہنے والا شخص بددین رہا اور ہدایت نہ پائی۔

جمال دختر رز نور چشم ماست مگر کہ در نقاب زجاجی و پردۂ عنبیست

دختر رز کا جمال ہماری آنکہہ کا نور ہے مگر شیشہ کی نقاب میں اور سرخ پردہ میں ہے

دختر رز کے جمال سے محبوب حقیقی مراد ہے مطلب یہہ کہ جمال اوس محبوب حقیقی کا ہزاروں ہزار پردہائے ظلمانی و نورانی میں چہپا ہوا ہے مگر ہماری آنکہوں کا روشنی بخش ہے۔ زجاجی و عنبی آنکہہ کے پردوں کے نام بہی ہیں۔

دوائے درد خود اکنون ازان مفرح جوی کہ در صراحی چینی و شیشۂ حلبیست

اپنے درد کی دوا اوس مفرح چیز سے ڈہونڈہہ کہ جو چینی کی صراحی اور حلب کے شیشہ میں ہے

چینی کی صراحی سے عاشق واصل اور حلب کے شیشہ سے عارف کامل مراد ہے مفرح بمعنے شراب جو کہ صراحی اور شیشہ میں رہتی ہے یعنے جب تو نے درد عشق حاصل کیا ہے تو اسکے دوا خود اوسی مفرح چیز سے۔ یعنی عشق محبت سے ڈہونڈہ اور یہہ مفرح چیز عاشقان صادق اور عارفان کامل کے پاس ملیگی نہ ظاہر پرست نام کے شیوخ کے پاس۔

یعنے ای زاہد کچھ مین ہی تنہا تہاری دنو ہی سے اغماز نہین کیا اور بہشت کی طلب کو نہین چھوڑا بلکہ پیر و والد حضرت آدم علیہ السلام نے بہی بہشت کے عیش مخلد کو ہاتہ سے کہو دیا تہا۔ پس کیون کر کر ہنگر خلد مین ہم واعظ نادان پہ ہماری جد امجد کو نہ ذان رہنے کا ڈہب آیا۔

بر عمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روز ازل — تو چہ دانی قلم صنع بنامت چہ نوشت

اے خواجہ عمل پر بہروسہ نکر کہ روز ازل مین — تجھکو کیا معلوم کہ صانع کے قلم نے تیری نام پر کیا لکھا ہے۔

خواجہ سے وہی زاہد مراد ہے۔ اور مطلب یہہ کہ ای زاہد تو عمل یعنے طاعت وعبادت پچ نازان نہو کیونکہ تجھکو اپنی تقدیر کی خبر نہین کہ اوسمین کیا لکھا ہے۔ اور ناجی یا ناری ہونا بہی عمل پر موقوف نہین۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ای لوگو تمہارا کوئی عمل تمکو نہ بہشت مین پہونچا سکتا ہے نہ دوزخ مین حالانکہ مین بہی کبہی اون اپنے عملون کے ذریعے سے بہشت مین نہ جا سکونگا بلکہ اوسکی رحمت کے اعتبار پر وہان پہونچونگا۔

گر نہادت ہمہ این ست زہی پاک نہاد — ور سرشت ہمہ این ست زہی پاک سرشت

اگر تیری خلقت سب یہی ہے عجب پاک خلقت ہے — اور جو تیری سرشت کل یہی ہے عجب مقدس سرشت ہے

یعنے اے مخاطب اگر تیری خلقت کل یہی خلقت ہے کہ تو حصول عشق و محبت مین کوشش کرے کہ قرب حق سبحانہ تعالیٰ کا سبب ہے تو تو عجب نیکذات ہے اور جو اگر تیری سرشت یہی ہے جیسا کہ مذکور ہوا تو تو بہت ہی نیک سرشت ہے۔

باغ فردوس لطیف ست ولیکن زنہار — تو غنیمت شمر این سایہ بید و لب کشت

باغ بہشت لطیف ہے ولیکن ضرور — تو اس سایہ بید و کشت کو غنیمت جان

اسکا مخاطب زاہد ہی ہے اور سایہ بید و کشت سے عشق حقیقی مراد ہے مطلب یہہ کہ اے زاہد اگرچہ باغ فردوس تو جسکی طلب مین ہے اور اوسکے لئے تقوی کرتا ہے بیشک لطیف ہے لیکن یہہ بید و کشت کا سایہ بہی کہ جس سے مقام عشق متصور ہے باعث عیش و سرور سمجہ اور جو اگر تیرے ہاتہ آسکی تو اس سے فائدہ اوٹہا یعنے حصول معرفت کر اور ممکن ہو کہ سایہ بید و کشت سے دنیا مقصود ہو تو یہہ مطلب ہوگا کہ گو باغ فردوس عمدہ ہے تاہم دنیا کی زندگی ہی غنیمت جان کیونکہ جو کچہ بہلائی برائی زہد و معرفت وغیرہ حاصل کر سکتے ہین

بوجہ نہین اوٹھا تا تہا۔ خلاصہ یہ کہ جو گناہ کریگا اوسکا جواب وہ وہی ہے دوسرے اوس سے نہین پوچھیں گے۔

من اگر نیکم و گر بد تو برو خود را باش　　ہر کسی آن درود عاقبت کار کہ کشت

مین اگر نیک ہون یا بد تو جا اپنی خبر لے　　ہر شخص آخرکار وہی کاٹیگا جو کچہہ اوسنے بویا ہے

اول شعر کے مضمون کی توضیح ہے یعنی مین اگر نیک ہون تو اپنے واسطے ہون اور اگر بد ہون تو اپنے لئے ہون تو اپنا کام کر تجہے میری نیکی بدی سے کیا غرض کیونکہ نتیجہ مین کوئی شخص وہی پھل کاٹیگا جو اوسنے بوئی ہو مولانا روم فرماتے ہین ؎ گندم از گندم بروید جو ز جو ✤ از مکافات عمل غافل مشو۔

ہمہ کس طالب یارند چہ ہشیار و چہ مست　　ہمہ جا خانۂ عشق ست چہ مسجد چہ کنشت

کیا مست کیا ہوشیار سب اوسکی طالب ہین　　مسجد ہو یا دیر سب جگہہ عشق کا مقام ہے

مست سے عاشق صادق اور ہوشیار سے زاہد مراد ہین۔ مسجد سے مسجد اور کنشت سے خانقاہ عارفان مقصود ہے یعنی صوفی خانقاہون مین اور زاہد مسجدون مین اوسکی طلب کرتے ہین کیونکہ وہ وہان بھی موجود ہے اور یہان بھی۔ کوئی جگہہ ایسی نہین جو اوس سے خالی ہو خانۂ عشق کا اشارہ مقام محبوب کیطرف سمجہنا چاہئے۔

سر تسلیم من و خاک در میکدہا　　مدعی گر نکند فہم سخن گو سر و خشت

میرا سر تسلیم اور میخانون کے دروازے کی خاک　　مدعی اگر بات کو نہ سمجہے تو کہو سر مین اینٹ مار

اس بات کو کہ مین نے اپنا سر تسلیم میخانون کے دروازون پر جہکا دیا ہے اگر مدعی جس سے زاہد ظاہر پرست مراد ہے باور نکرے اور نہ سمجہہ سکے تو اوس سے کہدو کہ جا اپنے سر کو اینٹ سے پہوڑ کیونکہ تیرا دماغ اون نکات کے سمجہنے کی قابلیت نہین رکہتا۔

ناامیدم مکن از سابقۂ روز ازل　　تو چہ دانی کہ پس پردہ کہ خوبست و کہ زشت

مجہے روز ازل کے سابقہ سے ناامید متکر　　تو کیا جانے کہ پس پردہ کون اچہا اور کون برا ہے

یعنی اے زاہد تو مجہے اوس اقرار سے جو خدا نے روز ازل مین ہم لوگون سے کرلیا ہے اپنی طعن و تشنیع سے ناامید کرنا چاہتا ہے تجہکو کیا خبر کہ پس پردہ کون نیک اور کون بد ہے۔ یعنے کون بخشا جائیگا اور کون دوزخ مین جلے گا۔

نہ من از خانۂ تقوی بدر افتادم و بس　　پدرم نیز بہشت ابد از دست بہشت

کچہہ مین ہی خانۂ تقوی سے باہر نہین پڑا ہون　　بلکہ بابا آدم نے بہی بہشت ابد کو ہاتہون سے کہو دیا تہا

یعنے مین کوچہ خرابات سے جسکا اشارہ مقام عشق کی جانب یا ترابی اوصاف بشری کی طرف ہے
کسلئے سوئے بہشت سیرون کیونکہ میری واسطے کوئی راہ جہان مین اس سی بہتر نہین ہے۔

زمانہ گر بزند آتشم بخرمن عمر　　بگو بسوز کہ بر من ببرگ کاہی نیست

اگر زمانہ میری خرمن عمر کو آگ لگائے۔　　کہو کہ جلادی وجود میرا برگ کاہ کی برابر نہین

مطلب یہہ کہ اگر زمانہ میری خرمن عمر کو جلا کر برباد کرنا چاہے تو اوس سے کہدو کہ شوق سی جلا ڈال اسلئے میری ہستی ایک گہاس کے تنکے سے زیادہ نہین۔

غلام نرگس جشمان آن سہی سروم　　کہ از شراب غرورش بکس نگاہی نیست

مین اوسی سہی سرو کی چشم شوخ کا غلام ہون　　کہ جو اپنی غرور کی شراب سے کسی پر نگاہ نہین ڈالتا

یعنے مین اپنے محبوب کی اوس نرگسین چشم مست کا غلام ہون کہ جو غرور کی سبب سے شراب پی کر کسیکی طرف متوجہ نہین ہوتی۔

مباش درپی آزار و ہرچہ خواہی کن　　کہ در شریعت ما غیر ازین گناہی نیست

درپے آزار مت ہو اور جو چاہے کر　　کہ ہمارے مذہب مین سوا اسکے کوئی گناہ نہین ہے

مطلب ظاہر ہے تشریح طلب نہین۔

عنان کشیدہ رو ای پادشاہ کشور حسن　　کہ نیست بر سر راہی کہ دادخواہی نیست

ای کشور حسن کی شاہ باگ روک کر چل　　راہ مین کون ایسا ہے کہ جو دادخواہ نہین

جن اشعار کے مطلب صاف ہین ہم اونکو فارسی شارحین کی طرح بہت سے استدلال سے پیچ در پیچ معنے بیان کر کے اپنی لیاقت ظاہر کرنے کے لئے ناظرین کو اولجہن مین نہین ڈالنا چاہتے علاوہ اسکے ہم اگر وہ الفاظ اصطلاحی رکہین کہ جو بعض شارحین نے لئے ہین تو اردودان اصحاب کو اونکا سمجہنا مشکل ہو جائے گا اور کچہہ عجب نہین ہے کہ وہ صاف مطلب کو بہی ہاتہہ سے کہو بیٹہین۔

عقاب جور کشادہ است بال در ہمہ شہر　　کمان گوشہ نشینی و تیر آہی نیست

ظلم کی عقاب نی تمام شہر پر پہیلا دئے ہین　　گوشہ نشینی کی کمان اور آہ کا تیر نہین ہے

یعنی عقاب جور نے تمام شہر پر اپنے بازو پہیلا دئے ہین اوسکا دفعیہ بجز گوشہ نشینی کی کمان اور

تو اسکی مین کر سکتے ہین۔

حافظا روز اجل گر بکف آری جامی یکسر از کوی خرابات برندت بہ بہشت

ای حافظ موت کیوقت اگر تو ایک پیالہ پی لے تو بالکل تجھکو کوی خرابات سے بہشت کو لیجاوین

یعنے اے حافظ تو اپنی اس عشقبازی پر نازان نہو ہان اگر موت کے وقت بھی جام عشق کو ہاتھ سے نہ دے یعنے عشق پر قایم رہے تو جانیو کہ تجھکو اس عالم فانی سے دار فانی کی طرف لیجاتے ہین اور بہشت مین داخل کرینگے اور جو ایسا نہوا تو یہہ تیرا عشق تجھکو کوئی نفع نہ دیگا۔

جز آستان توام در جہان پناہی نیست سر مرا بجز این در حوالہ گاہی نیست

تیری آستانکے سوا جہان مین میری کوئی پناہ نہین ہے میرے سر کو سوائے اسکے کوئی حوالہ گاہ نہین ہے

یعنے اے محبوب سر الملجا اور جائے پناہ جہان مین سوائے تیرے در کے اور کوئی در نہین نہ میرے سر کو کوئی اور حوالہ گاہ ہے پس جب یہہ حال ہے تو پھر تیرے سوا کسکے آستانہ پہ جاؤن اور کس سے حصول مراد کی تمنا کرون۔

عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم کہ تیر ما بجز از نالہ و آہی نیست

جب عدو تلوار کھینچے مین ڈھال کو چھوڑ دون کہ میرے پاس آہ و نالہ کے سوا اور کوئی تیر نہین

سپر انداختن سے بھاگ جانا اور سپر نینداختن سے مقابلہ کے واسطے ڈٹا رہنا مراد لیتے ہین۔ اگر پہلے مصرع مین سپر نیندازم ہے تو یہہ معنے ہونگے کہ جو ابلیس یا نفس امارہ میری راہ مین حائل ہوا اور مجھسے مزاحمت کرے تو مجھکو چاہئے کہ مین بھی اوسکے مقابلہ کو آمادہ ہو جاؤن یعنی اوسکا کہنا ہرگز نہ مانون۔ اور اگر بیندازم پڑہین تو یہہ معنے ہین کہ جو دشمن درپے آزار ہو تو مجھکو چاہئے کہ مین مقابلہ نکرون اور وہان سے بھاگ جاؤن اور اس کے جواب مین خدا سے عجز و التجا کردن جو کہ عاشق کا کام ہے۔ اسلئے کہ غیر سے متوجہ ہونا خواہ وہ کسی طریقہ سے ہو عاشق کے واسطے نرا حجاب ہے پس عاشق لوگ کسیکی دشمنی کی پروا نہین کرتے وہ صرف اپنی معشوق کو راضی رکھنے کی کوشش کیا کرتے ہین اور بمصداق دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست بے فکر ہو جاتا ہے۔

چرا ز کوی خرابات روی برتابم کزین بہم بجہان ہیچ رسم و راہی نیست

کوچۂ خرابات سے کسلئے مونھ پھیرون کہ اس سے بہتر میری دنیا مین کوئی رسم و راہ نہین ہے

طمع خام بہین کہ قصہ فاش | از رقیبان نہفتنم ہوس ست

طمع خام کو دیکھہ کہ قصہ فاش کو | رقیبون سے چھپانی کی ہوس رکھتا ہون

قصہ فاش یعنے حال عشق جو لوگون پر ظاہر ہو گیا ہو رقیبون سے مراد زاہدان مدعی ہین
یعنے میرے اس طمع خام کو غور کر کہ مین عشق کو جو فاش ہو گیا ہے زاہدون اور دنیادارون سے
پوشیدہ رکھنے کی ہوس کر رہا ہون غرض کہ راز عشق کا پوشیدہ رکھنا ممکن نہین۔

شب قدری چنین عزیز و شریف | با تو تا روز خفتنم ہوس ست

شب قدر ایسی عزیز و شریف مین | تیرے ساتھہ دن تک سونے کی ہوس رکھتا ہون

شب قدر سے یا تو عمر مراد ہے یا شب وصال تا روز یعنے تا دم مرگ جو کہ عارف کی بیداری کا
وقت خیال کیا جاتا ہے یعنے مجھے شب قدر ایسے عزیز و بزرگ معلوم ہوئی ہے کہ مین تیرے ساتھہ
دن نکلنے تک سوتا رہون۔

وہ کہ دردانہ چنین نازک | در شب تار سفتنم ہوس ست

حیف کہ ایسے نازک موتی کردانون کو | اندھیری رات مین بیندھنے کی ہوس رکھتا ہون

دردانہ سے مراد اسرار معرفت اور شب تار سے دنیا مقصود ہے یعنی معرفت کا کمال مین دنیا
مین حاصل کرنا چاہتا ہون جو ممکن نہین چنانچہ ما عرفناک حق معرفتک
اسپر دلیل ہے۔

ای صبا امشبم مدد فرمای | کہ سحر گہ شگفتنم ہوس ست

اے صبا آج کی رات مدد کر | کہ صبح کیوقت مجھے شگفتہ ہونے کی ہوس ہے

صبا سے مرشد۔ امشب سے حالت ہستی دنیا سحرگہ سے روز قیامت مراد ہے شگفتن۔ کھلنا
خوش خرم ہونا یعنے ای مرشد کامل اس دنیا کی ہستی مستعار مین حقایق و معارف کے
بیانات کرکے مدد فرما اور کشاکش حوادثات سے چھوڑا کر ادھر سمجھہ پہونچا دے کہ جہان
کسی بات کا خوف نہو اسواسطے کہ قیامت کے دن مین خوش خرم ہو جانیکی آرزو رکھتا
ہون قیامت کو وہی شخص خوش ہوگا کہ جو تمام اعمال رذیلہ سے خالص ہو کر اعمال حسنہ مین
ملتبس ہو گیا ہو اور فانی ہو کر معشوق حقیقی سے جا ملا ہو۔

بلا آہ کے تیر کے نہین ہو سکتا۔ خلاصہ یہہ کہ ظالمونکا ظلم عام ہو گیا ہے اوس سے رہائی پانا بجز
گوشہ نشینی یا خدا کی جناب مین بغیر زاری الحاح کئے ہوے ممکن نہین۔ یا یہہ مطلب ہے
کہ کوئی کمان گوشہ نشینی کی اور تیر آہ کا نہین ہے کہ جو اس عقاب جور کا دفعیہ
کر سکے۔

چنین کہ در ہمہ سودائی راہ مے بینم ۔ بہ از حمایت زلف توام پناہی نیست

اب کہ مین سب مین طریقہ کا سودا دیکھتا ہون ۔ میرے لئے تیری زلف کی حمایت سے بہتر کوئی پناہ نہین ہے

سودائی راہ بمعنے تعصب عقیدت جس سے درویشان مقلد زاہدان ریاکار کی صفت مقصود ہے
یعنے جبکہ زمانہ کا یہہ حال ہے کہ ہر طرف مقلدون نے ریاضت ظاہری کی دہن مین عوام الناس
کے سامنے معرفت پر پردہ ڈال رکھا ہے اور عاشقان صادق عنقا صفت معدوم ہین تو
ایسے زمانہ مین تیری زلف کی حمایت سے بہتر جس سے جذبہ و لطف مراد ہے میرے لئے
کوئی پناہ نہین ہو سکتی یعنے سب سے بہتر یہہ ہی ہے کہ ہم اپنے کام کو تیرے جذبہ عشق پر
چھوڑ دین اور کسی سے بیعت نہون۔

خزینہ دل حافظ بزلف و خال مدہ ۔ کہ کارہای چنین حد ہر سیاہی نیست

دل حافظ کا خزانہ زلف و خال کو ندے ۔ کہ اسطرح کے کام ہر سیاہی کی حد نہین ہین

مطلب یہ کہ اے محبوب حافظ کے خزانہ دل کو معشوقان ظاہر کے سپرد نہ کر یعنے عشق مجاز کا گرفتار
نہ بنا یہہ خزانہ جس سے دل حافظ مراد ہے اس سیاہی کی حد نہین ہو سکتا بس تجھکو چاہئے
کہ سب سے علیحدہ کر کر اپنے عشق کے سلسلہ کا پابند کرنہ کسے غیر کا۔

حال دل با تو گفتنم ہوس ست ۔ خبر دل شنفتنم ہوس ست

مجھے تجھ سے حال دل کہنے کی ہوس ہے ۔ دل کی خبر سننے کی آرزو ہے

معشوق کی طرف خطاب کرتے ہین کہ مجھے تجھسے اپنا حال دل عرض کرنے کی
آرزو ہے اور کوئی بات دل کی متعلق تیری زبان سے سننے کی ہوس ہے یعنے یہہ
آرزو ہے کہ تجھسے اپنا حال دل بیان کرکے دل کے بارہ مین تیری زبان سے
کچھہ سنون۔

میخواست گل کہ دم زند از رنگ و بوی تو / از غیرت صبا نفس اندر دہان گرفت

گل چاہتا تہا کہ تیری رنگ و بو کا دم بہرے / کہ اوسکی غیرت سی صبا نی سانس کو منہ مین گہوٹا

گل کا کنایہ سالک کی طرف اور صبا کا مرشد کامل کی جانب ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب عاشق مقام تلوین مین صفات معشوق سے موصوف ہوا یا اوسنے تجلی ذات کی اپنے مین دیکھی تو اپنے آپ کو عین ذات تصور کرکے خیال کرنے لگا کہ منصور کی طرح انا الحق کا دم بہرے اور اپنے مین وہی رنگ و بو ملاحظہ کرے مگر صبا نے جس سے کہ مرشد مقصود ہے کمال غیرت تو انا غیور سے اوسکو منع کیا اور ایسا کرنیکی اجازت ندی ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک + انسان کی کیا ہستی کہ اوس رنگ و بو کا مقابلہ کرے۔

چون لالہ کج نہادہ کلاہ طرب ز کبر / ہر داغ دل کہ بادہ چون ارغوان گرفت

جب لالہ کیطرح کلاہ طرب کبر سے ٹیڑہی رکہی / ہر داغ دل نے ارغوان کی سرخ رنگ کو لیا

ارغوان پہول کی قسم ہے اور بادہ چون ارغوان شراب انگوری جو سرخ ہوتی ہے اور اس سے عشق حقیقی مراد ہے مطلب یہ کہ جس دل نے کہ سرخ داغ ارغوانی لئی یعنے عشق حقیقی حاصل کیا اوسنے لالہ کی طرح غایت کبر سے خوشی کی ٹیڑہی ٹوپی سر پر رکہی خلاصہ یہ کہ جس شخص نے اوس ذات حقیقی کا عشق کیا وہ ہمیشہ عیش و عشرت نصیب رہا اور اس جہان فانی کے رنجون سے بالکل فارغ ہوگیا۔

آن روز عشق ساغر می خرمنم بسوخت / کاتش ز عکس عارض ساقی در آن گرفت

اوس روز سے ساغر می کے عشق نے میرے خرمن کو جلایا / کہ جب سے ساقی کے عارض کی آتش اوسمین لگی

ساغر می سے مراد معشوق مجازی کہ جس مین تجلی محبوب حقیقی کی ہی ہوتی ہے عارض ساقی ذات محبوب حقیقی مطلب یہ کہ عشق محبوبان مجازی نے اسلئے مجہے برباد کردیا کہ وہ مظہر جمال حقیقی کے ہوتے ہین۔ اسواسطے کہ خوبرویان مجازی اہل حقیقت کے نزدیک مظہر جمال الٰہی ہین اور جمال الٰہی کا عکس اون مین پرتوفگن ہوتا ہے۔

از برائے شرف بنوک مژہ | خاک راہ تو رُفتنم ہوس ست
برائے حصول شرف نوک مژگاں سے | تیری خاک راہ کو جھاڑنے کی ہوس ہے
ہمچو حافظ بزعم مدعیان | شعر رندانہ گفتنم ہوس ست
مدعیوں کے زعم مین حافظ کی طرح | مجھے شعر رندانہ کہنے کی ہوس ہے

اس مقطع مین حافظ کا خطاب مرشد کامل کی طرف معلوم ہوتا ہے اور گفتنم کی ضمیر متکلم خود حافظ صاحب کی طرف ہے یعنے مدعیان منکر یہ خیال کر رہے ہین کہ مین مرشد کامل کیطرح بیان حقائق واسرار معرفت کا بیان کرنے کی ہوس رکھتا ہون حاشا کلا یہ بات نہین بھلا مین وہ باتین اپنے اشعار مین کیسے بیان کر سکتا ہون جو مرشد اپنی زبان فیض رسان سے بیان کیا کرتا ہے۔

حسنت باتفاق ملاحت جہان گرفت | آری باتفاق جہان میتوان گرفت
تیرے حسن نے ملاحت کے اتفاق سے جہان کو لیا | ہان اتفاق سے جہان کو لیا جا سکتا ہے

واضح ہو کہ اس شعر مین حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل اول کی رعایت رکھی ہے اور یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت مین ہے یعنے تیرے حسن نے جسمین ملاحت متفق ہے (پائی جاتی ہے) سارے جہان کو اپنا گرویدہ بنا لیا چونکہ اتفاق سے ہی عالم محیط ہو سکتا ہے۔ پس تیرے حسن مین جو اتفاق ملاحت تھا تو یہ ہی وجہ ہے کہ سارا جہان تیرا دیوانہ و شیدا ہوا۔ علاوہ اسکے انا ملیح واخی یوسف صبیح کے حدیث پر بھی شعر ہذا کا یہی مطلب ہو گا۔

افشای راز خلوتیان خواست کرد شمع | شکر خدا کہ سر دلش بر زبان گرفت
شمع نے خلوتی لوگون کا راز فاش کرنا چاہا تھا | خدا کا شکر کہ اوسکی دل کا بھید زبان نے پکڑا

راز خلوتیان حالات اسرار معرفت۔ شمع سے عاشق بیقرار جو روز و شب جلتا رہتا ہو مراد ہے اور مطلب صرف یہ ہے کہ عاشق بیقرار اسرار عاشقان کامل یعنے حالات معرفت کو بیخودی مین فاش کرنے والا تھا مگر خدا کا شکر کہ زبان اوسکی نہ چلی اور راز اوسکے دل کا بھید زبان پر آ کر رہ گیا۔

می دہ بجام جم کہ صباح صبوحیان | چون پادشہ بہ تیغ زرافشان جہان گرفت

جام جم مین شراب دے کہ صبوحی پینے والون کی صبح نے | مثل پادشاہ کی تلوار زرافشان سے جہان لے لیا

اسمین مخاطب محذوف ہے مگر مرشد کامل کو سمجھنا چاہئے - اور مطلب یہ کہ اے مرشد کامل صبح کے وقت جو کہ فیض کا وقت ہے صبوحی پینے والون یعنی عاشقون کو ساغر جم مین شراب دے کہ تیغ زرافشان سے جس سے آفتاب کی طرف کنایہ ہے پادشاہ کی طرح جہان کو لیلیا خلاصہ یہ کہ سورج نکل آیا -

فرصت نگر کہ فتنہ چو در عالم اوفتاد | عارف بجام می زد و از غم کران گرفت

فرصت جان کہ جو فتنہ عالم مین پڑا | عارف نے پیالہ مین شراب لی غم سے کران ہوا

می بجام زد - یعنی شراب جام مین لوٹ لی مطلب یہ کہ عارف نے جو میرا دل ہے جب حوادثات دنیا سے فرصت پائی تو عشق محبوب حقیقی مین سراسر مستغرق ہوگیا - یعنی دنیا کے تعلقات سے جو باعث غم والم ہین یکسوئی اختیار کرلی -

زین آتش نہفتہ کہ در سینۂ منست | خورشید شعلہ ایست کہ در آسمان گرفت

اس پوشیدہ آگ سے کہ جو میری سینہ مین ہے | سورج بھی ایک شعلہ ہے کہ جو آسمان پر چلا گیا

یعنی اسرار عشق و معرفت کی آگ کہ جو مین سینہ مین پوشیدہ رکھتا ہون سورج بھی ایک شعلہ ہے جو آسمان تک چلا گیا ہے

حافظ چو آب لطف ز نظم تو میچکد | غیری چگونہ نکتہ تواند بر آن گرفت

حافظ جب آب لطف تیری نظم سے ٹپکتا ہے تو | غیر کس طرح اوس پر نکتہ چینی کرسکے

مطلب صاف ہے توضیح طلب نہین یعنی اے حافظ جب تیرا کلام لطیف و پاکیزہ ہے تو دشمن کی کیا مجال کہ اوس پر نکتہ چینی کی جرات کرے

خیال روی تو در ہر طریق ہمرہ ماست | نسیم موی تو پیوند جان آگہ ماست

تیرا خیال ہر طریق مین ہمارے ساتھ رہتا ہے | تیری بو سے نسیم ہماری جان آگہ کا پیوند ہے

یعنی اے محبوب اگرچہ ظاہر مین ہم تیرے مشاہدہ روح افزا سے محروم ہین لیکن جس جگہ اور جس طریق مین ہین تیرے خیال سے مسرور اور محظوظ ہوتے رہتے ہین اور تجھسے کسی حال مین غافل نہین رہتے ہین - کیونکہ تیری زلف کی نسیم ہماری جان سے کسی وقت جدا نہین ہوتی -

بہ بین کہ سیب زنخدان او چہ میگوید | ہزار یوسف مصری فتادہ در چہ ماست

دیکھ کہ اوسکی سیب زنخدان کیا کہتی ہے | ہزارون یوسف مصری ہماری اس کنوئی مین پڑے ہوئے ہین

آسودہ بر کنار چو پرکار می شدم دوران چو نقطہ عاقبتم درمیان گرفت

میں پرکار کیطرح کنارہ پر آرام کرتا تھا زمانہ نے آخرکار نقطہ کی طرح مجھکو درمیان مین کرلیا

اصطلاح ریاضی مین نقطہ اوسکو کہتے ہین جو قابل اشارہ حسی تو ہو مگر قسمت پذیر نہو یعنے اوسکے حصہ نہو سکین۔ لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ مین اس سے قبل عالم کے کنارہ پر کار کی مانند پہرتا تھا اور کسی چیز سے تعلق نہ رکھتا تہا مگر انجام کار زمانہ نے تعلقات ہوا و ہوس مین مبتلا کرکے دائرہ محبت مین ڈالدیا۔

خواہم شدن بکوی مغان آستین فشان زین فتنہا کہ دامن آخر زمان گرفت

مجھکو کوچہ مغان مین آستین جہاڑنی چاہئے ان فتنون سے کہ جنہون نے آخر وقت مین دامن پکڑا

یعنی ان فتنون سے کہ جنہون نے آخر وقت مین میرا دامن پکڑا ہے کوی مغان مین حلقہ عشق حقیقی مین مجھکو اپنی آستین جہاڑنی چاہئے یعنی عشق حقیقی کرکے فتنہائے مذکورہ سے قطع تعلق کرنا چاہئے۔ یعنے منزل عشق معرفت مین پہونچکر مین فتنون سے پناہ حاصل کرونگا۔

بر برگ گل بخون شقائق نوشتہ اند کانکس کہ پختہ شد می چون ارغوان گرفت

پہول کی پتی پر سرخ خون سے لکھا ہے وہ شخص جو کہ پختہ ہوا اوسنے شراب ارغوانی پی

مطلب یہ کہ پہول کے پتے پر جو کہ اوس پہول کے خون سے لکھا ہے وہی تاویل کرتا ہے کہ جو شخص دانا اور سمجھدار ہے اوس نے شراب ارغوان سے جس سے شراب سرخ یعنی شراب عشق حقیقی مراد ہے میل کیا۔ پختہ کے معنے پختہ معرفت کے ہین پس جو شخص پختہ ہو وہ خود اس بہید کو سمجھ لیگا۔

می خور کہ ہر کہ آخر کار جہان بدید از غم سبک آمد و رطل گران گرفت

شراب پی کہ جس شخص نے آخر کار جہان کو دیکہا غم سے ہلکا ہوا اور بہاری وزن حاصل کیا

رطل گران سے عشق حقیقی مراد ہے اور مطلب یہ کہ شراب عشق الہی کے حاصل کرنیکو کوشش کر کیسلئے کہ جس شخص نے انجام کار اس جہان کو آزمایا تو اوسکو معلوم ہوا کہ اسمین کسی کے ساتھ کام نہین، اور اوسکا طالب سوائے رنج و محنت اور کچھ اوس سے حاصل نہین کرسکا پس تو بھی تعلقات دنیا سے سبک ہوجا اور عشق حقیقی کرکے بھاری بھرکم بن۔

آپ چلنے پر رضامند ہوئی۔ اور اوسکے ساتہ چلدئے جسوقت کہ یوسفؑ زلیخا کے ساتہ طعنہ مار نیوالیونکی کمرہ مین داخل ہوئی زلیخانے اپنی سب مہمانون سے کہا کہ تم اپنی اپنی چہریون سے اپنی اپنی سامنی کا میوہ کاٹ کر کہاؤ پس جسوقت کہ اونہون نے چہریان اوٹہا کر میوہ کاٹنے شروع کئے اوسیوقت یوسفؑ کو زلیخانے اونکی سامنے لاکر بٹہایا تہا وہ آپکی صورت دیکہتے ہی ایسی بیہوش ہوگئیں کہ بجای میوون کے سب نے اپنی اپنے ہاتہہ کاٹ ڈالے باوجودیکہ اونہون نے اپنے آپ کو قابو مین رکہنے کی بہت کوشش کی تہی۔ مگر حسن و زیبائی کی تاثیر کبہی بے اثر نہین ہوتی۔ زلیخا آپ کو پہر وہین پہونچا آئی جہان سے لائی تہی اور جب وہ طعنہ مار نیوالیان ہوش مین آئین تو اونکو معلوم ہوا کہ بجاے میوون کے اونہون نے اپنے ہاتہہ کاٹ لئے تہے۔ زلیخانے کہا کہ تم تو مجہپر طعنہ کیا کرتی تہین تمہارا حال تو مجہسے بہی بدرجہا بدتر ہوگیا کہ تمنے بجای میوون کے اپنی ہاتہہ کاٹ لئے مین یوسفؑ کو روز دیکہتی ہون لیکن مین نے کبہی اپنی انگلی نہین کاٹی غرضکہ سب نے زلیخا کے سامنے سر ندامت جہکایا اور طعنہ زنی کرنا چہوڑ دیا۔

اگر بزلف دراز تو دست ما نرسد — گناہ بخت پریشان و دست کوتہ ماست

اگر تیری زلف دراز تک ہمارا ہاتہہ نہ پہونچے — ہماری قسمت پریشان کا گناہ اور ہاتہہ کی کوتاہی ہے

تیری زلف جس سے جذبۂ عشق حقیقی مراد ہے بہت لمبی ہے لیکن اگر ہمارا ہاتہہ وہان تک نہ پہونچے یعنی ہم تیرا عشق نکر سکین تو اسمین زلف دراز کا کچہ قصور نہین بلکہ ہماری بخت پریشان کی نارسائی اور کوتاہ دستی ہے خلاصہ یہ کہ تیری جذبۂ محبت کا مانع نہین ہے کسیکی استعداد پر منحصر ہے کہ چاہے وہ اوسکو قبول کرے یا نکرے۔

بحاجب در خلوت سرای خاص بگو — فلان ز گوشہ نشینان خاک درگہ ماست

خلوت سرای خاص کے پردہ دار سے کہدے — کہ فلان شخص ہماری در کی خاک کی گوشہ نشینون سے ہے

بصورت از نظر ما اگرچہ محجوب ست — ہمیشہ در نظر خاطر مرفہ ماست

ظاہر مین اگرچہ ہماری نظر سے محجوب ہے — مگر ہمیشہ ہماری شگفتہ خاطر مین موجود رہتا ہے

یعنی اگرچہ ظاہر مین محبوب حقیقی ہماری نظرون سے پوشیدہ ہے لیکن باطن مین ہمیشہ ہماری دل کی آنکہون مین چہپا ہوا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہم ہر وقت اوسے دیکہتے رہتے ہین۔

اگر چو سائلی حافظ دری زند بکشا — کہ سالہاست کہ مشتاق روی چون مہ ماست

اگر فقیر کی طرح حافظ دروازہ کہٹکہٹائے کہولدے — کہ وہ برسون سے مشتاق ہماری رخ روشن کا ہے

سیب زنخدان سے محبوب کا قہر آمیز لطف مراد ہے یوسف مصری کا اشارہ عاشقان الہی کی طرف سمجھنا چاہئے۔
مطلب یہ ہے کہ ای مخاطب دیکھہ کہ اوسکی سیب زنخدان (لطف قہر آمیز) کیا کہتا ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ ہزارون
عاشقان صادق اور مشتاقان واثق ہمارے اس چاہ مین پڑے ہوئے ہین یعنی عاشق ہوگئے ہین۔ چاہ زنخدان
کی حکایت ظاہر ہے۔

بزعم مدعیانی کہ منع عشق کنند — جمال چہرۂ تو حجت موجّہ ماست

مدعیون کے زعم مین کہ جو عشق کو منع کرتے ہین — تیرا جمال و رخ ہمارے لئے ظاہری حجت ہے

یعنی ای محبوب مدعیون اور منکرون کے زعم کے رد کرنیکو جو ہمکو عشق سے منع کرتے اور زبان طعنہ دراز
کرتے ہین خود تیرا جمال اور چہرہ منور ہمارے لئے عمدہ حجت ہے کہ ایسی زیبا صورت اور رعنا شکل و شمائل کا
عشق کیسے چھوڑدین۔ واضح ہو کہ عارفان کامل ہر مخلوق کو اوسیکا مظہر جانتے اور ہر شے مین اوسیکا جلوہ
دیکھتے ہین اسلئے یہ بات اونکے لئے عشق کو کرتے رہنے کی پوری دلیل اور ظاہری حجت ہوتی ہے گو ظاہر مین
لوگ اسکو نہ دیکھین اور اونپر زبان طعنہ دراز کرین۔

نقل ہے کہ جب زلیخا یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوئی اور عنان صبر و ضبط اوسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی تو
اوسکے اقارب اور ہمجولیون عورات نے اوسپر ملامت کرنا شروع کی کہ ای زلیخا کیا تجکو اپنے ایک زرخرید
غلام پر ایسے بیباکانہ طور پر محبت کرتے ہوے شرم نہین آتی زلیخا نے جواب دیا کہ تم مجھپر طعنے نہ مارو وہ ایسا
خوبصورت ہے کہ اگر تم اوسکو دیکھہ لو تو مجھپر طعنہ زنی چھوڑ دوگی اور مجھسی ہی ہو جاؤگی اون سب نے
اسکو محض بیہودہ بات سمجھکر جواب دیا کہ زلیخا زبان کو روک خدا نکرے کہ ہم تجھسے ہون تجھے تو جنون ہے ہم
تیری طرح پاگل تھوڑا ہی ہین جو غلامون پر جان دیتی پھرین۔ غرض کہ زلیخا نے اونکی اس انکار کا جواب
دینے کے لئے سب کی دعوت کی اور طرح طرح کے کھانے مہیا کئے اور ملک کے دستور کی موافق دسترخوان پر سالم
لیمو ہی معہ چھریون کے رکھدئے تاکہ ہر مہمان اپنا لیمو چھری سے کاٹے اور کھائے۔ جب کھانا چنا گیا اور سب
عورتین بیٹھ گئین تو زلیخا اونسے تھوڑی دیر توقف کرنیکو کہکر چلی گئی اور یوسف علیہ السلام کے پاس پہونچی
اور نہایت عاجزی سے کہنے لگی کہ ای حسینان جہان کے سرتاج تم ذرا میری ساتھ چلنے کی تکلیف گوارا فرماکر
مجکو زبان خلق کے طعنون سے جو وہ تمہاری عشق کی بدولت مجھپر کہولتی ہین رہائی دلوادو اور میری ہمجولیونکو
اپنا جمال دکہادو تاکہ وہ آیندہ مجکو پاگل نہ بنائین۔ اول تو یوسفؑ نے انکار کیا مگر زلیخا کے بہت سے اصرار سے

جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ عالم کو کسی بات کے ماننے کے واسطے بہت سی حجت کی بہی ضرورت ہوتی ہی برخلاف
غیر عالمون کے کہ بلا حجت کے کسی بات کو مان لیتے ہین ہم اسکی مثال مین شیطان کو جو معلم الملکوت
تہا پیش کرین گے کہ ادسنے حضرت آدمؑ کے پتلہ کو سجدہ کرنے مین خدا کے حکم کے خلاف بہت سی قانون نکو بگھارا
اور فرشتون نے فوراً سجدہ کیا مگر شیطان نے اپنے علم و فضل کے سبب ایسا کرنے سے انکار کردیا تہا اور اسی
انکار پر وہ راندۂ درگاہ الہی ہوا۔ لہذا اس دلیل سے بہت سا علم بہی حجاب اکبر ہی ہو جاتا ہے۔

بچشم عقل ببین در جہان پرآشوب — جہان و کار جہان بی ثبات و بی محل ست

جہان پُر آشوب کو چشم عقل سے دیکہہ — کہ جہان اور جہان کا کام بے ثبات و بے موقع ہی

یعنی ای مخاطب ذرا عقل سے سوچ کہ یہ دنیا اور اسکا کاروبار جسمین تو ایسا منہمک اور مستغرق ہو رہا ہی
بالکل ناپائدار اور بے محل ہے پس اوس سے دلبستگی نرکہہ اور معشوق حقیقی کے عشق مین ڈوب جا۔

دلم امید فراوان ز وصل روی تو داشت — ولی اجل بره عمر رہزن امل ست

میرا دل تیری چہرہ کی وصل سی بہت سی امیدین رکہتا تہا — لیکن اجل راہ عمر مین امید کی قزاق ہو گئی

یعنی ای محبوب مین تیری وصل اور مشاہدہ رخ کی بہت سی امیدین رکہتا ہون کہ ضرور روی دوست کو
دنیا مین مشاہدہ کرون گا لیکن یہ موت راہ عمر مین اون امیدونکی رہزن بن گئی یعنی اجل نے وہ سب
امیدین منقطع کردین کیونکہ جب مین اس دوروزہ عمر پر نظر کرتا ہون تو معلوم ہوتا ہی کہ اوسکو کسی طرح کا استحکام
نہین۔ بس مین اس عمر چند روزہ مین روی محبوب کا مشاہدہ کیسے کر سکون گا۔

ز قسمت ازلی چہرۂ سیہ بختان — بشست و شوی نگردد سپید این مثل ست

سیہ بختون کا چہرہ تقدیر ازلی سے ہی — باوجود دہونے اور صاف کرنیکی بہی سپید نہین ہوتا یہ مثل ہی

جو لوگ کہ ازل ہی سے بدقسمت اور سیہ بخت چہرہ رکہتے ہین یعنی عشق حقیقی سے محروم ہین اونکا منہ شست و شوی
یعنی جد و جہد (کسی کے سمجہانے بجہانے) سے بہی سپید نہین ہوتے خلاصہ یہ کہ وہ عشق حقیقی حاصل نہین
کر سکتے چاہے اونسے کتنا ہی کہا جاوے۔

بگیر طرۂ مہ طلعتی و قصہ مخوان — کہ سعد و نحس ز تاثیر زہرہ و زحل ست

کسی مہ طلعت کا طرہ پکڑ اور یہ قصہ نہ پڑہ — کہ منحوس اور مبارک زہرہ اور زحل کی تاثیر سے ہی

یعنی ای طالب تو شوق سے زلف معشوق کو پکڑلے اور یہ قصہ مت سنا کہ یہ سعد زہرہ کی تاثیر سے ہی اور

یہ شعر معشوق کا مقولہ ہی یا حافظ صاحب گویا معشوق کی زبان سے فرماتی ہین اور رقیب کی طرف خطاب کرتی ہین
باقی مطلب صاف ہے۔

درین زمانہ رفیقی کہ خالی از خلل ست — صراحی می ناب و سفینۂ غزل ست

جو رفیق کہ اس زمانہ مین خلل سے خالی ہے — صراحی مئ ناب اور سفینۂ غزل کا ہے

اسکا صرف یہ مطلب ہی کہ جو رفیق یعنی سالک اس زمانہ مین خلل دنیا و ما فیہا سے پاک ہی اوسکو گویا شراب
محبت کی صراحی اور حقائق و معرفت کے بیان کی غزل یا اوسکا سفینہ سمجھنا چاہیے۔

جریدہ رو کہ گذرگاہ عافیت تنگ ست — پیالہ گیر کہ عمر عزیز بی بدل ست

تنہا چل کہ آسایش کی جگہ تنگ ہے — شراب پی کہ عمر عزیز بے بدل چیز ہے

یعنی دنیا سے تعلق نرکہہ اور تنہا رہ اسواسطے کہ جو راستہ آرام کا ہی وہ بہت تنگ ہی یا یہ کہ اوسمین صرف
تنہا کے چلنے کی گنجایش ہے اگر تعلقات کے ساتہ اوسمین ہوکر گذریگا تو تکلیف اوٹہائیگا۔ پیالہ شراب
عشق و محبت کا لے کہ عمر عزیز بیش قیمت چیز ہے یہ اگر ضائع ہوگئی تو پہر لوٹ کر نہین آئیگی۔ کیونکہ عشق و زہد و رندی
و تقوی جو کچھ کرنا ہو وہ دنیا ہی مین ہو سکتا ہی موت کے بعد کچھ نہین ہوگا اسی اعتبار سے عمر کو بے بدل چیز کہا
کہ زندہ سے ہی عشق حقیقی بہی ہو سکتا ہی مردہ سے کچھ نہین ہوتا۔

نہ من ز بی عملی در جہان ملولم و بس — ملالت علما ہم ز علم بی عمل ست

مین ہی جہان مین بے عملی سے ملول نہین ہون — بلکہ علما کو بہی علم بے عمل سے محرومی ہے

مطلب یہ کہ جہان مین صرف مین ہی بے عملی کی بدولت معرفت الہی سے محروم نہین ہوا ہون بلکہ علماء کی
محرومی بہی علم بے عمل ہی سے ہوئی ہی کیونکہ وہ علم جو بغیر عمل کے ہوتا ہی کوئی نفع نہین پہونچاتا جیسا کہ
حدیث شریف مین وارد ہے اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ عِلْمٍ بِلَا عَمَلٍ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بے عمل علم سے خدا کی پناہ۔ اور ممکن ہے کہ بے عملی کا اشارہ کثرت علم کی طرف ہو کیونکہ علم پر پوری طور کا
عمل کرنا دشوار ہوتا ہی تو یہ مطلب ہوگا کہ مین ہی اکیلا کثرت علم سے بے معرفت نہین رہ گیا بلکہ بے عالم و
فاضل بہت سے لوگ جو معرفت سے محروم ہوے وہ کثرت علم ہی کا سبب تہا کہ اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰہِ الْاَکْبَرُ۔ یہان
یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم ہی معرفت حق کا ذریعہ ہی چنانچہ شیخ سعدی صاحب فرماتی ہین کہ بی علم نتوان خدا را شناخت
اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ علم ہدایت کا سبب ہی لیکن غرور و خود بینی اور تکبر وغیرہ بہی اسی سے پیدا ہوجاتی ہین

ظاہری طور پر شعر گذشتہ سی تعلق ظاہر ہی مگر باطنی غور سے یہ مطلب ہی کہ جس شخص نے دنیا مین آرام سی بسر کی آخرکار نتیجہ مین ندامت ہی اوٹھائی یا یہان سے نادم ہی ہوکر گیا خلاصہ یہ کہ دنیا کا کاروبار سوای ندامت و پشیمانی کے اور کچھ انجام نہین دکھاتا۔

شمع گر زان رخ خندان بزبان لافی زد ۔۔۔ پیش عشاق تو شبہا بغرامت برخاست

بجھنے والی شمع نے رخ خندان سے لاف زنی کی ۔۔۔ تیری عاشقونکی سامنے سی پشیمان ہوکر اوٹھ گئی

عاشقان محبوب حقیقی اور جل جل کر بجھ جانی والی شمع کا مقابلہ ہی کہ گو بجھنے والی شمع ہنس ہنس کر عاشقی مین زبان سے لاف زنی کرتی رہتی لیکن تیرے عاشقونکی سامنے سے شرم کہا کر اوٹھ گئی۔

در چمن باد بہاری ز کنار گل و سرو ۔۔۔ بہواداری آن عارض و قامت برخاست

چمن مین باد بہاری گل و سرو کے پاس سے ۔۔۔ اوس عارض و قد کی [illegible] اوٹھی

یعنی تنہا مین ہی اوس محبوب کا ثناخوان اور عاشق حسن و جمال نہین ہون بلکہ باغ مین [illegible] بھی جو گل و سرو کی ہم صحبت رہتی ہی اوس عارض و قامت کی ہواداری کے واسطے مستعد ہو گئی۔ عارض کے مقابلہ مین گل اور قامت کے مقابلہ مین سرو آیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ صرف مین ہی [illegible] عارض اور قامت پر فدا نہین ہو گیا بلکہ باد بہار نے بھی گل و سرو کو چھوڑ کر اوسکی ہواخواہی اختیار کی۔

مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت ۔۔۔ بتماشای تو آشوب قیامت برخاست

تو خلوت مین بیٹھی ہوی فرشتون کی پاس سے ہوکر گذرا ۔۔۔ تیرے دیکھنے کے لئے [illegible] قیامت اوٹھا

اسکا خطاب اگر خود متکلم کی طرف سمجھا جای تو یہ مطلب ہی کہ تو بادۂ عشق و محبت اور معرفت مین ایسا مست ہو کر گذرا کہ انسان تو انسان بلکہ گروہ ملائکہ مین بھی تیرے دیکھنے کا شور قیامت برپا ہو گیا یعنی تمام فرشتگان تیری ملاقات اور دیدار کے لئے ہجوم کر آئے اور نیز اس شعر سے معراج شریف کا بھی مضمون ادا ہونا ممکن ہے کہ جب ختم المرسلین محبوب دو عالم معراج کو تشریف لے گئے تو تمام ساکنان عالم بالا آپ کے دیدار اور ملاقات کے لئے ہجوم کئے ہوئے آئے تھے۔

پیش رفتار تو پا بر نگرفت از خجلت ۔۔۔ سرو سرکش کہ بناز از قد و قامت برخاست

تیری رفتار کے سامنی شرمندگی سی قدم نہ بڑھایا ۔۔۔ سرو سرکش نے کہ جو ناز کے قد و قامت سی اوٹھا

اس شعر مین صرف تعلیل کی خوبی دکھائی گئی ہے یعنی سرو جو چل پھر نہین سکتا تو اسکا یہ سبب ہی کہ تیری

وہ نامبارک زحل کے اثر سے ۔ سعد ونحس خوف ورجا کے خیال سے ہوتا ہی عاشق کو ان جھگڑون سے کیا غرض اوسے صرف اپنے عشق سے مطلب رکھنا چاہئے طرہ کی تشبیہ زحل سے دی گئی ہے جو تاریک اور خوفناک ہوتا ہے اور تشبیہ طلعت کی زہرہ سے ہی جو روشن ہوا کرتا ہے ۔

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی — مگر بنای محبت کہ خالی از خلل ست

جس بنا پر تو غور کرے وہ خلل پذیر ہے — سوای ایک بناے محبت کی کہ جو خلل سے خالی ہوتی ہے

مطلب یہ کہ زہد و تقویٰ کی یہ بنا خلل پذیر ہوتی ہے یعنی اوسمین جلد خلل پڑ سکتا ہی مگر صرف ایک عشق حقیقی کی بنا ایسی ہی کہ جسمین کسی طرح خلل نہین پڑ سکتا اور نہ اسمین کسی خلل کی گنجایش ہے ۔ اسکا مقصود عشق حقیقی کو زہد و تقویٰ سے بڑہانا ہے ۔

بہیچ دور نخواہند یافت ہشیارش — چنین کہ حافظ ما مست بادۂ ازل ست

کسی زمانہ مین اوسکو ہشیار نہ پائینگے — ہمارا حافظ شراب ازل کا ایسا مست ہے

منکرون سے خطاب ہی اور حافظ کہ اشارہ دل کی طرف یعنی ای منکرو ہمارا دل بادۂ ازل جس سے مقصود عشق و محبت ہی ایسا مست ہو رہا ہی کہ کسی وقت بہی اسکو ہوش مین نہ پاسکوگے یعنی مست روز الست ہے جو کبہی ہشیار نہو سکے گا ۔

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست — گفت با ما منشین کز تو سلامت برخاست

دل و دین میرا گیا اور دلبر نے ملامت سے اوٹہایا — کہا کہ ہماری پاس نہ بیٹہ کہ تجہسے سلامتی برخاست ہوئی ہے

عاشق متکلم اپنے ہمدمون کو مخاطب کرکے کہتا ہی کہ مجہ بیچاری کے حال پر غور کرو کہ جو کچہ میری پاس تہا حتیٰ کہ دل و دین بہی اوسپر نثار کر دیا تاہم استغناء محبوب میری حال سے کم نہوی اور اوسنے یہ کہکر اپنے پاس سے اوٹہا دیا کہ سلامتی تیری وجہ سے اوٹہی جاتی ہے اسلئے تو ہماری پاس نہ بیٹہ ۔ عاشق کی ابتر حالت سے مجلس معشوق مین خلل واقع ہوتا ہی چنانچہ عام قاعدہ ہے کہ معشوق لوگ اپنی جلسہ مین عاشقون کا آنا پسند نہین کرتے ہہذا یہان بہی حافظ صاحب وہ ہی مضمون ادا کر رہی ہین ۔ حقیقی معنی کے اعتبار سے اس اوٹہ جانے کا اور عاشق کی وجہ سے سلامتی کے برخاست ہونیکا مطلب صرف استغناء محبوب حقیقی سمجہا جائیگا چنانچہ آگے کہتے ہین کہ

کہ شنیدی کہ درین بزم دمی خوش بنشست — کہ نہ در آخر صحبت بہ ندامت برخاست

کب سنا تو نے کہ کوئی اس بزم مین تہوڑی دیر خوش رہا — آخر صحبت مین ندامت سے نہ اوٹہا یا گیا

یعنی موت کی امید عنقریب ہی کہ بہت جلد میں اس وجود جسمانی سے علیحدہ ہوکر تجہ مین جاملونگا اور تیرا وصل حاصل کرونگا۔

در عشق خانقاه و خرابات شرط نیست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ہر جا کہ ہست پرتو روی حبیب ہست

عشق کے لئے خانقاه اور خرابات کی شرط نہین ہے ‌‌‌ جس جگہ کہ ہے روی حبیب کا پرتو ہے

یہ شعر جواہرات معرفت سے بہرا ہوا ہی اور ہر شخص اپنی عقل و فہم کی موافق اسکو سمجہکر اس سے محظوظ ہوسکتا ہے۔ گو ظاہر مین الفاظ ایک دوسری کی ضد معلوم ہوتے ہین لیکن اسکا مطلب ہمہ اوست و ہمہ از ہست ہے یعنی عشق حقیقی کرنیکے واسطے خانقاه یا شراب خانہ کی شرط نہین ہی خانقاه مین بہی وہی اور خرابات مین بہی یعنی ہر جگہ اوسیکا جلوہ ہے کسی اور کا نہین توپہر اوسکے عشق کے لئے خانقاه کی شرط کیون کیجای اور خرابات کی کیون نہ کیجاے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ زاہد شراب پینی دی مسجد مین بیٹہکر ۔ یا وہ جگہ بتادی جہان پر خدا نہو۔

آنجا کہ کار صومعہ را جلوہ میدہد ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ناقوس و دیر و راہب و نام صلیب ہست

اوس جگہ کہ عبادت خانے کے کام کا جلوہ نظر آتا ہے ‌‌‌ سنکہ اور بتخانہ راہب اور صلیب کے نام ہین

صومعہ یعنی عبادت گاہ ۔ صلیب ایک سہ کونی لکڑی ہوتی ہی جسکو نصرانی زنار کی جگہ استعمال کرتے ہین۔ راہب نصرانیون کا پارسا ناقوس سنکہ کہ جسکو اہل ہنود بت پرست پرستش کے وقت بجایا کرتے ہین۔ فارسی کی پرانی شرحون مین اس شعر کا مطلب صاف نہین کیا گیا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ شارحین نے اسکو خلاف شریعت سمجہکر وہ معنی نہین لکہے جو مضمون شعر سے پیدا ہورہے ہین۔ چونکہ تصوف مین بعض اوقات شریعت کو دخل نہین دیا جاتا اسلئے ہماری خیال مین اسکا صرف یہ مطلب ہی کہ ناقوس بتخانہ اور راہب کی صلیب گو بت پرستون اور ترسایون کی عبادت کے علاوہ علیحدہ طریقے ہین لیکن ان سب ذریعون سے اوسی ایک ذات کی پرستش ہوتی ہی بتخانہ مین بہی وہی پوجا جاتا ہی اور کلیسا مین بہی وہی برہمن ناقوس بہی اوسی کے واسطے بجاتا ہی اور راہب صلیب بہی اوسی کے واسطے باندہتا ہی۔ غرض ہر جگہ اوسکی پرستش ہوتی ہے۔ جب طالب نے اپنی لو مطلوب سے لگالی تو اوسکو مسجد اور بتخانہ و کلیسا مین وہی نظر آتا ہے اگر عبادت کے ظاہری سامانون پر نظر ڈالی جاے تو بڑا فرق ہے اور جو باطن کو غور کرو تو سب اوسی کے دلدادہ ہین۔ ہمین اس شعر کا یہ مطلب بیان کرنیمین زیادہ پس و پیش اس وجہ سے نہین ہوا کہ اس سے اوپر کا شعر بہی اسی مضمون کا موید ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ای خواجہ درد نیست و گرنہ طبیب ہست

کون ایسا عاشق ہوا کہ یار نے اوسکی حال پر نظر نہ کی ‌‌‌ ای خواجہ درد ہی نہین ورنہ طبیب تو موجود ہی

رفتار کے سامنے خجالت سے گڑگیا ہے سرو کی تعریف مین سرکش کا لفظ اسلئے لاتے ہین کہ وہ سیدھا اُٹھا رہتا ہے
جھکتا نہین جب اُسکو قد یار سے تشبیہ دی گئی تو سرکشی کا اطلاق بہی جائز ہوگیا۔

بیت

حافظ این خرقہ بینداز مگر جان ببری کآتش از خرمن سالوس و کرامت برخاست

حافظ اس جبّہ کو پہینک مگر جان بچالے کہ آگ مکر و کرامت کی خرمن سے اوٹھی

یعنی ای حافظ تو اس مکر و فریب کے جبہ کو پہینک شاید کہ اسی طرح سے تو اپنی جان نکال لیجاوی اسواسطے کہ مکر و کرامت کے ہی خرمن سے آگ پیدا ہوتی ہے اور جبّہ ان دونون مضمونون کا مامن ہے پس اگر تجہی اپنی جان اس مکر و فریب کی آگ سے بچانی ہے تو تو اس جبّہ کو بہی پہینکدے۔

روی تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست

تیرا مونہ کسی نے نہ دیکہا اور ہزارون رقیب پیدا ہو لے ابہی تو غنچہ ہی مین ہے کہ صدہا بلبلین موجود مین

رقیب سے مراد عام عاشقان الٰہی ہین گو عاشقان کامل باہم ایک دوسرے سے مجازی عاشقونکی طرح بغض و عداوت نہین رکہتے تاہم جب سب ایک ہی معشوق کے عاشق ہین تو اونکو رقیب کہنا بیجا نہین مصرعہ ثانیہ مین بہی اسی مضمون کی توضیح ہے اور عندلیب سے وہ ہی شیدای الٰہی مقصود ہین لہذا مطلب یہ ہے کہ ای محبوب حقیقی تیری صورت کو کسی نے نہین دیکہا مگر ہزارون رقیب پیدا ہوگئے اور رنگ وحدت ابہی غنچہ سے باہر نکلا یعنی تو نے اپنا دیدار (جو قیامت کو دکہایا جائیگا) ابہی کسی کو نہین دکہلایا کہ سیکڑون بلبلین (عاشقان صادق) غنچہ کے پہول ہو جانے (تیری جمال) کے مشتاق ہین۔

گر آمدم بکوی تو چندان غریب نیست چون من درین دیار ہزاران غریب ہست

اگر مین تیری کوچہ مین آیا تو چندان عجب نہین کہ مثل میری اس دیار مین ہزارون مسافر ہین

یعنی اگر مین خستہ و غریب تیرے کوچہ عشق مین آگیا اور عشق کا دعوی کرتا ہون تو کچہ تعجب نہین کیونکہ تیری کشور عشق مین ہزارون عاشق والہ و سرگشتہ پہرتے ہین خلاصہ یہ کہ ایک مین ہی تیرا عاشق نہین ہون بلکہ ایک عالم تیرے میدان محبت کا مسافر ہے۔

ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد لیکن امید وصل توام عنقریب ہست

ہر چند کہ مین تجہسے دور ہون اور تجہسے دور کوئی نہو لیکن تجھے تیرے وصل کی امید عنقریب ہے

مطلب یہ کہ با عتبار صورت جسمانیہ مین تجہسے دور ہون اور کوئی عاشق تجہسے دور نہو لیکن تیری وصل کی یعنی ہوگی

اسکا خطاب خود متکلم اپنی طرف کرتا ہی اور کہتا ہی کہ ای سالک عاشق تیرا طالع سعید اور دولت مادرزاد تفرقہ ہجران اور جدائی محجاب کے بعد پہر چمکا یعنی تجہے محبوب کا وصل حاصل ہوا۔ پس چشم بددور کہین دشمن کی نظر نہ لگ جائے یعنی پہر کہین ہجر نہو جاے۔

شکر ایزد کہ درین باد خزان رخنہ نیافت بوستان سمن و سرو گل و شمشادت

خدا کا شکر کہ اسمین باد خزان نے رخنہ نپایا تیری چنبیلی و سرو گل اور شمشاد کی باغ مین

سرو گل شمشاد وغیرہ سے عاشق لوگ مراد مین کہ جو بعض اونمین سے محبوبیت کے مقام مین ہین اور بعض محبت کے یعنی خدا کا شکر ہے کہ باد خزان نے جس سے جدائی اور ہجران کی طرف اشارہ ہی طالبون اور عاشقونکی دلونمین رخنہ نپایا اور تبدل تغیر اور کاہش نے اونکی عشق مین کسی قسم کا نقص پیدا نہین کیا ہے۔

حافظا از دست مدہ صحبت این کشتی نوح ورنہ طوفان حوادث ببرد بنیادت

ای حافظ اس کشتی نوح کی صحبت کو ہاتہ سے ندے ورنہ حوادث کا طوفان تیری بنیاد کو بہالیجائیگا

کشتی نوح اور طوفان کی رعایتین ظاہر مین۔ مگر یہان کشتی نوح کا اشارہ وجود مرشد کی طرف ہی اور مطلب صاف ہی کہ ای حافظ تو مرشد کی صحبت کو نہ چہوڑ ورنہ حوادثات دنیا کا طوفان تیری بیخ و بن کو اوکہاڑ ڈالے گا۔

ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت دردہ قدح کہ موسم ناموس و نام رفت

ای ساقی شراب لا کہ ماہ صیام گذرا پیالہ دے کہ ناموس و نام کا زمانہ گیا

مطلب یہ کہ ای مرشد یا ای وعدۂ ایزدی شراب عشق و محبت دے کیونکہ رمضان کا مہینہ جس سے زہد و پارسائی کی طرف اشارہ ہی ختم ہوا اور ایام عید یا موسم بہار کہ زمانہ عشق کا ہی آیا پس پیالہ پلا کیونکہ اب ننگ و نام و عظمت و خود بینی کا وقت نہین اب تو رندی اور مستی کا زمانہ ہے جسمین ناموس نام کی جاتے رہنے کا اندیشہ ہی نہین رہتا۔

وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم عمری کہ بی حضور صراحی و جام رفت

پیارا وقت گیا آتا کہ اوسکی تلافی کرین وہ عمر کہ جو بغیر موجودگی صراحی اور جام کی گذری

صراحی و جام بمعنی ذکر بسبب و ارادہ مسبب جس سے عشق مراد ہی اور مطلب یہ کہ ای مرشد جوانی تو لہو و لعب کی بیخبری اور بغیر حصول عشق و محبت کے گذر گئی اب کہ دوسرا زمانہ آیا پس تو شراب لا کہ دل کہول کر اسقدر پیئین کہ اس وقت کی تلافی بہی وہی ہو جائے۔

یعنی ای خواجہ جو شخص عاشق ہوا یار نے ضرور اوسکے حال پر نظر عنایت رکھی اصل مین حق بات تو یہ ہی کہ
درد نہین ہے وگرنہ طبیب تو موجود ہی مرنیوالے ہی اگر نہون تو مسیحا کسے زندہ کرے۔

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست — ہم قصۂ غریب و حدیثی عجیب ہست

فریاد ای حافظ کہ یہ تمام آخر بیہودہ سرائی نہین — نادر قصہ اور عجیب حکایت ہے

یعنی عشق کی داستان محض بیہودہ سرائی نہین ہے بلکہ عجیب قصہ اور نئی حکایت ہی۔

ساقیا آمدن عید مبارک بادت — وان مواعید کہ کردی نرود از یادت

اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو — اور وہ وعدے کہ جو تونے کئے ہین تجھے نہ بھولین

اسکا مطلب صاف ہی۔ کہ ای ساقی جو وعدے کہ تونے کئے تہے اونکو عید کے دن فراموش نکر دینا۔

در شگفتم کہ درین مدت ایام فراق — برگرفتی ز حریفان دل و دین میدادت

مجھے تعجب ہے کہ اس ایام فراق کی مدت مین — تونے حریفون سے دل و دین لے لیا جو تجھے دیا

یعنی مجھے تعجب ہی کہ تونے ایام فراق کی مدت مین عاشقونسے دل لیا حالانکہ وہ تجکو اس سے پہلے ہی دے چکے تہے۔

برسان بندگی دختر رز گو بدر آی — کہ دم ہمت ما کرد ز بند آزادت

ای دختر رز (معشوق تک) بندگی پہونچا اور کہو کہ باہر آئو — کہ ہمارے دم کی ہمت نے تجھے قید سے آزاد کیا

اسمین معشوق کا لفظ محذوف ہی دختر رز بندگی پہونچانیکی اور محبوب سی باہر نکلنے کو کہنے کی فاعل سمجھی جائیگی یعنی
ای شراب تو ہماری بندگی محبوب کو پہونچا اور کہو کہ باہر نکلے اور حریفون کے ساتہ بیٹھکر شراب نوشی کرے کسواسطے کہ
ہماری ہمت کے دم نے اوسکو ننگ و نام کی یا تنہائی کی قید سے آزاد کرایا۔ اسمین گویا معشوق کی پردہ نشینی اور
تنہائی کو دور کرنیکی اور عاشقونکی پاس تک آنے اور اونکے ہم صحبت ہونیکی تحریک کی گئی ہے۔

شادی مجلسیان در قدم و مقدم تست — جای غم باد ہر آن دل کہ نخواہد شادت

مجلسیونکی خوشی تیری تشریف آوری سے ہی — ہر وہ دل غم کی جگہ ہو جیو کہ جو تیری خوشی نکرے

یہ شعر اوپر کے شعر سے قطعہ بند ہونا چاہئے اور مطلب یہ ہی کہ عاشقان جلسہ کی خوشی تیری تشریف آوری پر منحصر ہے
وہ دل جو تیرا آنا نچاہتا اور تیری خوشی نکرتا ہو خدا کرے کہ غم کا ٹہکانا بنے۔

چشم بد دور کزین تفرقہ خوش باز آورد — طالع نامور و دولت مادر زادت

چشم بد دور کہ اس تفرقہ سے یہ ہر خوشی لوٹ آئی — تیرا نصیب نامور اور تیری دولت مادر زاد ہی

یعنی اے زاہد خلوت وتنہائی اور نیاز کو تو جان کہ یہ تیرا کام ہے عاشقوں کو تو روز ازل سے راحت وآرام حوالہ کیا گیا ہے۔

نقد دلی کہ بود مرا صرف بادہ شد ‌ ‌ قلب سیاہ بود ازان در حرام رفت

جو نقد کہ دل کا تہا وہ شراب مین صرف ہو گیا ‌ ‌ قلب سیاہ تہا اس وجہ سے حرام مین گیا

مطلب یہ کہ جسقدر نقد دل میری پاس تہا وہ سب شراب مین صرف ہو گیا۔ لیکن اسین کچہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ قلب سیاہ اگر حرام مین صرف ہوا تو بجا اور برمحل ہوا ایسی بری چیز کو ایسے ہی کام مین صرف ہونا ہی چاہئے تہا۔ اسکی عرض کرنیکی ضرورت نہین ہے کہ شراب سی عشق ومحبت مراد ہی اور حرام شراب کی صفت اگر عشق مجازی حظ نفسانی کی غرض سے ہو تو وہ بیشک حرام ہوگا دل مین اگر عشق حقیقی ہو تو وہ صاف ہی اگر مجازی ہے تو وہ سیاہ کہلایا جائیگا۔ نقد کے واسطے قلب اور دل کے واسطے قلب سیاہ شراب کے لئے حرام کا لفظ لائی ہین اور یہ سب رعایتین خالی از لطف نہین۔ اسکے علاوہ قلب سیاہ کھوٹی سکہ کو بہی کہتے ہین۔

دیگر مکن نصیحت حافظ کہ رہ نیافت ‌ ‌ گمگشتۂ کہ بادۂ عشقش بکام رفت

اور زیادہ حافظ کو نصیحت نکر کہ اوسنے راہ نپائی ‌ ‌ تو گمگشتہ ہی اوسکی شراب محبت کام سے ہے

یعنی اے ناصح حافظ کو زیادہ نصیحت نکر تو کہویا گیا ہی اور نہین جانتا کہ جسکو شراب محبت سی کام ہے وہ نصیحت کو نہین مانیگا اسلئے عاشق کو نصیحت کرنا کچہ فائدہ نہین دیتا۔

صبا اگر گذری افتدت بکشور دوست ‌ ‌ بیار نفحۂ از گیسوی معنبر دوست

اے صبا اگر تیرا گذر یار کے شہر مین ہو ‌ ‌ تو دوست کے گیسوئے معنبر سے خوشبو لا

صبا کا کنایہ مرشد کی طرف ہی اور مطلب یہ کہ ای مرشد کامل اگر تیرا گذر کشور دوست کی طرف ہو جس نے عالم وحدت اور مشاہدات تجلیات مراد ہی تو اوسکے گیسوی معنبر سے تہوڑی خوشبو (بیان حقائق ومعارف) ہم تک پہونچا دے اگر تو ایسا کرے تو۔

بجان او کہ بشکرانہ جان برافشانم ‌ ‌ اگر بسوی من آری پیامی از بر دوست

اوسکی جان کی قسم کہ شکرانہ مین جان دیدون ‌ ‌ اگر تو میرے پاس دوست کی طرف سی پیغام پہونچادے

قسم اوسی محبوب کی جان کی کہ مین اسکے شکرانہ مین اپنی جان تجہپر نثار کر ڈالون گا۔ یہ صرف اوس خوشی مین کہ میری پاس دوست کا پیام پہونچا۔

در تاب توبہ چند توان سوخت ہمچو عود　　می دہ کہ عمر در سر سودای خام رفت

توبہ کی شدت مین کب تک عود کی طرح جلین　　شراب لاکہ عمر سودای خام مین گذر گئی

یعنی ای ساقی ہم توبہ کی تاب و تپش مین کب تک جلتی رہین اب شراب دی کہ تمام عمر سودای خام مین یعنی ادہی توبہ کے خیال مین گذری چلی جاتی ہے۔

مستم کن آنچنان کہ ندانم ز بیخودی　　در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت

یعنی اتنا مست کر کہ بیخودی سے نجانون　　عرصۂ خیال مین کہ کون آیا اور کون گیا

یعنی اسے ساقی خم معرفت یا ای مرشد کامل مجھے عشق الہی کی شراب سے اسقدر مست و بیخود کردی کہ مجھے یہ خیال بہی نہ آئے کہ کون آیا اور کون گیا خلاصہ یہ کہ مین عشق الہی مین ایسا محو مطلق ہوجاؤن کہ دنیا مین کسی کی موت زیست سے بہی علاقہ نہ رکہون۔

بر بوی آنکہ جرعۂ جامی بما رسد　　در مصطبہ دعای تو ہر صبح و شام رفت

اس امید پر کہ جام کا کوئی گھونٹ ہمکو ملے　　شراب خانہ کے اندر تیری دعا مین صبح و شام گذری

مطلب صاف قابل شرح نہین شعر مذکورۂ بالا کی توضیح ہے اور اس قسم کا مضمون کئی جگہ اس سے پہلے گذر چکا ہے

دل را کہ مردہ بود حیاتی ز نو رسید　　تا بوی از نسیم میش در مشام رفت

دل کو جو کہ مردہ تہا از سر نو زندگی ملی　　جبکہ اوسکی نسیم کی بو دماغ مین پہونچی

مطلب یہ کہ جب اوسکی محبت کی بو میرے مشام جان مین پہونچی۔ تو گویا دل جو بسبب زہد و تقوی کے مردہ ہوگیا تہا نئے سرسے زندہ ہوا۔

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ　　رند از رہ نیاز بدار السلام رفت

زاہد جو کہ مغرور تہا منزل پر سلامت نہ پہونچا　　رند طریقۂ نیازمندی سے دار السلام مین پہونچگیا

مطلب یہ کہ زاہد بوجہ غرور عبادت کے منزل پر سلامتی سے نہ پہونچا یعنی اوسکا خاتمہ بخیر نہوا اور رند مقام عجز و نیاز اور قصور کی ندامت کی وجہ سے داخل جنت ہوا اگر رند سے عاشق صادق مرادلین تو دار السلام کے معنی مقام وصال حقیقی (جسکو بقا باللہ کہتے ہین) کے ہون گے۔

زاہد تو دان خلوت و تنہائی و نیاز　　عشاق را حوالہ بعیش مدام رفت

ای زاہد خلوت و تنہائی اور نیاز کو تو جانے　　عاشقون کو عیش مدام حوالہ کیا گیا

خلاصہ یہ کہ دوست کے نزدیک ہم ایسے حقیر ہین اور ہمارے نزدیک دوست کا ایسا بڑا مرتبہ ہے۔

چہ باشد ار شود از قید غم دلش آزاد — چہ ہست حافظ مسکین غلام و چاکر دوست

کیا تعجب ہی جو اپنی دل کو غم کی قید سی آزاد ہو جاوی — کیونکہ حافظ غریب دوست کا چاکر اور غلام ہی

یعنی جب حافظ اپنے دوست کا ایک کمتر چاکر اور اوسکی خدمتی ہے تو کیا تعجب ہی کہ وہ اوسکے طفیل مین غم دل کی قید سے یعنی ہجر سے آزاد ہو جاوی خلاصہ یہ کہ دوست کی وصل پر اوسکا حق ہی اگر میسر ہو جائے تو تعجب ہی کیا ہے۔ اور وصل کے بعد غم ہی نہ رہیگا۔

غمش تا در دلم ماوا گرفته است — سرم چون زلف او سودا گرفته است

جب سی اوسکی غم نے میری دل مین جگہ لی ہی — میرے سر کو اوسکی زلف کی طرح سودا ہو گیا ہی

یعنی جس روز سے کہ مین نے اوسکا عشق کیا ہی اوسی کی زلف کی طرح پریشان ہون خلاصہ یہ کہ سرگرانی میری اوسی کی زلف کے سودے کی بدولت ہے۔

لب چون آتشش آب حیات ست — ازان آب آتشی در ما گرفته است

اوسکا لب آتش نما آب حیات ہے — اوس آب سی ہماری اندرون مین آگ ہو گئی

یعنی محبوب کا لب سرخ جو مثل آتش کے ہے آب حیات کا حکم رکھتا ہی مگر اوس ہی آب حیات کے اثر سے ہماری اندرون جسم مین سوز و گداز بھرا ہوا ہی معنوی اعتبار سے آب کا کنایہ اسم متکلم کی طرف اور آتش بہ لحاظ خونریزی کے لاے ہین جب کہ اسم متکلم نے منصور پر تجلی کی تو اوسنے انا الحق کا دم بھرا۔ اور مارا گیا آب حیات بقا و جاوید کے اعتبار سے ہی مصرعہ ثانی کی آتش کا اشارہ تجلی اسم متکلم کی طرف کہ جو مثل آتش اور آب حیات کے ہی یعنی سالک کی فنا و بقا کا سبب ہی پس اوس آتش نے ہماری سینہ مین گھر کیا اور ہمکو حالت فنا مین پہونچا دیا۔

همای همتم عمریست کز جان — هوای آن قد بالا گرفته است

میری ہمت کے ہما نے مدت ہوئی کہ جان سے — ہوا اوس قد بالا کی لے لی ہے

مطلب یہ کہ میری ہمای ہمت نے دل و جان سے اوس محبوب حقیقی کے عشق کو جسکے قد رعنا یعنی امتداد ظہور نے تمام عالم پر سایہ ڈالا مدت ہوئی کہ قبول کر لیا ہے یا یہ کہ میرا عشق ازلی ہے چند روز سے نہین۔
قد بالا کی اعتبار سی ہما کا لفظ لائے ہین یعنی میری ہمای ہمت ذی تیری قد بالا پر ہو کر گذرنیکی خواہش کی۔

...ن حضرت نباشد بار — برای دیدہ بیاور غباری از در دوست

اور جو اوس جناب تک تو بار نہ پا سکے — تو آنکھون مین لگانیکے واسطے اوسکے در کا غبار ہی لیتی آیو

یعنی اگر اوس جناب مین جو بڑی عالیشان ہے تیرا گذر نہو سکے تو اوسکے در کا غبار ہی لیتی آیو جسکو آنکھون مین لگا کر مرحلۂ عشق طے کرین۔

مین گدا و تمنائی وصل او ہیہات — مگر بخواب بہ بینم جمال و منظر دوست

مین فقیر اور اوسکے وصل کی آرزو افسوس — مگر اوسکے جمال کا منظر خواب مین دیکھتا ہون

مطلب صاف ہی تشریح کی ضرورت نہین۔ جاننا چاہئے کہ اس عالم مین خدا کا جمال عارفان کامل کو کئی طرح پر نظر آیا کرتا ہی۔ ایک تو صنعت سے اوس صانع کا مشاہدہ ہوتا ہے دوسری خواب مین۔ کبھی مشاہدہ قلبی ہی ہوتا ہی مگر اسکے واسطے کوئی خصوصیت نہین کہ آیا سب کو ایک ہی سی صورت نظر آتی ہے ممکن ہے کہ رویت حق سبحانہ تعالی مختلف ہو بہرحال جب عارف مرتبۂ عشق پر پہونچ جاتا ہی تو اوسکو اوسکی استعداد کی موافق مشاہدہ تجلیات ہوتا ہی خواہ وہ قلبی ہو یا خوابی یا صنعتی۔ صنعت سے صانع قدرت کا جمال دیکھنے کا یہ مطلب ہی کہ یہ تمام چیزین جو ہمکو نظر آتی ہین انکی ایسی صورت ظاہر بینون کے واسطے ہی ورنہ جو دیدۂ باطن رکھتے ہین اونکو اسکے سوا کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ فرض کیجے کہ کسی درخت کا کوئی پتہ جو ظاہر بینون کو پتہ نظر آتا ہی وہ دیدۂ بینا رکھنے والے عارفون کو کچھ اور ہی دکھائی دیتا ہی مگر ہماری آنکھین جو باطن بین نہین وہ اوسکو محض ایک ناچیز پتہ خیال کرتے ہین جبکہ عارفان کامل اوس سے مشاہدۂ الہی کا لطف اوٹھاتے ہین لیلی جو باعتبار اپنے نام کے سیاہ فام اور کچھ بھی خوبصورت نہ تہی مجنون کی آنکھون کو تمام دنیا سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتی تہی اس سے صاف ظاہر ہے کہ مطلوب کے دیکھنے کو طالب کی آنکھون کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ غیر عاشق کی آنکھون کی۔

دل صنوبریم ہمچو بید لرزان ہست — ز حسرت قد بالای چون صنوبر دوست

دل صنوبر میرا مثل بید کی کانپتا ہے — دوست کے قد بالا صنوبر مثال کی حسرت سے

صنوبر کو قد یار سے تشبیہ دیتے ہین لیکن اوسکے پہلون کو دل سے بھی تشبیہ دیجاتی ہی۔ مطلب شعر کا یہ ہی کہ میرا دل جو صنوبر کے پہل کی طرح ہی قد یار کی حسرت مین بید کی طرح لرزان اور پریشان رہتا ہی۔

اگرچہ دوست بچیزی نمی خرد ما را — بعالمی نفروشیم موی از سر دوست

اگرچہ دوست ہمکو کسیقدر کے عوض مین نہین خریدتا — مگر ہم دوست کے سر کے بال کو ایک عالم کی عوض مین نہین بیچینگے

دا انا عاشق و محبت تک کے سالک نو آموز سے کہاکہ تو ناز نکر اور مغرور نہو کہ اس باغ دنیا مین تجھ جیسے بہت سے پھول کھلے آخر کار موت کی باد خزان سے معدوم ہوکر سب عدم مین یکسان ہوگئے۔

گل بخندید که از راست نرنجیم ولی　　هیچ عاشق سخن تلخ بمعشوق نگفت

پھول ہنسا کہ مین سچ بات سے آزردہ نہین ہوتا لیکن　　کسی عاشق نے معشوق سے تلخ بات نہین کی

چونکہ سالک مقام محبوبیت مین تہا یہ سنکر ہنسا اور اوسنے کہاکہ جو کچھ تونے فرمایا یہ بالکل صحیح ہے اور مین بہی بات سے رنجیدہ نہین ہونگا لیکن تونے جب مجھے اپنی محبوبیت مین سرفراز کیا ہے تو یہ مت کہو اسواسطے کہ کوئی عاشق اپنے معشوق سے تلخ بات نہین کیا کرتا۔

گر طمع داری ازان جام مرصع می لعل　　در و یاقوت بنوک مژه ات باید سفت

اگر تو اوس جام مرصع سے مئی لعل کی طمع رکہتا ہے　　تو تجھکو اپنی مژه کی نوک سے موتی اور یاقوت پرونا چاہیئے

جام مرصع سے مراد مرشد کامل۔ مئی لعل اسرار حقیقت و معرفت۔ مطلب یہ کہ اگر مرشد سے اسرار معرفت و حقیقت معلوم کرنا چاہے تو اپنی نوک مژه سے دُرہای سخن پرو یعنی رو۔

تا ابد بوی محبت بمشامش نرسد　　هر که خاک در میخانه برخسار نرفت

قیامت تک بہی اوسکے مشام مین محبت کی بو نہ پہونچیگی　　جسنے کہ میخانہ کے در کی خاک رخسارون سے نہ جہاڑی

میخانہ سے مراد منزل عشق اور محبت سے عبارت محبت الہی ہے یعنی حشر تک بہی اوسکے مشام مین بوئے معرفت نہ پہونچیگی جسنے عشق کو حاصل نہین کیا ہے۔

در گلستان ارم دوش چو از لطف هوا　　زلف سنبل ز نسیم سحری می آشفت

کل باغ ارم مین جب لطف ہوا سے　　سنبل کی زلف نسیم سحری سے پریشان ہوئی

گفتم ای مسند جم جام جهان بینت کو　　گفت افسوس که آن دولت بیدار بخفت

مین نے کہاکہ ای مسند جم تیری جام جہان نما کو کیا ہوا　　کہا افسوس کہ وہ دولت بیدار سو گئی

مطلب یہ کہ کل جس سے زمانہ گذشتہ مراد ہے باغ ارم مین وجود سالک نسیم سحری سے جس سے مقام محبت مقصود ہے پریشان ہوا تو مین نے اوس سے کہا کہ ای مسند نشین شاہ جمشید تیری جام جہان بین یعنی اوس مقام محبوبیت کو کیا ہوا تو اوسنے یہ جواب دیا افسوس کہ وہ دولت بیدار جسکا لقب اوس مقام محبوبیت کی طرف ہے سو گئی اور اب مقام محبت مین کہ جو سراسر رنج و الم کا باعث ہے پہونچون گا۔ خلاصہ یہ کہ

شدم عاشق بنالای بلندش — کہ کار عاشقان بالا گرفتہ است

مین اوسکے قد بلند کا عاشق ہوا ہون — اسواسطے کہ عاشقون کا کام چوٹی کو پکڑتا ہی

بالا سے مراد ذات محبوب حقیقی اور مطلب یہ کہ مین نے اُس محبوب حقیقی کا عشق کیا ہی جسکا مرتبہ سب سے بڑا ہے یعنی سب اوسکی بنائی ہوئی ہین چونکہ عاشقون کا کام انتہا کو پکڑنا یا کسی بڑے سے بڑی کی خواہش کرنا ہوتا ہی اس وجہ سے مین نے سب سے بلند کا عشق کیا۔

چو ما در سایۂ الطاف اوئیم — چرا او سایہ از ما وا گرفتہ است

جب ہم اوسکے الطاف کے سایہ مین ہین — تو کسواسطے اوسنے (اپنا) سایہ ہم سے لے لیا ہی۔

مطلب صاف ہی یعنی جب ہم اوسکی الطاف کے سایہ مین ہین تو نہین معلوم کہ کسلئے وہ ہمسے ملتفت نہین شاید اسمین کچھ مصلحت ہو۔

نسیم صبح عنبر بوست امروز — مگر یارم رہ صحرا گرفتہ است

آج نسیم صبح معطر ہو رہی ہے — شاید کہ میری محبوب نے راہ جنگل کی لی

ز دریائی دو چشم گوہر اشک — جہان در لولوئی لالا گرفتہ است

میری چشم کے دو دریاؤن سے گوہر اشک نے — جہان مین گوہر آبدار اکھٹے کئے

یعنی میری آنکھین ہجر یار مین اتنا روئین کہ جو اشک اونسے گرے وہ چمکدار موتی بنے اور جہان ذی اونہین لیلیا۔

حدیث حافظ ای سرو سمن بو — بوصف قد تو بالا گرفتہ است

اے سرو سمن بو حافظ کے اشعار نے — تیرے قد کے وصف کے سبب بڑا عروج پایا

صاف ہی محتاج شرح نہین کہ اشعار حافظ کو جو عروج یا شہرت حاصل ہوئی وہ صرف اس وجہ سے ہوئی کہ وہ تیرے قد کے وصف مین شعر کہا کرتا ہے۔

صبحدم مرغ چمن با گل نوخاستہ گفت — نازکم کن کہ درین باغ بسی چون تو شگفت

صبح کے وقت مرغ چمن نے گل نوخاستہ سے کہا — ناز کم کر کہ اس باغ مین تیری طرح بہت سے شگفتہ ہوئے ہین

جاننا چاہئے کہ حق سبحانہ تعالی بعض سالکون کو اول مقام محبوبیت مین لاکر بعد کو مقام محبت مین پہونچاتا ہے اور بعض کو اسکے برعکس پس حافظ اول الذکر سالک کی خبر دیتے ہین یعنی صبح کے وقت کہ احوال کی ابتدا ہے مرغ چمن لاہوتی نے جسکا کنایہ ذات واجب الوجود سے ہے بموجب یَا عَبْدِیْ اَنْتَ فِیْ عِشْقِیْ وَمُحَبَّتِیْ

یعنی راہ عشق مین رنجیدہ خاطری کو دخل نہین دینا چاہیے شراب لا تاکہ اوسکو پی کر باہم ملجائین اور پرانی کدورتون کو یکقلم صفحۂ خاطر سے مٹ دین اسکا مخاطب اپنے زمانہ کا سالک طریقت ہی لہذا حافظ صاحب اپنے مخاطب سے فرماتے ہین کہ جو کچھ بھی کدورت دیرینہ یا جدیدہ ہم تم مین ہو اوسکو شراب محبت الٰہی پیکر معاف کرلو عارفان کامل کا یہ شیوہ نہین کہ وہ آپسمین جیساکہ مقتضای بشریت ہے آزردگی کو دخل دین چاہے یہ آزردگی کسی بنا پر ہو تاہم اوسکی صفائی ہی کرلینی اچھی چنانچہ دوسری جگہ اسی دیوان مین کہتے ہین کہ ؎ وفا کنیم وجفا کشیم وخوش باشیم ؛ کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن ؛۔

عشقبازی را تحمل باید ایدل پایدار ** گر بلائی بود بود وگر خطائی رفت رفت

ایدل ثابت قدم رہ عشقبازی کو بردباری چاہیے — اگر مصیبت آئی آنے دے اور اگر خطا ہوئی ہوجانے دے

مطلب یہ کہ عشقبازی مین استقلال چاہیے ایدل ثابت قدم رہ اگر کوئی مصیبت یا رنج تجکو ہونچے یا کوئی خطا سرزد ہوجائے تو تو اوس سے بددل نہو بلکہ خطا کی معافی مانگ اور مصیبتہای عشق جھیلے جا اور عشق کئے جا تاکہ معنی کے یہی معنی ہین کہ ان سب باتون کو رفت گذشت کردیا جائے اور اپنی لو طرف محبوب حقیقی سے لگائی جائے۔

از سخن چینان ملالتہا پدید آید ولی ** چون میان ہمنشینان ماجرای رفت رفت

سخن چین لوگون سے رنج پہونچے مین لیکن — ہمنشینون مین جو کچھ ماجرا گذرا گذرا

عیب حافظ گو مکن زاہد کہ رفت از خانقاہ ** پای آزادان چہ بندی گر بجائی رفت رفت

ای زاہد حافظ پر عیب نہ لگا کہ خانقاہ سے چلا گیا — آزاد لوگون کا تو کیا پاؤن باندہ سکتا ہے جس جگہ گیا گیا۔

زاہد کی طرف خطاب ہی کہ ای زاہد تو حافظ پر اس بات کا الزام نہ رکھہ کہ وہ خانقاہ سے نکل کر میخانہ جا پہونچا حافظ مست عشق اور آزاد ہی جس جگہ اوسکا جی چاہے گا چلا جائیگا تو آزاد لوگون کے پاؤن مین رسی کیسے ڈال سکتا ہی بندۂ عشق کو کسی صومعہ اور خانقاہ سے کیا غرض۔

بکوی میکدہ ہر سالکی کہ رہ دانست ** دری دگر زدن اندیشۂ تبہ دانست

جس سالک کو میخانہ کے کوچہ کی راہ معلوم ہے — دوسری دروازہ کو کھٹکھٹانے مین اندیشہ تباہی کا جانتا ہے

میکدہ سے منزل عشق حقیقی مراد ہے اور مطلب یہ کہ جس سالک نے عشق حقیقی کی منزل کو معلوم کیا ہی وہ اوسکے بعد کہین نہین جائیگا اسواسطے کہ سوای عشق الٰہی کے اور کسی کا عشق کرنے مین تباہی اور بربادی کا اندیشہ ہے اور یہ بات بھی سالک کو معلوم ہے۔

مقام محبوبیت مجھسے جاتا رہا اور مقام محبت مین بہ سوچنے کا وقت آیا۔

سخن عشق نہ آنست کہ آید بزبان ساقیا می دہ و کوتاہ کن این گفت و شنفت

عشق کی باتین وہ نہین کہ زبان پر آسکین ای ساقی شراب دی اور یہ کہنا سننا ختم کر

مطلب صاف ہی محتاج شرح نہین۔

اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت چہ کند سوز غم عشق نیارست نہفت

حافظ کے اشک نے عقل اور صبر کو دریا مین ڈالدیا حافظ کیا کرے کہ غم عشق کا سوز چھپایا نہین جا سکتا

حافظ کی اشکباری نے اوسکی عقل اور صبر دونون کو دریا مین ڈبو دیا یعنی حافظ بے صبر بھی ہوگیا اور بیعقل بھی پس اسی وجہ سے عشقبازی مین مشہور اور شراب نوشی مین رسوای عالم ہوا مگر وہ کیا کرتا جبکہ سوز غم عشق نہ چھپایا جا سکتا ہے اور نہ ضبط ہو سکتا ہے۔

گر ز دست زلف مشکینت خطائی رفت رفت ور ز ہندوی شما بر من جفای رفت رفت

اگر تیری زلف مشکین کی ہاتھ سی خطا ہو ئی ہوئی اور تمہارے ہندو سی ہم پر جفا ہوئی ہونے دو

زلف مشکین کا کنایہ جذبۂ عشق اور تجلی قہاری کی جانب سمجھنا چاہیے۔ خطای رفت یعنی عاشق کو قتل کردیا یا بادیہ حیرانی مین سرگردان و پریشان کیا ہندو کا اشارہ پھر اوسی زلف مشکین کی طرف ہی یعنی اگر اوس تمہاری زلف نے ہمپر جفا کی تو کچھ پروا نہین عاشق ان سب کی جفائین سہنے کے لئے ہی ہوتے ہین۔

برق عشق ار خرمن پشمینہ پوشی سوخت سوخت جور شاہ کامران گر بر گدای رفت رفت

عشق کی بجلی نے اگر خرمن پشمینہ کو جلایا۔ جلایا شاہ کامران کا ظلم اگر فقیر پر ہوا ہو جانے دو

برق عشق اضافت بیانیہ خرمن پشمینہ پوش سے وجود عاشق مراد ہی۔ شاہ کامران کا اشارہ محبوب حقیقی کی جانب مطلب صاف ہی کہ اگر برق عشق نے وجود عاشق کو سوختہ کردیا تو کرنے دو کچھ پروا نہین اور اگر محبوب حقیقی نے عاشق ناچیز پر استغنا اور بے التفاتی روا رکھی تو رکھنے دو یہ کچھ تعجب نہین ہی اسواسطے کہ

کار عاشق خون دل بر پای جانان ریختن ٭ کار معشوقان نمک بر زخم پنہان ریختن ٭ ہوا کرتا ہی

گر دلم از غمزۂ دلدار بازی برد و برد در میان جان و جانان ماجرای رفت رفت

اگر میرا دل غمزۂ دلدار سے بازی لیگیا لیگیا جان اور جانان کے درمیان جو کچھ ماجرا گذرا گذرا

در طریقت رنجش خاطر نباشد می بیار ہر کدورت را کہ بینی چون صفائی رفت رفت

طریقت مین رنجش خاطر نہین ہوتی شراب لا جس کدورت کو تو دیکھے مثل صفائی کے گئی گئی

ساقی سے مراد معشوق نرگس ساقی سے چشم ساقی جسکا اشارہ تجلی ذاتی یا جذبہ عشق کی طرف ہی ترک
سیہ دل سے وہ ہی چشم ساقی باعتبار استغنا مقصود ہی اور مطلب یہ کہ میری دل نے اوس محبوب کی عشق سے
اپنی جان کی امان بچا ہی لینی امید زندگی کی نہ رکھی اسواسطے کہ وہ خوب جانتا تہا کہ عشق مین سوای جان دیدینے
اور کوئی چارہ ہی نہین ہوتا۔

ورای طاعت دیوانگان ز ما مطلب — کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست

بجز طاعت دیوانگان کے ہم سے نہ ڈھونڈھ — کہ ہمارے مذہب کا شیخ ہشیاری کو گنہ جانتا ہی

طاعت دیوانگان سے اعمال بے ریا مراد ہین اور عاقلی یعنی ہشیاری جسکا اشارہ اون اعمال کی طرف ہی کہ
محض حصول جنت اور ثواب کی غرض سے کئے جاوین۔ باقی مطلب صاف ہی کہ ہمارے پاس سوای دیوانون کی سی بندگی
کے اور کچھ نہین ہے اسواسطے کہ ہمارا مرشد جسکے ہم مذہب مین ہین اون اعمال کو جو بغرض حصول جنت
کئے جاوین گناہ سمجھتا ہی۔
واضح ہو کہ عاشقان صادق عبادت کو اسلئے پسند نہین کرتے کہ وہ حصول جنت کی واسطے کی جاتی ہی اور انکا
مذہب معرفت الٰہی ہی جسکا منشا فنا فی اللہ ہو کر بقا باللہ ہو جانا ہے۔

ز جور کوکب طالع سحرگہان چشمم — چنان گریست کہ خورشید دید و مہ دانست

کوکب طالع کے ظلم سے صبح کو میری آنکہ — اسقدر روئی کہ سورج کو دیکہکر چاند جانا

ستارہ نصیب کی جور سے یہ مطلب ہو کہ نصیب کی ستارہ ہی نے معشوق سے جدا کر کے مجہپر ظلم کیا اس ظلم کے
سبب میری آنکہین صبح کو اسقدر روئین کہ تر ہوگئین یا اونکی بینائی ایسی کمزور ہوگئی کہ جب صبح کو سورج نکلا تو
مجکو چاند معلوم ہوا۔ اس نکتہ سے کہ جب آنکھون کی بصارت مین دہندلاہٹ آجاتی ہے تو سورج کی شعاعین
جنسے آنکہین اوسکی دیکہنے کی برداشت نہین کرسکتین نظر نہین آتین اور وہ خیرگی شعاعون مین نہین معلوم
ہوتی گرہن کے وقت اکثر کانچ کے ٹکڑے پر سیاہی لگا کر سورج کو دیکہا کرتے ہین تو وہ ایک روشن قرص
نظر آتا ہے اور بلا اس ترکیب کی نظر اوسپر نہین ٹہر سکتی۔ چنانچہ حافظ صاحب کے شعر کا یہی مطلب ہی۔

خوش آن نظر کہ لب جام و روی ساقی را — ہلال یکشبہ و ماہ چہاردہ دانست

وہ نظر اچھی کہ جسنے کنارہ جام اور رخ ساقی کو — پہلی شب کا ہلال اور چودہوین رات کا چاند جانا

اس شعر مین صنعت لف و نشر ہی یعنی وہ نظر کیا ہی اچھی ہی کہ جسنے پیالہ کے کنارہ کو ہلال شب اول اور رخ ساقی کو

زمانہ افسر رندی نداد جز بہ کسی — کہ سرفرازی عالم درین کلہ دانست

زمانہ نے رندی کا تاج سوائے اوسکے کسی کو نہ دیا — کہ جسنے سرفرازی عالم کی اسی کلاہ مین سمجھی

بر آستانۂ میخانہ ہر کہ یافت رہی — ز فیض جام می اسرار خانقہ دانست

جسنے شراب خانہ کے آستانہ پر راہ پائی — تو اوسنے جام شراب کے فیض سے خانقاہ کی بہید معلوم کر لئے

شراب خانہ سے مراد منزل عشق اور جام می سے مراد مرشد کامل ہے یعنی جس شخص نے عشق الٰہی کر نیکے لئے مرشد کامل کے صحبت سے فیض اوٹھایا اوسنے تمام بہید خانقاہ کے جو عابدون کا مقام عبادت ہے معلوم کر لئے۔

نقل ہے کہ کسی شخص کا جنازہ ایک بزرگ کے دروازہ پر ہوکر گذرنے لگا۔ بزرگ نے اپنی خادمہ سے کہا کہ دروازہ پر جاکر یہ خبر لے آکہ یہ جنازہ عورت کا ہے یا مرد کا۔ چنانچہ کنیز فورًا دروازہ پر آئی اور دیکہکر واپس چلی گئی جب اوس سے پوچہا کہ تو نے دیکہا جنازہ مرد ہے یا عورت کہنے لگی کہ یہ تو مین نہین جانتی کہ مرد ہے یا عورت مگر یہ مجھے خوب معلوم ہوگیا کہ جنازہ دوزخی ہے آقا نے کہا کہ مجھے برسون عبادت کرتے گذر گئے مین تو یہ پہچان ہی نہین سکتا کہ کون دوزخی ہے اور کون جنتی تو نے کیسے پہچانا لونڈی نے جواب دیا کہ ای شیخ یہ بات عطیۂ خدا ہے جو زہد و اتقا سے حاصل نہین ہوتی بلکہ معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ عشق وہ مقام ہے جہان کفر و اسلام سب یکسان ہین ؎ بکفر و باسلام یکسان نگر کہ ہر یک ز دیوان او دفتریست ؎

ہر آنکہ راز دو عالم ز خط ساغر خواند — رموز جام جم از نقش خاک رہ دانست

جس کسی نے دونون جہان کا بہید خط ساغر سے معلوم کیا — جام جم کے اسرار کو نقش خاک راہ سے پہچانا

ساغر کا کنایہ مرشد کی طرف یا دل سالک کی جانب ہے اور خط ساغر سے تلقین مرشد یا تجلیات الہامات مراد ہین اور مطلب یہ کہ جو کوئی تجلیات الہامات یا تلقین مرشد سے فیضیاب ہوا وہ جام جم کے رموز کو خاک راہ کی برابر جانتا ہے چونکہ ساغر جمشید مین تمام حالات ملک کے دکہائی دیا کرتے تہے اسلئے حافظ صاحب فرماتے ہین کہ جو تجلیات الہامات سے فائز المرام ہوا اوسکے سامنے جام جم یا جام جہان نما کی کچہ حقیقت نہین رہی۔ کیونکہ اوس سے ایک عالم کا حال معلوم ہوسکتا تہا تو اس سے دونون جہان کا احوال ظاہر ہوتا ہے۔

دلم ز نرگس ساقی امان نخواست بجان — چرا کہ شیوۂ آن ترک دل سیہ دانست

میرے دل نے نرگس چشم ساقی سے جان کی امان نہ چاہی — کسواسطے کہ وہ اوس سیہ دل ترک کی شیوہ کو جانتا تہا

دی جاتی ہے اس شعر مین سیاہی اور جادو اور سحر پر سقیم جسکے معنی سخت اور بیمار کے ہین اور بیمار کے لئے نسو کا لفظ یہ سب آنکھوں کی رعایت سے لائے گئے ہین۔ اور مطلب کا خلاصہ اتنا ہی کہ ای محبوب تیری آنکھین سیاہ اور جادو بھری تو ضرور ہین اور سیزیہ اور مشکل ہوئی کہ بیمار بھی ہین بیمار کی کمزوری اور نگاہ معشوق کی استغنائی سے مشابہت دی جایا کرتی ہے کہ جسطرح بیمار اپنی آنکھون کو نقاہت سے ادہر اودہر نہین ڈالتا معشوق لاپروائی سے ایسا کیا کرتا ہے۔ چنانچہ اس شعر مین سب لفظ بڑی خوبی سے نظم کئے گئے ہین۔

در خم زلف تو آن خال سیہ دانی چیست　　نقطۂ دودہ کہ در حلقۂ جیم افتادہ است

تو جانتا ہی کہ تیری زلف مین وہ خال سیاہ کیا چیز ہی　　کاجل کا نقطہ کہ جو جیم کے حلقہ مین پڑ گیا ہی

حرف ج کو زلف سے تشبیہ دی جاتی ہے یعنی تیری زلف کے خم مین خال سیہ نہین ہی بلکہ ایک نقطہ ہے کہ جیم کے درمیان لگا ہوا ہے۔

سایۂ سرو تو بر قالبم ای عیسیٰ دم　　عکس روحیست کہ بر عظم رمیم افتادہ است

ای عیسیٰ نفس تیری قد کا سایہ میری قالب پر　　روح کا ایک عکس ہے کہ جو بوسیدہ ہڈیون پر پڑ گیا ہی

عیسیٰ دم معشوق کی صفت ہی اور مطلب صرف یہ ہی کہ ای محبوب عیسیٰ دم تیری قد کا سایہ جو میری قالب پڑا ہے یہ روح کا ایک عکس ہے کہ جو میری گلی سڑی ہڈیون مین کام دکر رہا ہی یعنی تیری سایہ سے میری بوسیدہ ڈہانچہ مین روح پہونچی ہے۔

زلف مشکین تو در گلشن فردوس عذار　　چیست طاؤس کہ در باغ نعیم افتادہ است

تیری مشکین زلف گلشن فردوس عذار مین　　کیا ہے۔ مور ہے کہ جو باغ جنت مین پہرتا ہی

فرماتے ہین کہ تیری زلف تیرے عارض پر اسطرح بل کہا رہی ہے کہ جسطرح مور باغ جنت مین سیر کرتا پہرتا ہے۔

دل من در ہوس روی تو ای مونس جان　　خاک راہیست کہ در پای نسیم افتادہ است

ای مونس جان میرا دل تیری رخ کی ہوس مین　　راہ کی خاک ہی کہ جو ہوا کے پیر مین پڑی ہوئی ہی

یعنی ای محبوب میرا دل تیری چہرہ کے دیدار کی ہوس مین گویا خاک راہ ہوگیا ہے کہ جو ہوا کے پیرون سی لپٹ کر لوگون کے چہرون پر جاتی ہے لہذا دل بھی خاک راہ ہوکر تیرے دیدار کے شوق مین ہوا کے پیرون سے لپٹا ہے کہ شاید اس ذریعہ سے تیری صورت دیکھہ پائے۔ یعنی اسلئے خاک راہ ہوا ہی کہ ہوا کے ساتھ اوڑکر تیرے رخ کے پاس پہونچے اور تیری چہرہ کا بوسہ لے۔

چودھوین رات کا چاند سمجھا۔

بلند مرتبہ شاہی کہ نُہ رواقِ سپہر نمونۂ زخم طاق بارگہ دانست

اوس شاہ کا مرتبہ بلند کہ جسنے نہ فلک کو نمونہ خم طاق بارگہ کا جانا

شاہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور مطلب یہ کہ حضور کا مرتبہ بہت بلند ہی کیونکہ آپ نے نو آسمانون کو اپنی بارگہ کا خم محراب جانا یہ مرتبہ عارفان الہی کا ہے اور ممکن ہی کہ اس علو مرتبتی کا اشارہ عروج معراج کی طرف ہو۔

حدیث حافظ و ساغر کشیدن پنہان چہ جای محتسب و شحنہ پادشہ دانست

حکایت حافظ کی اور اوسکا چھپکر شراب پینا محتسب و شحنہ تو کیا بادشہ تک جانتا ہی

یعنی حافظ کی یہ بات کہ وہ عشقبازی کرتا اور چھپ چھپ کر شراب پیتا ہی محتسب اور کوتوال ہی کو معلوم نہین ہے بلکہ بادشاہ تک کو معلوم ہے۔ خلاصہ یہ کہ حافظ کے افعال اظہر من الشمس ہین۔

تا سر زلف تو در دستِ نسیم افتادست دل سودا زدہ از غصہ دو نیم افتادہ است

جب سے کہ تیری زلف کا سرا نسیم کے ہاتھ پڑا ہے دل دیوانہ غصہ سے دو نیم ہوا

سر زلف سے مراد عالم صفات نسیم سے ارادۂ ازلی قضا و قدر۔ زلف در دست نسیم افتادن فارسی محاورہ بمعنی زلف کا ہوا سے پریشان ہونا۔ مطلب یہ ہی کہ جبسے ارادۂ ازلی نے تیری زلف کو جسکا کنایہ عالم اسما صفات کی طرف ہے تیرے رخ عالم آرا کے اوپر جسکا اشارہ اوسی وحدت مطلق کی جانب ہوگا پریشان کیا یعنی وحدت کو کثرت کے نیچے پوشیدہ کردیا ہی اور ہمکو مشاہدہ ذات مطلق سے دور کرکے عالم کثرت مین رہ جو بجائے خود ہے مبتلا کیا تو ہمارا دل دیوانہ غصہ سے کہ جسکا کنایہ مشاہدہ ذات مطلق سے باز رکھنا ہی زخمی اور ٹکڑے ہوگیا اور یہ عالم کثرت اگرچہ ظاہر مین حجاب ذات مطلق کا ہی لیکن باطن مین زیبائی اور افزونی جمال کا سبب سمجھنا چاہیے۔

چشم جادوی تو خود عین سواد سحرست لیکن این ہست کہ این نسخہ سقیم افتادہ است

تیری چشم جادو عین سیاہی مین سحر ہے حرف اسقدر ہی کہ یہ نسخہ سقیم ہوگیا ہے

یعنی تیری جادو بھری آنکھون مین جو سیاہی ہے وہ ہی عین جادو ہے پس حرف اسقدر مشکل ہوگئی کہ سیاہی مین سیاہی ملکر نسخہ اور زیادہ سقیم ہوگیا سقیم بیمار کو بھی کہتے ہین اور معشوق کی آنکھون کو بھی بیمار سے تشبیہ

اور اس سے زیادہ تو کیا خواہش رکھتا ہے اوسنے جواب مین کہا کہ جلوۂ معشوق ہی نے تو مجھے اس حالت کو پہونچا دیا کیونکہ اسکی انتہا نہین اور مین بے صبر ہون پس یہ خیال میری زاری کا باعث ہی کہ مین فانی کما حقہ معرفت الہی کو نہ پہونچ سکون گا۔

یار اگر ننشست با ما نیست جای اعتراض — پادشاہ کامران بود از گدایان عار داشت

یار اگر ہماری پاس نہ بیٹہا تو اعتراض کا موقع نہین ہی — وہ شاہ کامران تہا اور فقیرون سے عار رکہتا تہا

بادشاہ کامران معشوق حقیقی کی صفت ہی۔ یعنی اگر اوس معشوق نے غایت استغنا سے جو اوسکا شیوہ خاص ہے ہمپر نظر لطف نہ کی یا ہماری پاس نہ بیٹہا تو اسمین اعتراض کا کوئی موقع نہین کیونکہ وہ باقی ہے اور ہم فانی ہین پس باقی اور فانی کا کیا جوڑ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

عارفی کو سیر کرد اندر مقام نیستی — مست شد چون مستی از عالم اسرار داشت

وہ عارف کہ جسنے مقام نیستی مین سیر کی — مست ہوا کیونکہ عالم اسرار سے مستی رکہتا تہا

نیستی معنی فنا اور ہستی بمعنی بقا۔ یعنی جو عارف کامل کہ جسنے مقام نیستی مین جس سے وارفتہ مراد ہی سیر کی ہستے یعنی بقا باللہ ہوگیا اسواسطے کہ عالم اسرار سے وہ عشق الہی مین مست تہا مگر دنیا ہی مین آکر جو کہ دار فنا ہی معرفت الہی کرکے اوسکے ساتہ باقی ہوا۔

در نمیگیرد نیاز و عجز با ما حسن دوست — خرم آن کز نازنینان بخت برخوردار داشت

میرا عجز و نیاز دوست کے حسن پر اثر نہین کرتا — وہ بڑا خوش کہ جو نازنینون سے فائدہ اوٹہانیوالا نصیب رکہتا تہا

یعنی مین چاہے عاجزی کرون چاہے نیاز ان سب کا کچہ بہی اثر یار پر نہین پڑتا وہ شخص بہت ہی خوش نصیب ہے کہ جسکی قسمت مین معشوقون سے فائدہ حاصل کرنا لکہا ہو۔

خیز تا بر کلک آن نقاش جان افشان کنیم — کین ہمہ نقش عجب در گردش پرکار داشت

اوٹہ تاکہ اوس نقاش کے قلم پر جان فدا کرین — کہ یہ تمام نقش عجیب پرکار کی گردش مین رکہتا ہی

یعنی ای مخاطب سالک تو کب تک ان فانی صورتون پر مبتلا رہیگا اوٹہ اور اس غفلت سی باز آ تاکہ اوس صانع بیچون کے قلم پر اپنی جانین نثار کرین جسنے اپنی صنعت سی ان تمام نقوش عجیبہ کو بنایا ہی جو تجہکو دنیا مین نظر آرہے ہین اور یہ تمام طرح طرح کی صورتین وہ اپنی ہی پرکار کی گردش مین رکہتا ہے یعنی وہ ہی انکو بناتا ہے اور کوئی نہین بنا سکتا۔

همچو گرد این تن خاکی نتواند برخاست　　از سر کوی تو زانرو که عظیم افتاده است

گرد کی طرح یہ ہمارا خاکی تن نہین اوٹھ سکیگا　　تیرے کوچہ سے اسواسطے کہ عظیم پڑا ہوا ہی

یعنی میرا تن خاکی تیرے کوچہ سے گرد کی طرح نہین اوٹھ سکیگا اسواسطے کہ اسکی افتاد افتاد عظیم ہے کچھ ایسی نہین کہ جو گرد کی طرح اوڑتی پھرتی ہے۔ گرا سو گرا اور پڑا سو پڑا۔

آنکه جز کعبه مقامش نبد از یاد لبت　　بر در میکده دیدم که مقیم افتاده است

وہ شخص کہ بجز کعبہ کے جسکا مقام نہ تہا۔ تیرے لب کی یاد مین　　مین نے دیکہا۔ میخانہ کے دروازہ پر مقیم ہوگیا ہی

یعنی ای محبوب وہ شخص کہ جسکا مقام سوای کعبہ کے اور کہین نہ تہا مین نے اوسکو دیکہا کہ تیری لب کی یاد مین شراب خانہ کے دروازہ پر ڈٹ گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہی کہ تو نے صد ہا مسلمانون کو کافر کر ڈالا اور کعبہ سے جدا کر کے میخانہ کے دروازہ پر لا بٹہایا لب یار کو میکدہ سے تشبیہ دینی کا قرینہ شاید ساقی ہی۔ اور یہ شعر حافظ صاحب اپنی حال مین تحریر فرماتے ہین۔

حافظ گمشده را با غمت ای جان عزیز　　اتحادیست که از عهد قدیم افتاده است

ای پیارے حافظ گم گشتہ کو تیرے غم سے　　ایک اتحاد خاص ہے کہ جو عہد قدیم سے ہی

جان عزیز کا اشارہ معشوق کی طرف ہی۔ غم سے غم عشق اور عہد قدیم سے لفظ قالو بلی مراد ہی۔ یعنی ای محبوب حافظ گم گشتہ کو تیری غم عشق سے اتحاد ازلی ہے کچھ آج سے نہین۔

بلبلی برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت　　واندران برگ و نوا خوش نالهای زار داشت

ایک بلبل خوش رنگ پہول کی پتی چونچ مین لئی تہا　　اور اس سامان خوشی پر بہی خوب نالہ وزاری کر رہا تہا

گفتمش در عین وصل این ناله و فریاد چیست　　گفت ما را جلوهٔ معشوق درین کار داشت

مین نے اوس سی کہا کہ عین وصل مین یہ نالہ و فریاد کیسی　　جواب دیا کہ جلوہ معشوق ہی تو مجکو اس کام مین کہتا ہی

خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ مین نے ایک بلبل کو چونچ مین ایک گل تر کی پتی لئی ہوئے اور اسپر بہی آہ وزاری کرتے ہوئے پایا۔ جب اوس سی پوچہا یہ کیا بات ہی کہ وصل مین بہی وہ ہی رونا جہیکنا تو اوسنی جواب دیا کہ یہی وصل جو مجکو حاصل ہی میری نالہ و زاری کا سبب ہو رہا ہی حقیقی اعتبار سے گل کا کنایہ معشوق کی طرف اور بلبل کا عاشق کی طرف ہی۔ یعنی مین نے ایک عاشق زار کو دیکہا کہ وہ باوجود وصل معشوق کے بہی رو رہی ہی چلا جاتا تہا چنانچہ مین نے اوس سے دریافت کیا کہ اب یہ زاری کیسی ہی اور اس سے

گرت ز دست برآید مراد خاطر ما — بہ بخش زود کہ خیری برای خویشتن ست

اگر تیرے ہاتھ سے ہماری دل کی مراد بر آوی — تو جلد بخش کہ یہ خیر اپنے واسطے ہے

یعنی ای محبوب ہماری دل کی مراد تیرے ہاتھ سے برآوی تو اسمین دیر نکر اور جلد مراد کو پہنچا کیونکہ گو ظاہر میں تو یہ نیکی ہمارے ساتھ کرتا ہے لیکن باطن مین اپنی ہی واسطے سمجھ اسلئے کہ یہ تیرے کرم و فضل کی شہرت کا باعث ہوگی. کسی سخی نے ایک روز کہا کہ آج تک مین نے کسی کے ساتھ کوئی نیکی نہین کی ہے لوگون نے پوچھا کہ اور یہ جو تمنے لوگون کے ساتھ احسان کئے ہین یہ کہان جائین گے جواب دیا کہ یہ تو خود لوٹکر میرے پاس آنیوالے ہین پس جو کچھ مین نے کیا اپنی ہی ساتھ کیا ہی غیر دنکے واسطے کچھ نہین کیا۔

بجانت ای بت شیرین من کہ ہمچون شمع — شبان تیرہ مرادم فنای خویشتن ست

ای میری بت شیرین تیری جان کی قسم کہ مانند شمع کی — شبان تیرہ سی میری مراد اپنی کو فنا کرنا ہے

شبان تیرہ بمعنی زمانۂ جدائی یعنی ای میرے دلربا تیری جان کی قسم کہ مین اس زمانۂ جدائی مین شمع وار اپنی فنا کا طالب ہون اور میری مراد اس سے یہی ہی کہ جلد فنا ہوکر تیرے پاس پہونچون۔ بموجب آیۂ کریمہ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

چو رای عشق زدی با تو گفتم ای بلبل — مکن کہ این گل خودرو برای خویشتن ست

جب تو نے عشق کا خیال کیا تو ای بلبل مین تجھسے کہا — کہ عشق مت کر یہ خودرو پھول اپنی ہی واسطے ہے

یعنی ای بلبل شیدا جب تو نے محبت کرنیکا خیال کیا تو مین نے تجھسے کہدیا تہا کہ عشق مت کر کیونکہ یہ خودرو پھول جسکا اشارہ بے پروا محبوب کی طرف ہی اپنی ہی لئے ہے یعنی بے نیاز ہی اور کسی کی محبت کی احتیاج نہین رکھتا۔ بلبل سے عاشق کامل مراد ہے۔

بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج — کہ نافہاش ز بند قبای خویشتن ست

چین و چگل کے مشک کا حسن گل محتاج نہین ہے — کیونکہ وہ بہت سے نافے اپنی بند قبا مین رکھتا ہے

خلاصہ یہ کہ معشوق حقیقی کا حسن دوسری چیز کا محتاج نہین بلکہ ذاتی حسن رکھتا ہی. جب پھول مین خود خوشبو ہو تو وہ کسی اور خوشبو کا محتاج نہوگا اور جبکہ بہت سی نافے اوسکی بند قبا کے نیچے ہین تو ظاہر ہے کہ اوسے چین و ختا کی مشک کی ضرورت نہین ہے

مرو بخانۂ ارباب بیمروت دہر — کہ کنج عافیت ست و سرای خویشتن ست

زمانہ کے بیمروت ارباب کے گھر پر نجا — کہ تیرے لئے گوشۂ عافیت اپنی ہی گھر مین ہے

گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن — شیخ صنعان خرقہ رہن خانۂ خمار داشت

اگر راہ عشق کا مرید ہے بدنامی کی فکر نکر — شیخ صنعان نے شراب خانہ میں خرقہ رہن کیدیا تھا

شیخ صنعان ایک بڑے عارفون مین سے گذرے ہین اور اونکے سات سو مرید تھے کہتے ہین کہ حضرت غوث الاعظم صاحب کی بددعا سے وہ کسی بت پرست کی دختر پر عاشق ہوگئے اور اسلام کو ترک کردیا۔ یا تو شیخ صنعان کی اتنے مرید تھے اور پچاس بار حج کیا تھا یا جب اوس عورت کے عشق مین گرفتار ہوے تو اوس زہد و پارسائی کو بالای طاق رکھکر شراب پی بت کو سجدہ کیا قرآن مجید کو جلادیا یہانتک کہ سور چرای اور کسی بدنامی ہونے سے نہ ڈرے یہ سب کچھ عشق کی بدولت کیا لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ تو اگر بندۂ عشق ہے تو شیخ صنعان کی طرح بدنامی کی فکر نکر اسلیے کہ عاشقون کو بدنامی یا نیکنامی سے غرض نہین ہوتی اونکو تو صرف معشوق سے کام ہوتا ہے جسمین وہ خوش رہین رہین یہ شاد۔ لکہا ہے کہ آخر مین شیخ صنعان تائید غیبی سے پہر دائرہ اسلام مین آکر اپنی حالت مین ہوگئے اور مسلمان مرے۔

وقت آن شیرین قلندر خوش کہ در اطوار سیر — ذکر تسبیح و ملک در حلقۂ زنار داشت

اوس شیرین قلندر کا وقت اچہا کہ اطوار سیر مین — تسبیح ملک کا ذکر زنار کے حلقہ مین رکہتا تہا

شیرین قلندر سے عاشق صادق مراد ہے اور مطلب یہ کہ اوس عاشق کا وقت بہت اچہا جو باطن کی معموری ظاہری خرابی مین رکہتا ہو یعنی محبوب حقیقی کی طاعت و عبادت اس طور سے کرے کہ جسمین کسی شخص کو وقوف نہو۔

چشم حافظ زیر بام قصر آن حوری سرشت — شیوۂ جنات تجری تحتہا الانہار داشت

حافظ کی آنکہہ اوس حور سرشت کے محل کے زیر بام — (ایسی) باغ کہ جنکے نیچے نہرین بہتی ہون کا سا شیوہ رکہتا ہے

جنت تجری تحتہا الانہار کلام مجید کی اوس آیت کا ایک حصہ ہے کہ جسمین اللہ تعالی نے بہشت کی تعریف کی ہے یعنی بہشت مین ایسے باغ ہین جنکے نیچے نہرین بہتی ہین۔ چنانچہ خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ حافظ نے آنکہون سے اوس محبوب کے محل کے زیر بام رو رو کر او سیطرح ندیان بہانیکا شیوہ کرلیا ہے کہ جسطرح بہشت کے باغون کے نیچے نہرین بہ رہی ہین۔ قصر اور حور و زیر بام وغیرہ سب رعایتی الفاظ ہین جنت تجری تحتہا الانہار کے واسطے آگئے ہین۔

بدام زلف تو دل مبتلای خویشتن است — بکش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن است

تیری زلف کے دام مین اپنا دل پہنسا ہوا ہے — غمزہ سے قتل کر کہ اسکی سزا یہی ہے

یعنی پہلے مین عوام مین مشہور ہو جانیکے خوف سے ڈرتا تہا کہ مبادا میرے خفیہ عیش جنسے عشقبازی اور شرابخواری مراد ہی لوگون کو معلوم ہو جائین اب چونکہ محتسب صاحب خود جان گئی کہ مین یون پوشیدہ نہی اوڑاتا ہون تواب مجہی کسیکا خوف نہین رہا۔ شرابخواری سے عشق و محبت اور محتسب سے مرشد کامل مراد ہی

دلبر آسایش ما مصلحت وقت ندید ورنہ از جانب ما دل نگرانی دانست

دلبر نے ہماری آسایش کو مصلحت وقت نہ دیکہا ورنہ ہماری جانب سے اشتیاق دل جان جاتا

یعنی محبوب نے ہماری آسایش کو خلاف مصلحت سمجہا ورنہ ہمارے دل کا وہ اشتیاق جو ہماری طرف سے ہے اوسکو معلوم ہو جاتا۔ خلاصہ یہ کہ اوسنے دنیا مین ہمارا وصال مصلحت وقت نہ سمجہا ورنہ ہمارے اشتیاق کا حال اوسپر ضرور ظاہر ہو جاتا۔

سنگ و گل را کند از یمن نظر لعل و عقیق ہر کہ قدر نفس باد یمانی دانست

مٹی اور پتہر کو نظر کی یمن سے لعل و عقیق کیا جسنے کہ نفس باد یمانی کی قدر جانی

یمن ایک ملک کا نام ہے جہان کا لعل مشہور ہے۔ باد یمانی۔ اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ جس سے مراد درگاہ حق کے مقبول لوگ ہین یعنی جسنے کہ اپنے انفاس کی قدر و قیمت کو نہ پہچانا اوسنے اونکو کبہی رائگان نہین کیا حتّٰی کہ کوئی دم بہی یاد الٰہی سے خالی نہ چہوڑا پس جسنے ایسا کیا اوسکو یہ کرامت حاصل ہو گئی کہ اوسنے ایک نظر سے پتہر کو لعل اور مٹی کو عقیق بنا دیا۔

ایکہ از دفتر عقل آیت عشق آموزی ترسم این نکتہ بتحقیق ندانی دانست

ای مخاطب تونے دفتر کی عقل سے عشق کی آیت سیکہی مین ڈرتا ہون کہ یہ نکتہ تو نے ٹہیک طور پر نجانا

خلاصہ یہ ہے کہ ای مخاطب جب تو نے عقل کے ذریعہ سے عشق کیا تو مجہے خوف ہی کہ تو اس باریکی کو نہ سمجہا کیونکہ عشق سراسر عقل کی ضد ہی۔ عاشق عقل نہین رکہا کرتا اور جو عقل کے زور سے عاشق ہو وہ عاشق نہین

نقل ہے کہ جب شمس الدین تبریزی کا مولانا جلال الدین رومی (جو ملا روم کے لقب سے مشہور ہین) کے مدرسہ کی طرف گذر ہوا تو اونہون نے مولانا روم کے چارون طرف کتابون کے ڈہیر لگے ہوئے دیکہے شمس الدین نے پوچہا کہ مولانا یہ کیا چیز ہے جواب دیا کہ تمہین اس سے کیا غرض یہ علوم و فنون کی کتابین ہین یہ سنکر شمس الدین نے اون سب کو مولانا کے سامنے پانی کے حوض مین پہینکدیا مولانا روم بہت آزردہ ہوئے کیونکہ کتابین بڑی مشکل اور صرف سے جمع ہوئین تہین پس جب شمس الدین نے مولانا کو کتابونکے لئے بہت رنجیدہ

یعنی ای دل تو ابنائے زمانہ مین سے جو بیمروت ہین کسی کے دروازہ پر نجا بلکہ اپنے ہی گھر مین بیٹھ اسلیئے کہ آرام اس گوشۂ عافیت ہی مین حاصل ہوتا ہے۔

بسوخت حافظ در شرط عشق و جانبازی — ہنوز بر سر عہد و وفای خویشتن است

حافظ شرط عشق اور جانبازی مین جل گیا — دیگر ابھی اپنے عہد کی وفا پر جما ہوا ہے

یعنی گو حافظ جانبازی مین عشق کی آگ سے جل گیا لیکن ابھی اتنا پختہ ہی کہ باوجود اسکے عہد وفا کو نہین توڑتا۔

صوفی از پرتو می راز نہانی دانست — گوہر ہر کس ازین لعل توانی دانست

صوفی شراب کے اثر سے پوشیدہ راز جان لیتا ہے — اس لعل سے ہر شخص کا جوہر جانا جا سکتا ہے

می سے مراد محبت الہی۔ راز نہانی اسرار معرفت دوسرے مصرع مین لعل کا اشارہ اوسی شراب کی طرف سمجھنا چاہیئے یعنی جب عارف نے عشق الہی کیا تو پوشیدہ راز اوس پر منکشف ہو گئے علاوہ اسکے ہر شخص کی قابلیت معلوم کرنیکا ذریعہ بھی یہی شراب محبت ہی۔ خلاصہ یہ کہ صوفی کو کسی شخص کی قابلیت کی بھی خبر رہتی ہے یعنی یہ مدعی جھوٹا ہے یا سچا۔

شرح مجموعۂ گل مرغ سحر داند و بس — کہ نہ ہر کو ورقی خواند معانی دانست

مجموعۂ گل کا حال صرف مرغ سحری جانتا ہے — نہ وہ شخص جو کہ ورق لوٹتا ہو اور معنی سمجھتا ہو

مجموعۂ گل سے مراد حالات معرفت اور مرغ سحر سے عاشق صادق۔ یعنی معرفت کے مقامات کا حال کچھ عاشقان صادق ہی جانتے ہین اونکو علماء و فضلا لوگ جو کتابون کے ورق گردانی کرنے اور اونکی معنی سمجھتے رہتے ہون کیا جانین۔ ؎ راز الفت کا نہ ہر اک ہمنشین سے پوچھیئے ٭ یہ ہمین کچھ جانتے ہین یہ ہمین سے پوچھیئے۔

عرضہ کردم دو جہان بر دل کار افتادہ — بجز از عشق تو باقی ہمہ فانی دانست

دل کار افتادہ کو مین نے دونو جہان دکھلائے — (لیکن اوسنے) تیری عشق کے سوا باقی تمام کو فانی جانا

یہ شعر اوس حدیث شریف کے مضمون سے مطابقت رکھتا ہی جو یہ ہی کہ میری سامنے تمام دنیا کا مال و زر اکھٹا کر دیا گیا مین نے سب کو چھوڑ کر فقر و فاقہ پسند کیا لہذا حافظ صاحب فرماتی ہین کہ سوای تیری عشق کی تمام چیزین فانی ہین مین نے اپنی کار افتادہ دل کے سامنے دونون جہان پیش کر دیئے مگر اوسنے تیری عشق کے سوا باقی سب کو فانی سمجھا اور چھوڑ دیا۔

آن شد اکنون کہ ز افواہ عوام اندیشم — محتسب نیز ازین عیش نہانی دانست

اب وہ وقت گیا کہ مین عوام کی افواہ سے ڈرتا تھا — محتسب نے بھی اس پوشیدہ عیش کو جان لیا

منت سدرہ و طوبی ز پی سایہ مکش ۔ کہ چو خوش بنگری ای سرو روان اینہمہ نیست

سدرہ اور طوبی کا احسان سایہ کے لئے نہ اوٹھا   اے سرو روان اگر تو غور کرے تو یہ کچھ نہین ہے

سدرہ ایک بیر کے درخت کا نام ہے جو پانچوین آسمان پر حضرت جبرئیل کا مقام ہی اور طوبی ایک مشہور درخت کو کہتے ہین کہ جو بہشت مین ہی بعض نے لکہا ہی کہ طوبی کی جڑ آسمان چہارم پر ہے مگر اوسکی شاخین سب آسمانون مین پہیلی ہوئی ہین - بعض سدرہ اور طوبی کو مرادف جانتے ہین - مطلب یہ ہے کہ تو حظ نفس کے واسطے سدرہ و طوبی یعنی بہشت کا طالب نہ بن اور ثواب کی امید سے طاعت نکر کیونکہ اگر تو غور کرے تو سدرہ و طوبی یہ سب ہیچ ہین عاشق کو معشوق سے کام ہوتا ہے اور نہ بہشت سی چنانچہ رابعۂ بصری مناجات مین خدا سے کہا کرتی تہین کہ یا الٰہی دوزخ اپنے دشمنون کو اور بہشت اوسکے طالبونکو دے مگر اپنے آپکو ہمین عنایت فرما۔

دولت آنست کہ بیخون دل آید بکنار ۔ ورنہ با سعی و عمل باغ جنان اینہمہ نیست

دولت وہ ہی ہے کہ جو بغیر دل کا خون کئے ہاتہ آوے   ورنہ سعی عمل سے باغ جنت بہی کچہ نہین

ای گرفتار دنیا لیے فانی اس دولت دو روزہ پر غرہ نکر اور نہ اس دولت لو دولت جان دنیا کی دولت جو ہزارون رنج و غم اوٹہا کر حاصل کیا ہے نتیجہ مین حسرت کے ساتہ چہوڑنی پڑتی ہے دولت وہ ہی ہے کہ جو بغیر دل کا خون کئے ہوئے یعنی رنج و مصیبت اوٹہائی ہوئی ہاتہ آئے وہ دولت عشق ہے جسکو حسرت کے ساتہ چہوڑنا نہین پڑتا

پنج روزی کہ درین مرحلہ مہلت داری ۔ خوش بیاسای زمانی کہ زمان اینہمہ نیست

پانچ روز کہ اس منزل مین تو ٹہرا ہوا ہے   وقت کو آسانی و خوشی سے گذار کہ یہ وقت کچہ نہین

یعنی ای طالب اس حیات مستعار مین جو تجہے پانچ روز کی مہلت ہے اپنے وقت کو خوشی اور آسانی سے گذار یعنی دنیا کے وسوسون سے دل کو پاک کر کے عشق الٰہی مین مشغول ہو اور دنیا کو نہ ڈہونڈہ اسلئے کہ دنیا کا زمانہ بہت تہوڑا زمانہ ہے۔

بر لب بحر فنا منتظریم ای ساقی ۔ فرصتی دان کہ ز لب تا بدہان اینہمہ نیست

ای ساقی ہم بحر فنا کے کنارہ پر منتظر ہین   فرصت جان کہ لب سے مونہہ تک تمام یہی ہے

یعنی ای ساقی مین غریب بحر فنا کے کنارہ پر اپنے وقت کا منتظر کہڑا ہوا ہون اس مہلت عمر کو غنیمت جان کہ جو لب سے دہن تک ہی یعنی تہوڑی ہے اور نتیجہ مین یہ بہی نہین گویا کچہ ہی نہین صرف حباب کا سا ہے

پایا تو حوض میں ہاتھ ڈال ڈال کر ایک ایک کتاب نکالنا شروع کی۔ ہر کتاب ویسی ہی خشک تہی اور کوئی ورق ہی کسی کا نہ تر ہوا اور نہ خراب ہوا تہا۔ مولانا روم اس کرامت کو دیکھکر متعجب ہوئے اور پوچھا کہ ای شمس الدین یہ بات تمہیں کیسے حاصل ہوئی اونہوں نے جواب دیا کہ یہ حالت ذوق ہے تم اسکو کیا جانو کیونکہ یہ ان کتابوں میں سے ایک میں بہی نہیں لکھی۔ بس اوسیوقت سے مولانا روم کو جذبہ شروع ہوگیا اور سب کتابیں جلاکر شمس الدین کے مرید ہوئے اور عارف کامل بن گئے۔

می بیاور کہ ننازد بگل باغ جہان ہر کہ غارتگری باد خزانی دانست

شراب پی۔ کہ باغ جہان کی پہول پر ناز نہیں کرتا جسنے کہ غارتگری باد خزانی کو جانا

یعنی شراب عشق حقیقی پی۔ کیونکہ جو شخص عاقل ہے اور جسنے باغ دنیا کی باد خزان کی غارتگری کو سمجھ لیا ہے وہ کبہی یہان کے عیش و آرام پر ناز نہیں کرتا۔ عاقل وہی ہے کہ جسنے بے ثباتی دنیا کو سمجھ لیا اور وہی عارف کامل ہے جو دنیا کو ترک کرکے خدا سے لو لگائے۔

حافظ این گوہر منظوم کہ از طبع انگیخت اثر تربیت آصف ثانی دانست

ای حافظ یہ گوہر نظم کہ جو طبیعت سی نکلے ہین انکو آصف ثانی کی تربیت کا اثر جاننا چاہیے

آصف ثانی کا اشارہ مرشد کی طرف ہے کہ جو حضور رسالت مآب کا نائب ہوتا ہی باقی مطلب صاف تشریح کا محتاج نہیں۔

حاصل کارگہ کون و مکان اینہمہ نیست بادہ پیش آر کہ اسباب جہان اینہمہ نیست

یہ کارگاہ دنیا کا حاصل سب نیست ہے شراب سامنے لاکہ یہ اسباب جہان کا کچھ نہیں

یعنی اے گرفتار دنیائے دنی اس دنیا کا حاصل زن و فرزند مال و زر سلطنت حکومت سب نیست ہین اور کوئی انمیں سے دلبستگی کی لائق نہیں پس اس جہان فانی کے اسباب کو ہیچ سمجھ کر بادہ عشق الہی پی اور معرفت حقیقی حاصل کر۔

از دل و جان شرف صحبت جانان غرضست ہمہ آنست وگرنہ دل و جان اینہمہ نیست

دل و جان کی غرض صحبت جانان کا شرف حاصل کرنا ہے سب کچھ وہی ہے وگرنہ دل و جان سب نیست ہین

یعنی دل و جان کی اصل غرض جس سے حیات دو روزہ مراد ہے صرف صحبت جانان کا شرف حاصل کرنا ہے اور اگر یہ نہیں تو دل و جان سب محض بیکار اور ہیچ ہین۔

نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولے — پیش رندان رقم سود و زیان این ہمہ نیست

حافظ کا نام نے شہرت نیک پکڑی ولیکن — رندونکو آگے فائدہ اور نقصان کی رقم کچھ نہین

یعنی ہر چند کہ حافظ کا نام نیکنامی مین لکھا گیا اور نیکی ہی مین مشہور عالم ہوا لیکن رندون کے سامنے نیک و بد نفع اور نقصان سب برابر ہین۔ اسواسطے کہ یہہ سب فانی ہین اور فانی سے عاشقون کو کچھ سروکار نہین

بحر یست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست — آنجا جز اینکہ جان بسپارند چارہ نیست

بحر عشق وہ بحر ہے کہ جسکا کہین کنارہ نہین — اسجگہ بجز اسکے کہ جان دیدالین اور کوئی علاج نہین

یعنی غواصان دریائے محبت اور ملاحان بحر مودت نے حقیقت عشق کی خبر اسطرح دی ہے کہ بحر عشق وہ بحر ذخار ہے کہ جسکا کہین کنارہ نہین پس اسمین عاشق کو سوائے اسکے کیا چارہ ہے کہ وہ اپنی جان حافظ حقیقی کو سونپ دے کہ العشق اولہ احتراق و آخرہ قتل۔

آن دم کہ دل بعشق دہی خوش دمی بود — در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

وہ دم کہ جب تو عشق مین دے بہت اچھا دم ہے — کیونکہ کار خیر کیلیے استخارہ کی کچھ حاجت نہین

استخارہ کے لغوی معنی خدا تعالی سے بھلائی چاہنا اور اصطلاحی غیب کے حال سے آگاہی پانے کے ہین۔ لہذا مطلب حافظ صاحب کا یہہ ہے کہ جسوقت تو عشق الہی اختیار کرے وہ دم ہی بہت ہی غنیمت ہے اسواسطے کہ یہہ کام نیک ہے اور نیک کام کیلیے استخارہ کی ضرورت نہین۔

واضح ہو کہ کسی مشکل کام کے پیش آجانے پر استخارہ لینا سنت ہے اور اوسکا طریق یہ ہے کہ اول وضو کرکے دو رکعت نماز نفل ادا کرے بعد دوگانہ حمد خدا اور درود بر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھکر یہ دعا جو حاشیہ پر لکھی جاتی ہے پڑھے۔

ما را بمنع عقل مترسان و می بیار — کان شحنہ در ولایت ما ہیچ کارہ نیست

مجھکو عقل کے منع کرنے سے مت ڈرا اور شراب لا — کہ یہہ شحنہ ہمارے ولایت مین کسی کام کا نہین

یعنے ہم رندون کی ولایت مین عقل کا شحنہ محض بیکار ہے۔ اسلئے کہ وہ شراب سے منع کرتا ہے اور ہم مست رند اوسکے ماننے والے نہین جب ہم اوس سے خوف ہی نہین کرتے تو اوسکا کہنا کیا مانینگے۔ ولایت سے جسم مراد ہے کہ جسکا انتظام شحنہ عقل کے ہاتھہ مین ہے۔ اور شراب سے وہی عشق چونکہ عقل و عشق سے دشمنی ہے اسلئے عقل کو شحنہ کہا۔

سے نمود بود لشبہ کیا محیط عالم میں بد ہوا کا جب کوئی جھونکا چلا حباب نہ تہا۔

زاہد ایمن مشو از بازئ غیرت زنہار　کہ رہ صومعہ تا دیر مغان اینہمہ نیست

اے زاہد بازی غیرت سے ہرگز منکر نہو　کہ صومعہ کی راہ دیر مغان تک یہی ہے

اس شعر مین قَالَ اللّٰهُ اَنَا غَیُوْرٌ کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ کہ اسے زاہد تو بازی غیرت سے ہرگز بے فکر نہو اسواسطے کہ صومعہ اور دیر مغان مین فرق نہین ہے یعنی بہت سے آدمی ایسے ہین کہ چشم زدن مین صومعہ سے دیر مغان مین پہونچ گئے۔ چونکہ اللہ تعالے غیور ہے کیا عجب ہے کہ تجکو بہی یہان سے وہان پہونچاوے اور ایکدم مین مشرک کو موحد اور موحد کو مشرک بنا دے کیونکہ غیور کا کام علت پر موقوف نہین۔

دردمندی چو من سوختہ زار و نزار　ظاہرا حاجت تقریر و بیان اینہمہ نیست

مجہ سوختہ دل اور زار و نزار کی دردمندی　ظاہر ہے۔ اس تمام کے واسطے تقریر و بیان کی کیا حاجت

از تنک بکن اندیشہ و چون گل خوش باش　زانکہ تمکین جہان گذران اینہمہ نیست

حقارت سے خوف نکر اور پہول کی طرح خوش رہ　اسواسطے کہ تمکین جہان بے گذرنیوالے کی کچھ بہی نہین ہے

یعنی اگر تیری حقارت کیجاے یا خلق تجہپر زبان طعنہ دراز کرے تو تو آزردہ نہو اور پہول کی طرح ہنستا رہ اسواسطے کہ جب یہ جہان فانی ہے تو یہان کی حقارت اور تمکنت بہی فانی ہوگی پس تجہے فانی تنک اور تمکنت کا کیا رنج ہونا چاہیے۔

نقل ہے کہ ایک رات حضرت غوث الثقلین اپنے حجرہ مین بیٹہے ہوے تہے جب آدہی رات گذری تو یکایک اپنی جگہ سے اوٹہے اور جنگل کو چلدیے حضرت کے اصحاب مین سے بہی ایک شخص ساتہ ساتہ گئے۔ رفتہ رفتہ حضرت ایک مقام پر پہونچے کہ جہان ایک شخص مرا پڑا تہا اور تجہیز و تکفین کا سامان موجود تہا شیخ نے اوسکو غسل دیا اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر کچہ دیر وہان ٹہرے رہے۔ پس اوسوقت یکایک آپکا چہرہ سرخ اور فرط خوشی سے تر و تازہ ہوگیا۔ مگر تہوڑی دیر بعد حضرت کا رنگ زرد ہوا اور ایسے لاغر ہوگئے کہ جیسے مدت کا بیمار ضعیف ہو جاتا ہے لیکن کچہ دیر مین یہ صورت بہی نرہی اور اپنی اصلی حالت پر آگئے۔ پہر اوس جگہ سے مراجعت فرمائی اور حجرہ مین آگئے صبح کو ان اصحاب نے جو آپکے ہمراہ گئے تہے شب کا واقعہ دریافت کیا کہ یا حضرت وہ مردہ کون تہا اور آپکے چہرہ کا رنگ سرخ پہر زرد ہو جانے اور بعد ازان اپنی اصلی حالت پر آجانے کا کیا سبب تہا فرمایا کہ وہ مقام یہان سے چند سو کوس فاصلہ پر ہے اور وہ شخص جسکا جنازہ تمنے دیکہا قطبون مین سے ایک قطب تہا جب اوسنے اس دار فنا سے رحلت کی تو مجہے حکم ہوا کہ مین اوسکی تجہیز و تکفین کرون لہذا حکم کے بموجب مین وہان گیا اور مراسم میت عمل مین لایا پس اوسوقت ملائکہ غیبی کو حکم پہونچا کہ اوسکی جگہ پر... مجہے مقرر کرین غرض کہ ملائکہ نے اوسکی جگہ مقرر ہونیوالے کی بیت سے نام ستائے لیکن کوئی قبول نہین ہوا آخر کار مجہے مقرر کیا اور میرا چہرہ جو خوشی سے سرخ ہوگیا تہا وہ خوشی اس بات کی تہی کہ شاید اوسکی جگہ مجکو مقرر کرین... تو یہ حکم الہی ہوا کہ فلان کافر جو اسوقت فلان بتخانہ مین بت کو سجدہ کر رہا ہے تسبیح اوسکے دیدو یعنی قطب کے قائم مقام اوس کافر کو بنادو

علت پر موقوف نہین ہے۔

نوکِ خامہ رقم کردہ سلام مرا . . . کہ کارخانۂ دوران مبادی رقمت

قلم کی نوک سے تو نے مجھے سلام لکھا : دعا ہے کہ دنیا کا کارخانہ تیری وجود کے بغیر قیام نہ رہیو

نگویم از منِ بیدل بسہو کردے یاد . . . کہ در حسابِ خرد نیست سہو بر قلمت

مین نہین کہونگا کہ مجھ بیدل کو تو نے بھول سے یاد کیا . . . کیونکہ عقل کے حساب مین تیری قلم پر سہو نہین ہے

اکابران سلف لکھتے ہین کہ خواجہ صاحب نے یہہ غزل بطور خط کے ایک دوست کی خط کے جواب مین لکھی ہے۔ اور بہت سے قرائن سے ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ ضرور یہی بات ہے۔ مطلع کا یہہ مطلب ہے کہ جب میری حقوق خدمت نے آپکی کرم کے سامنے عرض کیا تو آپ نے مجھے خط لکھا گویا آپکا خط بھیجنا میرے خدمات کا باعث تھا۔ دوسرا شعر دعائیہ ہے یعنی مجھکو تمنے سلام لکھا مین دعا کرتا ہون کہ زمانہ کو بغیر تمہاری وجود کی ثبات نہو۔ خلاصہ یہ کہ ابد الآباد تک زندہ رہو۔ تیسری شعر مین کہتے ہین کہ مین یہہ نہین کہونگا کہ آپ نے مجھ بیدل کو بھول کر یاد کیا اسو جہہ سے کہ تمکو سہو ہوجانے کی عقل گواہی نہین دیتی۔ پس جب عقل نہین کہتی تو یہہ کہنا کہ بھولے سے یاد کیا صحیح نہو گا۔ گویا یہہ دوستانہ شکایت ہے جو کی جاتی ہے کہ مین تمہین بھولے سے یاد آیا۔ حقیقی اعتبار سے سہو بمعنے فراموشی خطاب خرد مقتضاے عقل۔ یعنی اے محبوب حقیقی مین یہہ نہین کہتا کہ تو نے مجھ بیدل عاشق کو از راہ فراموشی نامہ و پیام سے یاد فرمایا۔ چونکہ تیری جناب مین فراموشی اور سہو کو دخل نہین اسلئے ایسا کہنا عقل سے بعید ہے۔

مرا ذلیل مگردان بشکر این نعمت . . . کہ داشت دولتِ سرمد عزیز محترمت

مجھے اس نعمت کے شکریہ مین ذلیل نکر . . . جو کہ دولت ابدی تجھے عزیز اور محترم رکھتی ہے

یعنے اے مرشد کامل تو مجھے اپنے فیض سے اوس دولت ابدی کے شکریہ مین جو اللہ تعالیٰ نے تجھے بخشی ہے ذلیل و محروم نکر۔

بیا کہ تا سر زلفت قرار خواہم کرد . . . کہ گر سرم برود برندارم از قدمت

آ تاکہ تیری زلف کے سر قرار پکڑون . . . کہ اگر میرا سر بھی جاتا رہے تو تیری قدمونسے نہ اوٹھاؤن

زلف کا اشارہ جذبہ محبت کیطرف ہے یعنی اے محبوب آ تاکہ تیرا عشق اس طور پر کرون کہ چاہے سر جاتا رہے مگر تیری قدمون سے نہ اوٹھے۔

ز حالِ ما دلت آگہ شود مگر وقتے . . . کہ لالہ بر دمد از خاکِ کشتگانِ غمت

ہمارے حال سے تیرا دل آگاہ ہوتا ہے مگر اوس وقت . . . کہ تیرے غم کے کشتونکی خاک سے لالہ جم آتا ہے

از چشم خود بپرس کہ مارا کہ می‌کشد — جانا گناہ طالع و جرم ستارہ نیست

اپنی آنکھہ سے پوچھہ کہ ہمکو کون قتل کرتا ہے — ای جان یہہ طالع کا گناہ اور ستارہ کا جرم نہین ہے

یعنی ای دوست تو اپنی چشم ہی سے دریافت کر کہ ہمین کسنے مار ڈالا۔ پھر کہتے ہین کہ ای جانان یہہ نصیب کا گناہ یا ستارہ کا جرم نہین ہے بلکہ خود تیری چشم کا ہی۔ حقیقی اعتبار سے چشم کا کنایہ غمزہ کی طرف جس سے ظہور و خفا مراد ہی ہوگا اور مطلب یہہ ہوکہ ای محبوب حقیقی یہہ تیری تجلی کی ظہور و خفا نے ہمین ہلاکت مین ڈالا اسکے تہمت طالع اور ستارہ پر نہین لگائی جاسکتی کیونکہ وہ بیچارا نہ وجود مین تیری ہی تو محتاج ہین پس جو کچھہ کرتا ہے تو کرتا ہے۔

روئش بچشم پاک توان دید چون ہلال — ہر دیدہ جای جلوہ آن ماہپارہ نیست

اوسکے رخ کو مثل ہلال کے پاک چشم سے دیکھنا چاہئی — اوس ماہ پارہ کے جلوہ کی جگہہ ہر آنکھہ نہین ہے

چونکہ ہلال باریک ہوتا ہے لہذا اوسکے دیکھنے کے لیے ایسی آنکھہ کی ضرورت ہوتی ہی جو گرد و غبار سے پاک و صاف ہو۔ مگر خواجہ صاحب رخ محبوب کو جس پاک و صاف آنکھہ سے دیکھنے کی ہدایت کرتے ہین۔ وہ گرد و غبار سے نہین بلکہ کسی اور کی تصور یا عکس سے پاک ہونی چاہئی اسلئے کہ ہر آنکھہ اوسکے جلوہ کی جگہہ نہین یعنے ہر شخص کی آنکھہ محبوب حقیقی کے جلوہ کو نہین دیکھہ سکتی اوسکو وہی آنکھہ دیکھیگی جسمین اور کسی کی تصویر نہ بسی ہوئی ہوگی۔

فرصت شمر طریقہ رندی کہ این نشان — چون راہ گنج بر ہمہ کس آشکارہ نیست

رندی کے طریقہ کو غنیمت جان کہ یہہ راستہ — مانند راستہ خزانہ کے کسی پر ظاہر نہین ہے

یعنی جس طرح خزانہ کا راستہ یا اوسکا حال ہر شخص کو نہین معلوم ہوتا اسیطرح عاشقی و رندی کا طریقہ بھی ہر آدمی نہین جانتا ای مخاطب تو غنیمت جان کہ تجھکو یہہ راہ معلوم ہے

نگرفت در تو گریہ حافظ بہیچ روی — حیران آن دلم کہ کم از سنگ خارہ نیست

حافظ کی زاری نے تجھپر کسی طور اثر نہین کیا — مین اوس دل سے حیران ہون جو سنگ خارہ سے کم نہین

یعنی تجھپر کسیطرح یعنی بین سنگ خارا سے کم نہین حیرت ہے کہ حافظ کی گریہ و زاری نے تجھپر مین کچھہ اثر نہین کیا۔

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحہ قلمت — حقوق خدمت ما عرض کرد بر کرمت

کیا لطف تہا کہ ناگاہ تیری قلم کی چکیدگی نی — ہماری حقوق خدمت کو تیری کرم کے سامنے عرض کیا

مطلب یہ کہ ای محبوب مین تیری لیے اسقدر خون کے آنسوؤن سے رویا ہون کہ میری آنکھ کی پتلیان خون مین ڈوب گئین پس اس سے تو قیاس کر سکتا ہے کہ لوگون (عاشقون) کا حال تیری طلب مین کیا ہوگا
خلاصہ یہہ کہ اونکا بھی یہی حال ہے جو تیری طلب مین میرا ہو رہا ہے۔

بیاد لعل لب و چشم مست میگونت　　ز جام غم می لعلی کہ میخورم خون ست

تیری لب لعل اور چشم مست میگون کی یاد مین　　ساغر غم سے جو می سرخ کہ مین پیتا ہون خون ہو جاتی ہے

خلاصہ یہہ کہ تیری لب لعل اور مست نشیلی آنکھہ کی یاد مین اگر مین شراب سرخ بھی پیتا ہون تو وہ میرے واسطے گویا خون ہو جاتی ہے۔

ز شرق سر کوی آفتاب طلعت تو　　اگر طلوع کند طالعم ہمایون ست

مشرق کیطرف سے تیرا آفتاب طلعت　　اگر طلوع کرے تو یہہ طالع ہمایون ہے

خلاصہ یہہ کہ اگر تیرا آفتاب طلعت جس کا کنایہ تجلی ذاتی کی طرف ہے سر کوی شرق سے جس سے عاشق کا دل مراد ہے نکلے دمشاہدہ قلبی ہو تو اوسکا تو زہے نصیب اور مبارک طالع ہے۔

حکایت لب شیرین کلام فرہادست　　شکنج طرۂ لیلی مقام مجنون ست

لب شیرین کی حکایت فرہاد کے کلام سے ہے　　اور طرہ لیلی کی شکن مجنون کا مقام ہوتا ہے

کلام فرہاد کہ جسکا کنایہ عاشق ہے سوائے بیان لب شیرین کے جس کا اشارہ لطف محبوب سے ہے نہین ہوتا۔ اور مجنون کا مقام کہ جس سے بھی عاشق مراد ہے سوائے طرہ لیلی کی شکن کے جس کا اشارہ جذبہ عشق و محبت کی طرف ہے کوئی نہین۔

دلم بجو کہ قدت ہمچو سرو دلجوی ست　　سخن بگو کہ کلامت لطیف و موزون ست

میری دلجوئی کر کہ تیرا قد مثل سرو کے دلجو ہے　　باتین کر کہ تیرا کلام لطیف موزون ہے

ز دور بادہ بجان راحتی رسان ساقی　　کہ رنج خاطرم از جور دور گردون ست

ساقی دور شراب سے جان کو راحت پہونچا　　کہ میری خاطر جور گردش گردون سے رنجیدہ ہے

از ان زمان کہ ز دستم برفت یار عزیز　　کنار دیدۂ من ہمچو رود جیحون ست

اوسوقت سے کہ جب سے یار میری پاس سے چلا گیا　　میرے چشم کا کنارہ مثل دریا جیحون کے ہے

یعنی ہماری حال پریشان سی تیرا دل آگاہی تو پاتا ہی۔ مگر اوسوقت کہ ہم مر کر خاک ہو جائین اور ہماری اوس خاک سی لالہ جم نکلے۔ اس مین تغافل محبوب کا مضمون ہی۔

روان تشنۂ ما را بجرعۂ دریاب — چو میدہند زلال خضر بجام جمست

ہماری پیاسی روح کو ایک گھونٹ سی یاد فرما — جب تجھے جام جم مین آبحیات دیین

مطلب یہہ کہ ای مرشد کامل جب تجھکو فیوضات سرمدی قلب احمدی سی ہوتی ہین تو اوسمین سی ایک جرعہ یعنی کچھ تھوڑا سا ہمکو بھی عنایت کرتا کہ ہمارا دل تشنہ اوس سے سیراب ہو۔

صبا ز روی تو با ہر گلی حدیثی کرد — رقیب کی رہ غماز داد در حرمت

صبا نے تیری رخ کی بات ہر گل سے کہی — رقیب کو کوئی راہ غمازی کی تیری حرم مین کب دی

صبا کا کنایہ مرشد کی جانب کل کا بستر شہدان کی طرف سمجھنا چاہئے رقیب سی شیطان یا نفس امارہ مراد ہی یعنی مرشد نے مریدون سے تیری مشاہدہ تجلی کی بابتہ سب کچھ کہدیا ہے اب شیطان یا نفس امارہ کو چغلخوری کا موقع وہان نہین ملیگا خلاصہ یہہ کہ خواہ شیطان طالبون کو کتنا ہی ورغلائے وہ اوسکے کہنے مین نہین آسکینگے۔

دلم مقیم در تست حرمتش میدار — بشکر آنکہ خدا داشتہ است محترمت

میرا دل تیری در پر مقیم ہوا اوسکی حرمت کر — اوس شکرانہ مین کہ خدا تجھے (اپنی جناب مین) محترم رکھتا ہی

ہمیشہ وقت تو ای عیسی صبا خوش باد — کہ جان عاشق دل خستہ زندہ شد بدمت

ای عیسی نفس تیرا وقت ہمیشہ خوش ہو جیو — کہ عاشق خستہ دل کی جان تیری دم سے زندہ ہوئی ہی

عیسی نفس کا اشارہ مرشد کی طرف ہی جو مریدونکی مردہ دلونکو اپنی فیض سی زندہ کرتا رہتا ہی باقی مطلب صاف۔

کمین گہ است و تو خوش تیز میروی حافظ — مکن کہ گرد بر آید ز شہرۂ عدمت

ای حافظ یہہ کمین گاہ ہی اور تو بہت تیز جا رہا ہے — (جلدی) نکر شاید کہ راہ عدم سی تیری گرد آئے

یعنی ای حافظ عشق کی راہ گھات کی جگہہ ہی جسمین بہت سی آفات ہوتی ہین تو اس راہ مین جلدی جلدی چل رہا ہی ایسی جلدی نکر کہ شاہراہ عدم سی تیری گرد آئی یعنی تو تباہ ہو جائی اور مطلب کو نہ پہونچی۔ شہرہ شاہراہ کا مخفف ہی۔

ز گریہ مردم چشمم نشستہ در خون ست — ببین کہ در طلبت حال مردمان چون ست

رونی سی میری آنکھونکی پتلی خون مین ڈوبی — دیکھ کہ تیری طلب مین لوگونکا حال کیونکر ہے

در زلف چون کمندش ای دل مپیچ کانجا
سرها بریده بینی بی جرم و بی جنایت

ای دل اوسکی زلف کمند مثال مین نہ لپٹ کہ وہان
بہت سی سرونکو بیگناہ بیقصور کٹا ہوا دیکھیگا

این راه را نهایت صورت کجا توان بست
کش صد هزار منزل بیش است در بدایت

اس بیابان راہ کو کسطرح کوئی پہونچ سکے
کہ اوسکی سو ہزار منزل آگی بھی ابتدا ہی ہے

اس راہ کا اشارہ راہ عشق کی طرف ہی یعنے راہ عشق ایسی مشکل الانقطاع ہی کہ سو ہزار منزل بھی طے کرکے ہنوز پہلا ہی قدم ہوتا ہی لہذا اس سبب سی کہتے ہین کہ کوئی شخص اوسکی مقام معرفت مین نہین پہونچ سکتا کوئی اول قدم پر جان دیدیتا ہی کوئی دوسری پر کوئی تیسری پر کوئی دروازہ پر مگر منزل مقصود تک پہونچنے کی نوبت نہین آتی۔

چشمت بغمزه ما را خون خورد و می پسندی
جانا روا نباشد خونریز را حمایت

تیری چشم نے غمزہ سی ہمارا خون کیا اور تو پسند کرتا ہی
اے جان قاتل کی حمایت روا نہین

یعنے ای پیاری قاتل کی حمایت نہین کرنی چاہئی بلکہ مقتول کی طرفداری کرنی چاہیے۔

هر چند بردی آبم روی از درت نتابم
جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت

ہر چند کہ تونی مجھے رسوا کیا مگر تیری دروازہ سی نہ پھرونگا
دوست کی دشمنی اچھی کہ دشمن کی دوستی اچھی

ای جانمن ہر چند کہ تو نے مجھے ذلیل و خوار کیا مگر تیرے در سے نجاؤنگا اسواسطے کہ دوست کی دشمنی دشمن کی دوستی سے اچھی ہوتی ہے۔

ای آفتاب خوبان می سوزد اندرونم
یک ساعتم بگنجان در سایهٔ عنایت

ای خوبرویون کی آفتاب میرا قلب پھنکا جاتا ہے
کوئی ساعت تو اپنی عنایت کے سایہ مین لیلے

در این شب سیاهم گم گشته راه مقصود
از گوشه برون آی ای کوکب هدایت

اس اندھیری رات مین راہ مقصود کو گم کردیا ہے
ای رہنمائی کی تارے گوشہ سے باہر نکل آ

قاعدہ ہے کہ جب رات مین راستہ بھول جاتے ہین تو ستارونکو دیکھہ کر راستہ معلوم کرتے ہین۔ یہان شب سیاہ سے دنیا اور کوکب ہدایت سی مرشد کامل مراد ہے یعنے ای مرشد کامل مین مکروہات دنیا مین گرفتار ہوکر اپنی مقصود اصلی سی جو کہ معرفت ہی محروم ہو گیا ہون پس تو آؤ میری مدد یعنی شغل ہدایت ہاتھہ مین دی تاکہ اوسکی روشنی سی منزل مقصود پہ پہونچ جاؤن۔

چگونہ شاد شود اندرون غمگینم باختیار کہ از اختیار بیرون ست
میرا دل غمگین کیونکر خوش ہو سکتا ہے اختیار مین کہ اختیار ہی باہر ہے

اوپر کے اشعار کا مطلب صاف ہی اسلئے ہم اونکی شرح کی ضرورت نہین سمجھتے۔ اور اس شعر کے معنی یہ ہین کہ جب دل غمگین میری اختیار سے باہر ہے تو اوسکا شاد اور خوش کرنا بھی میری اختیار مین نہین جو چیز اپنی اختیار ہی مین نہو اوسکی طلب ماہیت کیسی ممکن ہے۔

ز بیخودی طلب یار میکند حافظ چو مفلسی کہ طلبگار گنج قارون ست
بیخودی مین حافظ یار کی طلب اسطرح کرتا ہے کہ جیسے مفلس تلاش قارون کے خزانہ کا طلبگار ہو

ز ان یار دلنوازم شکریست باشکایت گر نکتہ دان عشقی خوش بشنو این حکایت
مجھ اوس یار دلنواز سے شکر کے ساتھ شکایت ہے اگر عشق کا نکتہ شناس ہی تو اس بات کو سن

یار دلنواز سے محبوب حقیقی یا مرشد کامل مراد ہی اور مطلب یہہ ہی کہ مجھ اوس یار سے شکر بھی ہی اور شکایت بھی چونکہ یہہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین اسلئے یہہ تعجب کی بات ہی کہ جب شکر ہو تو پھر شکایت کیسی لہذا دوسری مصرع مین کہتے ہین کہ اس شکر و شکایت کے اجتماع کو کہ کسطرح یہہ دونون اکٹھی ہو گئی ہین وہ ہی شخص سمجھہ سکتا اور سن سکتا ہی جو عشق و محبت کا نکتہ شناس ہو۔ اگر تو نکتہ رس ہی تو سمجھہ لے کہ شکایت تو استغنا محبوب کی وجہسے ہی اور شکر اس بات کا ہی کہ وہ مجھ اپنی عاشقون مین تو شمار کرنے لگا۔ اس دعوی کی دلیل یہی ہی کہ وہ مجھ اپنی عاشقون مین سمجھتا ہی وہ ہی استغنا ہی کیونکہ اگر عاشق و طالب نہ سمجھتا تو استغنا بھی نہ کرتا۔

بی مزد بود و منت ہر خدمتی کہ کردیم یارب مبادکس را مخدوم بی عنایت
جو خدمت کہ مین نے کی وہ مفت اور بلا احسان کی یارب کسیکا مخدوم بے عنایت نہو جیو

رندان تشنہ لب را آبی نمید ہد کس گویا ولی شناسان رفتند ازین ولایت
تشنہ لب رندونکو کوئی شخص پانی بھی نہین دیتا گویا ولی شناس لوگ ولایت سے چلے گئے

یعنی تشنہ لب رند جو ہمیشہ شراب پیتے ہین اگر وہ پیاسے ہون تو شراب تو درکنار کوئی اونکو پانی بھی نہین دیتا اسکی وجہہ یہہ ہی کہ ولی شناس لوگ جن سے عارفان کامل مراد ہین دنیا سے چلے گئے اگر وہ ہوتے تو ولی را ولی می شناسد کے اعتبار سے رندونکو پہچان لیتے۔

یعنی اگر جبکہ میں زندہ ہون اور تیرا عاشق ہون تو تو مجھپر رحم فرما کل کو جب مرجاؤنگا تو ندامت سے کیا فائدہ

اے آنکہ بتقریر و بیان دم زنی از عشق — ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت

اے شخص کہ تو تقریر و بیان سے عشق کا دم بھرتا ہے — ہم تجھسے نہیں بولتے۔ ما بخیر و شما بسلامت

درویش مکن نالہ ز شمشیر احبا — کاین طائفہ از کشتہ ستانند غرامت

اے فقیر دوستون کی تلوار سے نالان نہو — کہ این گروہ یعنی معشوق تیرے خون سے تاوان لیتا ہے

در خرقہ زن آتش کہ خم ابروی ساقی — بر می شکند گوشۂ محراب امامت

خرقہ کو آگ لگا کہ ابروے ساقی کا خم — گوشۂ محراب و امامت کو توڑ دیتا ہے

خرقہ کو آگ لگانا زہد و اتقا کو چھوڑ دینا۔ یعنے اے مخاطب تو زہد و اتقا چھوڑ کر عاشق الٰہی ہو جا اسلئے کہ ابروی ساقی کا خم جس سے جمال معشوق حقیقی مراد ہے محراب امامت کے خم کو شکستہ کر دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عشق میں زہد و اتقا کی ضرورت نہیں رہتی۔

حاشا کہ من از جور و جفای تو بنالم — بیداد لطیفان ہمہ لطف ست و کرامت

ہرگز ایسا نہو گا کہ تیرے جور و جفا کی شکایت کرون — کیونکہ معشوق کا ظلم سراسر لطف و کرم ہوتا ہے

کوتہ نکند بحث سر زلف تو حافظ — پیوستہ شد این سلسلہ تا روز قیامت

حافظ تیری زلف کی بحث کو کوتاہ نہین کریگا — کسواسطے کہ یہ سلسلہ روز قیامت تک یونہین جاری رہیگا

زلف کا اشارہ تعینات اور بیان عشق کی طرف ہے۔ یعنے حافظ تیرے عشق و محبت کے ذکر کو مختصر نہین کریگا کیونکہ یہ ایسا طول و طویل اور دلچسپ ذکر ہے کہ اگر قیامت تک کرتے رہو تب بھی ختم نہو۔ یا یہ کہ عشق و محبت کا سلسلہ قیامت تک یونہین چلا جائے گا۔ یعنے عاشقان الٰہی یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے رہینگے پس مین اس ذکر کو کیون چھوڑون اور اللہ کا عشق کیون نہ کیے جاؤن۔

ساقیم خضر ست و می آب حیات — توبہ از می چون کنم ہیہات ہات

ساقی میرا خضر ہے اور شراب آبحیات ہے — شراب سے کیسے توبہ کرون جلد شراب لا

ہات اسم فعل امر کے معنے مین ہے یعنی شراب لا یا شراب بخش۔ ساقی سے مرشد کامل اور می سے محبت الٰہی مراد ہے آبحیات وسکی صفت کیونکہ عشق الٰہی کرکے انسان بقا باللہ ہو جاتا ہے۔ باقی مطلب صاف ہے محتاج شرح نہین۔ بعض شارحین نے لفظ ہات کو ہیہات کا مخفف مانا ہے اور شعر کے معنے

از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود — **زنہار ازین بیابان وین راہ بی نہایت**

جس طرف سرکرین گیا سوای وحشت کے اور کچھہ نہ بڑہا — ہرگز اس بیابان اور اس بے پایان راہ مین

مطلب یہ کہ راہ عشق مین جو معرفت الہی ہے مین نے ہر چند تگ و دو کی مگر آخر کار سوائے وحشت کے اور کچھہ حاصل نہوا پس اس بیابان خونخوار مین کہ جو عشق کا بیابان ہے سوائے خونخواری کی کچھ حاصل نہین اور اس بے پایان راہ معرفت کو جو مشکل الانقطاع ہے کسی نوع سے طے کرنا ممکن نہین ہو سکتا

عشقت رسد بفریاد ار خود بسان حافظ — **قرآن زبر بخوانی با چاردہ روایت**

عشق تیری فریاد کو پہونچے اگر خود حافظ کی طرح — تو قرآن چودہ روایتون کے ساتھ حفظ یاد کرے

یعنے عشق تیری فریاد کو پہونچے ای مخاطب اگر تو حافظ کی طرح قرآن مع چودہ روایتون کی حفظ یاد کرے۔ یہہ چودہ رو نین دہ پس جو رسالہ تجوید مین لکھی ہوی ہین۔

یارب سببی ساز کہ یارم بسلامت — **باز آید و برہاندم از چنگ ملامت**

یارب کوی ایسا سبب کر کہ میرا یار سلامتی سے — لوٹ آئے اور مجھکو ملامت کی چنگل سے چھڑای

یار سے مشاہدہ حق مراد ہی اور چنگ چنگل کا مخفف۔ یہہ غزل بطور مناجات کے ہے یعنے یا اللہ کوئی ایسا سبب کر کہ مشاہدہ حق پھر اپنا جلوہ بے کم و کاست مجھپر کرے اور طعنہائی خلق سے جو اوسکی جدائی مین لوگ مجھپر مارتے ہین یعنے ملامت کرتے ہین رہائی دی۔

خاک رہ آن یار سفر کردہ بیارید — **تا چشم جہان بین کنمش جای اقامت**

اوس سفر کرنیوالی یار کی خاک راہ ہی سے آؤ — تاکہ چشم جہان بین مین اوسکی قیام کی جگہہ کرون

خاک رہ ہوگنا یہ ہے نقش و نشان یار سفر کردہ سے مراد تجلی محبوب شدہ مذکورہ بالا شعر کی توضیح ضرور نہین مطلب صاف ہے

فریاد کہ از شش جہتم راہ ببستند — **آن خال و خط و زلف و رخ و عارض و قامت**

فریاد کہ شش جہت کی راہ روک لی ہے — اوس خال و خط زلف و رخ عارض و قد نے

چونکہ معشوق کے اعضا ہی یعنی خال و خط وغیرہ یہہ لفظ مین ذکر ہوا ہے شش جہت لائے مین یعنی جیسون نے میری اہر طرف سے روک کر اپنا اسیر بنایا ہے

امروز کہ در دست توام مرحمتی کن — **فردا کہ شوم خاک چہ سود اشک ندامت**

آج کہ تیری اختیار مین ہون رحم کر — کل کو جبکہ خاک ہو جاونگا تو اشک ندامت سے کیا فائدہ

الٰہی ہر باقی اور جو کچھ ہے وہ سب (ٹہرا) فضول اور بیہودہ ہے۔

شیرینی از لب لعلش نہ چشیدیم و برفت — روی مہ پیکر او سیر ندیدیم و برفت

ہمنے اوسکی لب لعل سے شربت نہ چکھا کہ چلا گیا — ماہ پیکر کا چہرہ دل بہرکے نہ دیکھا کہ چلا گیا

یہ غزل حالت قبض وارادات مین لکھی ہے یعنے ہمنے اوسکی لب لعل سے شیرنی بہی جس کا کنایہ فضل ولطف کیطرف ہی حاصل نکی اور شیرین حاصل کرنا تو درکنار جی بہر کر صورت بہی نہ دیکھنے پائے تہے کہ وہ ہمسے علیحدہ ہوگیا۔

گوئی از صحبت ما نیک بتنگ آمدہ بود — بار بربست بگردش نرسیدیم و برفت

گویا ہماری صحبت سے بہت تنگ آیا تہا — کہ ہم اوسکے پاس تک بہی نہ پہونچے تہے کہ اسباب باندہکر چلدیا

بسکہ ما فاتحہ و حرز یمانی خواندیم — وز پیش سورۂ اخلاص دمیدیم و برفت

از بسکہ ہم نے سورۂ فاتحہ اور حرز یمانی کو پڑہا — اور اوسکے واسطے سورۂ اخلاص کو بہی دم کیا مگر چلا گیا

حرز یمانی چند دعائیں ہین کہ جو حضور رسالت مآب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ملک یمن کو سفر کے وقت تعلیم وتلقین فرمائی تہین اور اسیوجہ سے اونکا نام حرز یمانی ہوگیا ہی۔ سورۂ فاتحہ سورۂ الحمد سورۂ اخلاص قل ہو اللہ کو کہتے ہین۔ اور مطلب یہ ہی کہ ہمنے سورۂ الحمد اور دعای حرز یمانی محبوب کو سفر سے باز رکہنے کے لئے اور سورۂ اخلاص اس غرض سے کہ وہ ہمسے محبت کرے اور نہ جاے سب کچہ پڑہا اور دم کیا مگر وہ اسپر بہی چلا گیا۔ مصرعۂ ثانی مین اخلاص کا لفظ دم کرنے کے لئے بہت اچہا آیا ہے۔

سر فرمان خطم گفت مکش تا نروم — ما سر خویش ز خطش نکشیدیم و برفت

کہا کہ میری حکم کے خط سے سر کہیچ تو نہین جاونگا — ہمنے اپنی سر کو اوسکی حکم کے خط سے کہیچا اور (اسپر بہی) چلا گیا

یعنی محبوب نے مجہسے کہا کہ اگر تو میرے حکم سے سرتابی نکرے تو مین نجاؤں ورنہ چلا جاؤن گا۔ لہذا دوسرے مصرع مین کہتے ہین کہ مین نے ایسا ہی کیا یعنی اوسکے حکم سے سر نہ پہیرا مگر وہ اسپر بہی چلا گیا اور نہ رکا یہ گویا خواجہ صاحب کسی کے سامنے معشوق کی شکایت کر رہے ہین۔

عشوہ میداد کہ از کوی ارادت نروم — دیدی آخر کہ چنان عشوہ خریدیم و برفت

فریب دیا کہ مین کوچۂ ارادت سے نہ پہرون — آخر کار تو نے دیکہا کہ مین نے کیسا دہوکا کہایا اور وہ چلا گیا

مذکورۂ بالا شعر کی توضیح ہے شرح طلب نہین۔

یون بیان کئے ہین کہ جب میرا ساقی خضر ہے اور شراب آبحیات تو ہیہات ہیہات کہ مین ایسے وقت مین شراب سی کس طرح توبہ کرون - خلاصہ یہہ کہ مین ایسے حالت مین کبھی توبہ نکرونگا۔

بادۂ تلخ از لب شیرین لبان | در حلاوت می برد آب از نبات

شیرین لبون کی لب کی کڑوی باتین | حلاوت مین مصری کی آبرو لیتے ہین۔

چون دم عیسیٰ نسیم او ز لطف | مردۂ صد ساله را بخشد حیات

اوسکے لطف کی نسیم دم عیسیٰ کی طرح | مردہ صد سالہ کو زندگی بخشتی ہے

یعنے عیسیٰ علیہ السلام کے دم کی طرح جو کہ مردونکو زندہ کر دیتے تھے اوسکی لطف کی نسیم سو برس کے مری ہوی مردونکو زندہ کرتی ہے۔

جز بآب آتشین یعنی شراب | حل نمیگردد مرا این مشکلات

بجز آب آتشین یعنے شراب کے | میری یہہ مشکلین حل نہین ہوتین

مطلب یہہ کہ یہہ مشکلین جو مجھے اس غفلت گاہ دنیا مین پیش آتی ہین یعنے معشوق حقیقی کی عشق سی باز رکھتی ہین وہ سوائے شراب عشق و محبت پیے ہوے مجھسے حل نہین ہو سکین گی - خلاصہ یہہ کہ جب مین بادہ محبت پیتا ہون تو اسرار معرفت مجھپر ظاہر و ہویدا ہوتے ہین۔

روزی ما بین که از دیوان عشق | جز می حمرا نشد ما را برات

ہماری قسمت کو دیکھہ کہ دیوان عشق سے | بجز شراب سرخ کے اور کوئی چیز نصیب مین نہ آئی

دیوان عشق سے مراد روز ازل - می حمرا شراب سرخ یعنے بادۂ عشق و محبت. مطلب یہ کہ روز ازل ہی سے سوائے عشق و محبت کے اور کوئی چیز ہماری حصہ مین نہین آئی۔

شاد باد اروح آن رندی که او | بر سر کوی مغان یابد وفات

اوس رندگی یار دل خوش ہو جسکو | کوچۂ مغان مین وفات پا جائے

کوی مغان سے مرشد کامل مراد ہے. باقی مطلب صاف ہے۔

حاصل عمر تو حافظ در جهان | بادهٔ صافیست باقی ترّهات

اے حافظ تیری عمر کا حاصل جہان مین | شراب صاف ہے باقی فضول

یعنی اے حافظ تیری عمر کا حاصل (جہان مین پیدا ہونے کا نتیجہ) شراب صاف یعنی خالص عشق

در سر کہ بنگری بغمی از تو مبتلا است
یک دل ندیدہ ام کہ ز عشقت خراب نیست

جس کسیکو تو دیکھے گا وہ تیری غم مین مبتلا ہی
مینے کوئی دل ہی ایسا نہ دیکھا کہ جو تیری عشق مین خراب نہوا ہو

یہ اشعار گویا محبوب حقیقی سے بطور عرض حال کرنیکے تصنیف کئے گئے ہین اور انہین عاشق زار عشق کی حالت بیان کررہا ہے مطلب کچھ پیچیدہ نہین صاف ہے۔

ہر کہ بدست عشق تو شد کشتہ بر درت
او را در آن جناب سوال و جواب نیست

جو کوئی کہ تیرے عشق کے ہاتھ سے تیرے در پر قتیل ہوا
اوسکے لئے اوس جناب مین سوال و جواب نہین

جو کوئی عشق الٰہی مین مرجای تو وہ شہید ہوتا اور درجہ شہادت پاتا ہے چونکہ قیامت کے دن شہیدون سے اعمال کی باز پرس نہوگی اسلئے خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ ای محبوب جو کوئی تیری محبت مین تیرے در پر فنا ہوا اوسکو درجہ شہادت ملا پس اوس سے باز پرس اعمال بھی نہ کیجائیگی۔

حافظ چو زر بتوبہ در افتاد و تاب یافت
عاشق نباشد آنکہ چو زر را بتاب نیست

جب حافظ نے زر کو برتن مین ڈالا روشنی پائی
وہ عاشق نہین کہ جسکے زر مین چمک نہین

معنی ظاہر مین تشریح کی ضرورت نہین۔

خم زلف تو دام کفر و دین ست
ز کارستان او یک شمہ اینست

تیری زلف کا پیچ کفر و اسلام کے لئے دام ہے
یہ اوسکی کارستانی کا ایک شمہ ہے

یعنی اے محبوب تیری زلف کے پیچ مین مومن اور کافر دونون پہنستے ہین تیری عشق کے لئے کفر و اسلام کی قید نہین جو کوئی تجھسے محبت کریگا وہ گویا تیری زلف کا اسیر سمجھا جائیگا اور زلف پر پیچ کا کسی کے دل کو پھانس لینا اوسکی ذراسی کارستانی ہے۔

جمالت معجز حسن ست لیکن
حدیث غمزہ ات سحر مبین ست

(دگر) تیرا جمال حسن و خوبی کا معجزہ ہے لیکن
تیری غمزہ کی باتین کھلا ہوا جادو ہے

بر آن چشم سیہ صد آفرین باد
کہ در عاشق کشی سحر آفرین ست

اوس چشم سیاہ پر صد آفرین ہو
کہ عاشق کشی مین ساحر کامل ہے

عجب راہیست راہ عشق ہیہات
کہ چرخ ہفتمش ہفتم زمین ست

افسوس عشق کی راہ عجیب راہ ہے
کہ اوسکا ساتوان آسمان ساتوین زمین ہے

شد چمان در چمن حسن و لطافت لیکن — در گلستان وصالش نچمیدیم و برفت

(خود) حسن و لطافت کے چمن مین خرامان ہوا لیکن — ہمنے اوسکی گلستان وصال مین خرام نکیا تہا کہ چلتا بنا

گفت از خود ببر د ہر کہ وصالم طلبد — ما بامیدی وازخویش بریدیم و برفت

کہا کہ جو میرا وصل چاہے وہ اپنی سی قطع ہوجائے (خودی کو چھوڑدے) — ہم اس امید پر اپنی سے جدا ہوی (مگر) وہ چلا گیا

صورت او بلطافت اثر صنع خداست — ما برویش نظری سیر ندیدیم و برفت

اوسکی صورت لطافت مین صنعت خدا کی شان ہی — ہمنے اوسکی چہرہ کو نظر بہر کر نہ دیکہا تہا کہ چلا گیا

یہ شعر بالکل سہل ہین اسلئے ہم انکی شرح جان کر چہوڑتے جاتے ہین اور صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کرتے ہین

ہمچو حافظ ہمہ شب نالہ و افغان کردم — کای دریغا بوداعش نرسیدیم و برفت

ہمنے حافظ کی طرح تمام رات نالہ و فریاد کی — افسوس کہ اوسکی وداع کو نہ ہم پہونچی اور وہ رخصت ہوا

اس شعر مین روح یا دل متکلم سمجہا جائیگا۔ یعنی ہمنے حافظ کی طرح عمر بہر نالہ وزاری کی مگر افسوس کہ صبح کے وقت اوسکے رخصت کرنے کو بہی نہ پہونچے تہے کہ وہ رخصت ہو گیا۔ بعض نسخون مین وداعش کی جگہ وصالش ہے۔ اور وصالش ہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ وصالش کے معنی اس جگہ اچہی طرح چسپیدہ ہوتے ہین۔

ما ز آرزوی تو غم پروائی خواب نیست — بی روی دلفریب تو بودن صواب نیست

مجہے تیری آرزو مین نیند کی پروا نہین ہے — بغیر تیری دلفریب صورت (دیکہے) رہنا ٹہیک نہین

اس مطلع کے اول مصرع کا مضمون عربی کے اس شعر کی مطابق ہی ؎ عجبا للمحب کیف ینام ۔ کل نوم علی المحب حرام یعنی تعجب ہے کہ محبت مین کوئی کیسے سوتا ہی جبکہ تمام عاشقون پر نیند حرام ہوتی ہے۔ اور دوسرا مصرع اسکا مصداق ہے۔ مَنۡ کَانَ فِیۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰی فَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰی۔ یعنی جو آجکے روز دنیا مین اندہا ہے وہ قیامت کو بہی ضرور اندہا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جس کسی نے جمال دوست دیکہنے کی دنیا مین کوشش و فکر نکی وہ قیامت کے دن کیا دیکہ سکیگا۔

در دور چشم مست تو ہشیار کس ندید — کو دیدہ کز تصور چشمت بخواب نیست

تیری چشم مست کے دور مین کسی کو ہشیار نہ دیکہا — وہ کونسی آنکہ ہی کہ تیری آنکہ کے تصور سے خواب مین نہین

زجام عشق می نوشید حافظ | مدامش مستی و رندی ازین است
حافظ نے اوسکی جام عشق سے شراب پی ہے | اسی سے ہمیشہ مستی و رندی مین رہتا ہے

یعنی حافظ جو ہمیشہ رند و مست رہتا ہے تو اوسکی یہی وجہ ہے کہ اوسنے جام عشق سے مئے محبت پی لی ہے۔

دیدی کہ یار جز سر جور و ستم نداشت | بشکست عہد ما و از ہیچ غم نداشت
تو نے دیکھا کہ یار سوای جور و ستم کے خیال اور کچھ نہ رکھتا تھا | ہم سے جو عہد کیا تھا اوسے توڑ دیا اور اوسے کچھ غم نہین

اسکا مخاطب دل ہے یعنی ای دل تونے دیکھا کہ یار کو ہمیں سوائے جور و ستم کرنیکے اور کچھ خیال نہ تھا کیونکہ اوسنے جو عہد وفا کا ہم سے کیا تھا اوسے توڑ دیا اور اسکی کچھ پروا نہ کی کہ عہد شکنی اچھی بات نہین۔

یارب مگیرش ار چہ دل چون کبوترم | افگند و کشت و حرمت صید حرم نداشت
یارب اوسکو مت پکڑ اگرچہ دل کو کبوتر کی طرح | پکڑا اور مار ڈالا اور حرمت صید حرم کا خیال نکیا

حرم خانہ کعبہ کے احاطہ کو کہتے ہین کہ جہان حلال حیوانات کا شکار بھی حرام ہے یعنی اوس جگہ کوی شکاری کسی پرند وغیرہ کو نہین پکڑتا نہ مارتا ہے ایسا کرنا خانہ کعبہ کی حرمت مین داخل ہے مگر اس موقع پر حرم سے مراد محبت الہی ہے یعنی ای اللہ میرے معشوق کو اس تقصیر مین ماخوذ نہ کیجو کہ اوسنے میرے کبوتر دل کو جو تیرے احاطہ محبت مین پرواز کر رہا تھا پکڑ لیا اور مار ڈالا۔ گو اوسنے صید حرم کی عزت نہ کی مگر مین چاہتا ہون کہ اوس سے مواخذہ نکیا جاے۔ کبوتر میرا تھا جب مین اوسے معاف کرتا ہون تو تو بھی معاف کر دے۔

بر من جفا ز بخت بد آمد و گر نہ یار | حاشا کہ رسم جور و طریق ستم نداشت
مجھپر جفا میری بد نصیبی سے ہوی ورنہ یار | ہرگز ظلم کی رسم اور ستم کا طریق نہین رکھتا

چونکہ جور و جفا کی نسبت معشوق کی طرف کرنا ترک ادب ہے اسلئے خواجہ صاحب اوس سے احتراز کرکے فرماتے ہین جو کچھ جفا و جور مجھپر ہوا وہ بد نصیبی کے بس ہوکر ہوا ورنہ یار کا ہرگز یہ طریقہ نہین کہ وہ مجھپر ظلم و ستم روا رکھتا۔ چونکہ اوپرکے شعر مین یار کی صید حرم شکار کرنیکی عذر خواہی خود ہی خدا سے کر چکے ہین مگر اسمین مقدار اور وضاحت فرماتے ہین کہ جو کچھ مجھپر گذرا وہ بخت بد کا نتیجہ تھا نہ یار کا قصور۔

دل را بہ بین ہمہ جفا کہ بخواری کشید ازو | ہر جا کہ رفت ہیچ کسش محترم نداشت
باوجود اس ہمہ کہ دل خواری کے ساتہ اوس سے جفا اوٹھاتا | جس جگہ گیا کسی نے اوسکی عزت نہ کی

مطلب یہ کہ عشق کی راہ ایک ایسی عجیب راہ ہی جو سکوس ترقی رکہتی ہے۔ چونکہ ساتوان آسمان انتہای اوج ہے اور ساتوین زمین منتہای حضیض پس سالک راہ طریقت باعتبار اپنی علوی مرتبت کے آسمان ہفتم سے بہی اونچا اور بہ لحاظ اپنی عاجزی اور خاکساری کے ساتوین زمین سے بہی پست ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سالک اوسکی راہ مین جتنی ترقی کریگا اوتنا ہی خواری اور فروتنی کے سبب مائل بہ پستی ہوتا چلا جائیگا افسوس کہ سالکان راہ طریقت عشق کی ایسی ناہموار راہ اپنے سامنے طے کرنیکو کبہی رہتی ہے

تو پنداری کہ بدگو رفت جان برد — حسابش باکراما کاتبین ست

توجانتا ہے کہ بدگو مرگیا اور جان کو لے گیا — اوسکا حساب کراما کاتبین کے پاس ہے

یعنی ای مخاطب تو یہ گمان کرتا ہے کہ بدگو طعنہ زن نے مرکر نجات پای یہ ٹہیک نہین ہی کیونکہ اوسکا حساب کراماً کاتبین کے پاس ہی اور وہ ضرور اپنی کئی کی سزا پائیگا۔ کراماً کاتبین دو فرشتے ہین جو کہ ہر آدمی کی نیک و بد اعمال روزانہ لکہی جاتی ہین اور ہر وقت اعمالنامہ لکہنے کے لئے اوسکے ساتہ ساتہ رہتے ہین۔

ز چشم شوخ تو کی جان توان برد — کہ دائم با کمان اندر کمین ست

تیری چشم شوخ سے جان کب بچ سکتی ہے — کہ جو ہمیشہ کمان لئے ہوے گہات مین ہے

کمان سے ابرو مراد ہین۔ اور مطلب صاف ہی کہ تیری چشم شوخ جو ہمیشہ ابرؤن کے اندر قتل عاشق کی تاک مین بیٹہی رہتی ہی اوس سے جان عاشق بچے تو کیسے بچے۔

لبت را آبحیوان گفتم اما — چہ جای آب کان ماء معین ست

تیرے لب کو مین نے آب حیات کہا لیکن — پانی کہان وہ تو ماء معین ہے

معین بفتح میم وکسر عین بمعنی جاری و روان اور یہ لفظ معین صیغہ اسم مفعول ہی جسطرح کہ بیع سے مبیع بنا ہی اسلئے عین سے معین بنا ہی ماء معین بہشت مین ایک نفیس چشمہ ہی ہے پس اسی وجہ سے ماء معین کو آبحیات پر فوقیت دی گئی۔ علاوہ اسکے چونکہ آب حیات کا منبع تاریکی مین ہے اور اسی اعتبار سے اوسکو آب ظلمات بہی کہتے ہین مگر ماء معین جو بہشت کی نہر ہے اور روشنی مین جاری ہے اسواسطے اوسکو آب حیات پر بدرجہا ترجیح ہوگی۔

مشو ای جان ز کید زلفش ایمن — کہ دل بردو کنون در بند دین ست

ای جان اوسکی زلف کے فریب سے بے فکر نہو — کہ دل لے گیا مگر ابہی دین کی فکر مین ہے

منعم از می مکن ای صوفی صافی که حکیم ‫ ‫ در ازل طینت ما را زمی صاف سرشت

ای صوفی صافی مجکو شراب سی منع نکر کہ حکیم نے ‫ ‫ ازل مین میری طینت کو شراب صاف سی بنایا ہی

صوفی صافی سے بطور استہزا کے واعظ یا ظاہری صوفی مراد لین گے اور مطلب یہ ہوگا کہ ای صوفی صاحب مجکو می نوشی سے کہ جسکا کنایہ عشق محبت کی طرف ہے منع نہ کیجئے کیونکہ خلاق عالم نے میری مٹی کا خمیر اسی شراب سی گوندہا ہی بس جسکی سرشت مین ہی شراب آمیز ہو وہ شراب (عشقبازی) سے کیسے باز رہ سکتا ہی اور آپ کا کہنا کیون مان سکتا ہے۔

صوفی صاف بہشتی نبود زانکه چو من ‫ ‫ خرقه در میکده با رہن می ناب بہشت

صوفی صاف اسواسطے بہشتی نہین ہی کہ میری طرح ‫ ‫ جبکو بہشتی می ناب کے مخانون مین رہن کیا

یعنی صوفی صاف جو غیر خدا کی محبت سے پاک و صاف ہی بہشت کی لایق نہین ہے بلکہ سزاوار لقای الہی ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنی خرقہ بہشتی کو محبت الہی مین فنا کردیا ہے۔

لذت از حور بہشت و لب حوض نبود ‫ ‫ ہر که او دامن معشوق خود از دست بہشت

حور بہشت اور کنارہ حوض کوثر کے لذت اوسی نہین ہوگی ‫ ‫ جس کسی نے کہ اپنی محبوب کے دامن کو ہاتہ سی چہوڑا

جس کسی نے اپنی معشوق کی دامن کو چہوڑا یعنی اوس سے جدا ہوا تو اوسکو وہ لذت نہ حور بہشت مین مل سکتی ہے نہ آب کوثر مین جو کہ اوسکی گرفتگی دامن مین ملتی تہی۔ اور یون بہی کہہ سکتے ہین کہ جس کسی نے محبوب حقیقی کا عشق چہوڑ کر بہشت کی لئے۔ ہر واتقا کیا اوسکو باغ بہشت مین پہونچکر وہان کی حورون سے یا آب کوثر سے کیا لذت ملیگی. خلاصہ یہ کہ ان چیزون مین وہ لطف کہان جو عشق الہی مین ہے۔

حافظا لطف حق ار با تو عنایت دارد ‫ ‫ باش فارغ ز غم دوزخ و شادی بہشت

ای حافظ اگر لطف حق تیری شامل حال ہے تو ‫ ‫ دوزخ کے غم اور بہشت کی خوشی سی تو فارغ ہوگیا

مطلب صاف ہی تشریح طلب نہین۔

ای نسیم سحر آرامگه یار کجاست ‫ ‫ منزل آن مه عاشق کش عیار کجاست

ای نسیم صبح یار کی آرام کی جگہ کہان ہے ‫ ‫ اور اوس ماہ عاشق کش عیار کا مقام کونسا ہی

شب تار است و ره وادی ایمن در پیش ‫ ‫ آتش طور کجا و عده دیدار کجاست

اندہیری رات اور وادی ایمن کی راہ در پیش ہی ‫ ‫ کہان طور کی آگ اور کہان وعدہ دیدار

یعنی باوجود اسکے کہ دل نے بہت سی خواری و ذلت کیساتہ محبوب سے سہین تہین لیکن اگر کہین او گیا تب ہی اوسکی عزت نہوئی
اور وہان پر بہی ذلیل سمجہا گیا چاہئے تو یہ تہا کہ محبوب ہی خوار سمجہتا اگر اورون نے بہی اسکو ایسا ہی ذلیل جانا کہ جیسا دوست نے جانا تہا

ساقی بیار بادہ و با مدعی بگو ۔ انکار ما مکن کہ چنین جام جم نداشت

ای ساقی شراب لا اور مدعی سے کہو ۔ کہ ہمسے انکار نکر ایسا پیالہ جمشید پاس نہ تہا

ساقی سے مراد مرشد بادہ سے بادۂ عشق مدعی سے حاسد مگو مراد ہین یہ اور مطلب یہ ہی کہ ای مرشد شراب محبت لا اور اگر حاسد از راہ حسد ہمپر
طعنہ زنی کرے تو اوس سے ہماری جانب سے کہدے کہ وہ ہمارا انکار کیون کرتا ہی اسلئے کہ ایسا جام مصفا جیسا کہ ہمارا دل ہی جمشید پاس بہی
نہ تہا اور جمشید اپنے پیالہ مین تو صرف دنیا کی ملکونکی ہی سیر کرتا تہا ہم اپنے ساغر (دل) مین عالم بالا تک کے حال دیکہتے رہتے ہین۔

ہر رہروی کہ رہ بحریم درش نبرد ۔ مسکین برید وادی و رہ در حرم نداشت

جو مسافر کہ اوسکے در کے حریم پر راستہ نہ چلا ۔ غریب نے جنگل تو طے کئے اور کعبہ مین نہ پہونچا

یعنی جس سالک کے ہاتہ اوسکی معرفت کی راہ نہ آئی وہ اوس بیچارہ مسافر کی طرح ہی کہ جو راہ کعبہ پر جو جنگل تو طے کر لئے مگر کعبہ مین نہ پہونچ سکے خلاصہ یہ کہ اوسکی محنت

خوش وقت رند مست کہ دنیا و آخرت ۔ بر باد داد و ہیچ غم از بیش و کم نداشت

وہ رند اور مست خوش وقت ہی کہ جسنے دنیا و آخرت کو ۔ برباد کر دیا اور کوئی غم کم و بیش کا نہ رکہا

حافظ بر تو گوی فصاحت کہ مدعی ۔ ہیچش ہنر نبود و خبر نیز ہم نداشت

ای حافظ تو فصاحت مین سبقت کرجا کہ مدعی مین ۔ کوئی ہنر نہین اور وہ خبر بہی نہین رکہتا

یعنی ای حافظ تو عشق مین ثابت قدم رہ اور سخنان معرفت کی فصاحت مین مدعی سے سبقت کرجا اسلئے کہ نہ تو اوسمین کچہ ہنر ہی کہ جو تیرا استعمال
کرے اور نہ معرفت کے حال ہی کی خبر ہی کہ جو تیرا اسکو ہو شاید مدعی سے زاہد ظاہر پرست مراد ہی کہ جو عشق کی مس نہین رکہتا۔

برو ای زاہد و دعوت مکنم سوی بہشت ۔ کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نہ سرشت

ای واعظ چل مجہے بہشت کی طرف نہ بلا ۔ کہ خدا نے ازل مین مجہے بہشت کے لئے نہین پیدا کیا

مطلب یہ کہ ای واعظ چل اپنا کام کر مجہے زہد و تقوی کی رغبت و نیز بہشت کی طرف نہ بلا اسلئے کہ اللہ تعالی نے ازل کے روز مجہکو
بہشت مین جانیکی واسطے جیسا کی سامان عیش سے ہو نہین پیدا کیا بلکہ اپنے عشق کیواسطے پیدا کیا ہی پس جبکی محبت چہوڑ کر بہشت کو نہ پہونچونگا

یک جو از خرمن ہستی نتواند برداشت ۔ ہر کہ در راہ فنا در رہ حق دانہ نکشت

ایک جو بہی خرمن ہستی سے نہین اوٹہا سکتا ۔ جسنے کہ دار فنا مین راہ حق کے لئے دانہ نہ بویا

یعنی جس شخص نے ہوای اللہ مین فانی ہو کر حق کے ساتہ باقی نہوا تو گویا اوسنے خرمن ہستی سے ایک جو بہی نہ حاصل کیا۔

تو و تسبیح و مصلی و رہ زہد و ورع ۔ من و میخانہ و ناقوس و رہ دیر و کنشت

تیرے پاس تسبیح اور جای نماز اور طریقہ زہد و پرہیزگاری کا ۔ میرے پاس میخانہ اور سنکہ اور راہ دیر و کنشت کی

عاشق خستہ ز درد غم ہجر تو بسوخت ۔ خود نپرسی تو کہ آن عاشق غمخوار کجاست

عاشق خستہ تیرے ہجر کے درد وغم سے جل گیا ۔ تونے خود نہ پوچھا کہ وہ عاشق غم خوار کون ہے

بادۂ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولی ۔ عیش بی دوست مہیا نشود یار کجاست

شراب اور مطرب اور گل یہ تمام موجود ہین لیکن ۔ عیش بغیر یار کے مہیا نہین ہوتا یار کہان ہے

بادہ سے ذکر محبوب کہ جو بیخودی کا سبب ہوتا ہے مطرب سے مرشد گل سے تجلی اور نیز بیان اسرار مقامات مراد ہین - باقی مطلب صاف -

عقل دیوانہ شد آن سلسلۂ مشکین کو ۔ دل ز ما گوشہ گرفت ابروی دلدار کجاست

عقل دیوانی ہوئی وہ مشکین زنجیر کہان ہے ۔ دل نے ہمسے علیحدگی کی ابروے دلدار کہان ہے

سلسلۂ مشکین زلف کو کہتے ہین جس سے جذبۂ عشق مراد ہے اور ابرو سے مشاہدہ تجلیات - یعنی عقل دیوانی ہوئی ہے پس وہ سلسلۂ مشکین جذبۂ عشق کہان ہے کہ جس سے اسنے باندھکر ڈالا جائے اور دل جو ہمسے جدا ہوتا ہے لہذا اسکے لئے ابروے دلدار یعنی مشاہدہ تجلیات کی ضرورت ہے تاکہ یہ عاشق کو نہ چھوڑے۔

دلم از صومعہ و صحبت شیخ است ملول ۔ یار ترسابچہ کو خانۂ خمار کجاست

میرا دل عبادتخانہ اور شیخ کی صحبت سے ملول ہے ۔ ترسا بچہ یار کہان اور خانۂ خمار کس جگہ ہے

یار ترسابچہ سے مرشد کامل مراد ہے اور خانۂ خمار سے مقام عشق - یعنی میرا دل خلوت گزین اور شیخ کی صحبت سے جو زہد کی علامت ہے رنجیدہ ہوگیا ہے پس مرشد کامل اور مقام عشق کہان ہے تاکہ اوسکی طرف متوجہ ہون اور اپنی مراد حاصل کرون۔

حافظ از باد خزان در چمن دہر مرنج ۔ فکر معقول بفرما گل بیخار کجاست

حافظ چمن دہر مین باد خزان سے رنجیدہ مت ہو ۔ فکر معقول کر کہ گل بیخار کونسا ہے

یعنی ای حافظ تو اوس باد خزان سے جو چمن دنیا مین چلتی ہے رنجیدہ مت ہو اسواسطے کہ دنیا مانند گل کی ہے اور باد خزان خار کی طرح لہذا اور اسوچ تو سہی کہ دنیا مین وہ ایسا پھول کونسا ہے کہ جسین کانٹا نہو لہذا یہ لازمی بات ہے کہ چمن دہر بھی بیخزان نہوگا۔

خواب آن نرگس فتان تو بی چیزی نیست ۔ تاب آن زلف پریشان تو بی چیزی نیست

اس نرگس فتان کی نیند بے نتیجہ نہین ہے ۔ اور اوس زلف پریشان کے پیچ وتاب بھی بے نتیجہ نہین ہے

جہان شب تارست اوس رات کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی ایمن مین آگ کے لئے تشریف لے گئے تہے۔ آتش طور سے تجلی مراد ہے۔ پس یہ مصرعہ رحمت الٰہی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دوسرا ادب کے قہر کی جانب یعنی موسیٰ علیہ السلام کو رحمت کے وقت اندہیری رات اور وادی ایمن والا معاملہ پیش آیا تہا کہ اوس شب مین دولت رسالت اور اعجاز مذید مضافات مشرف ہوئے اور حالت قہر طور کی آگ سے نامزد ہوئی کہ تجلی کی ایک جہلک سے کوہ طور جل گیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گرے لہذا حافظ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ سالک کو حالت قبض مین مضطرب نہوا چاہئے اسلئے کہ نہ تو وہان وعدہ دیدار مین کچہ دیر ہے اور نہ طور کو جلانے اور موسیٰ کو بیہوش کرنے مین ذرا تامل ہے خدائی دین کا موسیٰ سے پوچہئے احوال ہے کہ آگ لینے کو جائین پیمبری مل جائے ہے۔

هر که آمد بجهان نقش خرابی دارد . در خرابات نه پرسید که هشیار کجاست

جو کہ جہان مین آیا صورت فنا کی رکہتا ہے — خرابات مین مت پوچہ کہ ہشیار کون ہے

خرابی۔ فنا خرابات مقام عشق ہشیار۔ باقی و با خود۔ مطلب یہ کہ جو کوئی اس دار فانی مین آیا اوسکا مدار فنا پر ہے کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ پس مت پوچہ کہ کون شخص باقی اور برقرار ہے اور ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو جو کوئی عشق کے جہان مین آیا وہ سراسیمہ اور لا یعقل ہو کر مقام فنا مین پہونچا اسلئے مقام عشق مین نہ پوچہ کہ ہشیار کون ہے۔

آنکس ست اهل بشارت که اشارت داند — نکتها هست بسی محرم اسرار کجاست

وہ شخص اہل بشارت ہے کہ جو اشارہ سمجہتا ہے — اسمین بہت سی باریکیان ہین محرم اسرار کون ہے

یعنی عشق مین بہت سے نکات ہین لیکن جو محرم اسرار ہے وہ انکو جانتا ہے پس اوسکو بشارت ہو جو کہ جو اسرار عشق کو اشارہ اور رمز سے معلوم کرے۔

هر سر موی مرا با تو هزاران کارست — ما کجائیم و نصیحت گر بیکار کجاست

میرا ہر بال تجہسے ہزارون مقصد رکہتا ہے — ہم کہان اور بیکار نصیحت گو کہان

یعنی میرے سر کا ایک ایک بال تجہسے ہزارہا آرزوئین رکہتا ہے پس نصیحت گو کی ملامت بیکار ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہل دنیا جو ہماری معاملہ عشق مین وقوف نہین رکہتے اور طعن کرتے ہین کہان ہم عاشق اور کہان وہ ناآشنای محبت ہماری اور اونکی درمیان مین بہت بڑا فرق ہے۔

دوش باد از سر کویت بگلستان بگذشت　　ای گل این چاک گریبان تو بیچزی نیست

کل تیری کوچہ سے ہوکر صبا باغ کو گئی ہے　　ای گل یہ تیری گریبان کا چاک ہونا خالی از علت نہیں ہے

یعنی ای عاشق تیرے یہ چاک گریبان جس سے مراد رسوائی و پریشانی ہے بے سبب نہیں بلکہ عشق کی وجہ سے ہے کیونکہ کل باد فیض جسکا کنایہ عشق معرفت کی طرف ہے اوس محبوب کے کوچہ سے عاشق کے گلستان وجود میں ہوکر گذری۔ اسلئے تونے اپنا گریبان چاک کیا۔

درد عشق ارچہ دل از خلق نہان میدارد　　حافظا این دیدہ گریان تو بیچزی نیست

دل اگرچہ عشق کا درد خلق سے پوشیدہ رکھتا ہے　　ای حافظ تیری یہ دیدہ گریانی بے سبب نہیں ہے

یعنی ای حافظ اگرچہ تیرا دل درد عشق کو خلق سے چھپائے ہوئے ہے لیکن اشکباری جو بلاوجہ نہیں ہے صاف کہے دیتی ہے کہ تو کسی پر عاشق ہے۔

دیدمش دوش کہ سرمست و خرامان میرفت　　جام می بر کف و در مجلس رندان میرفت

میں نے کل اوسے دیکھا کہ مست و خرامان جاتا تھا　　ساغر شراب ہاتھ میں اور رندوں کی مجلس کی طرف گیا

ش کی ضمیر یا معشوق کی طرف یا مرشد کی طرف کو راجع ہے یعنی کل میں نے مرشد کو دیکھا کہ مے محبت سے مست جھومتا ہوا ہاتھ میں شراب معرفت کا پیالہ لئے ہوئے رندان (مریدان) کی مجلس میں کو گیا تھا تاکہ شراب معرفت سے سیراب کرے۔

مطلع ثانی

یار مہ چہرۂ من با دل گریان میرفت　　متنفر شدہ و زبندہ گریزان میرفت

میرا یار مہ پارہ بادل گریان گیا　　بندہ سے متنفر ہوکر بھاگا

چونکہ بعض نسخوں میں اس غزل کا مطلع یہی ہے اور تمام غزل کا مضمون اس سے ربط رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے لہذا ہم مطلع اول کی شرح کرنیکے بعد اسکی شرح لکھتے ہیں چونکہ اسمیں فیض دلدادیت یا عدم مشاہدہ کا مضمون ظاہر کیا گیا ہے اسلئے غزل کے کل اشعار کی جداگانہ شرح کی ضرورت نہیں ہے ترجمہ کافی ہے البتہ جہاں لغات آئے ہیں اونکو حل کر دیا گیا۔

چون ہمی گفتمش ای مونس دیرینہ من　　سخت میگفت دل آزردہ و پریشان میرفت

جب میں نے اوس سے کہا کہ ای میری پرانی غمگسار　　سخت کہتا تھا دل آزردہ و پریشان گیا

نقش خوارزم و خیال لب جیحون می بست　　با ہزاران گلہ از ملک سلیمان میرفت

شہر خوارزم کا نقشہ خیال کنارہ جیحون کا باندھتا تھا　　ہزاروں گلہ کے ساتھ ملک سلیمان سے گیا

خواب کا اشارہ تغافل کی جانب اور نرگس فتان چشم مست یا فتنہ انگیز جس سے نقد ذات عبارت ہے سے ہست چشم اینجا یعنی نقد ذات ؎ کو عیان بیند وجود کائنات ؎ زلف پریشان عالم کثرت اور پیچ وتاب سے مقصود اوسکی آراستگی ہے - اور مطلب یہ ہیکہ ای محبوب اوس مشاہدہ ذات سے تیرا تغافل یا اخفا کہ جو مجھے عالم اطلاق مین حاصل تہا اور اس آراستگی زلف پریشان یعنی ظہور عالم کثرت سے کچھ نہ کچھ غرض ضرور ہے یعنی یہ سب باتین نہ خالی از علت ہین اور نہ ہماری پریشانی اور سرگردانی محض برائے بیت ہے -

ازلبت شیر روان بود کہ من میگفتم کاین شکر گرد نمکدان تو بی چیزی نیست

تیرے لب سے دودہ جاری تہا کہ مین کہا کرتا تہا کہ نمکدان کے آس پاس یہ شکر بے نتیجہ نہین ہے

نمکدان سے دہن اور شکر سے وہی شیر مراد ہے - مجازی مطلب یہ ہیکہ مین تیرے ایام طفولیت مین کہا کرتا تہا کہ اس دہن سے فتنے برپا ہونیوالے ہین - ہونٹون سے دودہ ٹپکنا یعنی دودہ کی خوشبو دہن سے آنا شیر خوار بچہ کی حالت طفلی ظاہر کرنیکے واسطے بولا کرتے ہین - پس ازلبت شیر روان بود سے زمانہ طفلی یعنی روز ازل مراد ہے اور حقیقی اعتبار سے یہ مطلب ہیکہ روز ازل مین جب اللہ تعالی نے پوری طور پر اپنا ظہور مخلوق پر نکیا تہا یعنی یہ تجلیات متنوعہ اور انوار متلونہ نہین - تو مین اپنے آپ سے یہ کہتا تہا کہ اوسکا ہمیر یہ لطف دفضال محض بے نتیجہ نہین ہی کبھی نہ کبھی خلق کرکے اپنا والہ وشیدا بنائیگا -

چشمۂ آبحیات ست دہانت اما زیر لب چاہ زنخدان تو بیچیزی نیست

تیرا موںہہ آب حیات کا چشمہ ہے لیکن لب کے نیچے چاہ زنخدان بہی بے سبب نہین ہی

جان من باد فدائی تو یقین میدانم در کمان ناوک مژگان تو بیچیزی نیست

میری جان تجہپر قربان ہو مین یقین رکہتا ہون کمان مین تیرا ناوک مژگان بے علت نہین ہی

کمان سے ابرو مژگان سے پلکین مراد ہین - تیر وکمان کے واسطے یہ الفاظ لائے ہین مطلب صرف یہ ہیکہ میری جان تجہپر نثار ہو جیو اسکا کچہ خوف نہین بیدنثار ہو ہی چکی ہے مگر کمان ابرو مین ناوک مژگان کا ہونا بہی خالی از علت نہین

مبتلائی بغم ومحنت واندوہ فراق ایدل این نالہ وافغان تو بیچیزی نیست

تو غم ومحنت اور رنج فراق مین مبتلا ہی ایدل تیرا نالہ وفریاد بے سبب نہین

اس عالم مین سالک پر ظاہر ہوے وہ درد کشون یعنی عاشقون کے مشاہدہ تجلی سے ظاہر ہوی۔

بیاو معرفت من شنو کہ در سخنم ** **زفیض روح قدس نکتہ سعادت رفت

میری معرفت کی یاد سے سنو کہ میری کلام مین روح قدس کے فیض سے نکتہ سعادت پہونچا ہی

یعنی ای طالب چونکہ معرفت مجہی یاد ہے اسلئے تو میری کلام مین جسکو روح القدس کے فیض سے نکتہ سعادت پہونچاہے معرفت کا حال پڑہ دوسرون کے سخن مین یہ اثر اسلئے نہین کہ اونکو باریکی کلام کے واسطے کسی کا فیض نہین پہونچا۔

مجوز طالع مولود من بجز رندی ** **کہ این معاملہ با کوکب ولادت رفت

میری طالع ولادت سے سوا ہر رندی کے اور کچہ نہ ڈہونڈ کیونکہ یہ معاملہ کوکب ولادت سی ہی چلا آتا ہی

یعنی میری کوکب ولادت کا یہی اثر تہا کہ جو کوئی اوسوقت پیدا ہوتا وہ سواے عشقبازی اور رندی کے اور کچہ نکرتا پس ای مخاطب تجکو مجہسے بہی سوای مستی اور رندی کے اور کسی کام کی امید نہ رکہنی چاہئے کیونکہ مین بہی اوسیوقت پیدا ہوا ہون۔

ز بامداد بدست دگر بر آمدہ ** **وظیفہ می دوشین مگر زیادت رفت

صبح کو تو دوسرے طور پر بر آمد ہوا شاید کہ وظیفہ می دوشین کا زیادہ ہوگیا تہا

وظیفہ می دوشین سے مراد مشاہدات تجلیات ہین یعنی ای سالک آج تیرا حال کچہ اور ہے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ شاید تجکو رات مشاہدہ تجلی کا زیادہ ہوا ہے۔

مگر بمعجزہ کوشد طبیب عیسی دم ** **چرا کہ کار من خستہ از عبادت رفت

مگر وہ عیسی دم طبیب معجزہ مین کوشش کری اسواسطے کہ مجہ خستہ کا کام عیادت سے باہر ہے

عاشق کہتا ہے کہ عیسی نفس طبیب کو میرے زندہ کرنیکے لئے معجزہ کو کام مین لانا چاہئے اگر صرف عیادت ہی کو آیا تو عیادت سے میرا کام نہین چلیگا اسواسطے کہ مین اوسکی ہجر مین قریب المرگ ہون۔

ہزار شکر کہ حافظ ز راہ میکدہ دوش ** **بکنج زاویہ و طاعت و عبادت رفت

ہزار شکر کہ کل میکدہ سے حافظ گوشہ طاعت و عبادت کی طرف گیا

یعنی بڑی شکر کی بات ہی کہ حافظ رندی کو چہوڑ چہاڑ کل میخانہ سے سیدہا محراب عبادت کی طرف گیا اور زاہد بن گیا بعض نسخون مین یہ شعر یون ہے ~ ہزار شکر کہ حافظ براہ میکدہ دوش ؛ زکنج زاویہ و طاعت

خوارزم سے بہشت اور لب جیحون سے لب کوثر ملک سلیمان سے دنیا مراد ہے یعنی بہشت کا نقش اپنی آنکھون مین جمائے ہوے حوض کوثر کا تصور کرتا ہوا دنیا کے ہزارون گلون کے ساتھ یہان سے سدہارا۔

میشد آنکس کہ چو او جان سخن نشناخت ۔ من ہمیدیدم و از کالبدم جان میرفت

وہ شخص کونسا ہی کہ جسنے اُس سخن کی جان کو نہ پہچانا ۔ مین دیکہتا تہا کہ میرے بدن سے جان جاتی تہی

گفتم اکنون سخن خوش کہ بگوید با ما ۔ کان شکر لہجۂ خوشگوی سخندان میرفت

مین نے کہا کہ اب ہمسے میٹہی باتین کون کریگا ۔ کہ وہ شکر لہجہ خوشگو سخندان تو چلا گیا

لابہ بسیار نمودم کہ مرا سود نداشت ۔ زانکہ کار از نظر رحمت سلطان میرفت

مین نے بہت سی چاپلوسی کی لیکن اوسنے مجہے فایدہ نہ دیا ۔ اسواسطے کہ رحمت سلطان کی نظر سے کام میرا گذر گیا

جب محبوب نے جانیکا قصد کیا تو اسلئے کہ اب اسرار معرفت ہمسے کون کہیگا مین نے اوسکی بہت ہی چاپلوسی اور خوشامد کی لیکن وہ کچہ بہی سودمند نہوئی اسواسطے کہ حق سبحانہ تعالی کی مرضی یون ہی تہی۔ کہ معشوق ہمسے جدا ہو جاوے۔ چنانچہ اوسنے ایک نہ سنی اور چلا گیا۔

پادشاہا ز کرم از سر جرمش بگذر ۔ چہ کند سوختہ از غایت حرمان میرفت

ای پادشاہ اپنے کرم سے اوسکے گناہ سے درگذر کر ۔ سوختہ دل کیا کرے کہ بے نصیبی کی غایت سے گیا

چون بشد آن صنم از دیدۂ حافظ غایب ۔ اشک ہموارہ ز رخسار بدامان میرفت

جب کہ وہ محبوب حافظ کی نظرون سے غائب ہو گیا ۔ آنسوون کا تار رخسارون سے دامن کی طرف گرتا تہا

معنی ظاہر ہین۔ شرح کی کچہ ضرورت نہین معلوم ہوتی۔

ہر آن خجستہ نظر کز پی سعادت رفت ۔ بکنج میکدہ و خانۂ ارادت رفت

ہر مبارک نظر جو طالب سعادت ہوا ۔ میخانہ کے کونے اور خانۂ ارادت مین گیا

یعنی سعادت اوسی شخص کو ملی کہ جسنے میخانہ کے کونہ مین عزلت اختیار کی اور مرشد سے بیعت ہوا۔ میکدہ سے منزل عشق مراد ہے۔

ز رطل و درد کشان کشف کرد سالک راہ ۔ رموز غیب کہ در عالم شہادت رفت

درد کشون کے پیمانہ سے سالک کی راہ کہلی ۔ غیب کے بہید کہ جو عالم شہادت مین گئے

رطل بمعنی مشاہدۂ تجلی اور عالم شہادت سے دنیا مراد ہے۔ یعنی جو کچہ کہ اسرار معرفت اور غیب کے بہید

اوسکی ذات مراد ہوگی۔ صبا کا کنایہ مرشد کی جانب حکایت زلف سے مقصود اسرار عشق ہیں یعنی جب
عاشق نے اپنی ذات کو آمادگی دی تو مرشد نے اوسکو عشق کا قصہ بیان کرکے پشیمان کردیا کہ تجکو محض
عشق کی وجہ سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ورنہ تو کہاں اور یہ کمال کہاں۔

کنون بآب می لعل خرقہ میشویم نصیبۂ ازل از خود نمیتوان انداخت

اب سکہ مین شراب سرخ سے خرقہ دہوتا ہون یہ نصیب ازلی کا سبب ہی اپنے آپ نہین ڈالا جاسکتا

شراب سے خرقہ دہونا بمعنی عشق کرنا۔ یعنی مین جو عشق کررہا ہون یہ از خود نہین کرتا ہون بلکہ ازل سی ہی
میری قسمت مین لکہہ گیا ہی پس یہ شراب مین جبہ کا دہونا ازلی ہے کچہ آج سے نہین اور نہ مین نے
خود بخود جبہ کو شراب سے رنگا ہے۔

نبود رنگ دو عالم کہ نقش الفت بود زمانہ طرح محبت نہ این زمان انداخت

دونون عالمون کا رنگ نہ تہا مگر نقش محبت موجود تھا زمانہ نے کچہ بنیاد عشق کی اسوقت سے نہین ڈالی

یعنی کچہ عشق و محبت کی بنیاد کو زمانہ نے اسوقت سے نہین ڈالا ہے بلکہ یہ بنیاد اوسوقت سی پڑی ہوئی ہکہ
جب دونون عالمون سے کوئی عالم بہی موجود نہ تہا۔

من از ورع می و مطرب ندیدمی ہرگز ہوای مغبچگانم درین و آن انداخت

مین زہد و تقوی کی وجہ سے می و مطرب کبہی نہ دیکہتا تھا لیکن مغ بچونکی ہوا نے مجکواس این و آن مین ڈالا

مغ بچون سے معشوق لوگ مراد ہین یعنی مین تو بڑا پارسا تہا لیکن ان معشوقونکی خواہش نے مجھے می و مطرب اور
اس آؤ سمین سب ہی مین مبتلا کردیا۔

جہان بکام دل اکنون شود کہ دور زمان مرا بہ بندگی خواجۂ زمان انداخت

اب جہان دل کے مقصد مین ہوجاویگا کہ گردش زمانہ نی مجکو خواجۂ زمان کی بندگی مین ڈالا

خواجۂ زمان بمعنی مرشد کامل جہان بکام دل شدن بمعنی مقصود دل برآمدن۔ یعنی اب کہ گردش فلک نے
مجکو مرشد کامل کی اطاعت مین لا ڈالا ہے۔ بیشک مین اپنی دلی مقاصد مین کامیاب ہونگا اور مراد کو پہونچونگا

مگر گشایش حافظ درین خرابی بود کہ قسمت ازلش در می مغان انداخت

شاید کہ حافظ کا کشود کار اسی خرابی مین تہا کیونکہ قسمت ازلی نے اوسے می مغان مین ڈالا

معلوم ہوتا ہی کہ شاید حافظ کی کامیابی اسی خرابی مین تہی جو قسمت ازلی نے اوسکو شعبازی اور خرابی مین

اسکا مطلب برعکس ہوتا ہے۔

خمی کہ ابروی شوخ تو در کمان انداخت **بقصد جان من زار و ناتوان انداخت**

وہ خم کہ جو تیرے ابروے شوخ کی کمان مین کہ — مجہ زار و ناتوان کی جان کیواسطے ڈالا ہے

شراب خوردہ خوی کردہ کی شدی بچمن **کہ آب روی تو آتش در ارغوان انداخت**

شراب پی کر عرق مین ترکب تو چمن مین گیا تہا — کہ تیرے چہرہ کی آب نے گل ارغوان مین آگ لگادی

عاشق پوچہتا ہے کہ ای محبوب تو مست و بجوش ہو کر عرق برو باغ مین کب چلا گیا تہا کہ تیرے چہرہ کی رونق نے گل ارغوان کو غیرت سے جلادیا۔ واضح ہو کہ گل ارغوان کی مشابہت معشوق کے چہرہ پسینہ دار سے دیجاتی اور اوسی کی رعایت سے یہ مضمون لائے ہین۔

بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد **فریب چشم تو صد فتنہ در جہان انداخت**

ایک ہی کرشمہ سے نرگس خود فروشی کرنے لگی — تیری آنکہ کے فریب نے سو فتنے جہان مین برپا کیے

یعنی ای محبوب نرگس صرف اوس ایک کرشمہ سے کہ جو اوسکو چشم معشوق سے تشبیہ دیجاتی ہو خود فروشی کرنے لگی یعنی شہرۂ آفاق ہو گئی۔ تو تیری نگاہ کہ جو ایسے ایسے صدہا فتنے جہان مین اوٹہاتی ہے کیون مشہور نہو اور عالم کو کیون اپنا مفتون و شیدا نہ بنائے۔

ز شرم آنکہ بروی تو نسبتش کردند **سمن بدست صبا خاک در دہان انداخت**

اس شرم سے کہ اوسکی نسبت تیری چہرہ سے کیگئی — چنبیلی نے صبا کے ہاتہ سے اپنے مونہہ پر خاک ڈالی

ببزمگاہ چمن دوش مست بگذشتم **کہ از دہان تو ام غنچہ در گمان انداخت**

مین کل بزمگاہ چمن مین مست ہوکر گذرا — اسلیئے کہ غنچہ سے تیری دہن کا یقین کرلون

یعنی کل مین مستی کی حالت مین باغ کی سیر کو اسلیئے گیا کہ تیرے دہن سے غنچہ کو جو نسبت دیتے ہین آیا یہ نسبت صحیح ہے اور مین اوسکا یقین کرون یا نکرون۔

بنفشہ طرۂ مفتول خود گرہ میزد **صبا حکایت زلف تو در میان انداخت**

اپنے طرۂ مفتول مین بنفشہ نے گرہ لگائی — صبا نے تیری زلف کا قصہ درمیان لا ڈالا

طرۂ مفتول یعنی طرۂ پیچیدہ خلاصہ یہ کہ بنفشہ نے اپنی طرۂ پیچیدہ مین گرہ لگائی یعنی اوسکو سنوار بنا کر آراستہ کیا تہا مگر صبا نے تیری زلف کا قصہ بیان کرکے اوسکو شرمندہ کردیا حقیقی طور مین بنفشہ سے عاشق طرۂ مفتول سے

شام سر زلف سے خوبی زلف جس سے دنیا مراد ہے مقصود ہے صبا کا اشارہ مرشد کی جانب لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین چونکہ مین عاشق ہون اور اوسکی خوبی کو پا گیا ہون اسلئے ہر صبح کو میری بحث مرشد سے اس بنا پر ہوتی ہے کہ وصف شام سر زلف مین جسکا اشارہ جذبۂ عشق کی طرف ہے دم نہ مارنا چاہئے اور نہ اوسکا پردہ فاش کرنا چاہئے تاکہ مدعیون کو قیل و قال کا موقع نہ ملے۔

من ازین طالع شوریدہ برنجم ورنہ — بہرہ مند از سر کویت دگری نیست کہ نیست

مین اس نصیب کم بخت کی وجہ سے رنج مین ہون ورنہ — کیا اور لوگ تیری کوچہ سے بہرہ مند نہین مین

یعنی مین اپنے شومی طالع سے رنج اوٹھاتا ہون ورنہ دوسری لوگ تیری کوچہ سے بہرہ مند ہوتے ہین مین اگر میرا نصیب ایسا ہوتا تو مین بھی ضرور بہرہ مند ہوتا۔

از خیال لب نوشین تو ای چشمۂ نوش — غرق آب و عرق اکنون شکری نیست کہ نیست

ای چشمۂ نوش تیرے لب شیرین کے خیال سے — اب کون سی شکر ہے کہ غرق آب شرم نہین ہے

آب چشمم کہ برو منت خاک در تست — زیر صد منت او خاک دری نیست کہ نیست

میری آنکھہ کا آنسو کہ جسپر تیری در کی خاک کا احسان ہے — کون سی در کی خاک ہے کہ جو اوسکی صدہا احسانون کی زیر بار نہین ہے

اے محبوب چونکہ میری اشکون پر تیری در کی خاک کا احسان ہے اسلئے وہ کونسی دروازہ کی خاک ہے کہ جسپر میرے اشکون کے صدہا احسان نہون۔

از وجودم قدری نام و نشان ہست کہ ہست — ورنہ از ضعف در آنجا اثری نیست کہ نیست

وجود سے میرا صرف اسقدر نام و نشان معلوم ہوتا ہے کہ ہے — ورنہ ضعف کا کونسا اثر اوس جگہ ہے کہ نہین ہے۔

چونکہ مین مقام عشق مین ہون پس میرے وجود سے صرف اسقدر نشان باقی ہے کہ ہست کہہ سکتے ہین ورنہ جو کچھ اثر یا نشان کمال ضعف کا ہوتا ہے وہ سب مجھ مین موجود ہے۔ یعنی ضعف کمال کو پہونچ گیا ہے اور کچھ باقی نہین رہا۔

شیر در بادیۂ عشق تو روباہ شود — آہ ازین راہ کہ در وی خطری نیست کہ نیست

شیر تیری جنگل عشق مین لومڑی ہو جاتا ہے — آہ کہ یہ راہ کہ جسمین بہت سے خطرے موجود ہین۔

یعنی تیرے بیابان عشق مین ڈر کر شیر بھی ہیبت کے مارے لومڑی ہو جاتا ہے۔ افسوس کہ اس راہ عشق مین بڑے بڑے خطرے موجود ہین۔

فوائد الدریا- مے مغان سے مراد ان لوگون کی محبت ہے کہ جو عشق الٰہی کی آگ مین اپنے آپکو سوختہ کردین-

روشن از پرتو رویت نظری نیست کہ نیست منت خاک درت بر بصری نیست کہ نیست

تیرے چہرہ کے پرتو سے ہر نظر روشن ہے تیرے در کی خاک کا احسان کونسی چشم پر نہین ہے

قاعدہ ہے کہ نفی کا نون نفی پر واقع ہو کر اثبات کے معنی دیتا ہے اسلئے نیست کہ نیست کے معنی ہست ہوے مطلب صاف ہے اور اسکا خطاب معشوق یا مرشد کی طرف سمجھنا چاہیے-

ناظر روی تو صاحب نظرانند ولی سر گیسوی تو در هیچ سری نیست کہ نیست

تیرے چہرہ کے دیکھنے والے صاحب نظر تو ہین لیکن کون سر ہے کہ جسمین تیرے گیسو کا خیال نہین ہے

صاحب نظرون سے مراد وہ اولیا رکامل ہین جو دیدۂ باطنی سے ہر شئی مین جمال باریتعالیٰ کا مشاہدہ کرتے ہین یعنی ہر چند کہ تیری قلبی محبت اولیاؤن سے مخصوص ہے لیکن مخلوق مین کوئی بھی ایسا نہین کہ جسمین عمومیت کے ساتھ جاری وساری نہو-

اشک غماز من ار سرخ برآید چہ عجب خجل از کردۂ خود پردہ دری نیست کہ نیست

یہ اچھلخور اشک اگر خون سی سرخ ہو تو کیا عجب ہے کون پردہ در ہے جو اپنے کئے ہوے سے شرمندہ نہین ہوتا

یعنی اگر میرا اشک آنکھون سے مثل خون سرخ نکلتا ہے تو کچھ تعجب نہین اسلئے کہ یہ دل کا پردہ فاش کرنیوالا ہے اور اپنے پردہ کا فاش کرنیوالا ضرور شرمندہ وپشیمان ہوتا ہے-

کمر کس بمن خستہ چہ بندی کہ زمہر برمیان دل وجانم کمری نیست کہ نیست

تو نے کمر کینہ کو مجھ خستہ کیلئے کیون مانند کمان کے باندھا ہے میری دل اور جان کی کمر پر موجود ہے

تا بدامن ننشیند ز نسیمت گردی سیل اشک از نظرم رہگذری نیست کہ نیست

تاکہ تیرے دامن پر ہوا سے گرد نہ جمے سیل اشک میری نظر سے راہ گذر مین ہے

یعنی یہ میری گریہ وزاری تیری رہ گذر کو اسواسطے ترکرنیکے لئے ہے تاکہ جب تو راہ مین گذرے تو ہوا سے گرد اڑکر تیرے دامن پر نہ جمے-

تا دم از شام سر زلف تو ہر جا نزنند با صبا گفت وشنیدم سحری نیست کہ نیست

تاکہ تیری زلف کی سیاہی مین ہر جگہ دم نہ مارین صبا کے ساتھ میری گفت وشنید سحر کو ہوتی ہے

طرف سے اسیر ہین۔ ہر شخص وہ مومن ہو یا کافر ہشیار ہو یا مست نیک ہو یا بد بادشاہ ہو یا فقیر غرض کہ اپنے اپنے خیال مین سب تیری طالب اور تیری ہی طرف کو رجوع کرنیوالے ہین یہانتک کہ تیری ہر مخلوق وہ جاندار ہو یا بیجان درخت ہو یا پتھر پانی ہو یا ہوا تیری یاد سے غافل نہین وَ اِن مِن شَیءٍ اِلّا یُسَبِّحُ بِحَمدِہٖ

روی تو مگر آئینہ لطف الٰہی ست ، حقا کہ چنین ست و درین روی و ریا نیست

تیرا چہرہ مگر لطف الٰہی کا آئینہ ہے قسم خدا کی ایسا ہی ہی اور اسمین کچھ جھوٹ نہین

زاہد دہدم توبہ ز روی تو زہی روی ، ہیچش ز خدا شرم و ز روی تو حیا نیست

زاہد نے مجھے تیری روسے توبہ کرائی اوسکی عجیب صورت ہے نہ اوسکو خدا سے شرم نہ تیرے رو کی حیا

اسمین توبہ کرانیوالے زاہد کی مٹی پلید کی گئی ہے یعنی ای دوست زاہد مجھے تیری صورت دیکھنے سے توبہ کراتا ہے۔ ذرا اوسکی صورت تو دیکھ کہ کیا معقول ہے جسکو نہ تو خدا سے شرم آتی ہے اور نہ تیری روکی حیا کا خیال ہوتا ہے۔

نرگس طلبد شیوہ چشم تو زہی چشم ، مسکین خبرش از سر و در دیدہ حیا نیست

نرگس تیری آنکھ کا شیوہ طلب کرتی ہے کیسی عجیب آنکھ ہے نہ اوس بیچاری کو تیری بہید سے خبر ہے نہ آنکھ مین حیا ہے

یعنی تیری آنکھ تو عجیب آنکھ ہے مگر نرگس اوسکا سا شیوہ اختیار کرنا چاہتی ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اوس دکھیا کو تیرے بہید کی کیا خبر کہ اس چشم مین کیا بہید بہرا ہوا ہے چونکہ اوسکی آنکھون مین حیا نہین ہے شاید اس وجہ سے وہ ایسی ناشایستہ حرکت کی مرتکب ہوئی اگر غیرت دار ہوتی تو چلو بہر پانی مین ڈوب مرتی۔

از بہر خدا زلف میارای کہ ما را ، شب نیست کہ صد عربدہ با باد صبا نیست

خدا کے لئے زلف کو مت سنوار کہ ہمارے لئے کوئی شب نہین ہوتی کہ سو جہگڑے باد صبا سے نہ آتے ہون

ظاہری مطلب صاف ہے باطنی اعتبار پر زلف سے مراد عالم کثرت و تعین مین میارای سے اونکا نہ سنوارنا باد صبا سے دم زندگی یعنی ای محبوب حقیقی تو عالم کثرت تعینات کو ہمارے واسطے آراستہ نہ فرما کیونکہ ہر شب باد صبا سے (دم زندگی مین) سو جہگڑے کرنے پڑتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ ہم گرفتار دنیا ہونا نہین چاہتے اور تفکرات دنیا ہمکو مجبور کرلی رہتی ہین۔

باز آی کہ بی روی تو ای شمع دل افروز ، در بزم حریفان اثری نور و ضیا نیست

ای شمع دل افروز لوٹ آکہ بغیر تیرے رخ روشن کے عاشقونکی بزم مین ذرا بہی اثر روشنی کا نہین

نہ من دل شدہ از دست تو خونین جگرم — از غم عشق تو پر خون جگری نیست کہ نیست

مین ہی دل گیر تیرے ہاتھ سے خونین جگر نہین ہوا ہون — کون سا جگر ہے کہ جو تیرے عشق سے پر خون نہین

از سر کوی تو رفتن نتوانم گامی — ورنہ اندر دل بیدل سفری نیست کہ نیست

تیرے کوچہ سے مین ایک قدم بھی نہین سرک سکتا — ورنہ دل بیدل کے اندر کون سفر ہے جو نہین ہے

یعنی میرا دل ہر سفر کرنیکو طیار ہے یا دو سمین بہت سے سفر ہین مگر تیرے کوچہ سے ایک قدم بھی سرکنے کا ارادہ نہین۔

تو خود ای شعلہ رخشندہ چہ داری در سر — کہ کباب از حرکات جگری نیست کہ نیست

ای شعلہ رخشندہ تو خود اپنے خیال مین کیا رکھتا ہے — کون سا جگر ہے کہ جو تیری حرکتون سے کباب نہین ہوا

اے محبوب عالم جو کوئی جگر ہے وہ تیرے غمزہ و ناز کے شعلہ سے سینہ کباب ہو رہا ہے نہین معلوم کہ تو اس سوختگی جگر ہا سے کیا مطلب رکھتا ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز — ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست

راز کا پردہ سے باہر لانا مصلحت نہین — ورنہ کونسی خبر ہے کہ جو رندونکی مجلس مین نہین ہوجاتی

یعنی ہم رند لوگ جن سے عاشق مراد ہین راز کا افشا کرنا مصلحت نہین سمجھتے۔ ورنہ دونون جہان کا بھید ہمپر منکشف ہے۔

بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود است — در سراپای وجودت ہنری نیست کہ نیست

سوای اس نکتہ کے کہ حافظ تجھسے ناخوش ہے — کونسا ہنر ہے کہ جو تیرے سراپا وجود مین نہین

یعنی ای محبوب تیری ذات سراسر متصف باوصاف حمیدہ ہے اور کوئی ہنر باکمال ایسا نہین کہ جو تیرے سراپا مین موجود نہو البتہ حافظ تجھسے خوش نہین اسلئے کہ تو اوس سے وفا نہین کرتا۔ چنانچہ اس سے پہلے کہہ چکے ہین — جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب ✽ کہ خال مہر و وفا نیست روی زیبا را ✽ حقیقی اعتبار سے گو ایسا کہنا سخت بے ادبی ہے لیکن چونکہ عاشقان الہی مجذوب ہوتے ہین اسلئے اونکو کہنے مین ہرج نہین۔

کس نیست کہ افتادۂ آن زلف دوتا نیست — در رہگذری نیست کہ دامی ز بلا نیست

کوئی ایسا نہین کہ جو تیری زلف دوتا کا اسیر نہو — ایسی کوئی رہگذر نہین کہ جسمین بلا کا جال نہین ہے

یعنی ای محبوب حقیقی ایک مین ہی تجھپر عاشق نہین ہون بلکہ ہر دو عالم تیری زلف مین جسکا اشارہ جذبۂ عشق کی

یعنی بیچارہ عاشق ملامت کے تیرون کو کیسے روک سکتا ہی کیونکہ یہ تو اوسکی ازلی قسمت ہی اور کوئی بھی ایسا نہین کہ جسکے پاس مقدر کی ضرب روکنے کیلئے ڈھال ہو۔

در صومعۂ زاہد و از خلوت عابد — جز گوشۂ ابروی تو محراب دعا نیست

عبادت خانہ مین زاہد کو خلوت مین عابد کو — تیرے گوشۂ ابرو کی سوا کوئی محراب دعا کی نہین

خلاصہ یہ کہ زاہد عبادت خانہ مین عابد خلوت مین صوفی خانقاہ مین سب تیری ہی طرف کو متوجہ ہین کیونکہ تیری محراب ابرو کے سوا اور کوئی جگہ دعا کی نہین۔

ای چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ — فکرت مگر از عزت قرآن خدا نیست

ای کہ تھنے حافظ کے دل کے خون مین چنگل تر کیا — شاید کہ تجھے قرآن خدا کی عزت کی فکر نہین

یعنی ای شخص کہ جو حافظ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہی اور اوسکے دل کے خون مین اپنا چنگل ڈبونے کو ہیرتا ہی شاید تیرے دل مین قرآن پاک کی عزت نہین اور نہ اسکا اندیشہ ہی کہ جو شخص قرآن کا حافظ ہو اوسکا قتل گناہ عظیم ہی حافظ صاحب چونکہ قرآن حافظ تھے اسلیے یہ لفظ لائے ہین۔ بعض نسخون مین عزت کی بجای غرت ہی پس اگر اسکو غرت پڑھین تو یہ معنی ہون گے کہ ای قاتل تجکو قرآن پاک کی غرت نہین جسمین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا یعنی جسنے مومن کو جان بوجھکر قتل کیا اوسکی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا۔

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست — کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

میری مردمک چشم تیرا آشیانہ ہے — کرم کر اور تشریف لا کہ یہ گھر تیرا ہی گھر ہے

رواق منظر چشم یعنی آنکھ کی پتلی یعنی ای محبوب تیرے ملنے کی جگہ اپنی ہی آنکھ کی پتلی ہے پس کرم فرما اور شوق سے تشریف لا کہ یہ گھر تیرا ہی خانۂ بے تکلف ہی اور اسمین سوای تیرے کسی دوسری کی گنجایش نہین۔

بلطف خال و خط از عارفان ربودی دل — لطیفہای عجب زیر دام و دانۂ تست

تونے عارفون کے دل کو خال و خط کی لطف سے لیلیا — تیرے دام و دانہ کی تہ مین عجیب عجیب لطیفے ہین

خط سے دام اور خال سے دانہ مراد ہی۔ حقیقی صورت مین زلف اور خط و خال کا کنایہ مصنوعات کی طرف یا جذبات عشق و مشاہدات تجلیات کی جانب ہوتا ہی اور مطلب یہ ہی کہ تونے عاشق کے دل کو بذریعہ اپنی مصنوعات کے لے لیا۔ اور اوسنے اپنے آپ کو بذریعہ مجاز کے پردہ کے پوشیدہ کرلیا یہ تیرے دام و دانہ کی تہ مین عجیب لطیفے ہین

دی میشد و گفتم صنما عہد بجا آر گفتا غلط ای خواجہ درین عہد وفا نیست

کل جاتے وقت مین نے کہا کہ ای یار وعدہ وفا کر کہا کہ ای خواجہ غلط یہ زمانہ ہی وفا کا نہین

کل جس وقت یار جانے لگا تو مین نے اوس سے وعدہ وفا کرنے کو کہا یعنی یہ کہا کہ جس وقت جاتو نے تو نے جو وعدہ کیا تہا مگر وہ یہ کہکر چلا گیا کہ ای خواجہ مین کیا کرون اس زمانہ مین وفا کہین نہین۔

تیمار غریبان سبب ذکر جمیل ست جانان مگر این قاعدہ در شہر شما نیست

غریبون کی غمخواری ذکر جمیل کا سبب ہوتی ہی مگر ای جان تمہارے شہر مین یہ قاعدہ نہین

چون چشم تو دل می برد از گوشہ نشینان دنبال تو بودن گنہ از جانب ما نیست

جب تیری آنکہ گوشہ نشینون کا دل لیجاتی ہے تو تیرے پیچہے پڑنا ہماری طرف کا گناہ نہین ہے

یعنی جب تیری آنکہ ہم گوشہ نشین لوگون کا دل لئے جاتی ہے تو اوسکو لینے کے لئے تیرے پیچہے دوڑنے مین ہمارا کیا گناہ ہے کیونکہ جو کوئی کچہ لے بہاگتا ہے تو اوس سے چہین نے کے لئے پیچہے دوڑا ہی کرتے ہین۔

گر پیر مغان مرشد ما شد چہ تفاوت در ہیچ سری نیست کہ سری ز خدا نیست

اگر پیر مغان ہمارا مرشد ہوا تو کیا فرق ہے کوئی بہید ایسا نہین جو خدا کی بہید و نہین سے ہو

مطلب یہ کہ اگر ہمنے زہد و اتقا کو چہوڑ کر پیر مغان سے بیعت کر لی تو اسمین کیا فرق ہی اسلئے کہ جو خیال ہی اوسیکی طرف سے ہے اور اوسی کی طلب کے لئے ہے پیر مغان کیا کچہ نہین سکہاتا اور کونسی ہدایت نہین کرتا کہ جو زاہد ہی کرتا ہے

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم دانند بزرگان کہ سزا وار سہا نیست

سورج کے مقابلہ مین کہنا کہ مین ہی چشمۂ نور ہون بزرگ لوگ جانتے ہین کہ سہا کو زیبا نہین

یعنی سورج کے سامنے سہا کا یہ دعوی کرنا کہ مین ہی چشمۂ نور ہون اوسکے لئے کبہی زیبا نہو گا اس بات کو عقلمند اور بزرگ لوگ جانتے ہین کہ اگر سہا ایسا کہے تو اوسکی یہ حماقت ہوگی اسیطرح اگر معشوقان مجازی اوس محبوب کی برابری کا دعوی کرین تو بہت ہی بیجا ہے یا اور معشوق میری معشوق کے سامنے ایسا کہین تو بہی صحیح نہین

عاشق چہ کند گر نخورد تیر ملامت با ہیچ دلاور سپر تیر قضا نیست

عاشق کیا کرے اگر ملامت کے تیر کہائے کیونکہ کبہی بہادر کے پاس تیر قضا کی روک کیلئے ڈہال نہین ہی

تو خود چہ لعبتی ای شہسوار شیرین کار — کہ توسنی چو فلک رام تازیانۂ تست

ای شیرین کار شہسوار تو خود ہی کیا لعبت ہے — کہ فلک سا توسن بہی تیرا مطیع فرمان ہے

رام تازیانہ بمعنی مطیع فرمان۔ جیسا کہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ باقی مطلب صاف ہی محتاج شرح نہین۔ جسکا آسمان فرمان بردار ہے وہ ہی اسکا مخاطب سمجہنا چاہئے۔

سرود مجلست اکنون فلک برقص آورد — کہ شعر حافظ شیرین سخن ترانۂ تست

تیری مجلس کا راگ اب آسمان کو رقص مین لائیگا — اسلئے کہ حافظ شیرین سخن کے شعر تیری ترانہ مین ہین

مطلب صاف شرح کی ضرورت نہین ہے۔

ساقی بیا کہ یار ز رخ پردہ برگرفت — کار چراغ خلوتیان باز در گرفت

ای ساقی چل کہ یار نے رخ سے پردہ ہٹایا — گوشہ نشینون کے چراغ نے تازہ رونق پائی

یہ غزل قبض کے بعد بسط کے حال مین لکہی گئی ہے کہ ای ساقی تجلی رخ محبوب نے پہر ظہور فرمایا جس سے گوشہ نشینون کے بزم چراغ کو تازہ رونق ہوئی پس اب تو بہی آ اور شراب معرفت پلا۔

آن شمع سرگرفتہ دگر چہرہ برفروخت — وان پیر سالخوردہ جوانی ز سر گرفت

اگر اوس سرگرفتہ شمع نے چہرہ روشن کیا — تو اس پیر کہن سال نے نئے سر سے جوانی پائی

شمع برگرفتہ کا اشارہ رخ یار کی طرف اور تجلی مشاہدات کی جانب ہے پیر سالخوردہ سے عشق مراد ہے یعنی جب اوس یار نے اپنے چہرہ سے نقاب اوٹہا کر پہر ظہور فرمایا تو یہ پیر کہن سال عشق بہی جو ایک مدت سے افسردہ اور نیم مردہ ہو رہا تہا از سر نو جوان ہو گیا۔

آن عشوہ داد عشق کہ مفتی ز رہ برفت — وان لطف کرد دوست کہ دشمن حذر گرفت

عشق نے وہ عشوہ دکہلایا کہ مفتی جی بہی بے راہ ہوے — دوست نے وہ مہربانی کی کہ دشمن نے پناہ مانگی

یعنی جب یار نے اپنا جمال باکمال دکہلایا تو عشق کے زور مین مفتی بہی فتوی دینا بہول گئے۔ اور جب دوست نے ظہور فرمایا تو وہ دشمن منکر جو ہم پر طعنہ زنی کیا کرتے تہے علیحدہ ہو گئے یعنی اونہون نے سوء ظن سے پرہیز اختیار کر لیا۔

زنہار ازین عبارت شیرین دلفریب — گوئی کہ پستہ تو سخن در شکر گرفت

اس شیرین اور دلفریب عبارت سے پناہ مانگتا ہون — گویا کہ تیرے دہن کی پستہ نے شکر سے جہگڑا کیا

جو سمجھ میں نہیں آتیتے۔

دلت بوصل گل ای بلبل چمن خوش باد | که در چمن همه گلبانگ عاشقانهٔ تست

ای بلبل تیرا دل گل کی وصل سے شاد ہو جیو | کہ چمن بھر مین عاشقانہ آواز تیری ہی تو ہے

بلبل کو دعا دیتے ہین کہ ای بلبل تیرا دل گل کی وصل سے خوش ہو جیو کہ تمام چمن مین سوای تیری عاشقانہ آواز کے اور کسی کی سننے مین نہین آتی۔ حقیقی لحاظ سے گل کا کنایہ معشوق حقیقی کی طرف اور بلبل سے مرشد کامل مراد ہے یعنی ای مرشد کامل خدا کرے کہ تجھے معشوق حقیقی کا وصال ہو کہ اس چمن دنیا مین عاشقانہ آواز تیری سوا کسی اور کی نہین سنی جاتی۔

علاج ضعف دل ما بلب حوالت کن | که آن مفرح یاقوت در خزانهٔ تست

ہمارے ضعف قلب کا علاج اپنے لب کو حوالہ کر | کہ وہ مفرح یاقوتی تیرے خزانہ مین ہے

مفرح یاقوتی ایک قسم کی مقوی معجون کو کہتے ہین جسکا جزو اعظم یاقوت ہوتا ہے۔ یہان مقوی و مفرح قلب کا کنایہ اسرار عشق کی طرف ہے۔ خزانہ سے مقصود سینۂ مرشد جو معرفت کے نور سے منور ہوتا ہے اور چونکہ اسکا مخاطب مرشد ہی اسلئے کہتے ہین کہ ای مرشد کامل تو اپنے سینہ کے خزانہ سے مفرح یاقوتی یعنی حقائق و معارف کی باتین نکال کر سنا تاکہ دل کو فرحت حاصل ہو۔

به تن مقصرم از دولت ملازمتت | ولی خلاصهٔ جان خاک آستانهٔ تست

تیری ملازمت کی دولت سے بذریعہ تن کے قاصر ہون | لیکن جان کا خلاصہ تیری دہلیز کی خاک ہے

چه جای من که بلغزد سپهر شعبده باز | ازین حیل که در انبانهٔ بهانهٔ تست

مین کس گنتی مین ہون بلکہ فلک شعبدہ باز بھی تھراتا ہے | ان حیلون سے کہ جو تیری مکر و فریب مین ہین

یعنی ای محبوب تیری فریب اور بہانے اسقدر ہین کہ جنسے آسمان باوجود اس شعبدہ بازی اور ستمگری کے تھراتا ہے تو پھر مین کس شمار و قطار مین ہون جو ادنسے نہ تھراؤن۔

من آن نیم که دهم نقد دل بهر شوخی | در خزانه بمهر تو و نشانهٔ تست

مین وہ نہین کہ ہر شوخ کو نقد دل دیدیتا پھرون | اس خزانہ کے مونہہ پر تیری ہی مہر اور تیرا ہی نشان ہے

یعنی اوس خزانہ پر جسمین نقد دل رکھا ہے تیرے ہی نام کی مہر لگی ہے پس مین وہ نہین ہون کہ سوای تیری اوروں کے ہر شوخ حسین کو نکال کر نقد دل دیدیا کرون۔

یعقوب علیہ السلام نے ہجر فرزند میں کیا اچھی بات کہی تھی کہ فراق کا حال حیطۂ تقریر و تحریر سے باہر ہے دل پر وہ صدمہ گذرتا ہے کہ جسکو بیان نہیں کر سکتے. اگر پیر کنعان سے عاشق اور یار سے معشوق مرادلین تب بھی یہی مطلب ہوگا۔

حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر **کنایتی ست کہ از روزگار ہجران گفت**

شہر کے واعظ نے ہول قیامت کی بات کب سنائی (بلکہ) ہجر کی حالت کی طرف ایک اشارہ کیا ہے

نشان یار سفر کردہ از کہ پرسم باز **کہ ہرچہ گفت برید صبا پریشان گفت**

یار سفر کردہ کا نشان پھر کس سے پوچھوں۔ کہ جو کچھ صبا علیحدہ شدہ نے بیان کیا وہ بھی تہبک بیان نکیا

فغان کہ آن مہ نامہربان دشمن دوست **بترک صحبت یاران خود چہ آسان گفت**

فریاد کہ اوس مہ نامہربان دشمن دوست نے اپنے یاروں کی صحبت ترک کردینے کی کیا آسان بات نکالی

غم کہن بمی سالخوردہ دفع کنید **کہ تخم خوشدلی اینست پیر دہقان گفت**

پرانے غم کو دیرینہ شراب سے دور کیا کرو ٹہیکسان نے کہا کہ خوشدلی کا تخم یہی ہے

لفظ دہقان باعتبار بیج بونیوالے کے لائی مین اور حقیقی اعتبار سے اسکا کنایہ مرشد کی طرف ہوگا یعنی مرشد نے فرمایا کہ اپنے پرانے غم کو پرانی ہی شراب سے دور کرتے رہا کرو کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ خوشدلی کا تخم یہی ہے یا اس سے خوشدلی پیدا ہوتی ہے۔

من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب **کہ دل بدرد تو خو کرد و ترک درمان گفت**

مین اور مقام رضا اسکے بعد رقیب کا شکریہ کہ دل کو تیرے درد کی عادت ہوئی علاج چہوڑ گیا ہے

یعنی اب رقیب کی شکایت کی ضرورت نہین بلکہ شکر کا موقع ہے اسواسطے کہ دل کو رقیب کی وجہ سے درد و غم اوٹھانے کی عادت ہوگئی اور مین نے اوسکا علاج چہوڑ دیا یا رقیب نے کوکسی دوسری غرض سے علاج کرنے کو منع کیا مگر چونکہ مجھے رنج و غم کی عادت ہوگئی ہے لہذا مین اوسکے مشورہ کا شکریہ ادا کرتا ہونگا

گرہ بباد مزن گرچہ بر مراد وزد **کہ این سخن بمثل باد با سلیمان گفت**

ہوا مین گرہ نہ لگا اگرچہ حسب مراد چلے کہ یہ بات بطور مثال کے ہوا نے حضرت سلیمان سے کہی تہی

ہوا مین گرہ لگانا دنیا پر اعتبار کرنا۔ گرہ بباد مزن یعنی دنیا پر اعتبار نکر۔ یعنی دنیا پر اعتبار نکر نا چاہئے گو وہ بالکل تیری موافق ہو۔ یہ بات خود ہوا نے بطور مثال کے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہی ہی

مطلب یہ کہ مین تیری اس شیرین اور دلفریب عبارت سے پناہ چاہتا ہون کہ جسکی وجہ سے پستہ نے
جو ایک حقیر میوہ ہے شکر سے مقابلہ کی لڑائی کی گویا تیری باتین بہت ہی شیرین اور دلفریب ہین چونکہ
معشوق کے دہن کو پستہ سے تشبیہ دیتے ہین اسلئے پستہ دہن کے واسطے لائے ہین۔

بار غمی کہ خاطر ما خستہ کردہ بود　　عیسی دمی خدا بفرستاد و بر گرفت

غم کے بوجھ نے کہ ہمارے دل کو زخمی کیا تھا　　خدا نے عیسیٰ دم کو بھیجکر اوس سے نجات دلوائی

یعنی اوس یار کے غم ہجر نے جو ہمارے دل کو زخمی کر دیا تھا خدا نے ہمراد مسیحا کو بھیجکر جان بچائی یعنی
غم کو خوشی سے مبدل کر دیا۔

ہر سرو قد کہ بر مہ و خور حسن میفروخت　　چون تو در آمدی پی کار دگر گرفت

جو سرو قد کہ چاند سورج پر حسن فروخت کرتا تھا　　جب تو آیا تو اوسنے دوسرا کام اختیار کر لیا

جو معشوق مجازی کہ خوبصورتی مین چاند و سورج سے باتین کرتے تھے یعنی مہ و خور پر تفوق رکھتے تھے جب
تیرا ظہور ہوا تو اونہون نے اس خود فروشی کو چھوڑ کر دوسری کام اختیار کر لئے۔

زین قصہ ہفت گنبد افلاک پر صداست　　کوتہ نظر ببین کہ سخن مختصر گرفت

اس قصہ کی آواز سے ساتون گنبد آسمان کے بھرے ہوئے ہین　　(ہماری) کوتہ نظری کہ بات کو مختصر کر دیا ہے

یعنی قصۂ عشق وہ قصہ طویل ہے کہ جس سے ساتون آسمانون کے گنبد گونج رہے ہین مگر ہماری کوتاہ نظری یا
کوتاہ سخنی دیکھنا چاہئے کہ ہم اسکو مختصر کر رہے ہین۔ خلاصہ یہ کہ ہم اپنی کوتاہ سخنی سے اس قصۂ عشق کا حال
مختصر کئے دیتے ہین ورنہ یہ بہت طویل ہے۔

حافظ تو این دعا ز کہ آموختی کہ یار　　تعویذ کرد شعر ترا و بزر گرفت

حافظ تونے یہ دعا کس سے سیکھی ہے کہ یار نے　　تیرے اشعار کا تعویذ بنایا اور اوسکو سونے مین لپیٹا

یعنی اے حافظ تونے دعا کی قبولیت کے لئے مانگنے کا ڈھنگ کہان سے اوڑایا کہ تیرے کلام کو یار نے
تعویذ بناکر سونے مین رکھا۔ یعنی تیرا کلام مقبول الٰہی ہو گیا۔

شنیدہ ام سخنی خوش کہ پیر کنعان گفت　　فراق یار نہ آن میکند کہ بتوان گفت

سنا مین نے کیا اچھی بات پیر کنعان نے کہی　　فراق یار وہ نہین کرتا کہ بیان کیا جا سکے

پیر کنعان سے حضرت یعقوب علیہ السلام اور یار سے اونکے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام مراد ہین یعنی

سواد لوح بینش را عزیز از بہر آن دارم — کہ جان را نسخۂ باشد ز نقش خال ہندویت

لوح بینش کی سیاہی کو میں اس غرض سے عزیز رکھتا ہوں — کہ تیرے خال ہندو کے نقش سے جان کا نسخہ بنتا ہے

یہ اشعار نہ تو مشکل الفہم ہی ہیں اور نہ انمیں لغات ہیں اسلیئے ہم انکی شرح عمداً چھوڑتے جاتے ہیں اور صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

تو گر خواہی کہ جاویدت جہان یکسر بیارائے — صبا را گو کہ بردارد زمانی برقع از رویت

تو اگر چاہتا ہے کہ ہمیشہ جہان کو سنوارتا رہے — تو صبا کو حکم دے کہ دم تھوڑی دیر کے لیے مونہہ سے برقع اوٹھا دے

وگر رسم فنا خواہی کہ از عالم براندازی — بیفشان زلف تا ریزد ہزاران جان ز ہر مویت

اور اگر تو چاہتا ہے کہ فنا کی رسم کو عالم سے اوٹھا دے — تو زلف کو جھاڑ تاکہ ہزاروں جانیں تیرے ہر بال سے نکل پڑیں

یعنی اے محبوب حقیقی اگر تو چاہتا ہے کہ اس دنیا سے فنا کی رسم جاتی رہے تو تو اپنی زلف کو جھاڑ دے تاکہ وہ عشاق جو تیری ایک ایک بال میں ہزار در ہزار گرفتار ہیں نکل پڑیں اور نیستی کے رواج پر وہ دنیا سے اوٹھ جائے۔

من و باد صبا مسکین دو سرگردان بیحاصل — من از افسون چشمت مست و او از بوی گیسویت

میں اور غریب صبا دونوں سرگردان اور بیحاصل ہیں — میں تیری چشم کے سحر سے مست ہوں اور وہ تیرے گیسو کی خوشبو سے

من از لطف صبا دارم سپاس نکہت جانانہ — وگرنہ کی گذر بودی سحرگاہان ازین سویت

میں لطف صبا سے نکہت جانان کا سپاس گذار ہوں — وگرنہ تیرا صبح کے وقت اس طرف کو گذر کب ہوا

یعنی اے جانان تیری نکہت جسکا میں شکرگذار ہوں صبا کی عنایت سے صبح کو میرے پاس پہونچتی ہے ورنہ تو کب میرے پاس ہوکر گذرا کہ جو تیری نکہت میرے پاس بطور وصل یا گذرے پہونچتی ہو۔

سواد دیدہ ہر وقتی بجوی دل ہمی دیدم — عزیزم دارم این سان سیاہ خال ہندویت

جسوقت کہ آنکھوں کی سیاہی خون دل کی ساتھ دیکھتا ہوں — اوسوقت میں اوسی تیرے خال ہندو کی اوسی بہت عزیز رکھتا ہوں

یعنی اسکے پہلے میں سواد دیدہ کو اچھا نہیں جانتا تھا مگر جب سے کہ تیرے خال ہندو کی شباہت اوسمیں پائی گئی میں اوسکو بھی بہت دوست رکھنے لگا۔

زہی ہمت کہ حافظ رست از دنیا و از عقبی — نیاید ہیچ در چشمش بجز خاک سر کویت

زہی ہمت کہ حافظ دنیا و عقبی کے جھگڑے سے چھوٹ گیا — سوا تیری کوچہ کی خاک کی کوئی چیز اسکی نظر میں نہیں آتی

خلاصہ یہ کہ سوائے تیری کوچہ کی خاک کے کوئی چیز حافظ کی نظروں میں نہیں سماتی بس وہ دنیا و آخرت کے تمام جھگڑوں سے چھوٹ گیا۔

جو بالکل سچ ہے خلاصہ یہ کہ دنیا پر مغرور ہونا اور اوسکی ہوس نکرنا چاہیے دیکھو تو سہی کہ باوجود اس عظمت و شوکت کے حضرت سلیمانؑ کیا ہوے اور وہ تمام سامان سلطنت و مملکت کے کہاں چلے گئے۔

مزن بچون و چرا دم کہ بندۂ مقبل — قبول کرد بجان ہر سخن کہ جانان گفت

چون و چرا مین دم نہ مار کہ مقبول بندہ نے — ہر وہ بات قبول کر لی کہ جو دوست نے کہی

خلاصہ یہ کہ بندہ مقبول وہ ہی ہے کہ جو راضی برضا رہے اور معبود حقیقی کی بجاآوری اطاعت مین دم نہ مار سکے۔

بعشوہ کہ سپہرت دہد ز راہ مرو — ترا کہ گفت کہ این زال ترک دستان گفت

جو کچھ فریب کہ آسمان تجھے دے اوس راہ سے مت بہک — تجھسے کسنے کہدیا کہ یہ بوڑہی ترک دستان کہا

یعنی ہر فریب کہ جو آسمان تجھے دے اوسکی وجہ سے راہ راست کو نہ چھوڑ اور مغرور نہو تجھسے کسنے کہا کہ اس زال ترک دستان نے فریب کیا اور آخر الامر اپنی دام فریب مین نہ پہانسا۔

بیا و بادہ بخور زانکہ پیر میکدہ دوش — بسی حدیث غفور و رحیم رحمان گفت

شراب لا اور پی اسلیے کہ کل پیر میکدہ نے — بہت سی باتین غفور اور رحمن و رحیم کی کہین تہین

پیر میکدہ سے مراد پیر و مرشد یعنی ای مخاطب خوب دل کہول کر شراب پی یعنی عشقبازی کر کیونکہ کل پیر و مرشد نے خدا کی یہ صفتین کہ وہ بخشنے والا اور رحم کرنیوالا رحمن ہے بیان فرمائی تہین پس جب ایسا بخشنے والا اور معاف کرنیوالا قادر مطلق ہی تو ہم شراب جس سے مراد وہ ہی شراب محبت ہے کیون نہ پئین۔

کہ گفت حافظ از اندیشۂ تو آمد باز — چہ این نگفتہ ام آنکس کہ گفت بہتان گفت

کسنے کہا کہ حافظ تیری فکر سے باز آگیا — مین نے یہ نہین کہا جسنے کہا اوسنے جہوٹ کہا

یعنی ای محبوب تجھسے کسنے کہدیا کہ حافظ نے تیرا عشق چہوڑ دیا واللہ مین نے ہرگز ایسا نہین کہا جس کسی نے تجھسے یہ بیان کیا ہے اوسنے مجھپر تہمت لگائی ہے۔

مدام مست میدارد نسیم جعد گیسویت — خرابم میکند ہر دم فریب چشم جادویت

تیرے جعد گیسو کی نسیم مجھے ہمیشہ مست رکھتی ہے — تیری چشم جادو کا فریب ہر دم خراب کرتا ہے

خراب بمعنی مست اور حقیقی صورت مین فریب کا کنایہ ظہور و خفا کی جانب ہے باقی مطلب صاف۔

پس از چندین شکیبائی شبی یارب توان دیدن — کہ شمع دیدہ افروزیم در محراب ابرویت

اے رب تہوڑی شکیبائی سے کوئی رات تو دیکھنا لازم ہے — کہ تیری محراب ابرو مین ہمنے آنکھونکی شمع روشن کی

جوینده یابنده۔ کسیکی محنت رائگان نہین جاتی جو تجھے ڈھونڈھے گا تو آخرکار اوسے مل ہی جائیگا۔

از روان بخشی عیسی نزنم پیش تو دم — زانکہ در روح فزائی چو دمت تا دم نیست

عیسی کی جان بخشی کا تیری سامنے دم نہ ہونگا — اسلئے کہ وہ روح فزائی مین تیرے دم کی طرح تیز رفتار نہین ہے

منکہ از آتش سودای تو آہی نزنم — کی توان گفت کہ بر داغ دلم صابر نیست

مین کہ تیری آتش عشق مین آہ نکرون — کب کہا جا سکتا ہے کہ میرے دل کا داغ صابر نہین ہے

روز اول کہ سر زلف تو دیدم گفتم — کہ پریشانی این سلسلہ را آخر نیست

روز اول ہی مین جب مین نے تیری زلف کو دیکھا تھا کہا تھا — کہ اس سلسلہ کی پریشانی کا سرا نہین ہے

روز اول یعنی روز ازل یا روز ابتدائے عشق۔ سر زلف سے جذبۂ عشق مراد ہے یعنی مین نے جس وقت کہ تیرا جذبۂ عشق معلوم کر لیا اوسی روز کہا تھا کہ اسکی سلسلہ وار پریشانی ختم نہوگی یعنی تردد تا اور بلیات عشق کی کبھی انتہا نہین ہوا کریگی۔

سر پیوند تو تنہا نہ دل حافظ راست — کیست آنکس کہ سر پیوند تو در خاطر نیست

تجھسے ملجانیکا خیال صرف حافظ کو دل ہی مین نہین ہے — وہ کون شخص ہے کہ جسکو تجھسے پیوند ہونیکا خیال نہین

یعنی مین ہی تنہا تیرے عشق مین گرفتار ہو کر تجھسے پیوند ہونا نہین چاہتا ہون بلکہ کون ایسا ہے جو ایسی آرزو نہین رکھتا تا۔

بی مہر رخت روز مرا نور نماندہ است — وز عمر مرا جز شب یجور نماندہ است

تیرے رخ کی سورج بغیر کسی روز میری لئے روشنی نہین ہے — اور میری عمر بھر کے لئے سوای اندھیری رات کے کچھ نہین

ہنگام وداع تو زبس گریہ کہ کردم — دور از رخ تو چشم مرا نور نماندہ است

تیرے وداع کے وقت جو زاری کہ مین نے کی — تیری چہرہ سے دور ہون کہ میری آنکھین بے نور ہو گئین

یعنی تیری رخصت کے وقت جو گریہ و زاری کہ مین نے کی۔ اوس سے میری آنکھون مین روشنی نہ رہی بس وہ آنکھین جنہین نور نہ رہا ہو تیرے چہرہ سے علیحدہ ہی اچھی ہین۔

من بعد چہ سود ار قدمی رنجہ کند دوست — کز جان رمقی در تن رنجور نماندہ است

میری بعد اگر دوست قدم رنجہ فرمای کیا فائدہ — کہ جان سے ایک رمق بھی تن لاغر مین نہین رہے

بلم رسید جانم تو بیا کہ زندہ مانم ؛ پس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد۔

مردم دیدۂ ما جز برخت ناظر نیست دل سرگشتۂ ما غیر ترا ذاکر نیست

میری آنکہ کی پتلی تیرے رخ کے سوا اور کو نہیں دیکھنی والی نہیں دل سرگشتہ بجز تیری دوسری کا ذکر کرنیوالا نہیں

اشکم احرام طواف حرمت می بندد گرچہ از خون دل ریش دمی طاہر نیست

میری اشک تیری حرم کے طواف کیلئے احرام باندہتی ہیں اگرچہ دل زخمی کے خون سے کسی وقت پاک نہیں ہوتی

قاعدہ ہے کہ طوف کعبہ کا احرام پاک ہوکر باندہتے ہین۔ لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ اے محبوب حقیقی میرے آنسو تیرے حرم کے طواف کرنے کے لئے احرام باندہتے ہین باوجودیکہ وہ کسی وقت دل کے خون سے پاک وصاف نہین رہتے۔ علاوہ اسکے چونکہ عربی مین خون کو دم کہتے ہین اسلئے اس شعر مین خون اور دم کے الفاظ بھی رعایتی ہین۔

بستہ دام قفس باد چو مرغ وحشی طائرہ سدرہ اگر در طلبت سائر نیست

مرغ وحشی کی طرح قفس کے جال مین پہنس جائے طائرہ سدرہ بھی اگر تیری طلب مین پہرنیوالا ہو

طائر سدرہ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہین۔ یعنی اگر جبرئیل علیہ السلام بھی تیری طالب نہون تو اونکو بھی وحشی طائر کی طرح قفس مین اسیر ہوجانا چاہیے۔

عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار مکنش عیب کہ بر نقد روان قادر نیست

مفلس عاشق نے اگر اپنے نقد دل کو نثار کیا تو اوسپر عیب نہ لگا اسلئے کہ وہ سکہ مجری دینے پر قادر نہیں

یعنی اگر مفلس عاشق کے پاس سکہ چہرۂ شاہی معشوق پر قربان کرنے کو ہون اور وہ اپنی دل کا کہوٹا نقدی نثار کری تو اوسکو شرمندہ مت دلا اسلئے کہ جو کچھ اوسکے پاس تہا وہ اوسنے موجود کردیا اور جو چیز اوسکی قبضۂ اقتدار سے باہر ہو وہ کہان سے لائے۔ خلاصہ یہ کہ عشق الہی اور اطاعت خداوندی ہر ہر شخص اپنی استعداد اور اقتدار کی موافق کرتا ہے پس حقیر عاشق یا ضعیف پرستش کنندہ کو حقارت سی دیکھنا نہین چاہئے اوسکی ذات مستغنی ہے وہ تہوڑے کو بہت اور بہت کو تہوڑا کر دیتا ہے۔ بہت سی نذر گذراننے والے اوس بارگاہ عظیم مین اکثر نہین پہٹکنے پاتے اور حقیر پیشکش لیجانیوالے بسا اوقات مقبول ہوگئے ہین۔

عاقبت دست بران سرو بلندش برسد ہر کرا در طلبت ہمت او قاصر نیست

آخرکار اوس سرو بلند تک پہونچنے کا اوسکا ہاتھ جسکی ہمت تیری طلب مین قاصر نہین ہے

یعنی میری آنکھوں کی پتلیاں جو ہمیشہ خون ناب جگر میں غرقاب رہتی ہیں اوسکی وجہ یہ ہے کہ اوسکی محبت کا چشمہ ہمارے سینہ میں موج زن ہے۔

آب حیوان قطرہ از لعل ہمچون شکرش — قرص خور عکسی ز روی آن مہ تابان ماست

آب حیات اوسکے لب شکرستان کا ایک قطرہ ہے۔ آفتاب کا کہیرا اوسکے روئے تابان کا ایک عکس ہے

تا نفخت فیہ من روحی شنیدم شد یقین — بر من این معنی کہ ما از ان وی ہم وی ز ان ماست

جس وقت سے کہ مین نے نفخت فیہ من روحی کو سنا کہ مجھے اس معنی کا یقین ہو گیا کہ ہم اوس سے ہین اور وہ ہمسے ہے

اللہ تعالی نے نفخت فیہ من روحی کا اشارہ انسان کی طرف کو فرمایا کہ مین نے اوسمین اپنی روح پہونکی ہے لہذا خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ جب سے ہمنے نفخت فیہ من روحی کو سنا ہمکو اس بات کا یقین ہو گیا کہ ہم اوس سے ہین اور وہ ہمسے ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہم اور وہ دو نہین۔ بلکہ ایک ہی ہین۔ اور صوفیائے کرام کا یہی مذہب ہے کہ وہ ہی ایک چیز یعنی خدا عالم کثرت اور تعدد مین اپنی بیشمار صورتون کے ساتہ ظاہر ہوا ہے چونکہ خدا فانی نہین اسلئے نفخت فیہ من روحی کے اعتبار سے روح بہی فانی نہین وہ اپنی اوسی اصل مین ملجاتی ہے جہان سے جدا ہوئی تہی۔

ہر دلی را اطلاعی نیست بر اسرار غیب — محرم این سر معنی دار علوی جان ماست

ہر دل کو غیب کے بہید پر اطلاع نہین اس بہید معنی دار علوی سے ہماری جان واقف ہے

چند گوئی ای مذکر شرح دین خاموش باش — دین ما در ہر دو عالم صحبت جانان ماست

ای ذکر کرنیوالے دین کی شرح کب تک کئے جائیگا چپ دونون جہان مین ہمارا دین اپنی یار کی صحبت ہے

یعنی ای واعظ دین دین پکارنے والے اور دین کی شرح بیان کرنیوالے چپ ہو جا اسلئے کہ یہان اور وہان صرف دوست کی صحبت مین رہنا ہی ہمارا مذہب ہے۔

حافظا تا روز آخر شکر این نعمت گذار — کان صنم از روز اول دارو ی درمان ماست

ای حافظ مرتے دم تک اس نعمت کا شکر ادا کئے جا کہ وہ محبوب روز ازل ہی سے ہمارے درد کی دوا ہے

ای حافظ چونکہ محبوب حقیقی روز ازل سے ہی تیرے اوپر نظر لطف و عنایت مبذول کرتا اور تیری مراد کو برلاتا رہا ہے پس تو بہی اوسکی نعمت کا مرتے وقت تک شکریہ ادا کئے جا۔ مصرع
شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو۔

می‌رفت خیال تو ز چشم من و میگفت — هیهات ازین گوشه که معمور نمانده است

تیرا خیال میری آنکھ سے گیا اور کہتا گیا — افسوس کہ یہ گوشہ آباد نرہا - ویران ہو گیا

نزدیک شد آندم که رقیبان تو گویند — دور از درت آن خستهٔ رنجور نمانده است

وہ وقت قریب ہی کہ رقیب تجھسے کہیں — تیرے در سے دور وہ خستہ اور پریشان نرہا

خلاصہ یہ کہ وقت موت کا اتنے قریب پہونچ گیا ہے کہ دربان تجھسے کہدینگے کہ اب سے دور بارگاہ عالی پر عاشق بیمار وخستہ نہین رہا یعنی ہجر کے صدمون سے رحلت کر گیا۔

وصل تو اجل را ز سرم دور همی داشت — از دولت هجر تو کنون دور نمانده است

تیرا وصل موت کو میری پاس سے دور رکھتا تھا — اب تیری ہجر کی بدولت دور نہین رہی

صبر است مرا چاره ز هجران تو لیکن — چون صبر توان کرد که مقدور نمانده است

تیرے ہجر کا علاج میری لئے صبر تو ہے و لیکن — صبر کس طرح ہو سکتا ہے کہ جب مقدور اوسپر نرہے

در هجر تو گر چشم مرا آب نماند — گو خون جگر ریز که معذور نمانده است

اگر تیری جدائی سے میری آنکھ مین پانی نہین رہا — کہو کہ جگر سے خون بہا کہ معذور نہین ہے

یعنی اے محبوب اگر تیرے عشق مین گریہ وزاری کے سبب میری آنکھین خشک ہو گئین اور انمین آنسو نکا پتہ نہین رہا تو اسی عذر کو قبول نکر کہدے کہ اگر آنکھون مین پانی نہین رہا تو عاشق آنکھون سے خون دل گرانے کے لئے مجبور نہین ہے اوسکو چاہیے کہ بجائے آنسوون کے خون رو دے۔

حافظ ز غم از گریه نپرداخت بخنده — ماتم زده را داعیهٔ سور نمانده است

حافظ غم و گریہ کی وجہ سے ہنسنے کی طرف متوجہ نہوا — ماتم زدہ کو خوشی کے داعیہ سے کیا کام

خلاصہ یہ کہ حافظ نے بسبب غم وزاری کے کبھی ہنسنے سے غرض نرکھی اسلئے کہ جو شخص ماتم زدہ ہو اوسے ادعائے خوشی و خرمی سے کیا کام۔

مدتی شد کآتش سودائی او در جان ماست — وین تمنا بین که دائم در دل ویران ماست

مدت ہوئی کہ اوسکے عشق کی آگ ہماری جان مین ہے — اس آرزو کو دیکھو کہ ہمیشہ ہمارے دل ویران مین رہتی ہے

مردم چشمم بخون ناب جگر غرقند ازان — چشمهٔ مهر رخش در سینهٔ نالان ماست

میری آنکھونکی پتلیان خون ناب جگر مین اسلئے غرق ہین — کہ اوسکے چہرہ کی محبت کا چشمہ ہمارے سینۂ نالان مین ہے

اس غرض سے کہ مجھے اوس در سے خاص نیاز حاصل ہے۔

خمہا ہمہ در جوش و خروش اند ز مستی ست   وان می کہ درانجا حقیقت نہ مجاز ست

تمام مٹکے مستی سے جوش و خروش مین ہین   اور وہ شراب جو اوس جگہ ہے حقیقت ہے نہ مجاز

خمون سے طالبان حقیقت اور می سے مئی عشق مراد ہے درانجا کا اشارہ آستانۂ مرشد کی طرف یعنی وہ شراب کہ جو ہمارے مرشد کے پاس ہے وہ حقیقی ہے مجازی نہین اور اوسمین اشارہ ہے کہ طالب لوگ جوش و خروش سے مست اور نشہ مین متوالے ہو رہے ہین۔

از وی ہمہ مستی و غرور ست و تکبر   وز ما ہمہ بیچارگی و عجز و نیاز ست

اوس سے مستی اور غرور تکبر سرزد ہوتا ہے   اور ہمسے لاچارگی اور عجز و نیاز مندی کرنی آتی ہے

مستی و غرور تکبر سے استغنای محبوب مراد ہے اور مطلب یہ کہ محبوب کا کام استغنا کرنا ہے محب کا کام عاجزی اور نیاز مندی سے پیش آنا ہوتا ہے۔

شرح شکن زلف خم اندر خم جانان   کوتہ نتوان کرد کہ این قصہ دراز ست

جانان کی زلف پیچ در پیچ کی شکن کا بیان   مختصر نہین ہو سکتا کہ یہ قصہ طویل ہے

زلف کا پیچ در پیچ جس سے جذبۂ عشق مراد ہے اور عشق کا قصہ ایسا طول طویل ہے کہ جسکو کسی طرح مختصر کرکے بیان نہین کر سکتے۔

بار دل مجنون و خم طرۂ لیلی ست   رخسارۂ محمود و کف پای ایاز ست

طرۂ لیلی کی خم کا بوجہ مجنون کے دل پر ہے   محمود کا رخسارہ ایاز کے پاؤن کی تلوی کی جگہ ہے

بردوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم   تا دیدۂ من بر رخ زیبای تو باز ست

مین نے باز کی طرح آنکھون کو تمام عالم سے سی لیا ہے   جب تک کہ میری آنکھین تیرے رخ زیبا پر کھلین

قاعدہ ہے کہ باز کی آنکھین شکاری لوگ سی دیتے ہین لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ مین نے اپنی آنکھین تمام عالم کے دیکھنے سے سی لین ہین یعنی دنیا مین سے مین کسی کو نہین دیکھونگا جسوقت کہ میری آنکھون کو تیرے رخ زیبا کا دیدار میسر ہوگا اوسوقت کھولونگا۔

راز یکہ بر خلق نہفتیم و نہ گفتیم   با دوست بگوئیم کہ او محرم راز ست

جو راز کہ ہم خلق سے چھپاوین اور نہ کہین   دوست سے کہدیتے ہین کہ وہ محرم راز ہے

امروز شاہ انجمن دلبران یکیست　　دلبر اگر ہزار بود دلبران یکیست

آج کے روز دلبرونکی انجمن کا شاہ ایک ہے　　دلبر اگر ہزار ہون مگر جو دل لیگیا وہ ایک ہی ہے

یعنی دلبرون کی انجمن کا بادشاہ صرف وہ ہی ہے جو میرا محبوب ہے دنیا مین دلبر لاکھہ سہی مگر جو میرا دل لے گیا وہ صرف ایک ہی شخص ہے اس شعر مین دلبرون کا اشارہ حضور سرور کائنات کی طرف سمجھنا چاہئے۔

من بہر آن یکی دل ودین دادہ ام بباد　　عیبم مکن کہ حاصل ہر دو جہان یکیست

مین نے اوس ایک کیواسطے دل ودین برباد کردیا ہے　　مجھے عیب نہ لگاؤ کہ حاصل دونون جہان کا ایک ہی ہے

سودائیان عالم پندار را بگوی　　سرمایہ گم کنند کہ سود وزیان یکیست

عالم پندار کے سودائیون سے کہدو　　سرمایہ کہودین کہ نفع نقصان ایک ہی ہے

یعنی عالم غرور کے عاشقون سے کہدو کہ وہ سرمایہ دنیا گم کردین اسلئے کہ اسکا نفع نقصان سب برابر ہے خلاصہ یہ کہ ظاہری دولت وحشمت عقبی مین کام نہین آتی۔

خلقی زبان بدعوی عشقش کشادہ اند　　ای من غلام آنکہ دلش بازبان یکیست

ایک خلق نے اوسکے عشق کے دعوی مین زبان کہولی ہے　　ای مخاطب مین اوسکا غلام ہون کہ جسکا زبان ودل ایک ہے

یعنی اوسکے عشق کا دعوی تو ہر کس وناکس کرنے لگتا ہی مگر اے مخاطب مین اوسکا غلام ہون کہ جسکا دل اور زبان ایک ہے یعنی جیسا کہ وہ زبان سے کہتا ہی ایسا ہی دل سے عاشق الہی ہی ہے یا یہ کہ میرا مرشد جسکا مین مرید ہون اوسکی دل وزبان ایک ہے۔

حافظ بر آستانہ دولت نہادہ سر　　دولت دران سرست کہ با آستان یکیست

حافظ نے آستانۂ دولت پر سر رکھا ہے　　دولت اوسی سر مین ہی جو ایک آستانہ پر ہو

مطلب یہ کہ حافظ نے جس آستانہ پر سر ٹیکا ہی اوس سے عالی کوئی آستان نہین ہے پس جو کچہ دولت وقت ہے وہ حافظ کے ہی سر مین ہے۔

المنۃ للہ کہ در میکدہ بازست　　زانرو کہ مرا بر در او روی نیازست

شکر خدا کہ میخانہ کا دروازہ کہل رہا ہے　　اسواسطے کہ مجکو اوس در پر روئی نیاز حاصل ہے

میکدہ سے مقام عشق ومحبت۔ یعنی خدا کا شکر کہ میرے لئے عشق ومحبت کا دروازہ کہل رہا ہی اور میرا

ایک ہی سی ہین اور وہ سب جگہ تیری ہی سامنے مرتا۔

کنون کہ میدمد از بوستان نسیم بہشت — من و شراب فرح بخش و یار حور سرشت

اب کہ باغ سے نسیم بہشت چل رہی ہے — مین ہون اور شراب فرحت بخش ہے اور یار حور سرشت ہی

بوستان سے مراد وجود سالک نسیم بہشت سے انفاس مقصود مین جو باغ وجود سے آتی رہتی ہین اور گویا اونکی نسیم مین شراب سی عشق و محبت اور یار حور سرشت سی عبارت مرشد کامل ہی یعنی جبتک کہ حالت حیات مین ہون اوسوقت تک عشق و محبت اور مرشد کامل کو نہین چھوڑونگا اور زندگی بھر میرا تعلق انسے رہیگا۔

چمن حکایت اردی بہشت میگوید — نہ عاقل ست کہ نسیہ خرید و نقد بہشت

باغ اردی بہشت کی باتین کہتا ہے — وہ عاقل نہین کہ نقد کو چھوڑکر ادہار کرے

اردی بہشت اوس فارسی مہینہ کا نام ہے جو موسم بہار مین واقع ہوتا ہے۔ اور مطلب یہ کہ باغ موسم بہار کی باتین سناتا اور یہ کہتا ہے وہ بیوقوف ہے کہ جو نقد کو چھوڑکر اودہار کی امید کرے۔

بمی عمارت دل کن کہ این جہان خراب — دران سرست کہ از خاک ما بسازد خشت

دل کی عمارت کو شراب سی تعمیر کر کہ یہ جہان خراب — اس خیال مین ہی کہ ہماری خاک سی اینٹین بنائے

خلاصہ یہ کہ یہ جہان خراب اس خیال مین ہے کہ ہمین برباد کر کے ہماری خاک سے اینٹین بنائے پس ای مخاطب تو اپنی عمارت دل کو عشق الہی سے تعمیر کر تاکہ بقا باللہ ہو جائے اور یہ زمانہ تجکو نیست و نابود نکر سکے کیونکہ عشق الہی مین فنا ہونیوالا خدا کے ساتھ باقی ہو کر زمانہ کی دست برد سے محفوظ ہو جاتا ہی تعمیر کی رعایت سے اینٹ کا لفظ لائے ہین۔

وفا مجوی ز دشمن کہ پرتوی ندہد — چو شمع صومعہ افروزی از چراغ کنشت

دشمن سے وفا نہ ڈھونڈھ کہ روشنی نہین دیگا — جو تو عبادت خانہ کی شمع بتخانہ کی چراغ سی روشن کرے

یعنی اگر تو کنشت مین پرستش کر کے اوس سے اپنے عبادت خانہ کی عبادت کا نتیجہ نکالنا چاہئے تو یہ نہین ہو سکتا۔ وہ دشمن ہے اور دشمن سے وفا کی امید نہین رکھنا چاہئے۔ **فائدہ**۔ کنشت یہود و نصاری کی معبدگاہ کو کہتے ہین مگر یہان دیر کے مقابلہ مین خانقاہ کے معنی دے رہا ہی۔

مکن بنامہ سیاہی ملامت من مست — کہ آگہ است کہ تقدیر بر سرش چہ نوشت

مجھ مست کا نام سیاہی ملامت سے نہ لکھہ — کون جانتا ہی کہ اوسکی پیشانی پر تقدیر نے کیا لکھا ہے

در کعبۂ کوی تو ہر آن کس کہ در آید — از قبلۂ ابروی تو در عین نماز است

تیرے کوچہ کے کعبہ میں جو شخص کہ آجاوے — تیرے ابرو کے قبلہ سے عین نماز میں ہوتا ہے

خلاصہ یہ کہ جو شخص تیرے کوچہ میں جو بمنزلہ کعبہ کے ہے چلا آوے تو وہ تیرے محراب ابرو کے قبلہ میں گویا عین حالت نماز میں ہے۔

ای مجلسیان سوز دل حافظ مسکین — از شمع بپرسید کہ در سوز و گداز است

اے ہم صحبتو حافظ کے دل کا سوز — شمع سے پوچھو کہ سوز و گداز میں ہے

یعنی اے ہم صحبت لوگو میرے دل کا سوز شمع سے پوچھو جو کہ خود سوز و گداز میں رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دردمند کے حال کو دردمند ہی خوب جانتا ہے۔

میرمن خوش میروی کاندر سر اپا میرمت — ترک من خوش می خرامی پیش بالا میرمت

میرا سردار کیا خوب چلتا ہے میں سراپا قربان ہو جاؤں — میرا پیادہ کیا عمدہ ٹہلتا ہے میں اوسکے سامنے جان دوں

گفتہ بودی کی بمیری پیش من تعجیل چیست — خوش تقاضا میکنی پیش تقاضا میرمت

تو نے کہا تھا کہ تو کب مریگا جلدی کیا ہے — تو اچھا تقاضا کرتا ہے میں تقاضہ سے پہلے ہی مرتا ہوں

عاشق و مہجور و مخمورم بت ساقی کجاست — گو خرامان شو کہ پیش قد رعنا میرمت

میں عاشق مہجور اور مخمور ہوں بت ساقی کہاں ہے — کہو کہ خراماں ہو تاکہ تیرے قد رعنا کے سامنے جان دوں

مدتی شد کہ تا بیمارم از مژگان او — تو نگاہی کن کہ پیش چشم شہلا میرمت

ایک مدت گذر گئی کہ میں تیری چشم کی مژگان کا زخمی ہوں — اب تو نگاہ مجھپر ڈال تاکہ تیری نظر و نرگس کے سامنے مر جاؤں

گفتہ لعل منت ہم درد و ہم بخشد شفا — گاہ پیش درد و گہ پیش مداوا میرمت

تو نے کہا کہ لب لعل میرا انکی درد دیتا ہے اور شفا بخشتا ہے — تو کبھی میں درد سے اور کبھی علاج سے مرتا ہوں

خوش خرامان میروی چشم بد از روی تو دور — دارم اندر سر خیال آنکہ در پا میرمت

تو کیا اچھا چلتا ہے نظر بد تیرے سامنے سے دور ہو — میں سر میں یہ خیال رکھتا ہوں کہ تیرے قدموں میں مر جاتا

گرچہ جای حافظ اندر خلوت وصل تو نیست — ای ہمہ جای تو خوش پیش تو ہر جا میرمت

اگرچہ حافظ کو خلوت میں تیرے وصل کی جگہ نہیں — اے محبوب تجھے سب جگہ ہے میں ہر جگہ تیرے سامنے مرتا

یعنی اگر حافظ کو تیری خلوت وصل میں جگہ نہیں ملتی تو بھی کچھ پرنج نہیں اسلئے کہ تیرے واسطے سب جگہ

سزد کہ از ہمہ دلبران ستانی باج
چرا کہ بر سر خوبان عالمی چون تاج
اگر تو تمام حسینوں سے خراج لی تو بجا ہوی
اسلئے کہ تو خوبان جہان کی سر کا تاج ہو

یہ شعر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف مین ہے اور دلبرون سے اور تمام انبیاء علیہم السلام مراد ہین۔ باقی مطلب ظاہر ہے۔

دو چشم شوخ تو برہم زدہ خطا و ختن
بچین زلف تو ماچین و ہند دادہ خراج
تیری دونون آنکھون نے خطا و ختن کو درہم برہم کر دیا
اور تیری زلف کی شکن کو ماچین اور ہند نے خراج دیا

خطا و ختن ماچین اور ہند یہ چارون نام ملکون کے ہین مگر مصرعہ ثانی مین چین زلف کی صفت ہے ملک چین کے لئے نہین آیا ملک کے نام کا لطف تو ظاہر ہے لیکن یہان اسکے معنی شکین کے ہین جیسا کہ ہمنے ترجمہ کیا ہے۔

بیاض روی تو روشن چو عارض خورشید
سواد زلف تو تاریکتر ز ظلمت داج
تیری چہرہ کی سفیدی مانند عارض آفتاب کی روشن
تیری زلف کی سیاہی اندھیری رات سے زیادہ تاریک

بیاض رو سے رحمت اور سواد زلف سے قہر مراد ہے۔ داج عربی مین اندھیری رات کو کہتے ہین مطلب ظاہر ہے۔

لب تو خضر و دہان تو آب حیوان ست
قد تو سرو و میان تو موی گردن عاج
لب تیری خضر اور دہن تیرا آب حیات
قد تیرا سرو کمر تیری بال گردن ہاتھی دانت کی طرح گوری

ازین مرض بحقیقت کجا شفا یابم
کہ از تو درد دل من نمیرسد بعلاج
اس مرض سے حقیقت مین کیسے شفا پاؤن
کہ تجھسے میری درد دل کا علاج نہین ہو سکتا

بعض مرض عشق سے حقیقت مین مجھے صحت نہو گی اسلئے کہ اے محبوب تو کچھ درد دل کا علاج نہین کرتا خلاصہ یہ کہ میری طرف متوجہ نہین ہوتا۔

دہان تنگ تو دادہ باب خضر بقا
لب چو قند تو برد از نبات مصر رواج
تیرے دہن تنگ نے آب خضر کو بقا رحمت کی
تیری لب قند سان نے نبات مصر کو بیکار کر دیا۔

آب خضر سے آب حیات اور بقا سے زندگی مراد ہے نبات مصر مصری کے لئے آیا ہے لب قند اور نبات مصر کی رعایتین ظاہر ہین۔

گدا چرا نزند لاف سلطنت امروز که خیمه سایهٔ ابرست و بزمگه لب کشت

فقیر آج کیلئے لاف سلطنت کا نہ مارے کہ سایہ ابر کا خیمہ (اوسکی چتر) اور بزمگاہ اوسکی دنیا ہر

لب کشت سے دنیا مراد ہے باقی مطلب صاف محتاج تشریح نہین

قدم دریغ مدار از جنازهٔ حافظ که گرچه غرق گناه است میرود به بهشت

حافظ کے جنازہ سے دو چار قدم دریغ نکرو اگرچہ غرق گناہ ہے لیکن بہشت کو جاتا ہے

مطلب صاف تشریح طلب نہین

درد ما را نیست درمان الغیاث هجر ما را نیست پایان الغیاث

فریاد کہ ہمارے درد کا درمان نہین دوہائی ہے کہ ہمارا ہجر اختتام نہین کرتا

دین و دل بردند و قصد جان کنند الغیاث از جور خوبان الغیاث

دل و دین لے گئے اب جان کا قصد کرتے ہین فریاد ہے خوبرویون کے ظلم سے فریاد

در بهای بوسهٔ جانی طلب میکنند این دلستانان الغیاث

فریاد کہ یہ دل لیجانیوالے۔ ایک بوسہ کی قیمت مین جان طلب کرتے ہین۔

خون ما خوردند این کافر دلان ای مسلمانان چه درمان الغیاث

ان کافردلون نے ہمارا خون پی لیا فریاد۔ کہ ای مسلمانون اسکا کیا علاج

داد مسکینان بده ای روز فضل از شب یلدای هجران الغیاث

ای محبوب وصل کے روز غریبونکی داد دے جدائی کی اندھیری رات سے۔ فریاد

فضل سے مراد دولت دیدار محبوب حقیقی یا مرشد کامل کی صحبت۔ یعنی دیدار کے روز ہم غریبون کی داد دے کہ ہم پر ہجران کی شب تار بڑی سختی کرتی ہے۔

هر زمانم درد دیگر می رسد زین حریفان بر دل و جان الغیاث

ہر وقت تازہ درد پہونچتا ہے ان حریفون سے دل و جان پر فریاد

همچو حافظ روز و شب بیخویشتن گشته ام سوزان و گریان الغیاث

حافظ کی طرح دن رات بیخودی سے فریاد کہ مین سوزان و گریان ہوگیا ہون

ان اشعار کا مطلب صاف تہا اسلئے شرح کی ضرورت نہین سمجھی گئی۔

ردیف ثاء

فتادہ در دل حافظ ہوای چون تو شہی ۔ کمینہ بندہ خاک در تو بودی کاج

حافظ کے دل میں تیرے جیسے شاہ کی ہوس بھری ہے ۔ اے کاش کہ وہ کمینہ تیرے در کی خاک ہوتا

کاج بمعنی کاش ۔ کیونکہ فارسی میں شین معجمہ جیم سے بدل جاتا ہے ۔

اگر بہ مذہب تو خون عاشق است مباح ۔ صلاح ما ہمہ آنست کان ترا است صلاح

اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون کرنا جائز ہے ۔ تو ہماری بھی یہی صلاح ہے جو تیری ہے

یعنی اے محبوب اگر تیرے نزدیک عاشق کا خون کرنا درست ہی تو ہمیں بھی قبول ہے تو شوق سے قتل کر ڈال

سواد موی تو تفسیر جاعل الظلمات ۔ بیاض روی تو تبیان فالق الاصباح

تیرے بالوں کی سیاہی بیان شب تاریک کا ہی ۔ تیرے چہرہ کی سفیدی دلیل صبح کو ظاہر کرنیوالی ہے

فالق بمعنے شگاف کرنیوالا (اسم فاعل) اصباح جمع صبح فالق الاصباح بمعنی سورج ۔ مطلب یہ کہ

تیری زلف تاریک ہے ۔ اور تیرا رخ مثل آفتاب کے روشن ۔ اصباح کا الف اگر زیر سے پڑھا جاوی

تو واحد اور اگر زبر سے پڑھیں تو جمع کے معنی دیتا ہے ۔

ز دیدہ ام شدہ صد چشمہ در کنار روان ۔ کہ خود شنا نکند در میان آن ملاح

میری آنکھوں نے سو چشمے ایسے جاری ہوئے ۔ کہ خود ملاح بھی انکے دریا میں شناوری نہیں کر سکتا

لب چو آب حیات تو ہست قوت روح ۔ وجود خاکی ما را ازوست قوت رواح

لب تیرا مثل آبحیات کے قوت روح کی ہے ۔ ہمارے وجود خاکی کو اوس سے رزق روحانی ملتا ہے

ز چنگ زلف کمندت کسی نیافت خلاص ۔ نہ از کمانچہ ابرو و تیر غمزہ نجاح

تیری کمند زلف کے چنگل سے کسی نے خلاصی نہ پائی ۔ نہ کمانچہ ابرو اور غمزہ سے کسی کو رہائی نصیب ہوئی

بیا کہ خون دل خویشتن بحل کردم ۔ اگر بمذہب تو خون عاشق است مباح

آ کہ اپنے دل کا خون میں نے تجھے معاف کر دیا ۔ اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون کرنا درست ہے

ندادلعل لبش بوسہ بصد تلبیس ۔ نیافتم کام دل ازو بصد الحاح

اوسکے لب لعل نے سو فریب سے بھی اپنا بوسہ نہ دیا ۔ اوس سے میرے دل کا مقصد سیکڑوں زاری سے بھی نہ نکلا

صلاح و توبہ و تقوی ز ما مجو زاہد ۔ ز رند و عاشق و مجنون کسی نیافت صلاح

اے زاہد ہم سے پرہیزگاری اور توبہ و تقوی نہ ڈھونڈہ ۔ رند عاشق اور مجنون کسی نے پرہیزگاری نہیں پائی

چرا ہمی شکنی جان من ز سنگدلی — دل ضعیف کہ ہست او بنازکی چو زجاج

ای جان من سنگدلی سے کسواسطے توڑے ڈالتا ہے — دل ضعیف کو جو شیشہ کی طرح نازک ہے

زجاج کانچ کے شیشہ کو کہتے ہین جو بہت نازک ہوتا ہے اوسکے تشبیہ دل سے دی گئی ہے اور سنگدلی معشوق کی صفت ہی۔ سنگ اور شیشہ کی رعایت ظاہر ہے۔

واضح ہو کہ معشوق سوائے عاشقون کے غیر عاشق کیلئے سنگدل نہین ہوتا۔ معشوق مین چاہنے والونکے لئے بہت سی خوبیان پیدا ہوجاتی ہین منجملہ اونکے ایک خوبی سنگدلی کی ہی ہمارا یہ مطلب ہے کہ ہرشخص جس سے محبت کیجئے اپنے محب کے لئے سنگدل ہوجاتا ہے اگر اوسمین یہ صفت نہین تو وہ معشوق نہیں چونکہ انسان کا انسان سے بوجہ ایک ہی اصل ہونیکے ازلی تعلق ہے اسلئے وہ دل محبت کرتا ہے اپنے محبوب دل کو صرف اس وجہ سے کہ اوسکے افعال اوسکی حسب خواہش نہین ہوتے ہمیشہ ستمگار جفاکیش دشمن جان سنگدل ظالم بے رحم وغیرہ وغیرہ خطابون سے مخاطب بناتا ہے اگر انصاف سے دیکھا جائے یعنی عاشق کے سوا کوئی غیر عاشق شخص معشوق کی ان صفتون کا امتحان کرے تو شاید انہین سے ایک ہی اوسمین موجود نہ پائے گا۔

یہ عاشق دل کی کمزوری تہی کہ اوسنے باوجود ایک اصل اور ایک ہی جنس سے ہونے کے کسی کو اپنے سے زیادہ سمجھ لیا اور اوسکو اپنی تمناؤن کا مرکز یا مراد قرار دیکر مرید ہوگیا ورنہ دونون برابر ہین اور ایک ہی درخت کی شاخین ہین مگر چونکہ عشق و محبت کا سلسلہ آسمان کے نیچے بہت وسیع ہے اسلئے عاشق کی سب شکایتین بجا اور معشوق کے سب افعال سراسر ظلم و جور سے پر ہوتی ہین جسم انسانی کے تمام اعضاؤن مین عشق کا تعلق زیادہ تر دل سے ہے اسلئے بسا اوقات کوئی شخص ایسے آدمی پر بہی عاشق ہوجاتا ہی جو ذرا بہی خوبصورت نہین ہوتا ہر عاشق زلیخا کی طرح یوسف سے ہی خوبصورت پر عاشق نہین ہوتا بلکہ بہت سی مخلوق مجنون کی طرح لیلے سیاہ فام پر بہی فریفتہ ہوتے دیکھے مین آس سے صاف ظاہر ہے کہ عشق و محبت صرف اوسی تعلق ازلی اور روحانی بنا پر ہین۔ انسان کو اگر ما سوای انسان کے کوئی اور چیز اچھی معلوم ہوتی ہو تو اوسکی نہ ملنے پر بے اختیار نہوگا اور معشوق کے ہجر مین کیسا بیچین اور اشکبار رہتا ہوجائیگا یہی دلیل ہے اسی کی بنا پر ہم عشق کو ازلی تعلق بتلا رہے ہین۔

کر سکتا۔ پس اگر تو اپنے کام سے غافل دکھائی دیتا تو مجھے خوف ہے کہ شاید تیرے لیے در مراد باز نہ ہو۔

بیار بادہ کہ روزش بخیر خواہد بود — آنکہ جام صبوحی زد بچراغ صباح

شراب لا کہ اوس کا دن بخیر تمام ہو گیا — جس نے کہ اپنی صبوحی کا جام چراغ صبح کے ساتھ پیا

چراغ صباح سے سورج مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کسی نے کہ جام صبوحی کا آفتاب کے ساتھ پیا یعنی صبح کے وقت شراب پی اوسکا دن بخیر و خوبی گذر گیا۔ پس اسے ساقی مجھے بھی شراب دے تاکہ علی الصباح پیکر تمام دن آرام سے گذر جاوے۔

کدام طاعت شایستہ آید از من مست — کہ بانگ شب نہ زنم تا بوقت ...

مجھ بدمست سے کونسی طاعت لائق ہو سکتی ہے — کہ ...

زاہد الاصباح چیرنے والا صبح کا ... حال یہ ہے کہ ... اور بعض نسخوں میں ... جہہ سست و رند سے کونسی طاعت پسند کیجائے۔ خلاصہ یہ کہ انجام کا حال کسیکو بھی معلوم نہیں۔

زمان شاہ شجاع ست و دور حکمت شرع — براحت ای دل و جان کوش در مسا و صباح

شاہ شجاع کا عہد ہے اور حکمت شرع کا زمانہ — اے دل و جان صبح و شام راحت میں کوشش کر

شاہ شجاع ایک بادشاہ کا نام تھا۔ مگر اس جگہ اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا مرشد کامل ہیں۔ یعنی اسے مخاطب شرع محمدی کا دور دورہ ہے جو حکمت کا زمانہ سمجھا جاتا ہے پس تو صبح و شام دل و جان کو راحت و آرام پہونچانے کی کوشش کیا کر۔

بہ بوی صبح چو حافظ شبی بروز آور — کہ بشگفد گل عیشت ز شعلۂ مصباح

صبح کی امید پر جب حافظ نے رات کو دن کیا — تاکہ تیرے عیش کا پھول چراغ کے شعلہ سے کھلے

بوئے صبح یعنی بامید وصل۔ شب بروز آوردن۔ رات کاٹ کر دن لانا۔ شعلۂ مصباح سے مراد آفتاب ہے۔ یعنی حافظ نے تیرے وصل کی امید پر ہجر کی رات کو کاٹ کر دن نکالا شاید کہ اوس کے عیش کا پھول سورج کی روشنی سے ہی کھلے۔ خلاصہ یہ کہ وصل محبوب میسر ہو۔ قاعدہ ہے کہ ہر قسم کے پھول سورج کی روشنی سے کھلتے اور تمام پھل دھوپ کی گرمی سے پکتے ہیں۔

پیالہ چیست کہ بر یاد تو کشیم مدام | دگر نہ شرب شرابا کذلک الاقداح
پیالہ کیا چیز ہے کہ تیری یاد میں ہمیشہ | ہم پیئنے کی چیز قدحوں کی طرح پیتے ہیں

پیالہ کیا چیز ہے۔ یعنی پیالہ بھر شراب کی اصل و حقیقت ہی کیا ہے۔ ہم تو تیری یاد میں پینے کی چیز (شراب) قدح بھر بھر کے پیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اب پیالہ دو پیالہ سے سیری نہیں ہوتی بلکہ قدح سے ہوتی ہے

دعائے جان تو ورد زبان حافظ باد | مدام تا کہ بود گردش مسا و صباح
تیری جان کی دعا حافظ کے ورد زبان ہو جیو | ہمیشہ جب تک کہ صبح و شام چکر لگاتے ہیں

یعنی جب تک صبح و شام ہوتے رہیں یا دنیا قایم رہے اوسوقت تک حافظ کی دعا تیری جان کی سلامتی کے لئے ورد زبان رہے۔

بہ بین ہلال محرم بخواہ ساغر راح | کہ ماہ امن و امان است و سال صلح و صلاح
محرم کا چاند دیکھ کر شراب کا پیالہ پی | کہ یہ مہینہ امن امان کا ہے اور یہ برس صلح و صلاح کا

چونکہ نیا سال محرم کے چاند سے شروع ہوتا ہے لہذا فرماتے ہیں کہ یہ شروع سال محرم کا مہینہ امن و امان کا ہے اور یہ سال صلح و صلاح کا پس تو شراب محبت پی اور عیش کر بعض نے لکھا ہے کہ شروع سال سے مراد ابتدای زمان بلوغ ہے جب سالک پر واردات کا ظہور ہونا شروع ہوتا ہے

عزیز دار زمان وصال را کانددم | مقابل شب قدر است و روز استفتاح
زمانہ وصال کو عزیز رکھ کہ وہ دم | ۱۵ رجب کا دن ۲۷ رمضان کے مقابل ہوتا ہے

چونکہ علماء کے ظن غالب میں شب قدر ۲۷ رمضان المبارک کو ہوتی ہے اسلئے شب قدر کے لئے یہ رات مقرر کی گئی ہے۔ استفتاح کا دن ۱۵ رجب کو ہوتا ہے۔ باقی مطلب صاف ہے۔

نزاع بر سر دنیای دون کسی نہ کند | بہ آشتی بہر ای نور دیدہ گوی فلاح
دنیا کے معاملہ میں جھگڑا کوئی نہیں کیا کرتا | صلح آشتی سے ای نور چشم بہتری میں سبقت لیجا

دلا تو فارغی از کار خویش و می ترسم | کہ کس درت نہ کشاید چو گم کنی مفتاح
ای دل تو اپنے کام سے فارغ ہے اور میں ڈرتا ہوں | کہ تجکو کوئی دروازہ نہیں کھولے گا اگر تو کنجی گم کر دے

یعنی اگر تو اپنے ناطہ سے کنجی کھوے تو تیرے واسطے کوئی در مقصود نہیں کھول سکتا یعنی مدد نہیں

نسیم مشک تاتاری خجل کرد — شمیم موی عنبر بوی فرخ

مشک تاتاری کی ہوا کو شرمندہ کر دیا — زلف عنبر بوئے فرخ کی مہک نے

اگر میل دل ہر کس بجاییست — بود میل دل من سوی فرخ

اگر کسی شخص کے دل کا میل کسی کیطرف ہوتا ہو — تو میرے دل کا میل فرخ کی جانب ہے

یعنی اگر کسی کا دل کسی شخص کو پسند کر لیا کرتا ہے۔ یا ایسا ہو کر کہ کوئی کسی پر عاشق ہوا تو مین نے فرخ کو پسند کیا ہے۔ اور مین اوسپر عاشق ہون۔

غلام خاطر آنم کہ باشد — چو حافظ چاکر ہندوی فرخ

مین اوسکی خاطر کا غلام ہون — جو حافظ کی طرح زلف فرخ کا نوکر ہو۔

یعنی مین اوسکی خاطر کا غلام ہون جو حافظ کی طرح فرخ کی زلف کا چاکر ہو۔ خلاصہ یہ کہ مین فرخ تو فرخ بلکہ اوسکے غلام کا بھی غلام ہون۔

ابر آذاری برآمد باد نوروزی وزید — دور می میخواہم و مطرب کہ میگوید رسید

ابر بہار آیا اور ہوا نوروز کی چلی — شراب کا دور چاہتا ہون اور مطرب سے کہو کہ آوے

آذر فارسی مین ایک مہینے کا نام ہے۔ باد نوروزی سے اشارہ مشاہدات تجلیات کی ابتدا کی طرف مطرب سے مراد مرشد کہ جو حالات حقائق اور معارف بیان کرتا ہے۔ یعنی مشاہدہ تجلیات کی ابتدا ہی مین مرشد کامل کو اور شراب محبت کو چاہتا ہون کہ حالت عشق و محبت مین مرشد کامل کی زبان سے بیانات حقائق کی نغمہ سنجیان سنو۔

شاہدان در جلوہ و من شرمسار کیسہ‌ام — ای فلک این شرمساری تا بکی باید کشید

معشوق جلوہ مین ہین اور میری تھیلی خالی — اے فلک خجالت کب تک اوٹھانی جاویگی

یعنی میرے پاس کچھ زر نقد بھی نہین کہ جس سے معشوق کی خدمت کر سکون۔ پس اے فلک یہ شرمساری اور خجالت مجھے کب تک اوٹھانی پڑے گی۔ حقیقی اعتبار سے یہ معنی ہین کہ مشاہدہ تجلیات کا ظہور ہو رہا ہے۔ میرے پاس کچھ نہین کہ اوسپر نثار کرون یعنی مین اپنی خوشی کی وجہ تہیدستی کچھ نہین کر سکتا ہون۔ بے زر عشق محض نہین۔ عشق اوسی کا ہے کہ جسکے پاس کچھ نقد ہی معشوق پر نثار کرنے کو ہو۔

دل من در ہوای روی فرخ بود آشفتہ ہمچون موی فرخ

میرا دل چہرۂ معشوق کی ہوس مین ہے مثل زلف فرخ نامی کے آشفتہ و پریشان ہے

فرخ حافظ صاحب کے معشوق کا نام ہے۔ لہذا فرماتے ہین کہ میرا دل روے فرخ کی ہوس مین اوسی فرخ کی زلف کیطرح پریشان ہے۔ جسپر وہ ظاہری طور سے عاشق تھے۔ اور یہ تمام غزل اول سے آخر تک اوسی کے نام سے تصنیف ہوئی۔

بجز ہندوی زلفش ہیچ کس نیست کہ برخوردار شد از روی فرخ

سوای اوسکی کالی زلف کے کوئی ایسا نہین ہے کہ فرخ کی چہرے سے حظ اوٹھانیوالا ہوا ہو

سیاہ نیکبخت است آنکہ دایم بود ہمراز و ہمزانوی فرخ

وہ حبشی نیک نصیب ہے جو کہ ہمیشہ فرخ کا ہمراز اور ہمزانو ہوتا ہو

سیاہ یعنی حبشی جسکا اشارہ زلف کیطرف ہے۔ یعنی سوائے زلف کے کوئی ایسا نہین کہ محبوب کا ہمیشہ ہمراز اور ہم صحبت بلکہ ہم بغل رہتا ہو۔

شود چون بید لرزان سرو آزاد اگر بیند قد دلجوی فرخ

سرو آزاد بید کی طرح کانپنے لگے اگر فرخ کا قد دل پسند دیکھہ پائے

بدہ ساقی شراب ارغوانی بیاد نرگس جادوی فرخ

اے ساقی شراب ارغوانی لا فرخ کی نرگسین چشم جادو فریب کی یاد مین

ساقی سے مرشد کامل مراد ہے۔ صوفیای کرام کا قاعدہ ہے کہ معشوق حقیقی سے عشق کرنے کے لئے ظاہری طور پر کسی معشوق مجازی کی صورت کو دیکھکر یہ نتیجہ نکالا کرتے ہین کہ جب صورت ایسی اچھی اور دلفریب ہے تو اسکا بنانے والا کیسا ہوگا۔ چنانچہ اسی خیال کو وہ اپنے عشق کا مرکز قرار دیتے ہین۔ اور درجۂ حقیقت عشق حقیقی پر پہونچنے کا زینہ بھی یہی ہے لہذا خواجہ رح فرماتے ہین کہ اے مرشد کامل فرخ کی چشم جادو فریب کی یاد مین عشق حقیقی کا جام پلا تاکہ اوسکا سرور زیادہ ہوا اور ہم اوسکی صورت کی یاد سے یہ خیال کرین کہ ایسی اچھی صورت کا بنانے والا بھی ضرور اچھا ہوگا۔

دوتا شد قامتم ہمچون کمانی زغم پیوستہ چون ابروی فرخ

میرا قد کمان کی طرح دوہرا ہوگیا جب فرخ کی ابروون کے غم سے ملا

تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ کہ زد — **این قدر دانم کہ از شعر ترش خون میچکید**

عاشق کش تیر مین نہین جانتا کہ کسنے حافظ کی دلپر مارا — صرف اتنا جانتا ہون کہ اوسکی شعر سی تر خون ٹپکتا تھا

تیر عاشق کش سے عشق مراد ہی یعنی مجھے نہین معلوم کہ حافظ کے دلبر عشق کا تیر کسنے مارا ہان البتہ اتنا جانتا ہون کہ اوسکے اشعار اوسکی حال کے گواہ ہین یعنی ایسے اشعار سواے زخمی دل کے اور کوئی نہین پڑھ سکتا ۔

اگر آن طایر قدسی ز درم باز آید — **عمر بگذشتہ بہ پیرانہ سرم باز آید**

اگر وہ محبوب میرے دروازہ سی پھر آوے — میری عمر گذشتہ پیرانہ سالی میری لوٹے

طایر قدس سے مراد محبوب حقیقی ۔ ز درم باز آید ۔ یعنی مجھپر ظہور فرماوے ۔ تو مین بڑھاپے مین نئے سر نیسے جوان ہوجاؤن ۔

دارم امید بدان اشک چو باران کہ دگر — **برق دولت کہ برفت از نظرم باز آمد**

مین اپنی اون اشک باران کی سی امید رکھتا ہون کہ شاید — برق دولت جو میری نظر سے چلی گئی ہی پھر آجاے

میرے آنسو کہ جو مینہ کی مثال رکھتے ہین اونکی وجہ سی مجھے امید ہی کہ شاید برق دولت جو میری نظر سے روپوش ہوگئی ہے پھر چمکنے لگے یعنی آہ وزاری سے معشوق کو اپنی طرف متوجہ کرون برق کا لفظ باران کی مناسبت سے لائے ہین ۔

گر نثار قدم یار گرامی نکنم — **جوہر جان بچہ کار دگرم باز آمد**

اگر یار کے گرامی قدم پر نثار نہ کردن — تو میرا جوہر جان دوسرے کونسی کام مین آویگا ۔

آنکہ تاج سر من خاک کف پایش بود — **از خدا می طلبم تا بسرم باز آید**

اوسکی خاک کف پا جو میرے سر کا تاج تھی — مین خدا سی چاہتا ہون کہ میرے سر پر آجاوے

کوس نو دولتی از بام سعادت بزنم — **گر ببینم کہ مہ نو سفرم باز آید**

نو دولتی کا نقارہ بام سعادت پر بجاؤن — اگر مین یہ دیکھون کہ سفر سے میرا مہ نو لوٹ آیا

خواہم اندر عقبش رفت بیاران عزیز — **شخصم ار باز نیامد خبرم باز آید**

یاران عزیز کی طرح مین اوسکے پیچھے جاونگا — جسم میرا اگر نا پھریگا تو خبر تو آجائے گی ۔

یعنی مین معشوق کی مشایعت مین اوسکے پیچھے پیچھے یار دوستون کی طرح جاونگا اور اوس سے ہرگز

قحط جود است آبروی خود نمی باید فروخت **بادہ و گل از بہای خرقہ می باید خرید**

بخشش و کرم کا قحط ہے اپنی آبرو بیچنی نہیں چاہئے شراب اور گل کو جبہ کی قیمت میں خریدنا چاہئے

ایسے زمانہ میں جبکہ قحط الرجال ہے یعنی عارف کامل یا صاحب کرم نظر نہیں آتا تو ہر کس و ناکس سے التجا کر کے اپنی آبروریزی نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ خرقہ پارسائی کی قیمت میں عشق اور شاہد محبوب حاصل کرنا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ پارسائی کو چھوڑ کر رندی اختیار کرنا مناسب ہے۔

غالباً خواہد کشود از دولتم کاری کہ دوش **من ہمی کردم دعا و صبح آمین مید مید**

غالباً میری مراد حاصل ہوگی کہ کل میں دعا کرتا تھا اور صبح قبولیت کی ہوتی آتی تھی

یعنی یقیناً میرا مطلب حاصل ہوگا اس اعتبار سے کہ کل جو وقت میں دعا مانگتا تھا تو صبح ہوتی آتی تھی جو دعا کی اجابت کا وقت سمجھا جاتا ہے۔ گویا کہ میں دعا کرتا تھا اور صبح آمین کہہ رہی تھی۔

با لبی و صد ہزاران خندہ گل آمد بباغ **از کریمی گوئیا در گوشہ بوئی شنید**

تبسم لب اور سو ہزار خندہ کے ساتھ معشوق باغ میں آیا گویا کہ بو کرم کی ہے گوشہ سے سنائی دی

دامنی گر چاک شد در عالم رندی چہ باک **جامہ در نیکنامی نیز می باید درید**

اگر حالت رندی میں دامن چاک ہوا تو کیا خوف نیکنامی کا جبہ بھی جامہ سے پھاڑنا چاہئے

یعنی اگر میں حالت رندی میں بدنام ہوا تو کیا فکر ہے اسلئے کہ نیکنامی میں بھی شہرت ہوتی ہے۔ غرضکہ اوسمیں بھی نام ہوتا ہے اور اسمیں بھی نام ہی ہوا۔

این لطایف کز لب لعل تو من گفتم کہ گفت **وان تطاول کز سر زلف تو من دیدم کہ دید**

یہ لطیفے جو تیرے لب لعل سے میں نے کہے اور کسی نے کہے اور وہ ظلم کہ جو میں نے تیری زلف سے دیکھا اور کسی نے دیکھا

عدل سلطان گر نپرسد حال مظلومان عشق **گوشہ گیران را ز آسایش طمع باید برید**

بادشاہ کا عدل اگر مظلومان عشق کا حال پوچھے گوشہ میں بیٹھنے والوں کو آرام کی امید منقطع کر دینی چاہئے

سلطان سے محبوب حقیقی مراد ہے اور مطلب صاف یعنی اگر محبوب حقیقی مظلومان عشق کی پرسش نہ کرے تو عزلت نشینوں کو آرام کی امید منقطع کر دینی چاہئے۔ آسائش جسم آسائش دل کے متعلق ہے۔ جب معشوق کی بے توجہی سے دل بے چین ہوگا تو گویا جسم کو بھی ہجر میں راحت نصیب نہ ہوگی۔

سیل ست آب دیدہ و بر ہر کہ بگذرد   گر خود دلش ز سنگ بود ہم ز جا رود

ہماری آنکھوں کا پانی رَو ہی جسپر ہو کر کہ گذرے   اگر خود دل اوسکا پتھر ہو تو جگہ سے ہل جاے

مطلب یہ کہ ہمارا سیل اشک ایسا تیز رو ہی کہ جس شخص کے پاس ہو کر گذرے اگر اوسکا دل پتھر کا بنا ہوا ہو تب بھی جگہ سے ہل جاتے۔ خلاصہ یہ کہ جو کوئی ہماری گریہ و زاری کو دیکھ لے تو چاہے وہ کیسا ہی سنگدل ہو مہربان ہو جائیگا ٭

ما را بہ آب دیدہ شب و روز ماجرا است   زین رہگذر کہ بر سر کویش چرا رود

مجھکو آنسوؤں سے شب و روز جھگڑا کرنا پڑتا ہی   اس رہگذر میں کہ خواہ مخواہ کوچہ کی طرف کیوں چلی جاتی ہو

یعنی مجھکو اپنے آنسوؤں سے رات دن لڑائی کرنی پڑتی ہی کہ تم اس رہگذر میں جو کوچہ محبوب کو جاتی ہو نہ ہو لیا کرو۔ خلاصہ یہ کہ اوسکے کوچہ میں جو مقام وصال ہی۔ گریہ و زاری کی کیا نتیجہ۔ یا یہ کہ مجھکو کوچہ محبوب میں اپنی گریہ و زاری سے تعجب آتا ہے۔ علاوہ اسکے اس شعر میں ماراً۔ آب دیدہ۔ اور ماجراً و سر کو۔ اور رہگذر کے الفاظ قابل لحاظ ہیں کہ کس ترتیب سے نظم ہوتے ہیں

خورشید خاوری کند از رشک جامہ چاک   گر ماہ مہر پرور من در قبا رود

شاہ خاور رشک سے کپڑے پھاڑ ڈالے   اگر میرا مہر پرور ماہ لباس پہنے

حافظ بکوے میکدہ دایم بصدق دل   چون صوفیان بصومعہ دار الصفا رود

حافظ میخانہ کی گلی میں صدق دل سے   اسطرح جاتا ہے کہ جیسے صوفی لوگ عبادتخانہ خانقاہ کو

خلاصہ یہ کہ جسطرح صوفی لوگ صدق دل سے خانقاہ کو عبادت کے لئے جاتے ہیں اسی طرح حافظ بھی عقیدتمندی اور صفائی قلب سے میخانہ کو جایا کرتا ہی۔

دیگر

از سر کوے تو ہر کو بملالت برود   نرود کارش و آخر بخجالت برود

جو کوئی کہ تیرے کوچہ سے ملال کرکے نکلے   اوسکا کام نہ چلے اور آخرکار شرمندگی سے لوٹ آوے

یعنی جو سالک کہ تیرے کوچہ عشق سے اگر ملول ہو کر نکلے تو وہاں سے نکلکر اوسکا کہیں کام نہ بنے گا اور نتیجہ میں شرمندہ ہو کر پھر تیرے کوچہ کو لوٹے گا۔

سالک از نور ہدایت طلبد راہ بدوست   کہ بجاے نرسد گر بضلالت برود

جو سالک کہ ہدایت کی روشنی سے دوست کی راہ ڈھونڈے   اگر گمراہ جاویگا تو منزل پر نہیں پہونچے گا

بیخود ہو نکلا۔ بالفرض اگر یہ جسم ان تکالیف سے نجات پا کر نہ لوٹا تو میری خبر تو آوے گی
یعنی لوگ یہ تو کہیں گے کہ فلان سے ملنے کے اوپر جان دیدی

مانعش غلغل چنگ است و شکر خواب صبوح ورنہ گر بشنود آه سحرم باز آید
چنگ کی آواز کا شور اور صبح کی میٹھی نیند اوسکو مانع ہے ورنہ اگر سنے تو میری آہ سحر کی آواز اوسکی آوے

چنگ سے عارف مراد ہی جسکی آواز صبح کو عاشقان الہی کی راحت افزائی کا باعث ہوتی ہے
شکر خواب وہ نیند کہ جو بعد صبح کے ہو یعنی میٹھی نیند۔ مطلب یہ ہی کہ عارف کی ہو حق کا شور اور
صبح کی خواب شیرین میری آواز محبوب کے کان تک نہیں پہونچنے دیتی۔ ورنہ اگر وہ میری آہ
سحری سن لے تو ضرور واپس آ جاوے یعنی میری طرف متوجہ ہونے لگے۔

آرزومند رخ شاه چو ماہم حافظ ہمتی تا بسلامت ز درم باز آید
اے حافظ میں سرو شاہ کے دیدار کا آرزومند ہوں اے دل مدد کر تا کہ سلامتی سے میرے دروازہ میں پھر آوے

حافظ کا خطاب دل کیطرف ہی۔ اور دوسرے مصرعہ میں لفظ دل محذوف ہی۔ یعنی اے دل
میں اوس سرو کے دیدار کا منتظر ہوں۔ پس تو میری مدد کر تا کہ وہ بخیر و عافیت میری گھر آوے۔

از دیده خون دل ہمہ بر روی ما رود بر روی ما ز دیده ندانم چہا رود
آنکھوں سے خون دل یکسر ہمارے چہرہ پر جاتا ہی نہیں معلوم کہ چہرہ سے آنکھوں پر کیا کچھ جاتا ہوگا

اس میں آه و زاری ہجران کا بیان کیا ہی کہ میری انتہا کی حالت ہجر محبوب میں حد سے گذر گئی۔

ما در درون سینہ ہوائی نہفتہ ایم بر باد اگر رود سر ما زان ہوا رود
ہمنے سینہ میں ہوائے عشق پوشیدہ کر رکھی ہے اگر ہمارا سر برباد ہو جاوے تو وہ ہوا بھی نکل جاوے

یعنی ہمنے اپنے سینہ میں عشق کی ہوا بھر رکھی ہے۔ اگر ہمارا سر جاتا ہے تو شاید سودای عشق
بھی جاتا رہے۔ ورنہ نہیں۔

بر خاک راه یار نہادیم روی خویش بر روی ما رواست اگر آشنا رود
میں نے یار کی خاک راہ پر مونہہ رکھدیا ہے اگر دوست ہمارے مونہہ پر قدم رکھے تو مناسب ہے

یعنی ہمنے اپنے مونہہ کو دوست کی راہ کا فرش کر دیا۔ اگر وہ ہمارے مونہہ پر پیر رکھکر
گذرے تو زہے نصیب۔

اس شعر کے مضمون سے مرشد ہو یا سالک دونون مراد ہو سکتے ہین یعنی مرشد یا سالک جو بھی معرفت حق کا جام ہاتھ مین رکھتا ہے۔ وہ گویا اپنے وقت کا جمشید ہے۔ یعنی جام جمشید اپنے جام مین دنیا کا حال دیکھ لیتا تھا۔ اسی طرح وہ بھی سب بھید معلوم کر سکتا ہے ؛

آبے کہ خضر حیات ازو یافت ؛ در میکدہ جو کہ جام دارد

وہ پانی کہ جس سے خضر نے عمر جاوید پائی ؛ میخانہ مین ڈھونڈھ کہ جام موجود ہے

میخانہ سے وہی مقام عشق مراد ہے۔ یعنی وہ چیز کہ جس سے عمر جاوید ملتی ہے عشق کے جام مین ہے اور کہین نہین۔

سر رشتہ جان بجام بگذار ؛ کاین رشتہ ازو نظام دارد

جان کا تعلق جام پر چھوڑ دی ؛ کہ یہ سلسلہ اوس سے متعلق ہے

بیرون ز لب تو ساقیا نیست ؛ در دور کسی کہ کام دارد ؛

ای ساقی تیرے لب کے سوا نہین ہے ؛ زمانہ مین جو کوئی کہ کام رکھے ؛

یعنی جو کوئی کہ زمانہ مین کچھ مقصد رکھتا ہے وہ مقصد تیرے لب کے بغیر نیست یا ہست نہین ہو سکتا ؛

ما و مے و زاہدان و تقوی ؛ تا یار سر کدام دارد ؛

ہم ہین اور شراب اور زاہد لوگ ہین اور تقوی ہے ؛ دیکھین کہ یار کس طرف متوجہ ہوتا ہے

بر سینہ ریش دردمندان ؛ لعلت نمکے تمام دارد

دردمندون کے زخمی سینہ پر ؛ تیرا لب لعل تمام حق نمک رکھتا ہے

نرگس ہمہ شیوہ ہای مستی ؛ از چشم خوش تو دام دارد

نرگس نے تمام مستی کی شیوے ؛ تیری چشم خوش دام سے سیکھے ہین

یعنی نرگس نے یہ مستی کے تمام شیوے تیری آنکھ کے مشاہدہ سے حاصل کئے ہین۔ خلاصہ یہ کہ عاشق لوگ تیری آنکھون کو دیکھ کر خود بھی مستی اور ریا کی سیکھ گئے ؛

خلاصہ یہ کہ سالک کو ہادی مطلق کی ہدایت سے یا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہدایت سے یا مرشد کی ہدایت سے معشوق حقیقی کی راہ ڈھونڈنا چاہیے اگر وہ خود بخود وہاں
پہونچنا چاہے گا تو گمراہ ہو جائیگا۔ اور مقام عشق تک نہین پہونچے گا۔

گر وی آخر عمر از می معشوق بگیر — حیف اوقات کہ یکسر بہ بطالت برود
آخر عمر کا حظ معشوق شراب سے حاصل کر — ان اوقات پر افسوس ہے کہ جو بیہودہ لعب مین صرف ہو جائین

ای دلیل دل گم گشتہ خدا را مددی — کہ غریب ار نبرد رہ بدلالت برود
اے دل گم گشتہ کی دلیل خدا کے واسطے مدد کر — کہ غریب اگر راہ پر نہ چل سکے تو دلیل سے چلا جائے
دلیل گم گشتہ کا اشارہ مرشد کامل کی طرف ہے۔ اور غریب کا اپنی جانب یعنی اے مرشد کامل
برائے خدا مدد فرما۔ اور اس غریب گم کردہ راہ کو دلیل ہدایت سے راہ دکھا تاکہ یہ گم گشتہ راہ
منزل مقصود پر پہونچ جائے۔

حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمہ است — کس ندانست کہ آخر بچہ حالت برود
طاعت اور معصیت کا حکم خاتمہ پر موقوف ہے — کوئی نہین جانتا کہ آخر مین کیا حالت گذریگی
یہ حال کہ فلان طاعت گذار اور فلان معصیت کار تھا نتیجہ مین معلوم ہوگا۔ اسوقت کسی کو خبر نہین کہ آخر
مین کیا پیش آئے۔

کاروانی کہ بود بدرقہ اش لطف خدا — بہ تجمل بنشیند بہ جلالت برود
جس قافلہ کا رہنما لطف الٰہی ہو۔ — وہ شوکت کے ساتھ قیام کرتا اور شان کے ساتھ جاتا ہے
مضمون ظاہر ہے توضیح طلب نہین۔

حافظ از چشمہ حکمت بکف آور جامی — بوکہ از لوح دلت نقش جہالت برود
اے حافظ دریائے حکمت سے پیالہ بھر لے — شاید کہ تیرے لوح دل سے جہالت کا نقش مٹ جائے
چشمہ حکمت سے مراد عشق محبت۔ یعنی اے حافظ تو عشق محبت کے دریا سے ساغر بھر لے
شاید کہ خودبینی اور جہالت کا نقش جو تیرے لوح دل پر منقوش ہے کالعدم ہو جائے۔

دیگر:
آنکس کہ بدست جام دارد — سلطانی جم مدام دارد
جسکے ہاتھ مین جام ہے — وہ ہمیشہ جمشید کی حکومت رکھتا ہے

چشم من کرده بهر گوشه روان سیل سرشک — تا سهی سرو ترا تازه بآبی دارد

میری آنکھ نے ہر کونے کو اسلئے رو آنسو کی جاری کردی — تاکہ تیرے سرو سہی کو پانی سے سیراب رکھے

قاعدہ ہی کہ درخت پانی سے سرسبز رہتا ہے لہذا حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے آنسوؤں کی رو ہر طرف کو اسلئے جاری کی ہی کہ تیرے قد کا درخت تازہ و سرسبز رہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ عاشق کی گریہ و فریاد معشوق کی رونق اور شہرت کا باعث ہوتی ہی۔

غمزه شوخ تو خونم بخطا میریزد — فرصتش باد که خوش رای صوابی دارد

تیرا غمزہ شوخ میرا خون خطا سے بہاتا ہے — اوسکو فراغت ہو کہ وہ نیک راے رکھتا ہی

فرصتش باد۔ یعنے اوسکو کوئی مزاحمہ نہ پہونچے۔ یعنی تیرا غمزہ جو میرا خون کرکے خطا کرتا ہے اوسکو اس بات کا کوئی رنج نہ پہونچے۔ کیونکہ وہ نیک راے ہے۔

چشم مخمور تو دارد ز دلم قصد جگر — ترک مست است مگر میل کبابی دارد

تیری چشم مخمور جو میرے دل سے جگر کا قصد رکھتی ہے — یہ ترک مست شاید کباب کی خواہش رکھتا ہی۔

جان بیمار مرا نیست ز تو روی سوال — ای خوش آن خسته که از دوست جوابی دارد

میری جان ناتوان کو تجھسے سوال کی مجال نہیں — اے وہ خستہ شخص خوش قسمت ہی کہ دوست سے جواب پاے

یعنی اے محبوب میری جان ناتوان کو تجھسے سوال کی مجال نہیں۔ وہ عاشق خوش قسمت ہی کہ جو معشوق سے سوال کرے اور جواب سے مشرف ہو۔

کی کند سوی دل خسته حافظ نظری — چشم مستت که بهر گوشه خرابی دارد

حافظ خستہ دل کیطرف کب نظر کرتی ہے — تیری چشم مست کہ جسنے ہر طرف خرابی پھیلائی۔

چشم مست سے ذات سراسر استغنا مراد ہی۔ باقی مطلب صاف۔

اگر ز باده غم دل ز یاد ما ببرد — نهیب حادثه بنیاد ما ز جا ببرد

اگر شراب غم دل کو ہماری یاد سے نہ بہلادے — تو حوادثات کی غارتگری ہماری بیخ و بنیاد کو اکھاڑ کر پھینکدے

غم دل سے غم دنیا اور شراب سے عشق محبت مراد ہے۔ یعنی اگر عشق حقیقی ہماری یاد سے تفکرات دنیا کو نہ محو کردے تو حوادثات کی غارتگری ہماری بیخ و بنیاد کو جڑ سے اوکھاڑ کر پھینکدے۔

ذکر رخ و زلف تو دلم را — وردیست کہ صبح و شام دارد

میرے دلکو تیرے رخ و زلف کا ذکر — صبح و شام کا وظیفہ ہوگیا ہے

در چاہ ذقن چو حافظ ای جان — حسن تو دو صد غلام دارد

ای جان تیرے چاہ ذقن میں حافظ کیطرح — تیرا حسن دو سو غلام رکھتا ہے

یعنی اے دوست تیرا حسن حافظ سے دو سو غلام اپنے چاہ ذقن میں اسیر رکھتا ہے۔
خلاصہ یہ کہ حافظ کی طرح تجھپر بہت سے عاشق ہیں ٭

دیگر

آنکہ از سنبل او غالیہ تابے دارد — باز با دلشدگان ناز و عتابی دارد

وہ کہ حسن لف سے غالیہ بھی پیچ و تاب کھاتا ہے — اسپر بھی عاشقوں سے ناز و عتاب رکھتا ہے

از سر کشتہ خود میگذرد ہمچون باد — چہ توان کرد کہ عمر است و شتابی دارد

اپنے عاشق کے پاس سے ہوا کی طرح گذر جاتا ہے — کیا کیا جاوے کہ عمر ہے جو جلدی کرتی ہے

چونکہ معشوق اپنے کشتہ عاشق کے پاس سے ہوا کیطرح جلد گذر جاتا ہے۔ اسلئے گویا وہ عمر کی مانند ہے کہ ادہر آئی ادہر چلی گئی یعنی معشوق کے آنے اور چلے جانے کو عمر کی آمد و رفت سے تشبیہ دیگئی ہے ٭

ماہ خورشید نمایش ز پس پردہ زلف — آفتابی است کہ در پیش سحابی دارد

اوسکا ماہ خورشید نما زلف کے پس پردہ — آفتاب ہے کہ اپنے سامنے بادل رکھتا ہے

ماہ کا کنایہ معشوق کے چہرہ کیطرف اور خورشید نما اوسکی صفت ہے۔ یش کی ضمیر معشوق کیطرف سمجھنی چاہئے یعنی تیرا چہرہ زلف کے پس پردہ اسطرح چھپا ہوا ہے کہ جسطرح بادل میں آفتاب چھپا ہوا ہو ٭

آب حیوان اگر اینست کہ دارد لب یار — روشن است اینکہ خضر بہرہ سرابی دارد

آبحیات اگر یہی ہے جو کہ لب یار کے پاس ہے — تو یہ صاف ظاہر ہے کہ خضر کو سراب سے بہرہ وری تھی

یعنی اگر آبحیات یہی ہے کہ جو لب معشوق میں ہے تو صاف ظاہر ہے کہ جو آبحیات خضر کو ملا وہ آبحیات نہیں تھا بلکہ سراب تھا ٭ حقیقت میں اصلی آبحیات ہمیں حاصل ہے۔ علاوہ اسکے آب حیوان ۔ نبا در روشن ۔ سراب کے الفاظ خضر کی رعایت سے آئے ہیں

حقیقتی سکے پاس پہونچا دے۔

دیگر

اگر روم ز پیش فتنہا برانگیزد / ور از طلب بنشینم بکینہ برخیزد

اگر اوسکے پیچھے جاتا ہون تو فتنے اٹھتے ہین / اور اگر طلب سی بیٹھتا ہون تو لڑائی بڑھتی ہے

یعنی اگر مین اوسکی محبت کا دم بھرتا ہون (عشق کرتا ہون) تو آفتون اور بلاؤن کا سامنا ہوتا ہے اور اگر اوس کی طلب سے باز رہکر کسی دوسرے سے التفات کرتا ہون تو وہ خفا ہوتا ہے۔ غرضکہ مین عجب مصیبت مین گرفتار ہون۔

وگر برہگذری یکدم از وفاداری / چو گرد در پیش افتم چو باد بگریزد

اور اگر کسی وقت رہگذر مین وفاداری سے / مثل گرد کے اوسکی راہ مین پڑجاتا ہون تو وہ ہوا کیطرح بھاگتا ہے

چو گویمش کہ چرا با کسان بیامیزی / چنان کند کہ سرشکم بخون بیامیزد

جو اوس سی کہون کہ تو اور کسیون سی کیون ملتا ہے / تو وہ یہ کرے کہ میرے آنسوؤن مین خون ملادے

یعنی اگر مین اپنے معشوق سے کہدون کہ تو غیرون سی کیون رابطہ ضبط رکھتا ہے تو وہ میرے ساتھ یہ سلوک کرے کہ میری آنکھون سے بجاے اشک کے خون رلواے۔ خلاصہ یہ کہ اتنا کہنے سی وہ جور وستم اور زیادہ کریگا۔

وگر کنم طلب نیم بوسہ صد افسوس / ز حقہ دہنش چون شکر فرو ریزد

اور اگر مین آدھا بوسہ بھی طلب کرون تو سیکڑون افسوس / اوسکی حقہ دہن سے شکر کیطرح گرنے لگین

نیم کا لفظ قلت کے لئے آتا ہے جیسے کہ ایک آدھ بوسہ اردو کا محاورہ ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر مین اوس سے ایک کیا بلکہ نصف بوسہ بھی طلب کرتا ہون تو اوس کے مونہہ سے سیکڑون افسوس شکر کی طرح جھڑتے ہین یا افسوس کے معنی کلمات سخت مثل گالی وغیرہ کے ہون۔ اور شاید اسی رعایت سے شکر کا لفظ لائے ہین۔

من آن فریب کہ در نرگس تو می بینم / بس آبروے کہ در خاک رہ فرو ریزد

مین وہ فریب کہ جو تیری نرگس چشم مین دیکھتا ہون / بہت سی آبرو کو گرد راہ مین برباد کرتا ہے

فراز و شیب بیابان عشق دام بلاست / کجاست شیر دلے کز بلا بپرہیزد

بیابان عشق مین نشیب فراز جیسے دام بلا ہین کوئی نہ / وہ شیردل کونسا ہے کہ بلا سے نہ ڈرے

وگرنہ عقل بمستی فروکشد لنگر — چگونہ کشتی ازین ورطۂ بلا ببرد

اور جو عقل مستی کا لنگر نہ ڈالدے — تو کسطرح کشتی اس ورطۂ بلا سے نکلے

مضمون شعر بالا کی توضیح ہے یعنی اگر عقل مستی کا لنگر اس حوادثات دنیا کے دریائے ناپیدا کنار میں نہ ڈالے تو کشتی جو کسیطرح اس بھنور سے پار نہیں ہو سکتی۔

طبیب عشق منم بادہ خور کہ این معجون — فراغت آرد و اندیشۂ بلا ببرد

میں عشق کا طبیب ہوں شراب پی کہ یہ معجون — فراغت لاتی ہے اور اندیشے اور فکر کو دور کرتی ہے

یعنی اے عاشق دردمند میں اس عشق کا حکیم ہوں اور میری تجویز تیرے واسطے یہ ہے کہ تو شراب پی یہ شراب محبت وطرفہ معجون ہے کہ تمام جھگڑے جھیڑوں سے فارغ کرتی اور سب فکروں اور بلاؤں کو دور کرتی ہے۔

دل ضعیفم ازان میکشد بطرف چمن — کہ جان ز مرگ بہ دلداری صبا ببرد

میرا ضعیف دل اسلئے مجھکو چمن کی طرف لیجاتا ہے — کہ جان موت سے صبا کی دلداری میں نکلجاتی ہے

چمن سے مجلس مرشد مراد ہے اور مطلب یہ کہ مرشد کامل کی دلداری میں میری جان مرگ کے پنجے سے بچ جائیگی اسلئے میرا دل مجھکو وہاں لیجاتا ہے۔

گذار بر ظلمات است خضر راہے جو — مباد کآتش محرومی آب ما ببرد

گذر ظلمات کیطرف ہے خضر سے راہ پوچھو — مبادا کہ محرومی آگ ہماری پانی کو خشک کردے

ظلمات سے راہ عشق اور خضر سے مرشد کامل مقصود ہے یعنی اس تاریک راہ عشق میں مرشد سے راستہ معلوم کرنا چاہئے کہیں ایسا نہو کہ محرومی کی آگ ہمارے اس آب وجود کو سوختہ کردے۔

فغان کہ با ہمہ کس بند کینہ باخت فلک — کسے نبود کہ دستے ازین دغا ببرد

فریاد کہ سب نے فلک کینہ ور سے بازی ہاری — کوئی ایسا نتھا کہ جو اس دغا سے جیت لے گیا ہو

بسوخت حافظ و کس حال او بیار نگفت — مگر نسیم پیامے خدای را ببرد

حافظ جل گیا اور کسی نے اوسکا حال یار سے نکہا — مگر اے نسیم کوئی پیام خدا کیلئے تو ہی پہونچا دے

خدای را یعنے خدا را یا برائے خدا یعنی حافظ آتش عشق میں سوختہ ہوگیا اور کسی نے اوسکا حال دوست سے نہ کہا اے باد صبا تو ہی مہربانی کر اور خدا کے واسطے حافظ کا پیام محبوب

دلبر که جان فرسود ازو کام دلم نگشود ازو　　نومید نتوان بود ازو باشد که دلداری کند

دلبر کہ جس سے جان تباہ ہوئی اور مقصد دل کا بھی پورا نہ ہوا　　اوس سے ناامید نہونا چاہئے شاید کہ دلداری کرے

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰه

گفتم گره نگشوده ام زان طره تا من بوده ام　　گفتا منش فرموده ام تا با تو طراری کند

مینے کہا کہ مینے اوس طرہ سے گرہ نہیں کھولی ہے جب سے کہ　　فرمایا کہ مینے اوسی حکم دیا ہے تاکہ تیری ساتھ عیاری کرے

فرماتے ہین کہ مین نے کہا کہ ای محبوب مین نے جب سے تیرا عشق کیا ہے شدائد و بلیات عشق سے راحت نہیں ملی جواب مین فرمایا کہ مین نے اوسکو حکم دیا ہے کہ تیری ساتھ چالاکی کرکے تجھکو مصیبت ہجر مین گرفتار رکھے۔ خلاصہ یہہ کہ رنج و مصیبت تیرے نام زد ہو چکے ہین۔

پشمینه پوش تندخو کز عشق نشنیده است بو　　از مستیش رمزی بگو تا ترک هشیاری کند

اوس پشمینہ پوش تندخو سے کہ جو عشق کی بو نہ پائی ہو　　اوسکی مستی کا ذرا سا حال کہو تاکہ ہشیاری چھوڑ دے

پشمینہ پوش زاہد خوش لباس جو طاعت ریای کرتا ہو یعنے زاہد خوش لباس سے کہ جسنے عشق و محبت کی بو نہیں پائی ہے عشق کی مستی کا ذرا سا حال بیان کرو تاکہ ہشیاری چھوڑ کر مست لایعقل بن جائے۔

چون من گدای بی‌نشان مشکل بود یار فلان　　سلطان کجا عیش نهان با رند بازاری کند

مجھ سے بے نشان گدا کو فلان محبوب سے یاری کرنا مشکل ہے　　رند بازاری کیساتھہ کون بادشاہ مخفیہ عیش کیا کرتا ہے

زان طره پر پیچ و خم سهلست اگر بینم ستم　　از بند و زنجیرش چه غم آنکس که عیاری کند

اوس طرہ پر پیچ و خمدار سے میری لیے ستم دیکھنا آسان ہے　　جو شخص کہ عیاری کرتا ہو اوسکو قید و بیڑی سے کیا غم

یعنے مجھکو اوس طرہ پیچدار کے جور و ستم کی کچھہ پروا نہیں اسلئے کہ جو شخص کہ عادی جرم ہو اوسکو قید و بند کی کچھہ فکر نہیں ہوتی۔

شد لشکر غم بی‌عدد از بخت میخواهم مدد　　تا فخر دین عبدالصمد باشد که غمخواری کند

غم کا لشکر بیشمار ہے اپنی قسمت سے مدد چاہتا ہون　　جب تک کہ فخر دین عبدالصمد غمخواری کرے

عبدالصمد کا اشارہ مرشد کی طرف ہے یا خواجہ صاحب کے مرشد کا نام ہے بہرحال مطلب اس سے زیادہ توضیح نہیں چاہتا۔

با چشم پرنیرنگ او حافظ مکن آهنگ او　　کان طره شبرنگ او بسیار مکاری کند

اے حافظ اوسکی چشم پرنیرنگ سے اوسکی پاس کا قصد نہ کر　　کہ اوسکا طرہ شبرنگ بہت مکاری کرتا ہے

تو عمر خواہ صبوری کہ چرخ شعبدہ باز | ہزار بازی ازین طرفہ تر برانگیزد
تو عمر کا طالب ہوا اور صبر کر کہ فلک شعبدہ باز | ہزار قصہ ازین طرفہ تر اوٹھائے گا

طرفہ تر یعنی ایک سے ایک زیادہ عجیب یعنی تو اپنی زندگی چاہ اور صبر کر۔ اگر تو زندہ رہا تو دیکھنا یہ فلک شعبدہ باز کیسی کیسی عجیب چالیں چلتا ہے

بر آستانہ تسلیم سر بنہ حافظ | اگر ستیزہ کنی روزگار بستیزد
اے حافظ آستانہ تسلیم پر سر جھکا دے | اگر جھگڑا کریگا تو زمانہ تجھسے آمادہ جنگ ہو جائیگا

یعنی اے حافظ تو آستانہ تسلیم پر سر نیاز جھکا دے۔ اگر ضد کریگا تو زمانہ تجھسے برسر پیکار ہوگا۔ اور تجھکو چین نہیں لینے دیگا۔

آن کیست کز روی کرم با من وفاداری کند | بر جای بدکاری چو من یکدم نکوکاری کند
وہ کون ہی کہ از روی کرم مجھسے وفاداری کرے | مجھ سے بدکار کے اوپر کیدم نکوکار ہو

اول بہانگ نای و نی آرد بدل پیغام وی | وانگہ بیک پیمانہ می با من وفاداری کند
اول نے کے ساز و نغمہ سے اوسکا پیغام سنائے | پھر ایک پیالہ شراب سے میری رفاقت کرے

یعنی ایسا کون شخص ہے کہ اپنے کرم کے خیال سے میرے ساتھ وفاداری کرے۔ گو میں بدکار ہوں مگر وہ مجھسے بدکار کے ساتھ بھلائی و احسان سے پیش آئے کہ اول تو مجکو بانسلی کے نغمہ کی آواز سے دوست کا پیغام پہونچائے۔ پھر پیالہ بھر شراب اپنے خم معرفت سے پلائے۔ واضح ہو کہ یہ خطاب مرشد کیطرف ہی چونکہ مرشد کامل اول سخنان حقائق و معارف طالب حقیقت کو سناتا بعد ازان اسرار معرفت سے آگاہ کرتا ہی ایسی حالتمیں طالب پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہی اور بادۂ عرفان کا نشہ اوسکی رگ و پی مین ساری ہوکر عجیب سرور بخشتا ہی وہ ایسا سرور ہے کہ جسکی تشبیہ اس مجازی شراب کے نشہ سے بالکل نہیں دیجاسکتی کیونکہ اوسمیں کیفیت کے سوا خمار کا نام نہیں ہوتا اور نہ اوسکی اثر سے نفوس حیوانیہ کو تحریک ہوتی ہی جو اس نشہ کی خاص الخاص صفت ہے غرضکہ وہ ایسی حالت ہے جسکا بذریعہ حرف و صوت کے ظاہر کرنا ممکن نہیں۔ قاعدہ ہی کہ اہل سماع صوفی زیادہ تر بانسلی کی آواز سے متاثر ہوتے ہیں اور اسی غرض سے حافظ صاحب نے اول بانسلی کی آواز سے دوست کا پیغام سنانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اپنی جان قربان کروں۔

حافظ تو ترک غمزہ خوبان نمیکنی — دانی کجاست جای تو خوارزم یا خجند

اے حافظ تو حسینوں کے غمزوں کو نہیں چھوڑتا — کیا تو جانتا ہے تیری جگہ کہاں ہے خوارزم یا خجند ہے

خجند بضم خاء و بفتح جیم ، خوارزم و خجند ترکستان میں دو قصبے ہیں جو حسینوں کے لئے مشہور ہیں۔ لہذا فرماتے ہیں کہ اے حافظ تو معشوقوں کے غمزہ کے خیال کو نہیں ترک کرتا اگر ترک نہیں کریگا تو تجھے خوارزم و خجند کو بھیجدیا جائیگا جہاں کے حسین ستم پیشہ ہوتے ہیں اور عاشقوں کو خوب ستانا جانتے ہیں۔

اگر ز کوی تو بوی بمن رساند باد — بمژدہ جان جہان را بباد خواہم داد

اگر تیری کوچہ سے ہوا میری پاس خوشبو پہنچادے — تو اس خوشخبری میں جہان کی جان نثار کروں

بباد کا لفظ مرادف ہے یعنے اگر ہوا تیری بو میرے پاس پہنچادے تو میں اپنی تو اپنی بلکہ سارے جہان کی جان اس خوشخبری میں قربان کرڈالوں یا اس خوشخبری کے بدلہ میں جہان کی جان ہوا کو دیدوں۔

اگرچہ گرد برانگیختے ز ہستے من — غباری از من خاکی بدامنت مفتاد

اگرچہ تونے میری ہستی کو ہوا میں اڑادیا — لیکن میری خاک کا غبار تیرے دامن پر نہ پڑے

گرد برانگیختن برباد کردن۔ خلاصہ یہ کہ اگرچہ تونے میری ہستی کو برباد کرڈالا لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری خاک کا غبار تیرے دامن پر پڑے اور اس سے تجھے تکلیف ہو پہنچے۔

تو تا بروی من ای نور دیدہ در بستے — دگر جہان در شادی بروی من نگشاد۔

اے نور چشم جب سے کہ تو نے مجھ پر خوشی کا دروازہ بند کیا ہے — تو کسی نے بھی در شادی میرے لئے نہ کھولا

خیال روی تو ام دیدہ میکند پرخون — ہوای زلف تو ام عمر میدہد برباد

تیرے رخ کا خیال آنکھوں میں خون کر دیتا ہے — اور تیری زلف کی خواہش عمر کو اکارت کئی ڈالتی ہے

نہ در برابر چشمی نہ غایب از نظری — نہ یاد میکنی از من نہ میروی از یاد

نہ تو آنکھوں کے سامنے ہے نہ نظر وں سے غائب — نہ تو مجھے یاد ہی کرتا ہے اور نہ میری یاد سے فراموش ہوتا ہے

اے میرے محبوب حقیقی نہ تو تو میری آنکھوں کے سامنے ہے اور نہ اونسے غائب نہ تو مجھے یاد فرماتا ہے (بلاتلبے) اور نہ میری یاد ہی سے جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تیرا حاضر و غائب یکساں ہے۔ علاوہ اسکے

یعنی اے حافظ اوسکی چشم عابد فریب کی وجہ سے اوسکی محبت کا دھیان نکر اسلیئے کہ طرۂ شبرنگ بہت سی مکاری کرنی جانتا ہی۔ خلاصہ یہ کہ دلکو پھندے مین پھانس لیتا ہی۔

ای پستۂ تو خندہ زدہ بر دہان قند — مشتاقم از برای خدا یک شکر بخند

اے کہ تیری پستہ دہن نے قند کا مونہہ چڑھایا — مین مشتاق ہون خدا کیلئے ایک تبسم کر

جائیکہ یار ما بشکر خندہ دم زند — ای پستہ کیستی تو خدا را دگر مخند

جسجگہہ کہ ہمارا یار تبسم کرتا ہو — اے پستہ تو کیا چیز ہی خدا کیلئے زیادہ ہنس

یعنے جہان کہ ہمارا معشوق تبسم فرماتا ہو اے پستہ تو خدا کیلئے وہان مت ہنس کیونکہ تیرا خندہ اوسکے تبسم کے سامنے محض بے حقیقت ہے۔

خواہی کہ بر نخیزدت از دیدہ رود خون — دل در ہوای صحبت رود کسان مبند

اگر تو چاہتا ہی کہ تیری آنکھو سے خون کی ندی جاری ہو — تو دل انسان زادون کی ہوا صحبت مین نہ دی

یعنے اگر تو چاہتا ہی کہ تجھکو مصیبت مین خون کی آنسو نہ بہانا پڑین تو تو معشوق کا عشق نکر بلکہ عشق الٰہی کر جو رقابت وغیرہ سے پاک ہی۔

گہ طرہ مینمای و گہ طعنہ میزنی — ما نیستیم معتقد مرد خود پسند

کبھی تو طرہ دکھلاتا ہی اور کبھی طعنہ مارتا ہے — ہم خود پسند شخص کے معتقد نہین ہین

طوبی ز قامت تو نیارد کہ دم زند — زین قصہ بگذرم کہ سخن میشود بلند

طوبی کی کیا طاقت کہ تیری قد کی برابری کا دم بھرے — اس قصہ سے درگذر کرتا ہون کہ بات بڑہی جاتی ہی

نیارد بمعنے نتواند یعنے طوبی کی طاقت نہین کہ تیرے قد کی ہمسری کر سکے لہذا مین اس قصہ سے درگذر کرتا ہون ورنہ بحث کو طول ہوا جاتا ہے۔

ز آشفتگی حال من آگاہ کے شود — آنرا کہ دل نگشت گرفتار این کمند

میری پریشان حالی کب خبردار ہو سکتا ہی — وہ شخص کہ جسکا دل اس کمند مین گرفتار نہین ہوا

بازار شوق گرم شد آن شمع رخ کجاست — تا جان خود بر آتش رویش کنم سپند

بازار شوق گرم ہوا وہ شمع رخ کہان ہے — تاکہ اپنی جان اوسکی آتش رخ پر سپند کرون

سپند کردن بمعنے نثار کردن۔ یعنے بازار شوق گرم ہو رہا ہے معشوق کہان ہی تاکہ اوسکے چہرہ پر

بیا بمیکدہ و ضع قرب جاہم بین **اگرچہ چشم بما واعظ از حقارت کرد**

شراب خانہ مین آ میرا قرب و مرتبہ دیکھ — اگرچہ واعظ نے ہماری طرف حقارت کی نظر کی

میکدہ سے مقام عشق یا عالم جبروت مراد ہے یعنی ای مخاطب عالم عشق یا عالم جبروت مین آ اور اوسجگہ ہمارا مرتبہ محبوب حقیقی کے نزدیک دیکھ تاکہ تجھکو حقیقت معلوم ہو جاے اگرچہ عالم ناسوت مین ظاہر مین واعظ ہمکو ذلیل و خوار سمجھتا اور ہمپر حقارت کی نظر ڈالتا ہے۔

نشان مہر و محبت بجان عاشق جوی **اگرچہ خانہ دل محنت تو غارت کرد**

محبت و وفا کا نشان عاشق کی جان مین ڈھونڈھ — اگرچہ تیری محنت نے خانہ دلکو برباد کر دیا ہے

یعنے ای محبوب گو تیری ہجر کی محنت اور مصیبت نے عاشق کا خانہ دل ویران کر ڈالا تاہم اگر پھر بھی تو مہر و وفا کا نشان پانا چاہتا ہے تو اوسکی جان سے ڈھونڈھ۔

اگر امام جماعت بجواندش امروز **خبر دہید کہ حافظ بمی طہارت کرد**

اگر آج بھی جماعت کا امام بلاے — تو اوس سے کہدیجو کہ حافظ نے شراب سے وضو کیا

خلاصہ یہ کہ حافظ شراب سے مست ہو کر پاک بھی نہین رہا ہے اور تنہا یا بھی نہین ہے وہ آج نماز نفل کچھ نہین پڑھے گا۔

بسر جام جم آنگہ نظر توانے کرد **کہ خاک میکدہ کحل بصر توانے کرد**

جام جم کے بھید پر اوسوقت نظر کی جاسکتی ہے — کہ جب میکدہ کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بنالیا جاوے

جم سے مرشد اور جام سے ساغر عشق و محبت مراد ہے اور مطلب یہ کہ مرشد کے جام کا راز اوسوقت دیکھا جاسکتا یا سمجھ مین آسکتا ہے کہ جب میخانہ کی خاک جس سے مقام عشق متصور ہے بجاے سرمے کے آنکھون مین لگائی جائے ورنہ ان آنکھون سے وہ راز کبھی دکھائی نہ دیگا

گدائی در میخانہ طرفہ اکسیریست **گر این عمل بکنی خاک زر توانے کرد**

میخانہ کے در کی فقیری طرفہ اکسیر ہے — اگر تو اسپر عمل کرے سونا کر سکتا ہے

مباش بی می و مطرب بزیر چرخ کبود **کزین ترانہ غم از دل بدر توانی کرد**

نیلے آسمان کے نیچے بلا شراب و مطرب کے مت رہ — اسلئے کہ یہ ترانہ غم کو دل سے باہر نکال پھینکیگا

می سے عشق مطرب سے مرشد با صفا اسلئے کہ وہ حقائق اور معارف کو بیان کر کے منشدون کو

خالق سے مخلوق کا تعلق ایسا ربرست ہیکہ تو وہ دوسری بول سکو نہیں اور اوسمین شامل ہونیکی اجازت پاتے ہین۔

بجای طعنہ اگر تیغ میزند دشمن زدوست دست ندارم اگر چہ باد اباد
طعنہ کی بجائے اگر دشمن تلوار بھی مارے جو کچھ ہو سو ہو ہم دوست سے دست بردار نہونگے

زدست عشق تو جان را نمیبرد حافظ کہ جان زمحنت شیرین نمیبرد فرہاد
حافظ تیری عشق کے ہاتہہ سے جان سلامت نہین لیجا یگا کہ باوجود بڑی محنت کے بھی فرہاد اپنی جان سلامت نہ لیجا سکا

یعنے جب فرہاد عشق مین اپنی جان شیرین باوجود محنت کے بھی سلامت نہ لیگیا تو حافظ تیری عشق کے ہاتہہ سے کیسے جان بر ہوسکیگا۔

بآب روشن می عارفی طہارت کرد علی الصباح کہ میخانہ را زیارت کرد
اوس عارف نے شراب کے چمکدار پانی سے غسل کیا یعنے کہ صبح کیوقت میخانہ کی زیارت کی

آب روشن می کی اضافت بیانیہ ہے یعنے عشق و محبت ہے۔ اور میخانہ سے مراد عالم عشق۔ یعنی جس عارف نے کہ صبح کیوقت عالم عشق کی زیارت کر لی اوسنے گویا عشق الٰہی کے پانی سے وضو یا غسل کیا اور جو کچھ ملوثات اوسکے دل مین تہی وہ سب دہو ڈالی۔ بعض نے علی الصباح سے روز ازل مراد لیا ہے یعنی طالبان حق اور عارفان کامل کو عشق آج سے نہین ہوا بلکہ روز ازل مین ہی اونکا قرعہ عشقبازی پر پڑا تہا جنہون نے کہ چشمہ عشق سے طہارت کی۔

ہمین کہ ساغر زرین خور نہان کردند ہلال ابرو ساقی بمی اشارت کرد
ہمیسے ہی کہ سورج کے زرین ساغر کو پوشیدہ کیا ابروی ساقی کے ہلال نے شراب کیطرف اشارہ کیا

یعنے جیسے ہی کہ سورج چہپا مرشد کامل نے طالبون کو می محبت سے بیکر مست ہونے اور ذوق حق کرنے کا اشارہ کیا۔

خوشا نماز و نیاز کسے کہ از سر درد بآب دیدہ و خون جگر طہارت کرد
کسکی نماز و نیاز اچہی کہ درد سر کیوجہہ سے آنسون اور خون جگر سے وضو کر لیا

بہای بادہ چون لعل چیست جوہر عقل بیا کہ سود کسی برد کین تجارت کرد
لعل کیطرح سرخ شراب کی قیمت کیا ہے جوہر عقل ہے آ کہ اوس نے نفع اوٹہایا جسنے تجارت کی

یعنی ای دل اگر نور ریاضت کے فائدہ سے آگاہ ہو جائے تو اپنا سر اسطرح دیدے کہ جس طرح شمع ہنسی کھیلتے اپنا سر کٹا ڈالتی ہے۔

دلا تو تا لب معشوق و جام می خواہی ۔ طمع مدار کہ کار دگر تواں کرد

تو جبتک لب معشوق اور جام شراب کا خواہان ہے ۔ امید مت رکھ کہ دوسرا کام کر سکے گا

گر این نصیحت شاہانہ بشنوی حافظ ۔ بشاہراہ طریقت گذر توانی کرد

اگر حافظ اس شاہانہ نصیحت کو سنے ۔ تو طریقت کی شاہ راہ سے گذر کر سکتا ہے

جتنے اشعار اس غزل میں ہیں وہ سب عشق معرفت کی ہدایت سے بھرے ہوئے ہیں لہذا مقطع میں حسب قاعدہ اپنی طرف خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ ای حافظ اگر تو یہ مذکورہ نصیحتیں جو ایک اعتبار سے شاہانہ طور رکھتی ہیں خوب گوش دل سے سنے گا تو طریقت کی شاہ راہ میں آسانی سے پہونچ جائیگا۔

بیا کہ ترک فلک خوان روزہ غارت کرد ۔ ہلال عید بدور قدح اشارت کرد

آ کہ ترک فلک نے روزہ کے خوان کو غارت کر ڈالا ۔ عید کے چاند نے قدح شراب کے دور کی طرف اشارہ کیا

ای ساقی آ کہ روزے تمام ہوے اور عید کے چاند نے قدح شراب کی اجازت دی علاوہ اس کے پہلے مصرع میں ترک فلک کا خوان روزہ کو غارت کرنا اس اعتبار سے بھی کہ ترک لوگ اپنی دستور کی موافق خوان یغما کو لوٹا کرتے ہیں بہت ہی پر معنی ہے۔ اصطلاح میں ترک فلک مریخ کو کہتے ہیں جس سے یہاں عشق مراد ہے۔ روزہ سے زہد و ورع ہلال سے جذبہ محبت متصور کرنا چاہئے یعنے عشق نے ہمسے پرہیزگاری کو لوٹ لیا اور جذبہ محبت نے قدح شراب معرفت پینے کی طرف اشارہ کیا پس ای ساقی مرشد کامل آ تا کہ می عشق پیکر خوب مست ہوں اور نشہ عرفان کے مزے لوٹیں۔

ثواب روزہ و حج قبول آنکس برد ۔ کہ خاک میکدہ عشق را زیارت کرد

روزہ اور حج قبول شدہ کا ثواب اسی کو حاصل ہوا ۔ جسنے میخانہ عشق کی خاک کی زیارت کرلی

مقام اصلی ما گوشہ خرابات است ۔ خداش خیر دہاد آنکہ این عمارت کرد

ہمارا اصلی مقام گوشہ خرابات ہے ۔ خدا اوسے نیک اجر دے جسنے کہ یہ عمارت بنائی

گوشہ خرابات سے وہی مقام عشق مراد ہے یعنے مرشد کامل کو خدا نیک اجر دے جسنے یہ عمارت یعنی مسترشد و نکے دل میں بنائے عشق الٰہی قائم کی۔

وجد و سرور مین لاتا ہے۔ پس مطلب یہہ ہے کہ ای مخاطب تو دنیا مین بغیر عشق الٰہی اور مرشد کامل کے نزہ سکیلئے کہ یہہ دونون دل کو دنیا کے غم سے پاک و صاف کرکے رجوع الی اللہ کردیتی ہین

بعزم مرحلہ عشق پیش نہ قدمے — کہ سودہا بری ار این سفر توانے کرد

مرحلہ عشق طے کرنیکا ارادہ سے قدم بڑہا — کیونکہ تو فائدہ او ٹہائیگا اگر اس سفر کو کر سکے گا

بیا کہ چارۂ ذوق حضور و نظم امور — بہ فیض بخشی اہل نظر توانے کرد

آکہ ذوق حضور اور انتظام امور کا علاج — اہل نظر کی فیض بخش سے کیا جا سکتا ہے

ذوق حضور یعنے ذوق حضوری محبوب حقیقی۔ اہل نظر سے عارفان کامل مراد ہین۔ یعنی محبوب حقیقی کی حضوری کا شوق اور جملہ امور کا انتظام عارفان کامل کے فیض صحبت یا کرم بخشی سے پورا ہوسکتا ہے

گل مراد تو آنگہ نقاب بکشاید — کہ خدمتش چو نسیم سحر توانے کرد

تیری مراد کا پہول اوسوقت نقاب اوٹہاے (کہلے) — کہ اوسکی خدمت نسیم سحری کیطرح سکے کرنا

تو کز سرای طبیعت نمیروی بیرون — کجا بکوی حقیقت گذر توانے کرد

تو کہ طبیعت کی سرای سے باہر نہین جاتا — تو کوچہ حقیقت مین کسطرح پہونچ سکیگا

سرای طبیعت یعنی خواہش نفس یا ہوا و ہوس۔ یعنی جب تو ہوا و ہوس کی مقام سے باہر نہین نکلتا (ہوس دنیا نہین چہوڑتا) تو حقیقت کے کوچہ مین تیرا گذر کیسے ہوگا۔

جمال یار ندارد نقاب و پردہ و لی — غبار رہ بنشان تا نظر توانے کرد

یار کا جمال پردہ و نقاب نہین رکہتا و لیکن — راہ کی غبار کو صاف کرتا کہ نظر آسکے

غبار رہ کا کنایہ تعلقات دنیا اور جسم انسانی یا ہستی ظاہری سے ہے مطلب یہہ کہ جمال یار بے پردہ مقنع کچہہ نہین ہے لیکن پہلے تو ظاہری ہستی اور قید جسمانی سے قطع تعلق کرلے پہر اوسکو شوق سے دیکہہ لے جبتک تیری نظر و نکی سامنی یہہ پردہ رہیگا اوسوقت تک جمال یار دکہائی نہ دیگا چنانچہ حافظ صاحب دوسری جگہہ فرماتی ہین سنہ حجاب چہرہ جان میشود غبار تنم ✤ خوشا دمی کہ ازین چہرہ پردہ بر فگنم ✤

دلا ز نور ریاضت گر آگہی یابی — چو شمع خندہ زنان ترک سر توانی کرد

ای دل اگر تو نور ریاضت سے آگاہی پائے — تو شمع کیطرح ہنستے ہوے ترک سر کرسکتا ہے

قرة العین من آن میوهٔ دل یادش بود — که خود آسان بشد و کار مرا مشکل کرد
میرا قرة العین جسکی یاد میرے دل کا میوہ ہو جو — خود تو سبکبار ہو گیا اور میرے کام کو مشکل کر گیا
سبکبار ہونا دنیا کے جھگڑوں سے چھوٹنا جسم کے بار سے ہلکا ہو جانا میرا کام مشکل کر گیا یعنی میری زندگی کو تلخ کر دیا۔ یاد کو دل کا میوہ کہنے سے یہہ مراد ہے کہ اوسکی یاد دل کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔

ساربان بار من افتاد خدارا مددی — که امید کرم همره این محمل کرد
ای شتربان میرا بوجھ گر پڑا خدا کیلئے مدد کر — کہ مجھے کرم کی امید نے اس محمل کو ہمراہ کیا ہے
شتربان سے مرشد مراد ہے۔ بوجھ گر پڑنا معنے مبتلائے تفکرات ہو جانا۔ خلاصہ یہہ کہ ای مرشد کامل میں ہر آلام میں گرفتار ہوں خدا کیلئے میری مدد فرما اور مجھ کو ان غموں سے چھڑا کیونکہ میں نے کرم کی امید پر تیرا دامن پکڑا ہے۔

روی خاکی و نم چشم مرا خوار مدار — چرخ فیروزه طربخانه ازین کهگل کرد
میری خاکی رخ اور نمی آنکھ کو خوار و ذلیل نہ سمجھ — نیلگون آسمان کی طربخانہ کو اس کہگل کیا ہے
مطلب یہہ کہ میرے چہرہ کی مٹی اور آنکھوں کے پانی کو ذلیل نہ سمجھنا چاہئے اسواسطے کہ آسمان کا طربخانہ جس سے عالم ملکوت مراد ہے اسی گارہ سے لیسا گیا ہے۔ خلاصہ یہہ کہ عارفوں کی ذات ملاء اعلیٰ تک کو زینت بخشتی ہے۔

آه و فریاد که از چشم حسود مه و مهر — در لحد ماه کمان ابروی من منزل کرد
آہ و فریاد کہ ماہ و مہر کی حاسد آنکھ سے — میرے چاند کمان ابرو نے گور میں مقام کیا

نزدی شاه رخ و فوت شد امکان حافظ — چکنم بازی ایام مرا غافل کرد
ای حافظ تو نے شاہ رخ کو نہ مارا اور امکان جاتا رہا — کیا کروں کہ بازی ایام نے مجھے غافل کر دیا
شاہ رخ زدن کا مطلب شاہ شطرنج کو شکست دینا اور رخ کے مارنے سے ہوتا ہے فارسی محاورہ شاہ رخ زدن ہے یہ مطلب کہ مجھکو دنیا اور دلبر دی ہے جو کچھ مجھے کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کیا معشوق نے اسکا جواب ہے کہ بازی ایام نے مجھے غافل کر کے میرے اصلی فعل سے مجھے باز رکھا۔

بخت از دهان یار نشانم نمیدهد — دولت خبر ز راز نهانم نمیدهد
نصیب یار کے دہن کا نشان نہیں دیتا — دولت طالع مجھے پوشیدہ راز نہیں بتلاتا

نماز در خم آن ابروان محرابی — کسی کند کہ بخون جگر طہارت کرد

وہ شخص اون محرابی ابروانکی خم مین نماز ادا کرے — جسنے کہ خون جگر سے وضو کیا ہو

امام شہر کہ سجادہ میکشید بدوش — بخون دختر رز جامہ افشارت کرد

شہر کا امام کہ جو مصلے کندہے پر لئے پہرتا تھا — اوسنے دختر رز کے خون سے خرقہ کو چہڑک لیا

دختر رز شراب انگوری یعنے شہر کے امام صاحب جو یہانتک متقی تہے کہ جانماز کندہے پر لیے پہرتے تہی اونہون نے شراب انگوری سے خرقہ زہد پر داغ لگائے خلاصہ یہہ کہ عشق کرنے لگے

فغان کہ نرگس جماش شیخ شہر امروز — نظر بدرد کشان از سر حقارت کرد

فریاد کہ شیخ شہر کی ڈہیٹہہ آنکہہ نے آج — عاشقون پر حقارت سے نظر کی

حدیث عشق ز حافظ شنو نہ از واعظ — اگرچہ صنعت بسیار در عبارت کرد

عشق کی حکایت حافظ سے سنو نہ واعظ سے — اگرچہ اوسنے اوسکی عبارت مین بڑی اُستادی کی

یعنے عشق کی حکایت حافظ ہی اچہی بیان کر سکتا ہے اگرچہ واعظ اوسمین کتنا ہی نکات کیچ ملائے تب بہی نہین بیان کر سکتا اسلیے کہ وہ حالت خود اوسپر نہین گذری اور حافظ پر گذری ہے۔

بلبلی خون جگر خورد و گلی حاصل کرد — باد غیرت بصدش خار پریشان دل کرد

بلبل نے خون جگر کہا کر گل حاصل کیا تہا — باد غیرت نے سو طرح سے اوسکا دل پریشان کیا

یہہ غزل خواجہ صاحب نے اپنے فرزند کی انتقال مین لکہی ہے۔ یعنی مین نے خون جگر کہا کر فرزند پایا تہا افسوس کہ باد بیقضائی میرا دل سو طرح سے پریشان کیا۔ خلاصہ یہہ لخت جگر کے صدمون مین مین سیکڑون طور سے پریشان ہون۔

طوطئی را بہوائی شکری دل خوش باد — ناگہش سیل فنا نقش امل باطل کرد

طوطی کا دل شکر کی ہوا سے خوش رہتا تہا — ناگاہ سیل فنا نے اوسکی نقش امل کو باطل کر دیا

طوطی سے خود اور ہواے شکر یعنے بیٹے حافظ صاحب کا نور نظر مراد ہے۔ سیل فنا کا اشارہ موت کی طرف یعنے میرا دل اپنے نور نظر کو دیکہہ دیکہہ کر خوش ہوا کرتا تہا لیکن موت نے سبہی امیدون کے تمام نقوش کو کالعدم کر دیا۔ امل یعنی زندگی نقش امل باطل کرنا یعنی زندگی کو خراب کر دینا۔

اگر از بہر دل زاہد خود بین بستند | دل قوی دار کہ از بہر خدا بکشایند
اگر زاہد خود بین کیلئے دل کیلئے بند کر لیا ہے | تو دل مضبوط رکھ کہ خدا کیلئے کھولدینگے

درمیخانہ ببستند خدایا مپسند | کہ در خانہ تزویر وریا بکشایند
ای خدا میخانہ کو در کو بند کرنا پسند نہ کر | کہ ریا وفریب کا دروازہ کھول لیا ہی

یعنے ای اللہ تعالی تو عالم عشق کے در کو بند کر لینا پسند نہ فرما اسلئے کہ اگر یہہ بند رہا تو ظاہری عابد مکر وفریب کے گھر کا دروازہ کھول لینگا اور اوسمین مخلوق گھس جائیگی۔

گیسوی چنگ ببرید بمرگ می ناب | تا ہمہ مغبچگان زلف دوتا بکشایند
چنگ کے گیسو می ناب کے ماتم مین کاٹ ڈالو | تاکہ تمام مغبچے زلف دوتا کو کھو لین

یعنے می ناب کے ماتم مین چنگ کا گیسو کاٹ دو تاکہ اور مغبچہ بھی اپنی اپنی زلفین اوسکی ماتم پر کھولدین مرگ می ناب باعتبار پینے کی ممانعت کے لائے ہین۔

بصفای دل رندان صبوحی زدگان | بس در بستہ بمفتاح دعا بکشایند
صبوحی پینے والے رندون کے دلکی صفائی کے | بہت سے بستہ در دعائی کنجی سے کھلجاتی ہین

نامہ تعزیت دختر رز بنویسید | تا حریفان ہمہ خون از مژہا بکشایند
دختر رز کیلئے نامہ تعزیت لکھو | تاکہ تمام حریف اپنی پلکون سے خون ٹپکادین

خلاصہ یہہ کہ ای یاران طریقت شراب کے ماتم مین تعزیت نامے لکھو تاکہ تمام عاشق اون کو پڑھین اور روئین۔

حافظ این خرقہ پشمینہ بہ بینی فردا | کہ چہ زنار زریرش بجفا بکشایند
حافظ تو اس خرقہ پوستین کو کل دیکھیگا | کہ کیسے زنار اوسکے نیچے سے بزور نکالے جاتے ہین

خرقہ پشمینہ سے لباس عریانی مراد ہے جونکہ خرقہ اسلام کی علامت ہے اور زنار کفر کی اسلئے یہہ دونون الفاظ ضد ہین۔ مطلب یہہ کہ اے حافظ تو فردائے قیامت کو دیکھیگا کہ کتنے مدعی اسلام جو ظاہر مین خرقہ عبادت پہنے ہوے تہے بغل مین زنار چھپائے ہوے نکلے یعنے اوس خرقہ کے نیچے زنار نکلا جو اسکا اصل مسلک تھا اوپر خرقہ نیچے زنار سے ظاہری اسلام اور دلی کفر مراد ہے۔

از بہر بوسۂ لبش جان ہمی دہم **اینم نمی ستاند و آنم نمی دہد**

اوسکے بوسہ لب کے لئے مین جان دیتا ہون (دگر وہ) نہ یہ مجھسے لیتا ہے اور نہ وہ مجھے دیتا ہے

مین چاہتا ہون کہ اوسکے بوسہ لب کی عوض مین جان دیدون مگر یار ایسا مستغنی ہے کہ نہ جان لیتا ہے اور نہ بوسہ دیتا ہے غرض کہ وہ اس قسم کا تقابض البدلین بھی نہین کرتا۔

مردم ز انتظار و درین پردہ راہ نیست **یا ہست پردہ دار نشانم نمی دہد**

مین انتظار مین مرگیا اور پردہ کی راہ نپائی یا پردہ ہے مگر پردہ دار نشان نہین بتلاتا

پردہ کا کنایہ معرفت کی طرف اور پردہ دار سے عارف کامل مراد ہے یعنی مین انتظار مین مردہ ہورہا ہون پس یا تو معرفت الٰہی کے پردہ کی کوئی راہ نہین یا مرشد کامل مجھے نہین تبلاتا۔

شکر بصبر دست بہم عاقبت ولے **بد عہدی زمانہ امانم نمی دہد**

آخر کار صبر و شکر ہی مدد کرتا ہے لیکن زمانہ کی بدعہدی مجھے نہین جینے دیتی

خلاصہ یہہ کہ صبر اور شکر سے کام تو چلجائیگا یعنی گوہر مقصود ہاتھ آئیگا لیکن جب زمانہ کی بدعہدی ہی چین لینے دے

زلفش کشید باد صبا چرخ سفلہ بین **کانجا مجال باد وزانم نمی دہد**

اوسکی زلف باد صبا نے کھولی مگر چرخ سفلہ بین اوسجگہ مجھکو باد کے برابر بھی دخل نہین دیتا

یعنی اس چرخ سفلہ پرور کو دیکھو مین باد صبا کو تو اتنی قدرت ہی کہ وہ زلف محبوب کھولے لیکن مجھے اتنی بھی مجال نہین

چندانکہ بر کنار چو پرکار میروم **دوران چو نقطہ رہ بمیانم نمی دہد**

ہم کنارہ پر پرکار کی طرح پھر رہی ہین گردش زمانہ نقطہ کی مانند درمیان مین جگہ نہین دیتی

گفتم روم بخواب کہ بینم جمال یار **حافظ ز آہ و نالہ امانم نمی دہد**

مین نے کہا تھا سو جاؤن تاکہ جمال یار دیکھون مگر حافظ اپنی آہ و نالہ سے مجھے چین نہین لینے دیتا

حافظ سے دل مراد ہے اور گفتم کی ضمیر متکلم حافظ صاحب کی طرف پھرتی ہے یعنی مین نے بہتیرا چاہا کہ سو جاؤن اور خواب مین جمال یار دیکھون مگر دل کی آہ و زاری کہان سونے دیتی ہے۔

بود آیا کہ در میکدہا بکشایند **گرہ از کار فروبستۂ ما بکشایند**

شاید ایسا ہو کہ میخانہ کے در کو کھولدین ہماری رکے ہوئے کام کی گرہ کو کھولین

یہہ غزل حالت قبض مین لکھی گئی ہے اور بسط چاہتی ہے۔

اوسنے شخص بلند مراد کیسے پاسکتا ہے۔

جز زلف تو ندارد دل عاشق میلی
آہ ازین دل کہ بصد بند نمیگیرد پند

سوائی تیری زلف کے عاشق کا دل کوئی خواہش نہیں رکہتا۔
اس لیے افسوس کہ سو بندشون کے باوجود بہی نصیحت نہیں پکڑتا

شب و روز ترا عاشق بیدل گوید
کہ مبیناد سہی قامت از دہر گزند

رات دن عاشق بیدل دعا مانگتا ہے
کہ تیرا سہی قد زمانہ سے کوئی نقصان نہ دیکھے۔

باز بستان دل از ان گیسوی مشکین حافظ
زانکہ دیوانہ ہمان بہ کہ بماند در بند

ای حافظ اوس گیسوی مشکین سے دل واپس لی
اسواسطے کہ دیوانہ وہی بہتر جو قید مین رہے

مطلب صاف تشریح طلب نہین۔

بتی دارم کہ گرد گل ز سنبل سایبان دارد
بہار عارضش خطی بخون ارغوان دارد

مین ایسا معشوق رکہتا ہون کہ گل کی گرد سنبل کا سایبان
اوسکی عارض کی بہار خط خون ارغوان کا رکہتی ہے

یعنے مین ایسا معشوق رکہتا ہون کہ جو عارض کے گرد گل کی طرح زلف سنبل سے سایبان رکہتا ہی اور عارض کی بہار اوسکی خط رنگین سے خون کی طرح ارغوانی ہے خط بخون کسی داشتن محاورہ فارسی اوسکی قتل کا سامان مہیا رکہنا۔

غبار خط بپوشانید خورشید رخش یارب
حیات جاودانش دہ کہ حسن جاودان دارد

یا اللہ خط کا غبار اوسکی خورشید رخ کو نہ ڈہانکے
اوسکو ہمیشہ کی زندگی دی کہ وہ حسن جاودانی رکہتا ہی

خلاصہ یہہ کہ یا اللہ خط کا غبار اوسکی چہرہ خورشید کو نہ ڈہکے اور اوسکو ہمیشہ کی زندگی عطا فرما کہ وہ لازوال حسن رکہتا ہے۔

چو عاشق میشدم گفتم کہ بردم گوہر مقصود
ندانستم کہ این دریا چہ موج بیکران دارد

جب مین عاشق ہوا تہا تو کہا تہا کہ مین گوہر مقصود پالونگا
مگر یہہ نجانتا تہا کہ یہہ دریا بہت ہی بڑی موج رکہتا ہی

دریا سے دریاے عشق مراد ہے باقی مطلب صاف۔

چو در رویت بخندد گل مشو در دامش ای بلبل
کہ بر گل اعتمادی نیست گر حسن جہان دارد

جو گل تیرے سامنے ہنسی تو ای بلبل تو اوسکے دام مین نہ پہنس
کہ پہول کا اعتبار نہین ہی گو وہ پورا حسن رکہتا ہی۔

خلاصہ یہ کہ ای عاشق تو اپنی آنکہ ظاہری معشوق پر فریفتہ نکر اسواسطے کہ حسن پر اعتبار ہی۔

بعد ازین دست من و دامن آن سرو بلند — که ببالای چمان از بن و بیخم بر کند

اسکے بعد میرا ہاتھ اور اوس سرو بلند کا دامن ہوگا — کہ جسکی خرام ناز نے میری بیخ و بنیاد کو اوکھیڑ دیا

بیخ و بنیاد کو اوکھیڑنا تباہ و برباد کر ڈالنا یا عنان صبر ہاتھ سے چھوڑ دینا واضح ہو کہ حافظ علیہ الرحمۃ شاہ خجند کی بیٹی پر عاشق ہو گئے تھے۔ جب حالت ہجر مین صبر و قرار نہ رہا تو یہہ غزل لکھکر بطور عریضہ کے اوسکے پاس بھیجی تھی۔ یعنے ابکہ مجسے ضبط نہین ہو سکتا پس تمہارا دامن ہوگا اور میرا ہاتھ کیونکہ تمہاری طرز خرام نے مجھے تباہ کر دیا ہے۔

حاجت مطرب و می نیست تو برقع بگشای — که برقص آوردم آتش رویت چو سپند

مطرب و مے کی حاجت نہین ہے تو برقع کہولدے — کہ مجھکو تیری چہرہ کی تاب مثل سپند کے رقص مین لا سکتی ہے

یعنی میری مست ہو کر ناچنے کودنے کو مطرب اور شراب کی ضرورت نہین صرف تو رخ سے برقع ہٹا دے مین سپند کی طرح اوسکی تاب سے رقص کرنے لگونگا۔

هیچ رویی نشود آینه چهره بخت — مگر آن روی که مالند بران سم سمند

کوئی چہرہ نصیب کے موںہہ کا آئینہ نہین — مگر وہ چہرہ جسپر سمند محبوب کا سم رگڑا جائے

خلاصہ یہہ کہ کوئی چہرہ ایسا روشن نہین کہ جسمین میرے نصیب کا عکس نظر آئے البتہ اوس مین نظر آسکتا ہے کہ جو معشوق کے گھوڑے کے سم سے رگڑ کر صاف کیا گیا ہو۔

گفت اسرار غمت هر چه بود گو می باش — صبر ازین بیش ندارم چه کنم تا کی و چند

تیرے غم کا حال بیان کرتا ہون جو کچھ ہو کہو ہوجائے — مین کیا کرون کہ اس سے زیادہ صبر نہین ہو سکتا

مکش آن آهوی مشکین مرا ای صیاد — شرم از آن چشم سیه دار و مبندش بکمند

اے صیاد میری مشکین ہرن کو نہ مار — اوس سیاہ آنکہ کی شرم کر اور اسکو کمند سے نہ باندہ

آہوے مشکین سے معشوق اور صیاد سے اجل مراد ہے باقی مطلب صاف کنایہ اسکا حالت مجاز کی طرف سمجھنا چاہیے۔

من خاکی که ازین در نتوانم برخاست — از کجا بوسه زنم بر لب آن قصر بلند

مین خاکی کہ اس در سے نہیں اوٹھ سکتا — اوس قصر بلند کے کنارہ پر کیسے بوسہ دون

مطلب یہہ کہ مین خاکی نژاد جو در معشوق پر پڑا ہون۔ اس بلند مرادیا اعلی مقصد کو نہین پہونچ سکتا

قاعدہ ہے کہ سرو کے درخت کو جو نہر کے کنارہ نصب کیا کرتے ہین پس مطلب یہہ ہے کہ میری آنکھین جو کثرت گریہ سے پانی کا چشمہ جاری رکھتی ہین تو آپ سرو قد کو ان کے قریب نصب کر
خلاصہ یہہ کہ میری آنکھون سے دور نہونے دے۔

ز چشم جان نشاید برد کز ہر سو کہ می بینم — کمین از گوشہ کردست و تیر اندر کمان دارد

تیری چشم سے جان سلامت نہین بچ سکتی دیکھتا ہون کہ ہر طرف سے — گوشہ سے گھات لگائی ہے اور تیر کو کمان مین رکھتی ہے

بیفشان جرعہ بر خاک و حال اہل شوکت پرس — کہ از جمشید و کیخسرو ہزاران داستان دارد

تھوڑی سی خاک پر ڈال اور اہل شوکت کا حال پر غور کر — کہ جمشید و کیخسرو جیسے ہزارون داستان مین

دستور ہے کہ شراب پینے کے وقت تھوڑی سی زمین پر گرا دیتے ہین۔ لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ شراب پیتے وقت تھوڑی سی زمین پر گرا اور شراب پی اور غور کر کہ بڑے بڑے اہل شوکت مثل کیخسرو اور جمشید کے دنیا پر نہ رہے بہت اونکی یاد باقی ہے اور وہ نہین رہے قصے رہ گئے بلکہ ایسے ایسے بادشاہون کے ہزارون قصے دنیا مین مشہور ہین۔ خلاصہ یہہ کہ دنیا بے ثبات ہے۔

چہ عذر بخت خود گویم کہ آن عیار شہر آشوب — بتلخی کشت حافظ را و شکر در دہان دارد

اپنے نصیب کے کیا عذر کہون کہ اس عیار شہر آشوب نے — حافظ کو تلخی سے قتل کیا اور مونہہ مین شکر رکھتا تھا

یعنی یہ میرے نصیب کی برائی ہے کہ محبوب نے باوجود شکر دہان ہونے کے مجھے تلخی استغنا سے قتل کیا۔

بحسن خلق و وفا کس بیار ما نرسد — ترا درین سخن انکار کار ما نرسد

خلق و وفا کی خوبی مین کوئی ہمارے یار کو نہین پہونچا — اس بات مین تیرا انکار ہمارے کام مین کیا خلل انداز ہو سکتا ہے

اگرچہ حسن فروشان بجلوہ آمدہ اند — کسے بحسن و لطافت بیار ما نرسد

اگرچہ حسن فروش جلوہ دکھلانے آئے ہین — لیکن کوئی ہمارے یار کی حسن کی لطافت کو نہیں پہونچا

یہہ غزل حضور سرور کائنات کی شان مین ہے پہلے شعر کا یہہ مطلب ہے کہ کوئی خلق و وفا مین آپکے برابر نہین ہوا اس اگر منکر ہو تو انکار سے ہمارے اعتقاد مین کچھ خلل واقع نہوگا۔ دوسرے شعر مین حسن فروشون اور انبیاء علیہ السلام مراد ہین یعنی گو اور بھی پیغمبر دنیا پر نازل ہوئے مگر آپ کے حسن و خلق کو کوئی بھی نہ پہونچا۔

بحق صحبت دیرین کہ ہیچ محرم راز — بیار یک جہت حق گزار ما نرسد

پرانی صحبت کے حق سے کہ کوئی محرم راز بھی — ہمارے یار یکجہت حق گذار کو نہ پہونچا

خدارا داد من بستان ازو ای شحنۂ مجلس — کہ می با دیگران خوردہ ست و با من سر گران دارد

ای شحنۂ مجلس خدا کے لیے اوس سے میرا فیصلہ کر — کہ اوس نے دوسرونکے ساتھ شراب پی اور مجھ سے گرانی رکھتا ہے،

ازو کی ضمیر محبوب کی طرف ہے جس سے شاہد مقصود اور شحنۂ مجلس سے مرشد کامل مراد ہے باقی مطلب تشریح طلب نہین۔

چو دام طرہ افشاند ز گرد خاطر عاشق — بغماز صبا گوید کہ راز من نہان دارد

جو طرہ کا جال خاطر عاشق کی گرد سے جھاڑے — تو چغل خور صبا سے کہو کہ میرا بھید پوشیدہ رکھے

یعنے اگر معشوق اپنی زلف کے جال سے عاشق کی گرد کو جھاڑے تو ہوا سے کہدو کہ وہ اوسکی غبار کو اوڑا لے نہ پھرے اسلئے کہ میری عشق کا حال معلوم ہوجائیگا۔ گویا گرد کو اوڑانا بھی ہوا کی چغل خوری ہے کہ وہ عاشق کا راز افشا کردیتی ہے۔

ز خوف ہجرم ایمن کن اگر امید آن داری — کہ از چشم بد اندیشان خدایت در امان دارد

مجھ ہجر کی اندیشہ سے بیفکر کردے اگر تو یہہ امید رکھتا ہے — کہ دشمنون کی چشم بد سے خدا تجھے محفوظ رکھے

چہ افتادہ ست در این رہ کہ ہر سلطان معنی را — درین درگاہ می بینم کہ سر بر آستان دارد

اس راہ مین کیا افتاد ہے کہ ہر بادشاہ معنوی کو — مین دیکھتا ہون کہ اس درگاہ کے آستانہ پر سر رکھتا ہے

سلطان معنی بمعنے عارف کامل و عاشق صادق۔ درگاہ سے مراد درگاہ محبوب حقیقی ہے یعنے کیا بات ہے کہ درگاہ محبوب پر ہر عارف و عاشق بصد نیاز سر تسلیم جھکائے ہوئے رہتا ہے

بفتراک ار ہمی بندی خدارا زود صیدم کن — کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیان دارد

جو مجھ فتراک سے باندھتا ہے تو خدا کے لیے جلد شکار کر — کہ تاخیر مین آفتین ہین جو طالب کو نقصان پہنچاتی ہین

فتراک تسمہ کو کہتے ہین جو گھوڑے کی زین مین ماری ہوئی شکار کے باندہنے کو لگا ہوتا ہے۔ خلاصہ مطلب یہہ کہ اے مرشد تو نے اگر مجھے ارادت کے فتراک مین باندھا ہے۔ تو میرا شکار بھی عشق الٰہی مین جلد کر کیونکہ دیر مین آفتین ہین جو طالب کو نقصان پہونچایا کرتی ہین

ز سرو قد دلجویت مکن محروم چشمم را — بدین سرچشمہ اش بنشان کہ خوش آبی روان دارد

اپنے سرو قد دلجو سے میری آنکھونکو محروم نکر — اس سرچشمہ پر قائم کر کہ کیا اچھا آب رواں رکھتا ہے

بسوخت حافظ و ترسم کہ شرح قصۂ او بسمع بادشہ کامگار ما نرسد

حافظ جل گیا اور مین ڈرتا ہون کہ اوسکا قصہ ہمارے شاہ کامگار کے کان تک نہ پہونچے
یعنی کہین ایسا نہو کہ حافظ کے آتش عشق مین یہ جل جانے کا حال معشوق کو معلوم ہو جاسکے اور حافظ
پرے عشق مین جلکر سوختہ ہوگیا ہے۔

بیا کہ رایت منصور پادشاہ رسید نوید فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید

آ کہ شاہ کی نصرت کا جھنڈا آ پہونچا فتح و بشارت کی خوشخبری چاند و سورج تک پہونچی
کہتے ہین کہ یہ غزل تہنیت مین لکھی ہے اور اپنے آپکو مخاطب کرکے فرماتے ہین کہ آ اور سیر نصرت کر کہ
ممدوح بادشاہ کا جھنڈا فتح کرکے پھرا اور خوشخبری فتح و بشارت مہر و ماہ تک پہونچی

جمال بخت ز روی ظفر نقاب انداخت کمال عدل بفریاد دادخواہ رسید

جمال بخت نے ظفر کے سبب نقاب اوٹھائی کمال انصاف دادخواہ کی فریاد کو پہونچا

سپہر دور خوش اکنون کند کہ ماہ آمد جہان بکام دل اکنون رسد کہ شاہ رسید

اب سپہر نے دور اچھا کیا کہ چاند نکلا اب جہان دل کے مقصد کو پہونچیگا کہ شاہ آ پہونچا

ز قاطعان طریق آن زمان شوند ایمن قوافل دل و دانش کہ مرد راہ رسید

راہ لوٹنے والون سے اوسوقت بیفکر ہونگے دل و دانش کے قافلے کہ مرد راہ سکا پہونچا
قاطعان طریق سے شیطان و نفس امارہ اور مرد راہ سے راستہ کا محافظ مرشد مقصود ہے یعنی دل
و دانش کے قافلے اب نہین لوٹے جائینگے اسلیے کہ مرشد وقت آ پہونچا مجاز اً شعر کا اشارہ شاہ
کی طرف کو ہوگا کہ جو اس غزل کا مضمون ہے۔

عزیز مصر برغم برادران غیور ز قعر چاہ بر آمد باوج ماہ رسید

شاہ مصر برادران غیور کے زعم کے خلاف قعر چاہ سے نکل کر چاند کی بلندی پر پہونچے
عزیز مصر حضرت یوسف علیہ السلام کو کہتے ہین یعنی آپ کے بھائیون نے تو کنوئین کے قعر مین ڈالا تھا
مگر یوسف علیہ السلام اس پستی کے خلاف رتبہ مین چاند تک پہونچے یعنی مصر کے بادشاہ ہوگئے اسیطرح
ہمارا ممدوح دشمنون کے خلاف منشا فتح ظفر حاصل کرکے پھرا حالانکہ وہ اوسکا ظفریاب ہونا نہین
چاہتے تھے۔

صحبت دیرین اوس صحبت کیطرف آیا ہے کہ جو عالم اطلاق مین میسر تہی۔ یکہت یار حق گذر اکا اشارہ سرور انبیاء کی طرف ہی یعنی باوجودیکہ اور انبیاء مرسلین بہی عالم اطلاق مین ہم صحبت و محرم راز تہے مگر پہر بہی وہ آپکی رتبہ کو نہین پہونچے

ہزار نقد ببازار کائنات ارند ‬ یکی بسکہ صاحب عیار ما نرسد

ہزارون نقد کائنات کی بازار مین لائے ‬ لیکن کوئی بہی ہمارے صاحب سکے کی برابر کہرا نہ اترا

دریغ قافلہ عمر آنچنان رفتند ‬ کہ گردشان بہوای دیار ما نرسد

افسوس قافلہ عمر کا اسطرح چلے سے جاتے ہین ‬ کہ اونکی گرد کی ہوا بہی ہمارے دیار تک نہین پہونچتی

قافلہ عمر سے ایام عمر مراد ہین یعنے افسوس ہے کہ عمر کے دن برابر گذرتے چلے جاتی ہین اور ہمکو معلوم بہی نہین ہوتا کہ ہماری عمر کے ایام یون کم ہورہے ہین

ہزار نقش بر آید ز کلک صنع یکی ‬ بدلپذیری نقش نگار ما نرسد

صانع کی قلم سی ہزار نقش نکلتے ہین لیکن ایک بہی ‬ ہمارے نقش کی دلپذیری کو نہین پہونچتا

اس مین پہلا مصرع دوسرے کی تابع ہے جسکی معنی دو طرح ہو سکتے ہین۔ اول تو یہہ کہ ہمارے نقش نگار کی دلپذیری کو کوئی نقش نہین پہونچتا یعنی جتنا ہمارا معشوق دلپذیر ہے ایسا کوئی نقش صانع کی قلم نے دلپذیر نہین بنایا۔ مگر اس صورت مین نقش نگار محبوب کی صفت ہوگی جس سی محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہونگے۔ دوم یہہ کہ اگر نقش نگار کے معنے نقش بنانیوالے کے لین تو یہہ مطلب ہوتا ہے کہ صانع کی قلم نے ہزار ایسا نقش بنایا مگر کوئی دلپذیر نہ ہوا جیساکہ منشی امیر احمد امیر مینائی لکہنوی لکہتے ہین ع شبیہ نظر ہے کسلئے کہ کوئی پوری نہین اوترتی + مٹا دی صانع ازل نے ہزارون نقشے بنا بنا کر +

دلا ز طعن حسودان مرنج و اِین باش ‬ کہ بد بخاطر امیدوار ما نرسد

اے دل حاسدون کی طعنون سی رنجیدہ نہو اور بیفکر رہ ‬ کہ ہماری خاطر امیدوار مین بدی کو دخل نہین

چنان بزی کہ اگر خاک رہ شوی کس را ‬ غبار خاطری از رہگذار ما نرسد

اسطرح جی کہ اگر خاک رہ بہی ہوجاوے ‬ تو بہی کیسکی خاطر کو ہماری رہگذر سے غبار پہونچے

یعنی اسطور کی زندگی کر کہ اگر فروتنی سے راہ کی خاک بہی ہوجاے تو کیسکی خاطر پر تیرا غبار اوڑکر نہ پہونچے خلاصہ یہہ کہ اپنی زندگی مین کسی پر بار خاطر نہو اور کسیکو رنج نہ پہونچا۔

حالت ذوق میں اسرار الہی کے راز کو افشا نکر دے۔

شکستہ وار بدر گاہت آمدم کہ طبیب • بمومیائی لطف توام نشانی داد

ٹوٹے ہوی کی طرح تیری درگاہ مین آیا ہون کہ طبیب نے — تیرے لطف کی مومیائی کا پتہ بتلایا ہے

ٹوٹے ہوئے عضو کو مومیائی جوڑتی ہے اسلئے یہاں ٹوٹے ہوئے سے ٹوٹے ہوئے عضو کی مراد لینا چاہئے شب کی ضمیر محبوب کی طرف اور طبیب کا اشارہ مرشد کی جانب ہی مطلب ظاہر۔

برو معالجۂ خود کن ای نصیحت گوی • شراب و شاہد و ساقی کرا زیانی داد

ای نصیحت گو جا اور اپنا علاج کر — شراب معشوق اور ساقی نے کسے نقصان پہونچایا

یعنی ای واعظ جا تو اپنا علاج انہین تین سے طلب کر کیونکہ شراب اور معشوق و ساقی ایسی چیزین ہین جنہوں نے کسی کو کبھی نقصان نہین پہونچایا۔

تنش درست و دلش شاد باد و خاطر خوش • کہ دست دادو دہش داد ناتوانی داد

تن اوسکا صحیح و سالم دل اوسکا شاد اور خاطر اوسکی خوش — کہ داد و دہش کے ہاتھ نے داد ناتوانی کی دی

گذشت بر من مسکین و با رقیبان گفت • دریغ عاشق مسکین من کہ جانی داد

مجھ ناتوان کے پاس ہوکر گذرا اور رقیبوں سے کہا — میری عاشق مسکین پر افسوس کہ اوسنے جان دیدی

خزینۂ دل حافظ ز گوہر اسرار • بمین عشق تو سرمایۂ جہانی داد

دل حافظ کے خزانہ نے گوہر اسرار کا — عشق کی برکت کی وجہ سے جہان کو سرمایہ دیا

چونکہ حافظ کا دل عشق محبوب حقیقی کی برکت سے گوہر اسرار کا خزانہ تہا اسلئے اوسنے تمام جہان کو سرمایۂ عشق و محبت پہونچا دیا۔

بپیرانہ سرم عشق جوانی بسر افتاد • وان راز کہ در دل بنہفتم بدر افتاد

پیرانہ سری مین ایک جوان کا عشق پیدا ہوا — وہ راز کہ جو مین نے دل مین چھپایا تہا ظاہر ہو گیا

از راہ نظر مرغ دلم گشت ہوا گیر • ای دیدہ نظر کن کہ بدام کہ در افتاد

از راہ نظر میری دل کا مرغ ہوا گیر ہو گیا — ای آنکھ غور کر کہ کسکے جال مین پہنسا

خلاصہ یہ کہ میرا دل ایک نظر مین ہاتھ سے جاتا رہا اور بے اختیار ہو گیا اے آنکھ تو نہین دیکھتی کہ کس شخص کے جال مین پہنس گیا ہے۔

کجاست صوفی دجال چشم ملحد شکل | بگو بسوز کہ مہدی دین پناہ رسید
دجال چشم اور ملحد شکل صوفی کہاں ہے | کہو جلجائے کہ دین کی پناہ مہدی آ پہونچا

ملحد راہ حق سے پھرنیوالے بیدین اور فاسق کو کہتے ہین ۔ صوفی سے مکار صوفی مراد ہے ۔ مہدی دین پناہ مرشد ۔ باقی مطلب صاف ہی ۔

صبا بگو کہ چہا بر سرم درین غم عشق | ز آتش دل سوزان و برق آہ رسید
صبا بتادی کہ میری سر پر کیا کچھ اس غم عشق مین | دل سوزان کی آگ اور آہ کی بجلی سے ہم پہونچ گا

ز شوق روی تو جانان برین اسیر فراق | ہمان رسید کز آتش برگ کاہ رسید
ای جانان تیری چہرہ کے شوق مین اس فراق کی اسیر پر | وہ کچہ گذرا کہ جو آگ سے گہاس کے تنکے پر گذرتا ہی

یعنی جسطرح آگ گہاس کے تنکے کو ایک لپٹ مین جلادیتی ہے اسیطرح تیری فراق دید نے عاشق زار کو ایک لپٹ مین جلاکر خاکستر کردیا ۔

مرو بخواب کہ حافظ ببارگاہ قبول | ز ورد نیم شب و درس صبحگاہ رسید
سو نجا کہ حافظ بارگاہ قبولیت مین | وظیفۂ نیم شبی اور درس صبح گاہی سے پہونچا ہی

خلاصہ یہ کہ ای مخاطب تو غافل نہو ہشیار رہ کیونکہ حافظ وظیفۂ نیم شبی اور دعاے صبح کی وجہ سے بارگاہ قبولیت مین پہونچا ہے اگر تو یہ کریگا تو تو ہی مقبول ہوجائیگا ۔ ہندی مثل ہے سویا سو کہویا جاگا سو پایا ۔

بنفشہ دوش بگل گفت و خوش نشانی داد | کہ تاب من بجہان طرۂ فلانی داد
کل بنفشہ نے گل سے کہا اور اچہا پتہ بتلایا | کہ مجکو جہان مین تاب فلان کے طرہ نے دی تہی

فلان کا اشارہ محبوب کی طرف بنفشہ سے عاشق اور گل سے مرشد مراد ہے یعنی کل عاشق نے مرشد سے کہا کہ مجکو جہان مین زلف محبوب نے پیچ و تاب مین ڈالا ہے خلاصہ یہ کہ اپنا اسیر بنالیا ہے ۔

دلم کہ مخزن اسرار بود دست قضا | درش ببست و کلیدش بدلستانی داد
میرا دل کہ خزانہ اسرار کا تہا دست قضا نے | دروازہ اوسکا بند کرکے کنجی محبوب کو دیدی

دلستان سے محبوب حقیقی مراد ہی ۔ اور مطلب یہ کہ میرا دل اسرار الہی کا خزانہ تہا چونکہ اسرار الہی ظاہر نہین کئی جاتے اس وجہ سی قضا و قدر نے اوسکا دروازہ بند کرکے کنجی محبوب کو دیدی تاکہ عاشق زا

گر جان بدہد سنگ سیہ لعل نگردد | با طینت اصلی چہ کند بدگہر افتاد

اگر جان بھی دیدو تو سیہ پتھر لعل نہین ہوتا | طینت اصلی کا کیا علاج کیا جای کہ بدگہر واقع ہوا ہے

یعنی جس طرح جان کھو دینے سے بھی سنگ سیاہ لعل نہین بنتا اسیطرح بدطینت و بدگہر کی افتاد مزاج کا علاج نہین ہو سکتا۔

حافظ کہ سر زلف بتان دستکشش بود | بس طرفہ حریفی ست کش اکنون بسر افتاد

حافظ کہ جو معشوقون کی زلف کا عاشق تھا | اب ایک طرفہ حریف اوسکے پالے پڑا ہے

خلاصہ یہ کہ حافظ ہمیشہ معشوقون کا عشق کیا کرتا تہا مگر اب جو معشوق اوسکے پالے پڑا ہے وہ غضب کا حریف ہے۔

برید باد صبا دوشم آگہی آورد | کہ روز محنت و غم رو بکوتہی آورد

باد صبا کا قاصد کل میری پاس خوشخبری لایا | کہ محنت و غم کے دن اب رو بکمی رکہتے ہین

بمطربان صبوحی دہیم جامۂ پاک | بدین نوید کہ باد سحر گہی آورد

ہم اپنا جامہ پاک مطربان صبوحی کو دیتے ہین | اس خوشخبری پر کہ باد سحر نے سنائی ہے

یعنی کل مجھسے مرشد نے یہ بات کہی کہ ای طالب خوش ہو جا کیونکہ محنت و فراق کے دن اب آخر ہو چکے اور تجہپر مشاہدہ جمال ہونیوالا ہے۔ لہذا مین اس خوشخبری کی خوشی مین جو مرشد نے سنائی ہی اپنے کپڑے تک مطربان صبوحی کو اوتار دون گا۔ اتنی خوشی کرون گا۔

نسیم زلف تو شد خضر راہم اندر عشق | زہی رفیق کہ بختم بہمرہی آورد

تیری زلف کی نسیم عشق مین میری خضر راہ ہے | میرے نصیب نے اچہا رفیق میری ہمراہی مین دیا

مطلب یہ کہ خود تیری ہی زلف کی نسیم راہ عشق مین میری خضر بن گئی ہے مجھے اپنی نصیب پر ناز ہو کہ جسکی مدد سے ایسا عجیب راستہ بتانیوالا خضر میرا رفیق رہتا ہے۔

بیا بیا کہ تو حور بہشت را رضوان | درین جہان ز برای دل رہی آورد

آ آ کہ تجہ حور بہشتی کو رضوان نے | اس جہان مین بندہ کے دل کے لئے بہیجا ہے

چونکہ معشوق کو حور بہشتی قرار دیا اور بہشت کا مالک رضوان ہے اسلئے یون کہا گیا کہ تجکو رضوان نے دنیا مین بندہ کے دل کی خاطر بہیجا ہے ورنہ رضوان سے خدا تعالی مراد ہے جو سب چیزون کا دنیا مین

دردا کہ ازان آہوی مشکین سیہ چشم چون نافہ بسی خون جگر در دلم افتاد

حیف کہ اوس آہوی مشکین سیہ چشم سے نافہ کی طرح بہت سی خون میری جگر مین ہوگئی

معشوق کی آنکہ کو سیاہی کی تعریف مین ہرن کی آنکہ سے تشبیہ دیا کرتے ہین اسلئے آہوی مشکین اور سیہ چشم صفت کی صفت ہی نافہ ہی سیاہ ہوتا ہے اور چونکہ ہرن کی ناف سے نافہ ملتا ہی اسلئے آہو کے لئے نافہ کا لفظ لائے ہین۔ مطلب کچہ ایسا پیچیدہ نہین۔

بار غم او عرض بہر کس کہ نمودم عاجز شد و این قرعہ بنامم زسر افتاد

جس کسی سے کہ اوسکے بار غم کا حال عرض کیا عاجز ہوا اور اس قرعہ کو میری نام پر ڈالا

از رہگذر خاک سر کوی شما بود ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

تمہاری کوچہ کی رہگذر کی خاک تہا جو نافہ کہ نسیم سحر کے ہاتہہ آیا

یعنی جو خوشبو کہ نسیم سحر کے ہاتہہ آگئی تہی وہ تیرے کوچہ کی خاک کی تہی۔ خلاصہ یہ کہ محبوب کی رہگذر کی خاک ہی معطر ہوتی ہے۔

مژگان تو تا تیغ جہانگیر برآورد بس کشتہ دل زندہ کہ بر یکدگر افتاد

جب سی کہ تیری مژگان کی تیغ جہانگیر کہچی ہے بہت سی زندہ دل ایکدوسری پر گر پڑی ہین

زندہ دل یعنی عاشق صادق۔ یعنی جب سے تیری مژگان کی جہانگیر تلوار کہچی ہے بہت سی عاشق کشتہ ہوکر یکے بردیگرے گری پڑے ہین۔

این بادہ کہ پرورد کہ خمار خرابات از موی بہشتش زخود بیخبر افتاد

یہ شراب کسنے کہچی کہ میخانہ کا می فروش اوسکی بہشتی بو سے خود خود بیخبر ہوکر گر پڑا

شراب سے عشق اور خمار خرابات سے مرشد مراد ہی یعنی یہ شراب محبت کسنے بنائی ہی کہ جسکی بہشتی خوشبو سے مرشد خود مست ہوکر گر پڑا۔

بس تجربہ کردیم درین دار مکافات با دردکشان ہر کہ درافتاد برافتاد

ہمنے بہت تجربہ کرلیا کہ اس دار مکافات مین جو کوئی دردکشون سی اوبجہا خراب و خستہ ہوا

دار مکافات دنیا۔ اور دردکشون سے عشاق الہی مرادہین۔ یعنی جس کسی نے عاشقان الہی سے مزاحمت کی وہ خستہ و برباد ہو گیا۔

مباحثی کہ در آن حلقۂ جنون میرفت ورای مدرسہ و قیل و قال مسئلہ بود

وہ بحث کہ جو اوس جنون کے حلقہ مین ہوتے تھے علاوہ مدرسہ کے اور مسئلہ کی گفتگو کے تھی

یعنی جو باتین کہ مجنونون کے حلقہ مین کہی جاتی تہین وہ ظاہری مباحثون اور مدرسہ کی گفتگوؤن کے علاوہ تہین خلاصہ یہ کہ وہان حقیقت کے مسئلے بیان ہوتے تہے۔

دل از کرشمۂ ساقی بشکر بود ولی ز نامساعدت بخشش اندکی گلہ بود

دل ساقی کے کرشمہ کا شکرگذار تہا لیکن اپنے نصیب کی ناسازگاری سے کسیقدر گلہ بہی کرتا تہا

قیاس کردم از ان چشم جادوانہ مست ہزار ساحر چون سامریش در گلہ بود

مین نے اندازہ کرلیا اوس چشم جادو سان سے سامری جیسے ہزارون ساحر رونیوالے تہے۔

خلاصہ یہ کہ محبوب کی آنکہ ایسی مست اور جادو کنندہ ہے کہ سامری جیسے ہزارون جادوگر اوسکے مقابلہ مین روئے دیتے تہے سامری ایک جادوگر کا نام ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین تہا اور فرعون کی طرف سے آپ کے معجزون کے مقابلہ مین سحر کیا کرتا تہا۔

بگفتمش بلبم بوسۂ حوالت کن بخندہ گفت کیت بامن این معاملہ بود

مین نے اوس سے کہا کہ میرے لب کو اپنا بوسہ حوالہ کر ہنسکر جواب دیا کہ تیرا مجہسے یہ معاملہ کب ہوا تہا

معاملہ بمعنی لین دین آتا ہے یعنی جب مین نے اوس سے بوسہ طلب کیا تو جواب مین ہنسکر کہا کہ میرا تیرا کوئی لین دین نہین پہر تو کیسا بوسہ مانگتا ہے

ز اخترم نظر سعد در رہ است کہ دوش میان ماہ و رخ یار من مقابلہ بود

میری اختر کی طرف نظر سعد تہی کہ کل چاند اور میرے یار کے چہرہ کے درمیان مقابلہ ہوا

جب درمیان چاند اور اوس ستارہ کے جو سعد ہو مقابلہ ہو جاتا ہے تو اوسکو نظر سعد بولتے ہین لہذا فرماتے ہین کہ میرے اختر کی نظر سعد تہی اسلئے کہ چاند سے اور چہرۂ یار سے کل مقابلہ ہوگیا تہا۔

دہان یار کہ درمان درد حافظ داشت فغان کہ وقت مروت چہ تنگ حوصلہ بود

دہن یار کہ جو حافظ کے درد کا علاج رکہتا تہا افسوس ہے کہ مروت کے وقت کیا ہی تنگ حوصلہ نکلا

دہن کے واسطے تنگ حوصلہ کا لفظ پُر معنی ہے یعنی افسوس کہ یار کا دہن مروت مین بہی تنگ حوصلہ نکلا جبکہ اوسکے پاس حافظ کے درد کا علاج تہا تو اوسنے عاشق کی دلجوئی نہ کردی۔

پیدا کرنیوالا اور سمجھنے والا ہے خلاصہ یہ کہ اسے حور نژاد خدا نے تجکو دنیا مین میری دل لگی کیواسطے
پیدا کیا ہے۔

بجز خاطر ما کوش کین کلاہ نمد — بسی شکست کہ بر افسر شہی آورد

ہماری خاطر کے ساتھ نیکی کی کوشش کر کہ یہ نمدہ کی ٹوپی — بہت پست گئی ہے کہ جو تاج شاہی کبھی جاتی ہی

چہ نالہا کہ رسید از دلم بخرگہ ماہ — چو یاد عارض آن ماہ خرگہی آورد

کیا کچھ نالے میری دل سے چاند کی خرگاہ تک پہونچے — جب اوس ماہ پردہ نشین کے عارض کی یاد آئی

خرگہ بمعنی ڈیرہ خیمہ خرگہ ماہ مسکن چاند۔ آن ماہ خرگہی کے معنی اوس محبوب پردہ نشین کے لگی گئی ہین
باقی مطلب صاف ہے۔

رساند رایت منصور بر فلک حافظ — چو التجا بجناب شہنشہی آورد

حافظ فتح و نصرت کے جہنڈے کو فلک پر پہونچاوے — جو شہنشاہ کی جناب مین التجا کرے

یعنی عاشق اگر خدا کے حضور مین التجا کرے تو اپنی مقبولیت کے جہنڈے کو بام فلک تک اونچا
کرالے۔

بکوی میکدہ یارب سحر چہ مشغلہ بود — کہ جوش شاہد و ساقی و شمع و مشعلہ بود

یارب میخانہ کی گلی مین صبح کیا مشغلہ تہا — کہ شاہد اور ساقی شمع و چراغ کا جوش تہا

کوی میکدہ سے گوشۂ دل سحر سے ابتدای پیری یا مشاہدہ کی دریافت کا اول روز مراد ہے شاہد و
ساقی کا کنایہ نقش امید کی جانب ہے کہ جسکو مبتدی ذکر کے وقت پیش نظر رکہتا ہے شمع و مشعلہ سے انوار
الہی عبارت ہین یعنی میری دلمین ابتدای مشاہدات کو کیسے ذکر و اشغال تہے نقش امید دل مین جوش زن تہا اور
انوار الہی کے نزول کا فیض حالت سرور مین پہونچاتا تہا۔

حدیث عشق کہ از حرف و صوت مستغنی ست — بنالۂ دف و نی در خروش و ولولہ بود

عشق کی حکایت جو آواز اور حرف سے مستغنی ہے — دف و نی کے نالہ سے شور و غوغا مین تہی

حرف و صوت سے مستغنی ہونا بمعنی تحریر و تقریر سے باہر ہونا۔ دف کا کنایہ بیدل عاشق کی طرف
اور نے کا اشارہ ذاکر الہی کی جانب ہے یعنی گو عشق کی حکایت تحریر و تقریر سے باہر ہے لیکن وہ بیدل
عاشق اور ذاکر الہی کے جوش و خروش سے شور و غوغا مین تہی۔

۱۱ بادہ زیر خرقہ نہ امروز می کشیم ۔ صد بار پیر میکدہ این ماجرا شنید

ہمنے جبہ کے نیچے شراب آج ہی نہین چھپای ہی ۔ بلکہ پیر میکدہ نے سو بار اس ماجری کو سنا ہے

یارب کجاست محرم رازی کہ یکزمان ۔ دل شرح آن دہد کہ چہ دید و چہا شنید

یارب محرم راز کہان ہے کہ تہوڑی دیر ۔ جو دیکہا اور جو کچہ سنا ہی دل اوسکو بیان کرے

یعنی میرا محرم راز عاشق کہان ہے کہ جس سے دل کچہ وہ باتین بیان کرے جو عشق محبوب مین سنی یا دیکہی مین

ما می بہ بانگ چنگ نہ امروز می کشیم ۔ بس دیر شد کہ گنبد چرخ این صدا شنید

ہمنے چنگ کی آواز پر شراب آج ہی نہین پی ۔ مدت ہوئی کہ گنبد آسمان نے بہی یہ آواز سنی ہے

ساقی بیا کہ عشق ندا میکند بلند ۔ آنکس کہ گفت قصۂ ما ہم ز ما شنید

ای ساقی آکہ عشق ندا بلند کرتا ہے ۔ اوس سے کسنے کہا ہمارا قصہ ہم ہی سے سنا ہے

خلاصہ یہ کہ جو شخص ہماری باتین کہتا ہی یعنی عشق کی باتین معرض بیان مین لاتا ہے یہ اوسنے ہم ہی سے تو سنی ہین

پند حکیم عین صواب ست محض خیر ۔ فرخندہ بخت آنکہ بسمع رضا شنید

حکیم کی نصیحت عین صواب اور محض نیک ہی ۔ وہ شخص فرخندہ بخت ہی کہ جو رضا کی کانون سے سنے

پند حکیم سے مرشد کی نصیحت مراد ہی یعنی جسنے مرشد کی نصیحت رضا کے کانون سے سنی اور اوسپر عمل کیا وہ بڑا مبارک نصیب ہے۔

حافظا وظیفۂ تو دعا گفتن ست بس ۔ در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

حافظا تیرا وظیفہ دعا کرنیکا ہی اور بس ۔ اس فکر مین نہ پڑ کہ کسی نے نہ سنا یا سنا

یعنی ای حافظ تیرا کام معشوق کو دعا کرنیکا ہے تجہے اس فکر سے کیا غرض کہ وہ اوسکو سنتا ہی یا نہین بندہ کو بندگی سے کام ہی اس سے بحث نہین کہ خالق اوسے قبول نکریگا یا کریگا۔

بر سر آنم کہ گر ز دست بر آید ۔ دست بکاری زنم کہ غصہ سر آید

اس فکر مین ہون کہ اگر ہاتہ آوے ۔ تو اوس کام کو ہاتہ لگاؤن کہ جس سے غصہ دور ہو

غصہ بمعنی رنج یعنی میرا ارادہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہ کام کرون جسکے ذریعہ سے اس رنج و مصیبت سے نجات پاؤن

بوی خوش تو هر که ز باد صبا شنید   از یار آشنا سخن آشنا شنید

جس کسی نے کہ تیری بوئی خوش باد صبا سے سونگھی   یار دوستون سے بات دوست کی سنی

باد صبا سے مرشد اور یار و آشنا سے بہی مرشد ہی مراد ہے۔ آشنا سے مقصود معشوق باقی مطلب صاف۔

این شمس سزا نبود دل حق گذار من   کز غمگسار خود سخن ناسزا شنید

ای میری حق گذار دل یہ اوسکی سزا نہ تہی   کہ غمگسار اپنے سے نالائق باتین سنین

ای شاه حسن چشم بحال گدا فگن   کین گوش بس حکایت شاه و گدا شنید

ای بادشاه حسن فقیر کے حال پر نظر ڈال   کہ ان کانون سے بہت سی باتین شاه و گدا کی سنی ہین

یعنی اسے حسن کے بادشاه مجہ فقیر کے حال پر توجہ کر اور رحم فرما اسواسطے کہ مین نے بہت سی روایتین بادشاہون اور فقیرون کی سنی ہین کہ بادشاہون نے فقیرون پر رحم فرمایا ہے۔

خوش میکنم بباده مشکین مشام جان   کز دلق پوش صومعه بوی ریا شنید

مین بادۂ مشکین سے مشام جان کو خوش کرتا رہتا ہون   کہ صومعہ کی دلق پوش سے مکر کی بو معلوم ہوئی

صومعہ کے دلق پوش سے ظاہر ہے کہ ریاکار صوفی مراد ہے یعنی مجہے صوفی کی ریاکاری معلوم ہوئی ہے اسلئے مین شراب پیتا ہون اور مشام جان کو خوش کرتا ہون ایسی عبادت ریائی سے شراب بہتر ہے۔

سر خدا که عارف سالک بکس نگفت   در حیرتم که باده فروش از کجا شنید

خدا کے راز کہ عارف و سالک نے کسی سے نہ کہے   مین حیران ہون کہ بادہ فروش نے کہان سے سن لئے

عارف سالک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بادہ فروش سے مرشد کامل مراد ہین۔ لکہا ہے کہ معراج کو جب محبوب خدا خلوت سرای خاص مین پہونچے تو حق تعالی نے نوے ہزار باتین بتلائین جنمین سے تیس ہزار کے واسطے فرمایا کہ اسے محمد انکو خاص و عام سب سے کہدینا۔ اور تیس ہزار کے لئے حکم دیا کہ انکو امت کے اہل لوگون سے کہنا اور نااہلون سے مخفی رکہنا۔ اور تیس ہزار کے لئے قطعی ممانعت کردی کہ انکو کسی سے نہ کہنا کیونکہ یہ ہمارے سر کے خاص اسرار ہین لہذا حافظ صاحب کہتے ہین کہ مین حیران ہون مرشد کامل نے وہ خاص خدا کے راز کہان سے معلوم کرلئے جو رسول خدا نے کسی کو نہ بتلائے تہے۔

خواہم شدن بمیکدہ گریان و دادخواہ — کز دست غم خلاص من آنجا مگر شود

مین میخانہ میں گریان اور دادخواہ ہون گا — کہ اوس جگہ دل کو غم کے ہاتھ سے خلاصی ہو جاتی ہے

این سرکشی کہ در سر سرو بلند تست — کی با تو دست کوتہ ما در کمر شود

یہ سرکشی جو تیرے قامت بلند کے خیال میں ہے — ہمارا کوتاہ ہاتھ تیری کمر میں کب پہنچتا ہے

این قصر سلطنت کہ تواش ماہ منظری — سرہا بر آستانہ او خاک در شود

یہ قصر سلطنت کہ جسکا تو ماہ منظر ہے — بہت سے سر اوسکے آستانہ در کی خاک ہو گئے ہین

از ہر کنارہ تیر دعا کردہ ام روان — باشد کزین میانہ یکی کارگر شود

مین نے ہر طرف سے دعا کے تیر روانہ کئے ہین — شاید کہ کوئی اونمین سے کارگر ہو جائے

از کیمیائے مہر تو زر گشت روی من — آری بیمن ہمت تو خاک زر شود

تیری کیمیائی محبت سے میرا مونہہ زر ہو گیا ہے — ہان ہان تیری ہمت کی برکت خاک کو کندن بناتی ہے

تیری کیمیائی محبت سے میرا مونہہ زر ہو گیا ہے یعنی جب سے مین نے تیرا عشق کیا ہے اوسوقت سے میرا اعتبار اگلے سے مونہ مثل سونے کے ہے اور یہ ٹھیک ہی ہے اسلئے کہ تیری ہمت کی برکت سے خاک سونا ہو جاتی ہے۔

ای دل حدیث ما بر دلدار عرضہ کن — لیکن چنان مکن کہ صبا را خبر شود

ای دل ہمارا حال دلدار سے عرض کرنا — لیکن اس طور پر کہنا کہ صبا کو خبر نہو

خلاصہ یہ کہ اس طور پر ہمارا حال محبوب پر روشن ہو جائے کہ کسی دوسرے کو اسکی خبر نہو ورنہ اخفای عشق کا لطف جاتا رہیگا۔

روزی اگر غمی رسدت تنگدل مباش — رو شکر کن مباش کہ از بد بتر شود

کسی دن اگر تجھے غم پہونچے تو آزردہ نہو — جا شکر کر کہین ایسا نہو کہ بدی سے بھی بدتر ہو جائے

یعنی اگر تجھے کسی روز غم و فکر سے سابقہ پڑے تو آزردہ مت ہو اور شکر کر کہین ایسا نہو کہ تو ناشکری کی علت مین برے سے بھی زیادہ برا ہو جائے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔

ای دل صبور باش مخور غم کہ عاقبت — از شام صبح گردد و از شب سحر شود

ای دل غم نہ کھا اور صبر کر کہ آخر کار — شام سے صبح اور صبح سے شام ہوا کرتی ہے

وہ کام عشق ہے اور رنج و مصیبت سے حوادثات دنیا مراد ہین۔

منظر دل نیست جای صحبت اغیار — دیو چو بیرون رود فرشتہ درآید

دل کا منظر صحبت اغیار کی جگہ نہین ہے — دیو باہر نکلے تو فرشتہ اندر آوے

صحبت اغیار یعنی اندیشہ ماسوا اللہ۔ دیو کنایہ شیطان یا نفس امارہ کی طرف اور فرشتہ کا اشارہ صفات حسنہ کی جانب ہی یعنی منظر دل سوای اللہ کے اور کسیکی فکر کرنی کی جگہ نہین ہی اگر جسم سے شیطان نکلے تو رحمن اندر گھسے۔

صحبت حکام ظلمت شب یلداست — نور ز خورشید خواہ بو کہ برآید

اہل دنیا کی صحبت اندہیری رات کی ظلمت ہی — خورشید سے روشنی مانگ شاید کہ امید برآئے

حکام سے اہل دنیا خورشید سے مرشد کامل مراد ہی نور سے نور عرفان مقصود ہے یعنی اگر تو قلبی نور حاصل کرنا چاہتا ہے تو مرشد سے مانگ شاید کہ تیری مراد برآوے۔ ورنہ اہل دنیا کی صحبت تو اندہیری رات سے زیادہ تاریک ہے۔

بر در ارباب بی مروت دنیا — چند نشینی کہ خواجہ کی بدر آید

بے مروت اہل دنیا کے دروازہ پر — کب تک بیٹھے گا کہ صاحب کب نکلین گے

یعنی ارباب دنیا کے دروازہ پر جو سخت بے مروت ہین تو کب تک اس امید مین بیٹھا رہیگا کہ کب صاحب خانہ نکلین گے تاکہ مین اونسے کچھ طلب کرون۔ خلاصہ یہ کہ اہل دنیا سے کچھ طلب نکر یہ بے مروت ہین نہ کچھ تجھے دیسکتے ہین اور نہ کچھ انکے پاس ہی ہے لہذا تو اہل دنیا کو چھوڑ بیٹھ اللہ والون سے لو لگا اور آن ہی سے مانگ وہ تجکو سب کچھ دیسکتے ہین۔

بگذر ازین روزگار تلخ تر از زہر — بار دگر روزگار چون شکر آید

اس زمانہ سے جو زہر سے بھی زیادہ کڑوا ہے گذرجا — کیونکہ دوسرا زمانہ شکر کی طرح میٹھا آنکے ہے

یعنی یہ زمانہ دنیا جو باعتبار حوادثات و بلیات کے زہر سے بہی زیادہ تلخ ہے اس سے جلد گذر جا۔ دوسرا زمانہ جس سے عالم موت مراد ہے بے غل و غش۔ یعنی شکر کی طرح میٹھا آنیوالا ہی۔ اور ممکن ہے کہ تلخ روزگار سے ابتدای عشق اور میٹھے زمانہ سے انتہاء عشق الہی مراد ہو اور اسکو بوجہ ناکامی تلخ اور اوسکو بوجہ کامیابی شیرین قرار دیا گیا ہو۔

صالح و طالح متاع خویش نمودند　　تا کہ قبول افتد و چہ در نظر آید

نیک بخت و بدبخت نے اپنا اپنا مال دکھلایا　　تا کہ جو نظر پر چڑھ جائے قبول ہو

یعنی زاہد اور عاشق دونون نے اپنی اپنی پونجی منظور ہو جانیکے لئے پیش کین ہین اب جو ہی پسند آجاے وہی مقبول ہے۔

بلبل عاشق تو عمر خواہ کہ آخر　　باغ شود سبز و سرخ گل بدر آید

ای عاشق بلبل تو عمر تو مانگ کہ آخر الامر　　باغ سبز ہوجای اور اوسمین سرخ پہول آوین

خلاصہ یہ کہ سالک کو عمر درازی طلب کرکے معرفت مین کوشش کرلی جاہئے قاعدہ ہے کہ سرخ سرخ پہول سبز باغ ہین آتے ہین اسیطرح عمر کے سبز باغ مین معرفت سکے پہول لگنے ممکن ہین جنسے مشاہدہ محبوب حقیقی مراد ہے۔

صبر و ظفر ہر دو دوستان قدیم اند　　بر اثر صبر نوبت ظفر آید

صبر و ظفر دونون قدیم دوست ہین　　مگر صبر کے اثر سے ظفر کی باری آتی ہے

اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج کے مصداق پر یہ دونون لازم و ملزوم ہین۔ مگر پہلے صبر کرنا چاہئے تاکہ نتیجہ مین ظفر حاصل ہو۔

غفلت حافظ درین سراچہ عجب نیست　　ہر کہ بمیخانہ رفت بے خبر آید

اس سراچہ مین حافظ کی غفلت عجب نہین ہے　　جو کوئی میخانہ مین جای بے خبر ہوجاتا ہے

سراچہ اور میخانہ یہ دونون لفظ اس شعر مین دنیا کے لئے آئی ہین یعنی اگر حافظ دنیا مین آکر بیخبر ہوگیا تو کوئی تعجب کی بات نہین اسلئے کہ جو کوئی شراب خانہ مین جاے گا وہ بیخبر و مست ہوگا۔

پیش ازینت بیش ازین غمخواری عشاق بود　　مہر ورزی تو با ما شہرۂ آفاق بود

اس سے پہلے تجھے عاشقون کی غمخواری زیادہ تہی　　ہمارے ساتہ تیری محبت ورزی مشہور عالم رہی

معشوق سے یا مرشد کامل سے خطاب ہے۔ باقی مطلب صاف تشریح طلب نہین۔

یاد باد آن صحبت شبہا کہ با زلف توام　　بحث سر عشق و ذکر حلقۂ عشاق بود

وہ صحبت یاد ہوگی کہ راتون کو تیری زلف سے اور مجھسے　　سر عشق کی بحث اور حلقۂ عشاق کا ذکر رہتا تہا

حسن مہرویان مجلس گرچہ دل میبرد و دین　　عشق ما بر لطف طبع و خوبی اخلاق بود

اگرچہ مجلس کے خوبرویون کا حسن میرا دل اور دین لیگیا　　تاہم ہمکو لطف طبع اور خوبی اخلاق کا عشق تہا

خلاصہ یہ کہ جب زمانہ ایکسان نہین رہتا یعنی کبھی صبح ہوتی ہے کبھی شام تو ہمیشہ غم بھی نہین رہے گا شام سے اگر غم مراد لین تو وہ بھی مدام نہین رہتی اور صبح سے اگر خوشی تصور کرین تو اوسکو بھی ہمیشگی نہین ہے

در تنگنای حیرتم ای نخوت رقیب یارب مباد آنکہ گدا معتبر شود

مین رقیب کی نخوت سے حیرت کی غار مین ہون یارب کہین ایسا نہو کہ وہ معتبر ہوجائے

یعنی رقیب اسقدر متکبر و معجب ہی کہ مجھے حیرت آتی ہے یا خدا فقیر کو اعتبار کا موقع سپہ نہونے دیجو کیونکہ جب آدمی کو اوسکی حیثیت سی کچھ زیادہ رتبہ حاصل ہوجاتا ہے تو وہ ہوش مین نہین رہتا۔ اسکی شان فقیر کی سی ہی کہ اگر فقیر کو بہت سا نقد ملجای تو وہ پھر فقیر نہین رہیگا بلکہ امیر ہوجائیگا یہ صفت بہک منگی گدائی ہے ہمنے محاورہ کی مطابق گدا کا ترجمہ فقیر کیا ہے ورنہ فقیر اور ہوتا ہے اور گدا اور

بس نکتہ غیر حسن ببایدکہ تا کسی مقبول طبع مردم صاحب نظر شود

بس یہ باریکی ہی کہ بغیر حسن کے کوئی چاہی کہ کسی صاحب نظر کی مقبول طبع ہوجای (تو نہین ہوسکتا)

مہر تو در درونم و عشق تو در سرم با شیر در درون شد و با جان بدر شود

میری دل مین تیری محبت ہی اور میرے سر مین تیرا سودا دودہ کی ساتہ اندر گیا ہے اور جان کی ساتہ باہر نکلیگا

حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس گر خاک او بپای شما پی سپر شود

حافظ پا بوسی کے لئے قبر سے سر نکالے اگر اوسکی خاک تمہاری پای بوس اور مدگار ہوجا

خلاصہ یہ کہ اگر حافظ کو مرنے کے بعد بہی تمہاری قدمبوسی نصیب ہو تو وہ قبر مین سے سر نکالے اور اپنی خاک کو تمہاری قدمون کے نیچے پامال ہونے کے لئے ڈال دے۔

تنت بناز طبیبان نیازمند مباد وجود نازکت آزردہ گزند مباد

تن تیرا طبیبون کے ناز کا نیازمند نہو جیو تیرا وجود نازک نقصان سی آزردہ نہو جیو

خلاصہ یہ کہ ای محبوب خدا کرے نہ تو کبھی بیمار ہو اور نہ تیرے وجود کو کسی قسم کا نقصان پہونچے۔

واضح ہو کہ یہ تمام غزل دعائیہ ہے۔

سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست بہیچ عارضہ شخص تو دردمند مباد

سلامتی تمام جہان کی تیری سلامتی سے ہے کسی عارضہ سے تیرا جسم دردمند نہو جیو

یعنی حافظ کے اشعار جو معرفت کی دولت سے پر ہین آدم علیہ السلام کے زمانہ مین باغ بہشت کے پہولون یعنی گل نسرین ونسترن کے پتون پر لکہے ہوی تہے۔ خلاصہ یہ کہ ہمارے جد امجد آدم علیہ السلام بہی معرفت الہی سے خوب واقف تہے کیونکہ اسرار معرفت نسرین کے پہول کی پنکہڑیون پر جابجا اونکو لکہے ہوے ملتے تہے۔

تا ز میخانہ و می نام و نشان خواہد بود — سر ما خاک رہ پیر مغان خواہد بود

جب تک میخانہ اور می کا نام و نشان رہیگا — ہمارا سر راہ پیر مغان کی خاک بنا رہے گا

میخانہ سے مقام عشق اور می سے مئی محبت مراد ہے پیر مغان مرشد یعنی جب تک دنیا مین عشق و محبت قایم ہین اور اونکا نام و نشان ہے اوسوقت تک ہمارا سر راہ پیر مغان کی خاک بنا رہیگا۔

حلقۂ پیر مغانم ز ازل در گوش است — ما ہمانیم کہ بودیم ہمان خواہد بود

ازل سے حلقۂ پیر مغان میری کان مین ہے — ہم وہی ہین جو تہے اور وہی ہوجائین گے

حلقہ بگوش ہونا غلام ہونا یعنی ہم ازل سے پیر مغان کے حلقہ بگوش ہین۔ اور ہمارا اعتقاد ایسا ہی کہ جسکی ہم اصل ہین اصل سے اوسمین شامل تہے اور آخر اوسمین ہی پہر ملجائینگے۔ خلاصہ یہ نہ کوئی خلل واقع ہوا ہے اور نہ واقع ہوگا۔

بر سر تربت ما چون گذری ہمت خواہ — کہ زیارتگہ رندان جہان خواہد بود

جب تو ہماری مزار پر ہوکر گذرے ہمت کر — کہ جہان کے رندون کی زیارتگہ ہوجائیگا

یعنی میرے مرنے کے بعد جب تو مزار پر ہوکر گذرے تو وہان کہڑے ہوکر فاتحہ پڑہنا اگر ایسا کریگا تو ہماری قبر جہان کے عاشقون کی زیارت گاہ بنجائیگی۔

سر زمینی کہ نشان کف پای تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

جس زمین پر کہ تیری کف پا کا نشان پڑجائے — وہ برسون تک صاحب نظرونکا سجدہ گاہ بنجاتا ہے

برو ای زاہد خود بین کہ ز چشم من و تو — راز این پردہ نہان است نہان خواہد بود

ای زاہد خود بین جا کہ میری اور تیری آنکہون سے — اس پردہ کا راز پوشیدہ رکہا گیا ہے اور پوشیدہ ہی رہیگا

خلاصہ یہ کہ زاہد جا اپنا کام دیکہہ اور اس خیال باطل سے باز آ کیونکہ عالم سلوک کا راز میری اور تیری آنکہون سے پوشیدہ رکہا گیا ہے اور پوشیدہ ہی رہیگا اگر تو اسکو دیکہنے کی کوشش کرے تو یہ فضول ہے۔

یعنی اگرچہ مجلس کے مہرویون کا حسن میرا دل ودین دونون لیجاتا ہے تاہم مجہے زیادہ تر لطف طبیعت اور اخلاق پر عشق زیادہ ہوتا ہے نہ کہ ظاہری حسن پر محبت دلانے کے لئے صرف خوبصورتی ہی کافی نہین ہوتی بلکہ عادت ومزاج بہی اچہے ہونے چاہئین۔

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد ۔ دوستی ومہر بر یک عہد و یک میثاق بود

صبح ازل کی ابتدا سے شام ابد کے آخر تک ۔ دوستی ومحبت دونون یک عہد وپیمان پر ہین

سایۂ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد ۔ ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

معشوق کا سایہ اگر عاشق پر پڑا تو کیا ہوا ۔ ہم اوسکے محتاج تہے اور وہ ہمارا مشتاق تہا

معشوق سے مراد حق تعالی ہے اور اوسکے ساتہ بندون کی احتیاج ظاہر مگر اوسکا مشتاق ہونا باعتبار اسکے کہ ہم اوسکے مظاہر قدرت مین سے ایک مظہر تہے صحیح ہے علاوہ برین یہ بہی قاعدہ ہے کہ صانع اپنی صنعت کو دوست رکہتا ہے اسلیئے اللہ تعالی بہی اپنی مصنوعات کا مشتاق سمجہا جائیگا۔

پیش ازین کین سقف سبز و طاق مینا برکشید ۔ منظر چشم مرا ابروی جانان طاق بود

اس سے پہلے کہ یہ سبز چہت اور مینا کار طاق بنایا ۔ ابروی جانان کا طاق میری آنکہہ کا منظر تہا

یعنی قبل اسکے کہ یہ سبز رنگ آسمان بنا گیا ہو ابروے محبوب حقیقی کا طاق میری چشم کا منظر رہتا تہا۔

اس شعر مین عالم اطلاق کا بیان ہے۔

رشتۂ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار ۔ دستم اندر ساعد ساقی سیمین ساق بود

تسبیح کا ڈورا اگر ٹوٹ گیا تو مجہے معذور رکہہ ۔ کیونکہ میرا ہاتہ ساقی سیمین ساق کے ہاتہ سے دبا ہوا تہا

بر در شاہم گدائی نکتۂ در کار کرد ۔ گفت بر ہر خوان کہ بنشستم خدا رزاق بود

شاہ کے دروازہ پر ایک فقیر نے مجہسے یہ نکتہ بیان کیا ۔ کہا کہ جس خوان پر کہ مین بیٹہا خدا رزاق تہا

یعنی بادشاہ کے دروازہ پر ایک فقیر نے مجہسے کیا اچہی بات بیان کی اوسنے کہا کہ جسکے خوان پر مین کہانا کہانے کو بیٹہا مین نے یہی سمجہا کہ رزق دینے والا خدا ہے نہ آقاے خوان۔ خلاصہ یہ کہ طلب روزی کی حاجت شاہ سے ہی نہین کرتا جس جگہ جاتا ہون میری مقدر کا رزق مجہے خدا ہی پہنچاتا ہے کیونکہ وہ رزاق ہے۔

شعر حافظ در زمان آدم اندر باغ خلد ۔ دولت نسرین وگل را زینت اوراق بود

حافظ کے شعر آدم علیہ السلام کے زمانہ مین باغ بہشت اندر ۔ گل نسرین کی دولت کے اوراق کی زینت تہی

یعنی ای محبوب جب تمام دنیا کی سلامتی تیری سلامتی پر موقوف ہے تو خدا کرے کہ تیرے جسم کو کوئی بیماری نہ پہونچے اور تو کسی عارضہ مین مبتلا نہو اسلئے کہ اگر تو دردمند ہوا تو جانو کہ تمام عالم دردمند ہوگیا۔

درین چمن چو درآید خزان بیغمائی — رہش بسرو سہی قامت بلند مباد

اگر اس باغ مین باد خزان غارتگری کو آوے — تو اوسکی راہ تیری سرو سہی قد بلند کی طرف نہو جیو

دران بساط کہ حسن تو جلوہ اندازد — مجال طعنۂ بدبین و بدپسند مباد

اوس بساط مین کہ جہان تیرا حسن جلوہ افروز ہو — حاسد کو طعنہ کی اور بدخواہ کو مجال نہو جیو

مجال صورت و معنی ہمین ہمت تست — کہ ظاہرت دژم و باطنت نژند مباد

مجال صورت و معنی کا تیری ہمت کی برکت سے ہے — اسلئے تو ظاہر مین بیمار اور باطن مین مغموم نہو جیو

صورت یعنی ظاہر اور معنی یعنی باطن یعنی چونکہ تیری ہمت کی برکت سے ظاہر و باطن کو رونق ہے اسلئے تیرا ظاہر بیمار اور باطن مغموم نہو جیو۔

ہر آنکہ روی چو ماہت بچشم بد بیند — بر آتش تو بجز چشم او سپند مباد

جو شخص کہ تیرے چاند سا مکھڑا چشم بد سے دیکھے — تیری آتش پر اوسکی آنکھ بجز سپند کے کام کی نہو جیو

یعنی جو شخص تیرے چاند سے چہرہ کو بد نظر سے دیکھے اوسکی آنکھ تیری آتش پر وہ کام کرے کہ جو آگ پر سپند کیا کرتا ہے۔

شفا ز گفتۂ شکر فشان حافظ جوی — کہ حاجتت بعلاج گلاب و قند مباد

حافظ کی شکر فشان باتون سے شفا ڈھونڈ — کہ تجکو اپنی علاج کے لئے قند و گلاب کی حاجت نہو

یعنی ای طالب معرفت تیری صحت کے لئے حافظ کی شکر افشان باتین کافی ہین پس تجکو اپنے علاج کے لئے قند و گلاب کی کیا ضرورت ہے جبکہ حافظ کی باتین خود شکر افشان ہین

ترک من چون جعد مشکین گرد کاکل بشکند — لالہ را دل خون شود باز از سنبل بشکند

میرا معشوق جو جعد مشکین کاکل کے گرد چھوڑ دے — تو لالہ کا دل خون ہو اور سنبل کا بازار کھوٹا

جعد مشکین سیاہ چوٹی کاکل زلف یعنی اگر میرا محبوب چوٹی اور زلف کو آراستہ کرے تو لالہ کا غم سے خون ہو جاوے اور سنبل کو کوئی نہ پوچھے یہ تشبیہات زین جنسے شاعری کی خوبی ہویدا ہے کاکل کو سنبل

ترک عاشق کش من مست برون رفت امروز تا دگر خون دل از دیده روان خواهد بود

میرا عاشق کش ترک مست ہوکر آج باہر نکلا ہے دیکھئے کہ کسکا خون آج بہایا جائے گا

عیب مستان مکن ای خواجہ کزین کہنہ رباط کس ندانست کہ رحلت بچہ سان خواہد بود

ای خواجہ مستون کو عیب نہ لگا کہ اس دیرینہ مسافر خانہ سے کوئی نہیں جانتا کہ کس طرح رحلت ہوگی

خواجہ سے مراد زاہد کہنہ رباط سے دنیا مقصود ہے مطلب یہ کہ ای واعظ تو عاشقوں پر عیب نہ لگا اسلئے کہ یہ کسی کو نہیں معلوم کہ دنیا سے کون شخص کس حال مین اوٹھیگا یعنی کوئی نہیں جانتا کہ کسکا خاتمہ کفر پر ہوگا اور کس شخص کا ایمان پر۔

چشمم آن دم کہ زشوق تو نہد سر بہ لحد تا دم صبح قیامت نگران خواہد بود

میری آنکھہ کہ جب تیری شوق مین قبر مین سر رکھی صبح قیامت تک تیری نگران رہیگی

بخت حافظ گر ازین گونہ مدد خواہد کرد زلف معشوق بدست دگران خواہد بود

حافظ کا نصیب اگر اسیطرح یاوری کرتا رہیگا تو زلف معشوق کی دوسرونکے ہاتھہ مین پہنچ جائیگی

یہ استفہام ہے یعنی اگر حافظ کا نصیب ایسی یاوری نہین کریگا جیسی کہ اوسکو کرنی چاہئے تو ضرور محبوب کی زلف دوسرون کے ہاتھہ پڑ جائیگی اور حافظ محروم رہ جائیگا۔

ترسم کہ اشک در غم ما پردہ در شود وین راز سر بمہر بعالم سمر شود

مجھے ڈر ہے کہ اشک ہماری غم کا پردہ در نہو جاے تاکہ یہ سربستہ بھید عالم مین مشہور ہوجائیگا

راز سربمہر سے راز عشق مراد ہی اور سمر کے معنی مشہور ہو جانے کے ہین۔ یعنی کہین ایسا نہو کہ ہمارے اشک عشق کے پردہ در ہوجاوین اور راز محبت جو پوشیدہ رہنا چاہئے عالم مین شہرت پا جاے۔

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر آری شود ولیک بخون جگر شود

کہتے ہین کہ مقام صبر مین پتھر لعل ہو جاتا ہے ہان ہو تو جاتا ہے لیکن خون جگر کے ساتھ ملکر ہوتا ہے

یعنی لوگ کہتے ہین کہ صبر کا پتھر لعل ہو جاتا ہے۔ بیشک صبر ایسی ہی چیز ہے کہ لعل ہوجاے۔ مگر اوسوقت تک نہین ہوتا۔ جب تک جگر کو خون نہین بنادیتا یعنی جب تک کہ طالب صبر سے جگر کو خون نہین کرڈالتا اوسوقت تک مقصود کو نہین پہونچتا تو اس اعتبار سے گویا پتھر لعل ہو جاتا ہی مگر خون جگر کے ساتھ ملکر۔ لعل کے واسطے خون جگر کا لفظ بہت عمدہ رعایت ہے۔

با هیچکس نشانی زان دلستان ندیدم　　**یا من خبر ندارم یا او نشان ندارد**

کسی مین نشان اوس دلستان کا مینے نہین دیکھا　　یا تو مجکو خبر نہین یا وہ نشان ہی نہین رکھتا

یعنی کسی معشوق کو مین نے ایسے بے نظیر معشوق کا نظیر نہین پایا۔ پس یا تو مین خبر نہین رکھتا یعنی میری آنکھون مین اوسکا نظیر نہین جچتا یا در حقیقت وہ ہی اپنا ثانی نہین رکھتا ہی پھر مجھے اوسکا نظیر دکھائی دینا کیسے ممکن ہے۔

هر شبنمی درین ره صد موج آتشین است　　**دردا که این معما شرح و بیان ندارد**

ہر شبنم اس راہ مین سو موج آتشین کی برابر ہی　　افسوس کہ یہ معما قابل شرح و بیان کے نہین

یعنی راہ عشق مین ہر بے حقیقت قطرۂ شبنم سو آتشین موجون کا حکم رکھتا ہی پس افسوس کہ یہ معمائے عشق بیان کرنیکی قابل نہین اور نہ کسی پر ظاہر ہوا۔

سر منزل قناعت نتوان ز دست دادن　　**ای ساربان فروکش کاین ره کران ندارد**

صبر کی منزل کو ہاتھ سے نہ جانے دینا　　ای شتربان ٹھہر جا کہ یہ راہ انتہا نہین رکھتی

ساربان سے سالک مراد ہی۔ یعنی ای سالک قناعت کو ہاتھ سے نہ چھوڑ اور منزل صبر پر آرام کر آگے بڑھنے کی ہوس نکر کیونکہ یہ راہ حرص بے پایان ہے اور اسکی انتہا نہین۔ اگر تو قناعت کو چھوڑ کر آگے بڑھے گا تو راہ سے بھٹک جائیگا۔

چنگ خمیده قامت میخواندت بعشرت　　**بشنو که پند پیران هیچت زیان ندارد**

چنگ خمیدہ قامت تجکو عشرت کی طرف بلاتا ہی　　سن لے کہ بڈھون کی نصیحت تجکو کوئی نقصان نہین پہونچائیگی

چنگ خمیدہ قد سے کہن سال مرشد اور عشرت سے عشق مراد ہی لہذا مطلب یہ ہی کہ ای نوجوان تجکو مرشد بزرگوار راہ عشق کی طرف بلاتا ہی تو جا اور اوسکی سن کیونکہ بڈھون کی نصیحت تیرے کام آئیگی اور تجھے کوئی نقصان بھی نہ دیگی۔ خمیدہ قامت کا لفظ پیر کے اعتبار سے لائے ہین۔

گر خود رقیب شمع است اسرار ازو بپوشان　　**کان شوخ سر بریده بند زبان ندارد**

اگر رقیب خود شمع ہے تو اوس سے حال چھپا　　کہ یہ سر بریدہ شوخ اپنی زبان کو لگام نہین دیتی

چونکہ شمع کا سر گلگیر سے کاٹ لیتی ہین اسلئے اوسکو سر بریدہ شوخ کہا۔ باقی مطلب صاف ہی کہ شمع تک سے حال عشق چھپانے کی ممانعت کی جا رہی ہے۔

تشبیہ دیا کرتے ہیں۔

در خرامان سرو گلنارش کند میل چمن ، سرو را از پا در اندازد دل گل بشکند
اور جدہر سرو گلنار خراماں خراماں باغ کی طرف رخ کرتی سرو کو ٹہو کر سے مارے اور گل کی دلکو توڑدے

تا خیال ابروی جانان ز چشمم دور شد ، اندرین رہ سیلہا باشد کہ صد پل بشکند
جبسے کہ ابروی جانان کا خیال میری آنکہ سے دور ہوا ہے راہ میں اتنی روئیں ہیں کہ سو پلوں کو توڑدیں

یعنی جب سے کہ ابروی جانان میری آنکھوں سے دور ہوئی ہیں میں اسقدر رویا ہوں اور اتنی روئیں آنسوؤن کی جاری ہوئی ہیں کہ سو پلوں کے توڑنے کو کافی ہوں۔

چون نسیم صبحگاہی پردہ گل بر درد ، خار غم اندر دل مجروح بلبل بشکند
جب صبح کی ہوا گل کا پردہ پہاڑتی ہے غم کا خار بلبل کے دل مجروح میں توڑتی ہے

یعنی جب صبح کی ہوا سے پہول کہلتا اور تر و تازہ ہو کر خوش و خندان ہوتا ہے تو بلبل کے دل مجروح میں اس وجہ سے خار چبہتا ہے کہ اوسکا معشوق کیسے جوبن پر ہے مگر اوسکے حال زار کی طرف توجہ نہیں کرتا اور اوسکی طرف سے لاپرواہ ہے۔

حافظا این سر وحدت را ز دست خود مدہ ، تا خیال زہد و تقوی را توکل بشکند
اے حافظ وحدت کا راز اپنے ہاتہ سے نہ دے تاکہ زہد و تقوی کے خیال کو توکل توڑ ڈالے

خلاصہ یہ کہ اے حافظ یہ سر وحدت جو تو رکہتا ہے ہاتہ سے نہ چہوڑ۔ تاکہ زہد و تقوی کا خیال کہ میں ایسا متقی اور پرہیزگار ہوں اوس توکل کو جو تو خالق حقیقی پر رکہتا ہے توڑدے اور دور کردے۔

جان بی جمال جانان میل جہان ندارد ، ہر کس کہ این ندارد حقا کہ آن ندارد
جان جمال جانان کو بغیر جہان کی خواہش نہیں رکہتی جو شخص کہ یہ نہیں رکہتا قسم خدا کی وہ وہ نہیں رکہتا

یعنی اگر عالم میں دیدار جانان میسر نہو تو جان کو جہان میں سے کسی کی پروا نہیں اور خدا کی قسم جسکو دیدار جانان میسر نہیں اوسمیں جان نہیں گویا وہ مردہ ہے۔ علاوہ اسکے چونکہ پیدایش انسان کی نفس ناطقہ کے لئے ہے اسلئے جان نے جو عالم لطیف سے عالم کثیف کی طرف میل کیا ہے وہ کمال حاصل کرنیکو کیا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ دنیا میں کمال معرفت حاصل کرکے بحق سے واصل ہو جائے۔

پس عید کے چاند کو ابروے یار پر دیکھنا چاہیے تاکہ وہ ہی خوشی جو لوگوں کو عید کا چاند دیکھنے سے ہوئی ہمکو ابروان یار کے دیکھنے سے ہو جو ہلال کی طرح ہین۔

شکستہ گشت چو پشت ہلال قامت من — کمان ابروی یارم کہ بار وسمہ کشید

میری پشت ہلال قامت جو شکستہ ہوئی ہے — مین کمان ابروی یار ہون کہ بار وسمہ کا کہینچا ہون

مپوش روی و مشو در خطا ز نفرج حسن — کہ خواند خط تو بر روی وان یکاد دمید

مونہہ مت چہپا اور نظارہ حسن سی غصہ نہو — کہ تیرا خط تیری چہرہ پر آیت وان یکاد پڑہتا ہوا نکلا ہے

اس شعر مین آیت کریمہ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ کے مضمون کی تلمیح ہے اس آیت کو نظر بد کے واسطے باندہتے ہین۔ لہذا مطلب یہ ہی کہ ای محبوب اپنی مونہہ کو مت چہپا اور نظارہ خلق سے درہم ہی نہو کیونکہ تیرا خط جو تیرے چہرہ پر نکلا ہے وہ گویا آیت وان یکاد الذین پڑہتا ہوا نکلا ہے اسلئے مبادا کہ تجکو کسی کی نظر بد سے نقصان پہونچے۔ پس تجکو کسی بدچشم کے نظارہ سے ہی خوف نکرنا چاہئے۔

مگر نسیم تنت صبح در چمن بگذشت — کہ گل ببوی خوشت ہمچو صبح جامہ درید

شاید کہ تیرے جسم کی ہوا صبح کو چمن مین پہونچی — کہ گل نے تیری خوشبو سے صبح کی طرح کپڑے پہاڑی

بیا کہ با تو بگویم غم ملالت دل — چرا کہ بی تو ندارم مجال گفت و شنید

آتا کہ تجہسے دل کے غم و ملال کا حال کہون — کس واسطے کہ سوا تیری کسی سے مجال گفت و شنید کی

یعنی اے محبوب تو آتا کہ تجہسے ہجر کے غم و ملال کا حال بیان کردن کسلئے کہ تیرے سوا اس غم عشق کو کسی اور سے بیان کرنیکی مجال نہین رکہتا ہون۔

نبود چنگ و رباب و گل و نبید کہ بود — گل وجود من آغشتہ شراب و نبید

چنگ و رباب اور گل و شراب نہ تہے — کہ میری وجود کی گل آغشتہ شراب اور مستی کی تہا

خلاصہ مطلب یہ کہ مین اوس وقت سی مست شراب عشق ہون کہ جب نہ تو چنگ و رباب کا نام و نشان تہا اور شراب معشوق ہی کا پتہ تہا یعنی میرا عشق ازلی ہے امروزہ نہین۔

بہای وصل تو گر جان بود خریدارم — کہ جنس خوب مبصر بہر چہ دید خرید

اگر تیری وصل کی قیمت نقد جان ہو تو خریدار ہون — کہ اچہی چیز جس کسی مبصر نے دیکہی خرید لی

ذوقی چنان ندارد بی دوست زندگانی | بی دوست زندگانی ذوقی چنان ندارد

مجھے بغیر دوست کے زندہ رہنے کا کچھ ذوق نہین | کیونکہ بے دوست زندگانی کچھ ذوق نہین رکھا کرتی

احوال گنج قارون کایام داد برباد | درگوش گل فروخوان تا زر نہان ندارد

گنج قارون کا قصہ کہ جسکو زمانہ نے برباد کردیا | پھول کے کان مین کہو تاکہ وہ زر کو پوشیدہ کرکے نہ رکھے

یعنی قارون کے خزانہ کا حال کہ کسطرح اوسکو قارون نے چھپا چھپا کر رکھا تھا اور پھر کیسے زمانہ نے برباد کردیا پھول سے کہدو تاکہ وہ اپنا زر (جوبن) جو چھپا کے رکھتا ہے صرف کردے اور زمانہ کی دست برد سے آگاہ ہوجائے کہ اسمین سب کو زوال ہوتا ہے۔

آنراکہ خواندی اُستاد گر بنگری بتحقیق | صنعتگر یست اما طبع روان ندارد

جسکو تو اوستاد کہتا ہے اگر غور سے دیکھے | تو کاریگری رکھتا ہے لیکن طبع کی روانی نہین رکھتا

یعنی ای مطلب جسکو تو اوستاد کہہ رہا ہے اگر اسے بنظر تفحص دیکھے اور اصلیت پر غور کرے تو تجکو معلوم ہوجائے گا کہ یہ شخص صرف چالاک ہے اور طبیعت مین جوہر نہین رکھتا اسکا اشارہ جھوٹے مدعی کی طرف ہے کہ جسمین کچھ ہنر تو ہو اور طبعی فطرت سے پیری مریدی کرتا پھرے۔

ایدل طریق رندی از محتسب بیاموز | مست ست و در حق اوکس این گمان ندارد

ایدل رندی کا طریقہ محتسب سے سیکھ | کہ وہ مست تو ہی مگر اوسکی حق مین کوئی یہ گمان نہین کرتا

محتسب سی مرشد کامل مقصود ہی۔ اور خلاصہ مطلب یہ ہی کہ ایدل رندی کا طریقہ محتسب سے سیکھ لے جو کہ باطن مین مست ہی مگر اپنی آپ کو مست نہین کہتا گویا وہ اپنا حال چھپاتا ہے اسیطرح تجکو بھی خلق سے اپنا بھید عشق چھپانا چاہیئے۔

کس در جہان ندارد یک بندہ چو حافظ | زیراکہ چون توشاہی کس در جہان ندارد

کوئی جہان مین ایک غلام بھی حافظ کی مانند نہین رکھتا | اسواسطے کہ تیری طرح بادشاہ بھی تو جہان مین کسی کو میسر نہین

یعنی جب تجسا شاہ خلق مین کسی کو میسر نہین تو حافظ سا بندہ بھی جہان مین کسی کے پاس نہو گا۔

جہان زابروی عید از ہلال وسمہ کشید | ہلال عید برابروی یار باید دید

جہان نے ابرو سے عید پر ہلال کا وسمہ لگایا | عید کا ہلال ابروی یار پر دیکھنا چاہیئے

خلاصہ یہ کہ جہان نے ہلال عید سے گویا ابروے عید پر وسمہ لگایا یعنی عید کو ہلال سے زینت بخشی

قاعدہ ہے کہ نظر کو سورج ہی سے روشنی ملتی ہے لہذا مطلب یہ ہے کہ تیرا جمال ہر نظر کے لئے روشنی ہوجیو اور تیرا چہرہ باعتبار خوبی اور معشوقون کے چہرون سے خوبتر ہو۔

ہمای اوج شاہین شہرت را دل شاہان عالم زیر پر باد

تیرے ہمائے اوج کے شاہین کے شہپر کے لئے شاہان عالم کا دل زیر پر کے ہوجیو

خلاصہ یہ ہے کہ تیرا عروج شاہان عالم کے عروج سے بہی بڑہ چڑہ کر رہے۔

دلی کو بستۂ زلفت نباشد ہمیشہ غرقۂ خون جگر باد

وہ دل کہ جو تیری زلف کا اسیر نہو ہمیشہ خون جگر مین غرق رہے

یعنی جس دل کو تیری زلف کا سودا نہو ہمیشہ خون جگر مین غرق رہے تو اچہا۔ خلاصہ یہ کہ گریان دل پشیمان رہے۔

بتا چون غمزہ ات ناوک کشاید دل مجروح من پیشش سپر باد

اے صنم جب تیرا غمزہ تیر نکالے میرا دل زخمی اوسکے آگے ڈہال ہوجیو

چو لعل شکرینت بوسہ بخشد مذاق جان من زو پر شکر باد

جو تیرا لب شکرین بوسہ عطا کرے اوس سے میری جان کا مذاق پر شکر ہوجیو

مرا از تست ہر دم تازہ عشقی ترا ہر ساعتی حسن دگر باد

مجکو تجہسے ہر دم تازہ محبت ہے تجکو ہر گہڑی نیا حسن ہوجیو

بجان مشتاق روی تست حافظ ترا بر حال مشتاقان نظر باد

تیرے چہرہ کا حافظ جان سے مشتاق ہے تجکو مشتاقون کے حال پر نظر کرنی چاہئے

ان سب اشعار کا زیادہ مطلب تشریح نہین چاہتا تہا اسلئے ہمنے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

چو رویت مہر و مہ تابان نباشد چو قدت سرو در بستان نباشد

تیرے چہرہ کی مانند چاند و سورج نہین چمکتے اور تیرے قد کی مثل سرو بہی باغ مین نہین ہے

چو لعل و لولوت در دلفروزی دُر دریا و لعل کان نباشد

تیری لعل اور موتیون کی مانند دلفروزی مین دریا کے موتی اور کان کا لعل بہی نہین ہے

چونکہ معشوق کے لب سرخ کو لعل سے اور دندان آبدار کو موتیون سے تشبیہ دیتے ہین اسلئے پہلے مصرع مین

یعنی اگر تیری وصل کی قیمت جان بہی ہو تو مین خریدار ہون اسواسطے کہ عمدہ جنس مبصر جس قیمت مین ملی لے لیتا ہے۔ کیونکہ وصل تیرا عمدہ جنس ہے اور مین اوسکا مبصر ہون۔

مریز آب سرشکم کہ بی تو دور از تو ❊ چو باد میشود و ز خاک راہ می غلطید

میرا سرشک آب مت بہا کہ بغیر تیری تجہسے دور ❊ جو ہوا ہوتا ہے تیری راہ کی خاک مین لوٹتا ہے

یعنی میرے اشک کی آبرو نہ بگاڑ اسواسطے کہ بغیر تیرے اوسکا حال یہ ہوجاتا ہے کہ راہ کی خاک مین لوٹتا ہے پس جب وہ تجہسے ایسی محبت رکہتا ہے تو اوسکی آبرو نہ بگاڑنی چاہیے۔

چو ماہ روی تو در زیر زلف میدیدم ❊ شبم بروی تو روشن چو روز میگردید

جب تیرا چاند سا چہرہ زلف کے نیچے دیکہتا ہون ❊ تو مجکو رات تیرے رخ پر دن کی طرح روشن ہوجاتی ہے

بلب رسید مرا جان و بر نیامد کام ❊ بسر رسید امید و طلب بسر نرسید

میرا دم لبون پر پہونچا اور مطلب نہ نکلا ❊ امید آخر ہوگئی اور طلب آخر نہوئی

خلاصہ یہ کہ امید آخر ہوکر مبدل بہ یاس ہوگئی مگر طلب ختم نہوئی اور نہ مطلب بر آیا۔

ز انقلاب زمانہ طمع مدار ای چرخ ❊ چو صبح بر رخ عالم ازین صفت خندید

ای مخاطب انقلاب زمانہ سے امید نرکہہ کہ آسمان ❊ مثل صبح کے رخ عالم پر اسیطرح سے ہنساہی گا

یعنی اے مخاطب تو زمانہ کے انقلاب سے یہ طمع نرکہہ کہ جس طرح آسمان عالم کے ساتہ اس وقت نیکی کر رہا ہے اسیطرح ہمیشہ کئے جائیگا۔ اور صبح کی طرح دنیا پر ہنستا رہیگا۔

دلم ز زلف تو شوریدہ بود میدانم ❊ کہ پیش روی تو برق خود چو برق می خندید

مین جانتا ہون کہ میرا دل تیری زلف سے پریشان ہے ❊ کیونکہ تیری رخ کی سامنے اپنی اوپر مثل برق کی ہنستا تہا

ز شوق لعل تو حافظ نوشت شعری چند ❊ بخوان تو نظمش و در گوش کش چو مروارید

تیری لب لعل کے شوق مین حافظ نے چند شعر لکہے ہین ❊ تو اوسکی نظم کو پڑہ اور کانون مین موتیونکی طرح ڈال

خلاصہ مطلب یہ کہ حافظ نے یہ چند شعر تیرے لب لعل کے شوق مین تصنیف کئے ہین تو انکو پڑہ اور کانون مین موتی کی طرح ڈال لے۔

جمالت آفتاب ہر نظر باد ❊ ز خوبی روی خوبت خوبتر باد

تیرا جمال ہر نظر کے لئے آفتاب ہوجیو ❊ تیرا روی خوب خوبی سے بہی خوبتر ہوجیو

چو آفتاب می از مشرق پیالہ بر آید ز باغ عارض ساقی ہزار لالہ بر آید

جو مے آفتاب مشرق کے پیالہ سے نکلے ساقی کے باغ عارض سے ہزار لالے پیدا ہوں

مے سے شراب عشق مراد ہے اور بوجہ صفائی اور روشنی کے اوسکو آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہے پیالہ سے وجود سالک ساقی سے مرشد لالہ سے تازگی و فرخندگی مقصود ہیں۔ اور مطلب یہ کہ جب آفتاب عشق کا وجود سالک سے طلوع کرتا ہے تو اوسکے مرشد کو ہزارون تازگیان اور مبارکیان حاصل ہوتی ہین۔

نسیم در سر گل بشکند کلالۂ سنبل چو در میان چمن بوی آن کلالہ بر آید

نسیم کلالۂ سنبل کو ہیچ سمجھنے لگے جو باغ کے درمیان خوشبو اوس زلف کی آوے

نسیم اوس نرم و نازک ہوا کو کہتے ہین جس سے ملکر پہولون کی مہک آیا کرتی ہے۔ کلالہ کے معنی پیچیدہ بال یا کاکل یا گلدستہ کے ہین اور یہ لفظ کلالہ بھی لکھا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب چمن مین معشوق کی زلف کی بو آجاوے تو نسیم سنبل کی زلف کو ہیچ سمجھتی ہے اور زلف محبوب کے مقابلہ مین اوسکو [illegible] نہین جچتی

حکایت شب ہجران نہ آن شکایت حالست کہ شمۂ ز بیانش بصد رسالہ بر آید

شب ہجران کی حکایت حال کی شکایت نہین کہ اوسکا تھوڑا سا بیان بہی سو رسالون مین سماجاتے

ز گرد خوان نگون فلک مدار توقع کہ بی ملالت صد غصہ یک نوالہ بر آید

اوندہے آسمان کے خوان کی گرد سے توقع نہ رکہہ کہ بغیر رنج اور سو غصہ کے ایک نوالہ بہی ملیگا

یعنی خوان آسمان سے جو اوندہا خوان ہے بالکل یہ توقع مت رکہہ کہ بغیر رنج اور سیکڑون طرح کے غصہ کی تجکو ایک نوالہ بہی میسر ہو جائیگا۔ خلاصہ یہ کہ خوان آسمان مین سے نوالہ کہانیکے لئے ہزارون غم و غصہ بہی کہانیکی ضرورت پڑتی ہے۔

گرت چو نوح نبی صبر ہست در طوفان بلا بگردد و کام ہزار سالہ بر آید

اگر تجہے حضرت نوح کی طرح غم کے طوفان مین صبر ہے تو بلا لوٹ جائیگی اور ہزار سال کا خراب شدہ کام سنبہل جائیگا

مطلب یہ کہ اگر تجہے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح غم کے طوفان مین صبر ہے تو یاد رکہہ کہ صبر سے ساری بلائین ٹلجائینگی اور مدتون کے بگڑے ہوے کام درست ہو جائینگے۔

بسعی خود نتوان بُرد پی بگوہر مقصود خیال باشد کاین کار بی حوالہ بر آید

اپنی کوشش سے گوہر مقصود ہاتہہ نہین آسکتا یہ محض خیال ہے کہ یہ کام بغیر حوالہ کے نکل آئیگا۔

صرف استعارہ کے طور پر لعل و لولو کے الفاظ بجاے لب و دندان کے لائے ہین مگر انسے مراد لب اور دانت ہی سمجھنے چاہئین مطلب یہ ہے کہ دریا کے موتی تیرے دانتون سے اور کان کا لعل تیرے لب سے دلفروزی مین زیادہ نہین۔

میان خط سبز ہت لعل نوشین — عجب گر چشمۂ حیوان نباشد

تیرے خط سبز کے درمیان سرخ ہونٹھ — تعجب ہے اگر آب حیات کا چشمہ نہون

خط سبز سے ظلمات کا اور لب سرخ سے آب حیات کا استعارہ دیا گیا ہے باقی مطلب صاف ہے کہ خط سبز کے درمیان آب حیات کا ہونا تعجب ہوتا مگر نہین تعجب کی کوئی بات نہین اسلئے کہ سیاہی خط کی درمیان سرخ ہونٹ گویا آب حیات کا چشمہ موجود ہین۔

چو فندق پستہ اش خندد بحالم — چرا بادام من گریان نباشد

پستہ اوسکا مثل فندق کی میری حال پر ہنستا ہی — تو کسواسطے میرا بادام گریان نہو

فندق ایک ولایتی میوے کا نام جو بیر کی برابر اونگلیون کے اگلے پورون کی مشابہ ہوتا ہی پستے دہن معشوق مراد ہی۔ بادام کی تشبیہ آنکھون سے دیجاتی ہے لہذا مطلب یہ ہے کہ آنکھین کیون گریان نہون جبکہ اوسکا پستۂ دہن فندق کی طرح میرے اوپر ہنستا ہے۔

سواد کفر زلف او کہ دل را — بروی تو از ان ایمان نباشد

اوسکی زلف کی سیاہی دل کے لئے کفر ہے — تیری صورت کی قسم کہ ایمان نہین ہے

بتو نسبت نباشد ہیچ تن را — نہ تن باللہ کہ مثلت جان نباشد

تجھسے کسی تن کو نسبت نہین — تن کیا بلکہ خدا کی قسم کوئی جان تیری مثل نہوگی

تن کثیف چیز ہے اور جان لطیف اسلئے حافظ صاحب فرماتے ہین کہ تیری تن کی مانند کوئی تن نہین اور تن کیا بلکہ خدا کی قسم کوئی جان بھی ایسی لطیف نہین ہوگی جیسا کہ تیرا تن لطیف اور سبک ہی۔

اگرچہ ہست شیرین شعر حافظ — چو لعل خسرو خوبان نباشد

اگرچہ حافظ بہی شیرین شعر ہے — لیکن مثل خسرو خوبان کے لعل کے نہین

خلاصہ یہ کہ گو حافظ کے اشعار شیرین ہین مگر معشوق کے لب لعل حافظ کے اشعار سے زیادہ شیرین سمجھنے چاہئین۔

کرون گا۔ اور عہد قدیم سے عالم ازلی کی طرف اشارہ ہے۔

نفاق وزرق نبخشد صفای دل حافظ — طریق رندی وعشق اختیار خواہم کرد

ای حافظ حسد وفریب دل کو صفائی نہیں بخشتے ہین۔ رندی وعشق کا طریق اختیار کرونگا مین

خلاصہ یہ کہ کینہ و فریب سے دل کی صفائی حاصل نہین ہوتی عاشقی اور بیباکی سے ہوتی ہے لہذا مین وہی طریقہ عشق اختیار کرون گا جس سے کہ دل صاف ہوجائے۔

چہ مستی است ندانم کہ رو بما آورد — کہ بود ساقی و این بادہ از کجا آورد

نہین جانتا ہون مین کہ کیا مستی ہے جو ہم پر طاری ہوئی ساقی کون تہا اور یہ شراب کہان سے لایا تہا

یعنی نہین معلوم کہ یہ کیسی مستی ہے جو ہمکو حاصل ہوئی ہے اور ساقی کون تہا اور ایسی مست شراب کہان سے لایا۔ الخ مستی سے مستی عشق اور شراب سے مئ معرفت مراد ہے۔ ساقی کا کنایہ مرشد کامل کی طرف۔

دلا چو غنچہ شکایت ز بخت بستہ مکن — کہ باد صبح نسیم گرہ گشا آورد

اے دل غنچہ کی طرح بخت بستہ سے شکایت نکر کہ ہوا صبح کی نسیم گرہ کھولنے والی کو لائی ہے

اے دل غنچہ کی طرح اپنے سربستہ نصیب کی شکایت نکر کیونکہ ہوا صبح کی نسیم کو جس سے مرشد کامل مراد ہے تیری عقدہ کشائی کو لائی ہے۔

رسیدن گل و نسرین بخیر وخوبی باد — بنفشہ شاد وخوش آمد سمن صفا آورد

گل نسرین کا آنا خیر وخوبی کے ساتہ ہوجیو — بنفشہ خوش ہے اور سمن صفا کی خوشامد کرتی ہے

علاج ضعف دل ما کرشمہ ساقی ست — برآر سر کہ طبیب آمد و دوا آورد

ہمارے ضعف دل کا علاج ساقی کا کرشمہ ہے — سر اوٹہا کہ طبیب آیا اور دوا لایا ہے

صبا بخوشخبری ہدہد سلیمان ست — کہ مژدہ طرب از گلشن سبا آورد

صبا خوشخبری مین سلیمان کا ہدہد ہے — کہ مژدہ خوشی کا باغ شہر سبا سے لائی ہے

گلشن سبا سے کوئی محبوب مراد ہے جسکا اشارہ عالم لاہوت کی طرف سمجھنا چاہیے۔ صبا خوشخبری پہونچانے مین ہدہد سلیمان کی مانند ہو کہ جسنے شہر سبا اور اوسکی ملکہ بلقیس کے حال سے حضرت سلیمان کو آگاہ کیا لہذا اس موقع پر صبا سے مرشد کامل اور گلشن سبا سے عالم لاہوت مراد ہے جو مقام محبوب حقیقی کا ہے

یعنی یہ صرف خیال ہی خیال ہے کہ اپنی سعی سے کام پورا ہوگا یہ بات نہین بلکہ بغیر حوالۂ تقدیر کے کوئی کام نہین پورا ہوسکتا۔

نسیم وصل تو گر بگذرد بہ تربت حافظ ۔ ز خاک کالبدش صد ہزار نالہ برآید

اگر تیرے وصل کی نسیم ہی حافظ کی قبر کے پاس ہوکر گذرے ۔ تو اوسکی جسم کی خاک سی ہزار نالی پیدا ہون

مطلب صاف ہے تشریح طلب نہین۔

چو باد عزم سر کوی یار خواہم کرد ۔ نفس ببوی خوشش مشکبار خواہم کرد

ہوا کی مانند ارادہ کوی یار کا کرونگا مین ۔ جان کو اوسکی خوشبو سے مشکبار کرونگا

ہر آبروی کہ اندوختم ز دانش و دین ۔ نثار خاک رہ آن نگار خواہم کرد

جو آبرو کہ مین نے عقل اور دین سے جمع کی ہے ۔ اوس معشوق کی خاک راہ کے قربان کرڈالونگا

بہرزہ بی می و معشوق عمر میگذرد ۔ بطالتم بس از امروز کار خواہم کرد

بغیر شراب اور معشوق کے عمر بیفائدہ گذرتی ہے ۔ بس آجکے روز سے مین اپنے آپکو بیکار کرونگا

یعنی عمر بے شراب و معشوق کے بیکار گذری جاتی ہے بس اسیقدر کافی ہے کہ آجکے روز سے می و معشوق اختیار کرونگا۔

صبا کجاست کہ این جان خون گرفتہ چو گل ۔ فدای نکہت گیسوی یار خواہم کرد

صبا کہان ہے کہ اس جان خون گرفتہ کو مثل گل کی ۔ گیسوی یار کی نکہت پر فدا کرونگا مین

صبا کا کنایہ ملک الموت کی طرف ہے۔ گیسوی یار پر جان قربان کرنا یعنی جان جہان آفرین کو سپرد کردینا یعنی ملک الموت کہان ہے کہ دوست کا پیغام دوست کو پہونچادے کہ عاشق اپنی جان خون گرفتہ کو دوست کے اوپر قربان کرنی چاہتا ہے اسمین موت کی تمنا کی گئی ہے۔

چو شمع صبحدمم شد ز مہر او روشن ۔ کہ عمر در سر این کاروبار خواہم کرد

اوسکی محبت سے روشن ہے کہ شمع صبحدم کی طرح ۔ عمر اس کاروبار مین گذارونگا مین

بیاد چشم تو خود را خراب خواہم ساخت ۔ بنای عہد قدیم استوار خواہم کرد

تیری چشم کی یاد مین اپنے کو خراب کرکے ۔ عہد قدیم کی بنا کو مضبوط کرونگا مین

یعنی تیری چشم پر فریفتہ ہوکر اور تجھسے عشق و محبت کرکے اوس عہد کو جو روز ازل مین کیا گیا ہے مضبوط

به تنگ چشمی آن ترک لشکری نازم
که حمله بر من مسکین یک قبا آورد

مین اوس ترک سپاہی کی تنگ چشمی پر ناز کرتا ہون
کہ جسنے مجھ مسکین اور اکہرا کپڑا پہننے والے پر حملہ کر دیا

خلاصہ یہ کہ مین اوس ترک سپاہی کی تنگ چشمی کا قائل ہون کہ جسنے مجھ مسکین پر جبکہ مین نہ زرہ پہنے تہا نہ جلتہ اوڑہے تہا بلکہ اکہرے کپڑے پہنے تہا اپنی تلوار سے حملہ کر دیا گویا مجھ بیکس اور مجبور کو مار ڈالا۔

فلک غلامی حافظ کنون بطوع کند
که التجا بدر دولت شما آورد

اب حافظ فلک کی غلامی کی رغبت کرتا ہے
کیونکہ وہ تیرے در دولت پر اپنی التجا لایا۔

یعنی اب حافظ فلک کی غلامی کی طرف راغب ہوگا کیونکہ وہ خود سری چہوڑ کر تیرے در دولت پر اپنی التجا لایا ہے۔

چو دست بر سر زلفش زنم بتاب رود
ور آشتی طلبم بر سر عتاب رود

جو اوسکی زلف کو ہاتہ سے پکڑتا ہون تو پیچ کہاتی ہے
اور جو آشتی سے طلب کرتا ہون تو غصہ لاتی ہے

چو ماہ نو رہ نظارگان بیچارہ
زند بگوشۂ ابرو و در نقاب رود

ماہ نو کی طرح ہمارے دیکھنے والون کا رستہ
گوشۂ ابرو سے لوٹتا ہے اور چہپ جاتا ہے

طریق عشق پر آشوب فتنہ است ایدل
بیفتد آنکہ درین راہ باشتاب رود

ایدل طریق عشق پر آشوب اور فتنہ ہے
جو شخص کہ اس راستہ مین پڑے وہ جلد چلا جاتا ہے

یعنی راہ عشق وہ پر آشوب اور فتنہ کی راہ ہے کہ جو شخص اس راہ مین پڑتا ہے وہ جلد چلدیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ راہ عشق مین کوئی زندہ نہین رہتا یہ زندہ نہ رہنا یا تو باعتبار اوسکے آیا ہے کہ دنیا کے مطلب کا نہین رہتا یا زندہ نہ رہنا بمعنی خودی سے بیخود ہو جاتا ہے۔

گدائی در جانان بسلطنت مفروش
کسی ز سایۂ این در بآفتاب رود

در جانان کی گدائی کو سلطنت سے نہ بدل
آدمی اس در کے سایہ سے آفتاب تک جاتا ہے

حباب را چو فتد باد نخوت اندر سر
کلاہ داریش اندر سر شراب رود

جب نخوت کی ہوا حباب کے سر مین ہوتی ہے
تو اوسکی کلاہ داری سر شراب مین چلی جاتی ہے

چاہئے کہ دنیا مین نخوت کو اپنے سر مین راہ نہ دے چنانچہ جب حباب کے سر مین نخوت کی ہوا بہر جاتی ہے تو اوسکی کلاہ داری تہوڑی دیر مین برباد کر دیتی ہے۔ واضح ہو کہ حباب صرف ہوا ہوتی ہے جو پانی کے

خلاصہ یہ کہ مرشد کامل نے مقام محبوب کے حال سے آگاہ کرکے خوشخبری سنائی ہے۔

بچہ راہ میزند او مطرب مقام شناس ‌‌ کہ درمیان غزل قول آشنا آورد

وہ مطرب مقام شناس کیا اچھا گاتا ہے ‌‌ کہ غزل کے درمیان دوست کا قول لے آیا

مقام شناس مطرب کی صفت ہی یعنی مطرب گانے کا موقع اور وقت خوب پہچانتا ہے خلاصہ یہ کہ اپنی فن مین کامل ہے مگر مطرب مقام شناس کا اشارہ مرشد کی طرف سمجھنا چاہئے اور مطلب یہ کہ مطرب نے غزل خوانی کے درمیان حقائق و معارف کا بیان بہی کردیا اور محبوب حقیقی کے قول بہی عاشقون کو غزل گوئی کے پیرایہ مین سنادئے یعنی جب اونہی عاشقون کے سامنے معرفت کی غزل گائی تو اوسی کے ساتہ دوست کے معارف کا بیان بہی کردیا اس سے ثابت ہوا کہ ہمارا مرشد کامل مقام شناس مطرب ہی کہ جو عاشقون کے دلون کو اپنی قبضہ مین کرنا خوب جانتا ہی۔

تو نیز بادہ بچنگ آر و راہ صحرا گیر ‌‌ کہ مرغ نغمہ سرا ساز و خوش نوا آورد

تو بہی شراب ہاتہ مین لے اور جنگل کی راہ پکڑ ‌‌ کہ مرغ بولنے والا نغمہ سرائی اور خوش الحانی کرتا ہے

مطلب یہ کہ ای مخاطب بہار کا موسم ہے اور مرغ خوش نوا عمدہ عمدہ بولیان بولتے ہین تو بہی ہاتہ مین شراب کی بوتل لیکر جنگل کو چلدے اور عیش و عشرت مین سعی کر اس موسم بہار مین تجکو مرغ خوش نوا سے پیچہے نہ رہنا چاہئے۔ بادہ بچنگ آر یعنی عشق حقیقی الہی کر راہ صحرا گیر یعنی سب سے الگ ہوکر مرغ نغمہ سرا خوش الحان سے مرشد مراد ہے باقی مطلب سمجہ مین آہی گیا۔

مرید پیر مغانم ز من مرنج ای شیخ ‌‌ چرا کہ وعدہ تو کردی و او بجا آورد

ای شیخ مجہسے رنجیدہ نہو مین پیر مغان کا مرید ہوگیا ہو ‌‌ اسلئے کہ جسکا تو نے وعدہ کیا اونے اوسکو پورا کردیا

یعنی اے زاہد تو مجہسے رنجیدہ کیون ہوتا ہے مین پیر مغان کا مرید ہوگیا ہون اسلئے کہ تو نے شراب پلہانے کا وعدہ جس سے شراب طہور مراد ہے قیامت کے دن کو کیا تہا چونکہ پیر مغان نے قیامت کو نہین ٹالا بلکہ یہین پلوادی اسلئے مین تجہے چہوڑ کر اوسکا مرید ہوگیا ہون اور مرید ہوجانے کی یہی وجہ ہے کہ شراب جو میری مطلوبہ شی ہتی تو اوسکے پلوانیکا وعدہ قیامت کو کرتا تہا اور پیر مغان نے یہین پلوادی اور وعدہ کو تجہسے پہلے وفا کردیا۔ چونکہ نقد کے مقابلہ مین ادہار قابل اعتبار نہین اسلئے مین پیر مغان کا مرید ہون۔

یعنی اے محبوب کتنے ہی دن ہوے کہ تو نے اپنی خیر و عافیت لکھکر نہ بھیجی میرے پاس ایسا کونسا قاصد ہے جس کے ہاتھ چند کلمے اشتیاق تجھکو کہلا بھیجون۔

ما بدان مقصد عالی نتوانیم رسید — هم مگر پیش نهد لطف شما گامی چند

ہم اوس مقصد عالی کو نہ پہونچ سکینگے — ہان البتہ اگر تیرا لطف چند قدم آگے بڑھ آئے

اسکا خطاب مرشد کی طرف ہے یعنی ہم اوس مقصد عظمیٰ کو جو وصل محبوب حقیقی کے متعلق ہے نہ پہونچ سکینگے البتہ اگر تیرا لطف ہماری آرزو کے استقبال مین دو ایک قدم آگے کو بڑھ آئے تو مقصد دلی پا جانا ممکن ہے ورنہ نہین خلاصہ یہ کہ مرشد کے ہی طفیل مین وصال محبوب حقیقی ہمین ہو سکتا ہے۔

چون می از خم بسبو رفت و گل افگند نقاب — فرصت عیش نگهدار و بزن جامی چند

جب شراب مٹکے سے گھڑے مین پہونچی اور گل نے نقاب گرا دی — فرصت عیش کا خیال رکھہ اور چند پیالے پی

شراب کا مٹکے سے گھڑے مین پہونچنا گویا پینے کی لائق ہو جانا اور گل کا نقاب گرانا یعنی کھلنا یا موسم بہار کا آجانا خلاصہ یہ کہ اے سالک عشق و محبت باطن سے تیرے وجود مین آگئے ہین اور تیرا دل جو غنچہ کی طرح سربستہ تھا گل کی طرح شگفتہ ہو گیا۔ پس تو فرصت عیش کے موقع کو نہ چھوڑ اور چند پیالے تو شراب کے پی ہی جا بعد اسکے مشاہدہ تجلیات سے مسرور ہو۔

قند آمیخته با گل نه علاج دل ماست — بوسه‌ای چند بیامیز بدشنامی چند

قند گل سے ملا ہوا میرے دل کا علاج نہین ہے — بلکہ چند بوسے ایسے دے کہ جنمین گالیان ملی ہوئی ہون

یعنی میرے دل بیمار کا علاج گلقند سے نہین ہوگا۔ بلکہ اے محبوب مین اپنے اچھے ہوجانیکے لئے چند بوسے ایسے چاہتا ہون کہ جنمین گالیان ملی ہوئی ہون۔

ای گدایان خرابات خدا یار شماست — چشم انعام مدارید ز انعامی چند

اے خرابات کے فقیرو خدا یار تمہارا ہے — چند ان چوپایونسے انعام کی امید نہ رکھہ

زاهد از کوچهٔ رندان بسلامت بگذر — تا خرابت نکند صحبت بدنامی چند

اے زاہد رندو کے کوچہ سے بچکر گذر جا — تاکہ تجکو چند بدنامون کی صحبت خراب نکر دے

چونکہ رند بوجہ رندی کے بدنام ہین پس اسے زاہد تو انکے پاس سے بچکر چلا جا تاکہ انکی صحبت مین تو بھی بدنام ہو جائے۔

حلقہ میں پہنسکر بلبلہ سان ٹہرنے لگتی ہے جہان ہوا نکل گئی حباب ٹوٹا۔

شب بشراب خرابم کند به بیداری وگر بروز حکایت کنم بخواب رود

رات کو شراب مجھے جگا کر خراب کرتی ہے اور جو دن کو بات کرتا ہون تو سوتی ہے

یعنی اگر راتکو شراب پیتا ہون تو وہ مجھے جگا کر خراب و پریشان کرتی ہے اور سونے نہین دیتی اور اگر دن کو مونہہ لگاتا ہون تو سو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو کچھ میری طبیعت اور وقت کے خلاف ہوتا ہی شراب وہ ہی کرتی ہے۔

مرا تو عهد شکن خوانده ومی ترسم که با تو روز قیامت همین خطاب رود

تو مجکو عهد شکن کہتا ہے مین ڈرتا ہون کہ تجکو قیامت کے دن یہی خطاب نہ دیا جاے

دلا چو پیر شدی حسن و نازکی مفروش که این معامله با عالم شباب رود

اے دل جب تو بڈہا ہوگیا ہے تو حسن و نازکی نہ بیچ کہ یہ معاملہ عالم جوانی مین اچھا معلوم ہوتا ہے

یعنی اے دل تو بوڑہا ہو کر غمزہ و نزاکت سے باز نہین آتا یہ حسن و ناز کی جوانی ہی مین اچھی معلوم ہوتی ہے بوڑہے غمزون کو کوئی پسند نہین کرتا۔

سواد نامه موی سیاه چون شد طی بیاض کم نشود در صد انتخاب رود

سیاہ بالون کا سواد نامہ جب طے ہوگیا سپیدی کم نہین ہوتی اگر سو بار انتخاب کیا جاے

یعنی جب بالون کی سیاہی زائل ہو کر سفیدی آگئی تو چاہے سو بار اوکھیڑ کر پہینکدو وہ ہرگز سیاہ نہون گے بلکہ سفیدی جمتے آئینگے۔

تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز خوشا کسیکه درین راه بی حجاب رود

اے حافظ تو خود اپنا ہی حجاب ہے درمیان سے اوٹھ کیا اچھا وہ شخص جو اس راہ مین بے حجاب جاے

اے حافظ چونکہ تو خودی کا گرفتار ہے اسلیئے اپنا حجاب آپ ہی ہو رہا ہے پس درمیان سے اوٹھ یعنی اپنی نفی کرے تاکہ طالب و مطلوب کے درمیان سے حجاب اوٹھ جاے اور کوئی روک ٹوک باقی نہ رہے۔

حسب حالی ننوشتی و شد ایامی چند قاصدی کو که فرستم بتو پیغامی چند

کتنے ایک دن ہوے کہ تو نے حسب حال کچھ تحریر نکیا کون قاصد ہے کہ چند باتین تیرے پاس کہلا بہیجون

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند

تو نے شراب کی بہت سی عیب بیان کئی اب ہنر بھی کہو چند جاہلون کے دل کے لئے حکمت کی نفی

یعنی ای واعظ تو نے جاہل لوگونکے سامنے شراب کی عیب تو بہت سے ظاہر کئی مگر اوسکے ہنر بھی تو بیان کردے اور دل جاہلون کے لئے حکمت الٰہی کی نفی نکر کیونکہ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہین ہوتا خدا حکیم ہے اوسکا کوئی فعل حکمت سے خالی نہین اور جو چیز کہ کائنات مین پیدا ہوئی ہین اگر بعض سے ہزار برائیان مین چند بھلائیان بھی ضرور ہین۔ اسی اعتبار سے شراب بھی بالکل عیب دار نہین بلکہ کچھ نہ کچھ ہنر بھی ضرور رکھتی ہے

پیر میخانہ چہ خوش گفت بدردی کش خویش کہ مگو حال دل سوختہ با خامی چند

پیر میخانہ نے اپنے دُرد کش سے کیا اچھی بات کہی کہ دل سوختہ کا تھوڑا سا حال بھی کسی خام سے نہ کہہ

پیر میخانہ سے مرشد مراد ہے اور خام سے اہل ظاہر۔ خلاصہ یہ کہ پیر نے اپنے مرید سے کیا اچھی بات کہی کہ عشق کا راز کسی اہل ظاہر سے نہ کہو۔ کیونکہ جس دل پر عشق کی چوٹ نہ لگی ہو وہ عاشق کا حال کیا جانے۔

حافظ از تاب رخ مہر فروغ تو بسوخت کامگارا نظری کن سوی ناکامی چند

تیری مہر فروغ رخ کی تاب سے حافظ جل گیا ای کامگار کبھی تو ناکام کی طرف نظر کر

یعنی تیرے رخ کی تاب سے جو مثل آفتاب کی فروغ رکھتا ہے حافظ سوختہ ہو گیا۔ ای کامگار محبوب ذرا ایک نظر ناکام کی طرف بھی ڈال دے۔ تا کہ اوسکا کام بنجائے۔ وَاللهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

تمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ کہ **گلبن معرفت** شرح دیوان حافظ کا
پہلا حصہ ماہ مئی سنہ ۱۹۰۴ عیسوی مین مطابق
صفر المظفر سنہ ۱۳۲۲ ہجری چھپ کر
تمام ہوا
فقط

اطلاع۔ اس کتاب کا کل حق بحق مصنف محفوظ ہے کوئی صاحب طبع نفرمائین